اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا
تو کیا یہ لوگ قرآن میں ذرا بھی غور نہیں کرتے ہیں یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں؟ (سورہ محمد، آیت ۲۴)
زادِ حیات
قرآن مجید کے تمام سوروں کا مختصر جائزہ، دلچسپ واقعات اور قرآنی تعویذات کے ساتھ
جلد دوّم (سورۂ زمر تا سورۂ ناس)
تالیف:
محمد رضا مرچنٹ
فرمان علی شاکری

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا

توکیا یہ لوگ قرآن میں ذرا بھی غور نہیں کرتے ہیں یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں؟ (سورہ محمد، آیت ۲۴)

زادِ حیات

(قرآن مجید کے تمام سوروں کا مختصر جائزہ، دلچسپ واقعات اور قرآنی تعویذات کے ساتھ)

تالیف:

محمد رضا مرچنٹ

فرمان علی شاکری

ترتیب و تدوین:

رضا علی عابدی

جلد دوّم (سورۂ زمر تا سورۂ ناس)

ناشر:

زادِ راہ ٹرسٹ

G-4 گراؤنڈ فلور، الارض ٹیرس، عامل کالونی، سولجر بازار، کراچی

فون نمبر: 32293163

www.zad-e-rah.com,www.zad-e-rah.net,www.zad-e-rah.org

info@zad-e-rah.com,razamerchant5@hotmail.com

نام کتاب: زادِ حیات (قرآن مجید کے تمام سوروں کا مختصر جائزہ، دلچسپ واقعات اور قرآنی تعویذات کے ساتھ)

مؤلف: محمد رضا مرچنٹ، فرمان علی شاکری اینگوتی

ترتیب وتدوین: رضا علی عابدی اینگوتی

تصحیح ونظر ثانی: مولانا نذر الحسنین محمدی

جلد: دوّم (سورۂ زمر تا سورۂ ناس)

ناشر: زادِ راہ ٹرسٹ، کراچی

پہلا ایڈیشن: ستمبر ۲۰۱۶

قیمت: 350 روپے

نوٹ:

ادارے نے لاگت سے کم ہدیہ رکھا ہے لہٰذا چھپی ہوئی قیمت سے زیادہ پر فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

ملنے کا پتہ:

۱) زادِ راہ ٹرسٹ، کراچی	۲) محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ، کراچی
۳) محمد علی بک ڈپو، سولجر بازار، کراچی	۴) الحسن بک ڈپو، نارتھ ناظم آباد، کراچی
۵) افتخار بک ڈپو، اسلام پورہ، لاہور	۶) اسلامی بک سینٹر، اسلام آباد

فہرست مضامین

موضوع صفحہ

۶۸۔ سورۂ قلم کا مختصر جائزہ .... ۲۲۸ تا ۲۳۵

۶۹۔ سورۂ حاقہ کا مختصر جائزہ .... ۲۳۶ تا ۲۴۳

۷۰۔ سورۂ معارج کا مختصر جائزہ .... ۲۴۴ تا ۲۴۹

۷۱۔ سورۂ نوح کا مختصر جائزہ

۷۲۔ سورۂ جن کا مختصر جائزہ

۷۳۔ سورۂ مزمل کا مختصر جائزہ

۸۵۔ سورۂ بروج کا مختصر جائزہ .... ۳۲۸ تا ۳۳۲

۸۶۔ سورۂ طارق کا مختصر جائزہ .... ۳۳۳ تا ۳۳۵

۸۷۔ سورۂ اعلیٰ کا مختصر جائزہ .... ۳۳۶ تا ۳۳۸

۸۸۔ سورۂ غاشیہ کا مختصر جائزہ .... ۳۳۹ تا ۳۴۳

سورۂ زمر کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ زمر

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
زمر	24،23	39	59	مکہ مکرمہ	75	08	4871	1180

☆ سورۂ زمر موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا انتالیسواں (۳۹) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے انسٹھواں (۵۹) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی ۷۱ ویں اور ۷۳ ویں آیت کی وجہ سے اس کا نام ''سورۂ زمر'' رکھا گیا ہے جس میں جنت اور جہنم میں جانے والے دونوں گروہوں کا ذکر ہے اور زمر عربی میں گروہ کو کہا جاتا ہے۔

۱۔ قرآن مجید کلام الٰہی	۲۔ خالص دین اور عبادت کا حکم
۳۔ بت پرستی کے جواز کے بارے میں مشرکین کا نظریہ	۴۔ ایک ہی نفس سے انسان کی خلقت
۵۔ انسان کی قسمیں، نافرمان یا اطاعت گزار	۶۔ حقیقی معبود کی بندگی کا حکم
۷۔ حق کو قبول کرنے والے دل	۸۔ قرآن مجید کی آیات سننے کا اثر
۹۔ قرآن مجید میں ہر قسم کی مثالوں کا موجود ہونا	۱۰۔ رسول خدا اور حضرت علی علیہ السلام
۱۱۔ رسول خدا کو مشرکین کی دھمکی اور اللہ تعالیٰ کا جواب	۱۲۔ گمراہی یا ہدایت کا اختیاری ہونا
۱۳۔ روح قبض کرنے والی ذات	۱۴۔ رحمت خداوندی سے مایوسی گناہ عظیم
۱۵۔ جہنمیوں کی فریاد	۱۶۔ نیک اعمال کا ایمان کے ساتھ کارآمد ہونا
۱۷۔ اپنے امام کے ساتھ جنت و جہنم میں داخل ہونے والے	۱۸۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

قرآن مجید کلام الٰہی

☆ آیت ۱ کے مطابق قرآن مجید حکمت والے خدا کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ یعنی قرآن مجید کسی انسانی ذہن کی بنائی ہوئی کوئی کتاب نہیں ہے۔ اگر کسی انسان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی ہوتی تو اس کے اندر کمزوری اور اختلاف نظر آتا۔

خالص دین اور عبادت کا حکم

☆ آیت ۲ میں دین کو اللہ کے لئے خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ خالص سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے دین کو اختیار کرنے کا واحد مقصد خود ذات الٰہی اور اس سے عشق ومحبت ہو اور اس میں غیر اللہ کا کوئی دخل نہ ہو۔

بت پرستی کے بارے میں مشرکین کا نظریہ

☆ آیت ۳ کے مطابق مشرکین کا نظریہ تھا کہ ہم اللہ تک نہیں پہنچ سکتے لہٰذا اس کی براہ راست عبادت بھی نہیں کر سکتے اس لئے ہم اس کی عبادت اس کے مقرب ہستیوں کے ذریعے بجالاتے ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کے ہاتھ میں اللہ نے کائنات کے امور سپرد کئے ہوئے ہیں اور وہ مقرب ہستیاں ملائکہ، جنات اور مقدس انسان ہیں اور یہ بت ان مقدس ہستیوں کے شبیہ ہیں اس لئے ہم ان بتوں کی پوجا کرتے ہیں (۱)۔

ایک ہی نفس سے انسان کی خلقت

☆ آیت ۶ میں خداوند عالم نے ابتدائے خلقت انسان، تدبیر معیشت اور مراحل خلقت کو بیان کیا ہے۔ یعنی خداوند عالم نے انسان کو ایک ہی نفس سے خلق کرنے کے بعد اس کے جوڑے کو بھی اسی نفس سے خلق کیا ہے۔ یہاں پر جوڑے کو نفس واحدہ سے خلق کرنے سے مراد یہ ہے کہ حضرت آدم کی خلقت کے بعد جو خاک بچی تھی اس سے حضرت حوا کی تخلیق ہوئی ہے۔

مسئلہ تخلیق کو بیان کرنے بعد خداوند عالم نے انسان کے ذریعہ معاش کے لئے بعض وسائل فراہم کرنے کو بیان کیا ہے کہ ہم نے ہی تمہارے لئے چوپایوں سے آٹھ جوڑے بنائے۔ یہاں پر آٹھ جوڑوں سے مراد اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری چار نر اور چار مادہ مجموعی طور پر آٹھ کی تعداد بنتی ہے جن پر انسانی معیشت کے اہم ستون کھڑے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا دودھ اور گوشت انسان کی خوراک کے کام آتا ہے اور بعض کا اون لباس بنانے کے کام آتا ہے اور بعض ایسے ہیں جو سفر میں انسان کے لئے سواری کا کام دیتے ہیں۔

اس آیت میں ایک اور اہم مطلب یہ بیان ہوا ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں تمہاری ماؤں کے شکموں میں تین تاریکیوں میں ایک خلقت کے بعد دوسری خلقت دی ہے۔ لہٰذا یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے، اس کائنات میں اسی کی بادشاہت ہے اور اس کے سوائے کوئی معبود نہیں پس تم کہاں پھرے جاتے ہو؟

تخلیق کے یہ مراحل تین تاریکیوں میں انجام پاتے ہیں جہاں روشنی کا گزر نہیں ہوسکتا۔ شکم مادر، رحم اور مشیمہ (وہ جھلی جس میں بچہ محفوظ ہوتا ہے) کی تاریکیوں میں اور انسانی تخلیق کے مراحل کے بارے میں اس سے پہلے بھی ہم بیان کر چکے

ہیں۔ تخلیقی مراحل سے مراد، نطفہ، پھر لوتھڑا، پھر گوشت کا ٹکڑا، پھر ہڈیاں، پھر ہڈیوں پر گوشت، پھر خلق آخر ہے۔

انسان کی قسمیں، نافرمان یا اطاعت گزار

☆ آیت ۸ اور ۹ کے مطابق انسان کی دو قسمیں ہیں ایک انسان وہ ہے جب اس پر کوئی مشکل وقت آتا ہے تو اس کی فطرت بیدار ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کو پکارتا ہے لیکن جوں ہی وہ مشکل وقت گزر جاتا ہے وہ اللہ کو کو بھول جاتا ہے اور دوبارہ اپنی سابقہ حالت پر پلٹ آتا ہے اور خداوند عالم کی مخالفت، نافرمانی اور سرکشی پر اتر آتا ہے۔ لیکن ایک دوسرا انسان وہ ہے جو خداوند عالم کی ذات کو فراموش نہیں کرتا ہے، وہ ہر حال میں اطاعتِ الٰہی میں مصروف ہوتا ہے اس کی صفات مندرجہ ذیل ہیں:

- رات کے اوقات میں عبادت کرتا ہے جب لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔ ہر قسم کی ریاکاری سے دور محض رضائے رب کے لیے عبادت کرتا ہے۔
- عبادت سجدے اور قیام کی صورت میں بجالاتا ہے۔
- وہ آخرت کی ہولناکیوں سے خائف رہتا ہے اور کسی کوتاہی یا گناہ کے ارتکاب کی صورت میں وہ اس عذاب کا خوف دل میں رکھتا ہے
- خوف خدا کے ساتھ امید کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ وہ خوف اور امید کے درمیان ہوتا ہے۔ خوف کی وجہ سے وہ گناہ سے بچتا ہے اور امید کی وجہ سے عبادت کرتا ہے۔

ایک اہم مطلب یہ بیان ہوا ہے کہ خداوند متعال اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اے رسول! کہہ دیجئے کہ کیا جاننے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ اس جملہ کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ (اَلَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ) (یعنی جو جاننے والے ہیں) سے علی علیہ السلام اور ان کے اہل بیت علیہم السلام مراد ہیں اور (وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ) (یعنی جو نہیں جانتے) سے بنی امیہ اور (اُولُوا الْاَلْبَابِ) (یعنی وہ لوگ جو صاحب عقل ہیں) سے ان کے شیعہ مراد ہیں [1]۔

حقیقی معبود کی بندگی کا حکم

☆ آیت ۱۵ اور ۱۶ کے مطابق جب تم حقیقی معبود کی بندگی نہیں کرتے تو پھر جس کی چاہو بندگی کرو۔ لیکن یاد رکھو

قیامت کے دن خدا کے غیر کی بندگی کرنے والے اور ان کے اہل وعیال خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ ایسے لوگوں کے لئے آگ ہی آگ ہے، لہٰذا اے میرے بندو! میری بندگی اختیار کرو تا کہ قیامت کے دن تم نجات پا سکو۔

حق کو قبول کرنے والے دل

☆ آیت ۲۲ کے مطابق جس شخص کا سینہ حق بات کو قبول کرنے کے لئے آمادہ اور کشادہ ہو تو اللہ کی توفیقات اس کے شامل حال ہوتی ہیں اور وہ نور خدا کے حصار میں آجاتا ہے جس کی وجہ سے بہت سے پردے ہٹ جاتے ہیں۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے دل حق بات کو قبول کرنے کے لئے آمادہ اور تیار نہیں ہیں۔

روایت میں ہے کہ کشادہ دل لوگوں سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور حضرت حمزہ علیہ السلام ہیں اور سنگ دل افراد سے مراد ابولہب اور اس کی اولاد ہے(۱)۔

قرآن مجید کی آیات سننے کا اثر

☆ آیت ۲۳ کے مطابق جن کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے وہ جب قرآنی آیات کو سنتے ہیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے اثرات کو اپنے شعور میں محسوس کرتے ہیں اور اس سے ان کی روح کو سکون ملتا ہے لیکن جن کے دل خوف خدا کی نعمت سے محروم ہیں وہ موسیقی وغیرہ سن کر وجد میں آتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں یہ لوگ قرآن سے دور ہو جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہر قسم کی مثالوں کا موجود ہونا

☆ آیت ۲۷ سے ۲۹ تک کے مطابق قرآن مجید میں ہر قسم کی مثالیں خداوند عالم نے بیان کی ہیں تا کہ نصیحت حاصل کرنے والے ان مثالوں کے ذریعے نصیحت حاصل کریں۔ یہ مثالیں قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں جس میں کوئی عیب نہیں اور وہ واضح، آسان اور عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔

یہاں پر خداوند عالم نے مشرک اور موحد کی ایک بہترین مثال بیان کی ہے۔ مثال یہ ہے کہ ایک غلام ہے اس کے دو بد خصلت مالک ہیں۔ چونکہ دونوں بدخو اور بد خصلت ہیں اس لیے اس غلام سے کام لینے میں ایک مالک، دوسرے مالک کی خواہشات اور احکام کا خیال نہیں رکھتا۔ اسی طرح دوسرا بد خصلت مالک بھی صرف اپنی سوچتا ہے دوسرے کا خیال نہیں رکھتا۔ ان دو

۱۔ انوار القرآن، حاشیہ آیت مورد بحث

بد خصلت مالکوں کے درمیان غلام کو جو پریشانی اور پیچیدگی پیش آتی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ کس مالک کو راضی کرے۔ دو مختلف مالکوں کی خوشنودی کو حاصل کرنا اس بے چارے غلام کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک غلام ایسا ہے کہ اس کا ایک ہی آقا ہے اس کے لئے اپنے ایک آقا کے حکم کی تعمیل کرنا اور آقا کو راضی رکھنا ممکن اور آسان ہے۔ کیا یہ دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں؟ یقیناً یہ دونوں برابر نہیں ہیں۔ بالکل اسی طرح مشرک اور مومن کا حال ہے۔ مشرکین متعدد مالکوں کو مانتے ہیں جب کہ موحد صرف ایک آقا کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔

رسول خدا اور حضرت علی علیہ السلام

☆ آیت ۳۳ کے مطابق جو شخص سچائی لے کر آیا اور جس نے اس سچائی لانے والے کی تصدیق کی وہی متقی اور پرہیزگار ہے۔ روایات کے مطابق سچائی لانے والے سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُس سچائی کی تصدیق کرنے والے سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں (۱)۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین کی دھمکی اور اللہ تعالیٰ کا جواب

☆ آیت ۳۶ اور ۳۷ کے مطابق جسے خدا گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے خدا ہدایت دے اسے کوئی طاقت گمراہ نہیں کر سکتی۔ یعنی اللہ جس کے ساتھ ہو، اس کے لیے کسی دوسرے کی نہ مدد و کمک کی ضرورت ہوتی ہے، نہ اسے نقصان و ضرر کا خوف ہے۔ جس کے ساتھ کل کائنات کا مالک ہو، اسے کسی دوسرے کی کیا ضرورت ہے؟ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ مشرکین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈراتے تھے کہ آپ نے ہمارے معبودوں کی توہین کی ہے لہٰذا آپ ان کے غضب سے نہیں بچ سکیں گے۔ خداوند عالم نے ان کی اس بات کے جواب میں ان آیات میں فرمایا کہ اللہ اپنے بندے کیلئے کافی ہے اور کفار کے معبود اتنے محتاج اور مجبور ہیں کہ وہ خود اپنے تحفظ کے لئے کسی دوسرے کے محتاج ہیں وہ دوسروں کو کیا نقصان پہنچائیں گے؟ مشرکین اس عقیدے کی وجہ سے ضلالت و گمراہی میں ہیں اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہ ہوگا۔

گمراہی یا ہدایت کا اختیاری ہونا

☆ آیت ۴۱ کے مطابق انسان ضلالت و ہدایت میں سے جس کو چاہے اختیار کرے یہ اس کے اختیار میں ہے کیونکہ خداوند عالم نے ایک دستور حیات (قرآن مجید) اپنے نمائندے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل فرمایا ہے اب اگر کوئی شخص

۱۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۶، ص ۲۵۷

اس کتاب سے ہدایت حاصل کرتا ہے تو اس نے اپنے آپ کو ابدی ہلاکت (دوزخ وجہنم) سے بچایا کسی دوسرے پر احسان نہیں کیا۔ نہ کتاب نازل کرنے والے اللہ پر، نہ اس کتاب کو پہنچانے والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اگر وہ اس کتاب کی ہدایت کو مسترد کر دیتا ہے اور گمراہ ہو جاتا ہے تو اس نے خود اپنے آپ کو ابدی ہلاکت میں ڈال دیا۔ اس سے کسی دوسرے کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

روح قبض کرنے والی ذات

☆ آیت ۴۲ کے مطابق اللہ ہی ہے جو روحوں کو موت کے وقت قبض کرتا ہے اور حالت نیند میں بھی روح کو انسان کے جسم سے الگ کر دیتا ہے۔ اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان صرف جسم کا نام نہیں بلکہ اس کے ساتھ ایک اور جز بھی ہے جسے روح کہا جاتا ہے۔ یہ روح کیا چیز ہے اس کے بارے میں علم سوائے پروردگار عالم کے کسی دوسرے کو نہیں ہے البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ روح کا جسم سے الگ ہونے کی ایک مکمل کیفیت کا نام "موت" ہے اور دوسری کیفیت کا نام "نیند" ہے۔ نیند کی حالت میں جسم اور روح کا رشتہ مکمل ختم نہیں ہوتا بلکہ کمزور ہو جاتا ہے اور موت کے وقت روح، جسم سے بالکل الگ ہو جاتی ہے۔

رحمت خداوندی سے مایوسی گناہ عظیم

☆ آیت ۵۳ سے ۵۶ تک میں خداوند عالم اپنے گنہگار بندوں کو اس کی رحمت سے مایوس نہ ہونے اور گنہگاروں کے تمام گناہوں کی مغفرت کی نوید اور خوشخبری سنا رہا ہے۔ رحمت خداوندی سے مایوسی ایک عظیم جرم اور گناہ کبیرہ ہے۔ مایوس ہونے کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ انسان یہ تصور کرلے کہ کوئی گناہ ایسا بھی ہے جو رحمت خدا سے بالاتر ہے اور جس کے معاف کرنے پر خدا قادر نہیں ہے جبکہ یہ ایک غیر منطقی تصور ہے۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ انسان رحمت خدا کا مذاق اڑانے لگے اور اسے گناہ کرنے کا بہترین بہانہ بنالے کیونکہ یہ بھی ایک جرم عظیم ہے۔ اسلام کی نگاہ میں رحمت خدا سے مایوس ہونا بھی جرم ہے اور عذاب خدا کی طرف سے لاپرواہ ہو جانا بھی جرم ہے۔

پس اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اسے چاہیے کہ فوراً اللہ کی طرف رجوع کرے قبل اس کے کہ وہ وقت آجائے کہ جس کے آنے کے بعد کوئی مدد نہیں کی جا سکے گی۔ یعنی انسان کو موت کے آنے سے پہلے خداوند عالم کی بارگاہ میں طلب مغفرت کرنی چاہیے تاکہ موت کے بعد پشیمانی کا سامنا کرنا نہ پڑے۔

جہنمیوں کی فریاد

☆ آیت ۵۷ سے ۶۰ تک کے مطابق قیامت کے دن گناہ گار جب عذاب جہنم کو دیکھے گا تو کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دے دیتا تو میں بھی صاحبان تقویٰ میں سے ہو جاتا۔ اسی وجہ سے خداوند عالم نے انسان کو اس دنیا میں ہدایت کے اسباب فراہم کئے ہیں تا کہ کل قیامت کے دن وہ یہ عذر پیش نہ کر سکے۔ پس اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہدایت کا بندوبست اس لئے کیا ہے تا کہ قیامت کے دن انسان عذاب دیکھنے کے بعد یہ تمنا نہ کرے کہ کاش میں دوبارہ دنیا میں جاسکتا تا کہ نیک اعمال انجام دے کر جنت کا مستحق قرار پاتا۔

ایسے لوگوں کے لئے ارشاد خداوندی ہے کہ یاد رکھ! کہ میری آیات تجھ تک پہنچ گئی تھیں۔ ہدایت کے سارے تقاضے پورے ہو گئے تھے، حجت پوری ہو گئی تھی۔ یہ تُو تھا جو تکبر اور نخوت سے ان ہدایات کا مقابلہ کرتا تھا۔ لہٰذا جن لوگوں نے اللہ پر بہتان باندھا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے اور جہنم ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ہوگا کیونکہ وہ اللہ اور اس کے منتخب نمائندوں کا مذاق اڑاتے تھے اور اپنے آپ کو ان نمائندگان خدا سے بہتر سمجھتے تھے۔

نیک اعمال کا ایمان کے ساتھ کارآمد ہونا

☆ آیت ۶۵ اور ۶۶ کے مطابق خداوند عالم نے رسول خدا اور آپ ﷺ سے پہلی کی امتوں کی طرف یہ واضح پیغام دے دیا ہے کہ مشرکین کے اعمال کو ضائع کر دیا جائے گا اور صرف ان لوگوں کے اعمال قبول ہوں گے جو ایمان لائے اور شکر الٰہی بجا لائے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نیک اعمال انجام دینا ہی کافی نہیں کہ وہ خدا کی بارگاہ میں مقبول ہوں بلکہ ضروری ہے کہ وہ نیک اعمال ایمان کے سائے میں ہوں۔

اپنے امام کے ساتھ جنت و جہنم میں داخل ہونے والے

☆ آیت ۶۸ سے ۷۴ تک کی آیات قیامت کے واقع ہونے کی کیفیت اور حساب و کتاب کے بعد جنت و جہنم میں داخل ہونے والوں سے متعلق ہے۔

قیامت کے واقع ہونے کی کیفیت یہ ہوگی کہ حکم خداوندی سے ایک صور پھونکا جائے گا جس کے بعد کائنات کی تمام مخلوقات صفحہ ہستی مٹ جائیں گی اور ہر شیء کو موت آئے گی۔ دنیا کے تمام موجودات کو موت آنے کے بعد ایک صور دوبارہ پھونکا جائے گا جس کے بعد تمام اولین و آخرین زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہوں گے، اس دن زمین و آسمان

نورالٰہی سے جگمگا اٹھیں گے یعنی اس دن عدل وانصاف الٰہی کا وہ عظیم مظاہرہ ہوگا جس میں ذرہ برابر بھی ظلم وستم کا شائبہ تک نہ ہوگا اور مادیت کے تمام پردے ہٹ جائیں گے اور تمام حقائق واضح اور عیاں ہوجائیں گے۔ پس جس شخص نے جیسا عمل کیا ہے اسے اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ ان اعمال کا بدلہ یا تو انسان کو جنت کی صورت میں ملے گا جس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہ نعمات الٰہی سے مستفید ہوتا رہے گا یا جہنم کی صورت میں ظاہر ہوگا جس میں انسان مختلف قسم کے عذابوں میں ہمیشہ کے لئے گرفتار رہے گا۔

ان آیات میں خداوند عالم نے جنت اور جہنم میں داخل ہونے کی کیفیت کی منظرکشی کی ہے کہ اہل جہنم کو جنت کی طرف ہانکتے ہوئے لےجایا جائے گا، جب وہ جہنم کے قریب پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، ان کے استقبال کے لئے جہنم کے کارندے موجود ہوں گے جو کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے کوئی رسول نہیں آیا تھا جو تمہیں اللہ کی آیات سناتا اور آج کے دن سے تمہیں ڈراتا؟ اس کے جواب میں وہ کہیں گے کہ یقیناً اللہ کا نمائندہ آیا تھا اور اللہ کا پیغام بھی ہم تک پہنچا تھا لیکن کفر کی وجہ سے ہم نے آیات الٰہی کو جھٹلایا۔ تب ان سے کہا جائے گا کہ جہنم میں داخل ہوجاؤ جس میں تمہیں ہمیشہ کے لئے رہنا ہے یہ اس تکبر کا نتیجہ ہے جس میں دنیا میں مبتلا رہے ہو۔

اور اہل جنت کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا اور انہیں گروہ در گروہ جنت میں داخل ہونے کے لئے کہا جائے گا۔ جب وہ جنت کے قریب پہنچیں گے تو جنت کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے جائیں گے اور جنت کے خدمت گزار اُن سے کہیں گے کہ تم پر ہمارا سلام ہو، تم بہت ہی نیکی پر ہو لہٰذا ہمیشہ کے لئے اس جنت میں داخل ہوجاؤ۔ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو اس وقت حمد وثنائے پروردگار بجالاتے ہوئے کہیں گے کہ تمام حمد صرف اسی اللہ کے لئے ہے جس نے ہمارے ساتھ کئے ہوئے تمام وعدوں کو پورا کیا اور ہمیں اس سرزمین کا وارث بنایا جس کی جنت میں جہاں چاہیں ہم اپنے لئے جگہ بنا سکتے ہیں۔ یہ نیک اور اچھے اعمال کا نتیجہ ہے۔

ان آیات میں اہل جہنم اور جنت کے درمیان چند چیزیں مشترک ہیں کہ:

- اہل جہنم اور اہل جنت خود سے جنت یا جہنم میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ انہیں جنت وجہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔

اہل جہنم خوف کی وجہ سے جہنم میں جانے سے کترائیں گے لہٰذا فرشتے انہیں کھینچتے ہوئے جہنم میں داخل کریں گے اور

اہل جنت تواضع وانکساری کی وجہ سے جنت میں داخل ہونے میں حیا محسوس کریں گے اس لئے انہیں جنت کی طرف رہنمائی کی جائے گی۔

- اہل جنت اور اہل جہنم دونوں جنت وجہنم میں گروہ در گروہ داخل ہوں گے یعنی ہر گروہ اپنے امام کے ساتھ ہوگا اور وہ ایک جماعت کی شکل میں ہوں گے متفرق ومنتشر نہیں ہوں گے۔

ان دونوں گروہوں میں فرق یہ ہے کہ دروازہ کھلنے کا ذکر تو دونوں کے لئے ہیں لیکن جہنم کے دروازے کھلے ہوئے مجرمین کا انتظار کر رہے ہوں گے اور جنت کے دروازے متقین کے لئے احترام کے ساتھ کھولے جائیں گے اس طرح ان کا استقبال کیا جائے گا کہ گویا انہی کی خاطر دروازے کھول دیئے گئے ہیں (۱)۔

فضائل وخصوصیات:

ناامیدی سے نجات: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الزُّمَرِ لَمْ يَقْطَعِ اللهُ رَجَاءَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَعْطَاهُ ثَوَابَ الْخَائِفِيْنَ الَّذِيْنَ خَافُوْهُ (۲)

جو سورۂ زمر کی تلاوت کرے گا اللہ اس کی امید کو منقطع نہیں کرے گا اور اس کو اللہ سے خوف کرنے والوں کا ثواب عنایت فرمائے گا۔

خدا کے نزدیک شرف وعزت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الزُّمَرِ اسْتَخَفَّهَا مِنْ لِسَانِهِ أَعْطَاهُ اللهُ مِنْ شَرَفِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ أَعَزَّهُ بِلَا مَالٍ وَلَا عَشِيْرَةٍ حَتّٰى يَهَابَهُ مَنْ يَرَاهُ (۳)

جو شخص سورۂ زمر کی تلاوت کرے گا اور آسانی سے اپنی زبان پر جاری کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دنیا وآخرت کا شرف عطا فرمائے گا اور مال، خاندان اور اقوام کے بغیر ہی اسے عزیز سمجھے گا اور ہر دیکھنے والی آنکھ میں اس کے لئے بزرگی عطا فرمائے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ انوار القرآن، ص ۹۳۹

۲۔ مجمع البیان، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر سور مورد بحث

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۴

سورۂ مومن کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ مومن

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
مومن	24	40	60	مکہ مکرمہ	85	09	5109	1228

☆ سورۂ مومن موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا چالیسواں (۴۰) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے ساٹھواں (۶۰) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کو "سورۂ مومن" کے نام سے منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ایک حصہ مومن آل فرعون حزقیل کے حالات پر مشتمل ہے جو فرعون کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اس سورے کا ایک نام "سورۂ غافر" بھی ہے جو کہ اسی سورے کی تیسری آیت میں استعمال ہوا ہے۔ اس سورے کو الطول (فضل و فراوں رحمت) کا نام بھی دیا گیا ہے[1]۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قرآن مجید نازل کرنے والی ہستی	۲۔ کافروں پر اللہ کا عذاب
۳۔ حاملین عرش الہی	۴۔ عبادت صرف اللہ کے لئے
۵۔ اللہ تعالی کے علم کا ہر شے پر محیط ہونا	۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ
۷۔ فرعون اور آل فرعون کو صبح، شام سزا	۸۔ اہل جہنم کی اپنے نگہبانوں سے درخواست
۹۔ کامیابی کا قرآنی نسخہ	۱۰۔ قبولیت دعا کا وعدہ
۱۱۔ قدرت خداوندی کے بعض آثار	۱۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کا منظر دکھایا جانا
۱۳۔ انبیاء کی دلیلوں کو ٹھکرانے والے	۱۴۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

قرآن مجید کے سات سوروں کا آغاز "حامیم" سے ہوا ہے اور ان سوروں کو "حوامیم" کہا جاتا ہے (المومن، السجدۃ، الشوریٰ، الزخرف، الدخان، الجاثیہ اور الاحقاف)۔ روایات کے مطابق یہ سورے قرآن کا تاج، لبِ قرآن (قرآن

[1] تسکین روح، ص ۲۴۳

کا خلاصہ) اور ریحان قرآن (قرآن کی خوشبو) ہیں (۱)۔

قرآن مجید نازل کرنے والی ہستی

☆ آیت ۲ اور ۳ کے مطابق قرآن مجید اس پروردگار عالم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو مندرجہ ذیل اوصاف کا مالک ہے:

- وہ ہر چیز پر غالب آنے والا ہے لہٰذا کوئی کلام ایسا نہ ہوگا جو اس کے کلام پر غالب آسکے۔
- وہ ایسا دانا ہے کہ کائنات کے کسی گوشے میں کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہ ہوگی لہٰذا اس کتاب میں کسی قسم کی علمی خامی نہیں ہوگی۔
- یہ گناہوں سے درگزر کرنے والے کی طرف سے ہے کہ وہ بہت سے گناہوں سے از خود درگزر فرماتا ہے۔
- وہ توبہ قبول کرنے والا ہے کہ کوئی مشرک یا مجرم اپنے شرک اور جرم کو چھوڑ کر اس کی بارگاہ کی طرف رجوع کرے تو وہ معاف کرنے والا ہے۔
- وہ توبہ قبول کرنے کے ساتھ منکرین، معاندین اور کفر پر ڈٹ جانے والوں سے انتقام لینے والا بھی ہے۔
- بڑے فضل و کرم والا ہے۔

ان دونوں آیتوں میں سزا اور انتقام کے بیان کے بعد فضل و کرم کا اعلان اللہ کے کمال رحمت کی دلیل ہے۔

کافروں پر اللہ کا عذاب

☆ آیت ۴ سے ۶ تک کے مطابق مومن کو "اہل باطل" کی وقتی اچھل کود سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ جرم کے باوجود مہلت ملنا بہت بڑے عذاب کا پیش خیمہ ہے۔ اس آیت میں خداوند عالم نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ کی آیات کے بارے میں اہل کفر ہی جھگڑا کرتے ہیں لہٰذا ان کافروں کا شہروں میں سکون و آرام سے چلنا پھرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اس دھوکے میں نہ آؤ کہ وہ عذاب الٰہی سے بچ گئے ہیں اور آیات الٰہی سے جنگ کرنے کے باوجود انہیں کوئی سزا نہیں ملی۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ انہیں مہلت مل رہی ہے تاکہ وہ اپنے جرم میں مزید اضافہ کریں اور مومنین کے ایمان کی آزمائش میں اضافہ ہو جائے۔

ان آیات کے مطابق اسلام کے بارے میں کفار کے جھگڑا کرنے سے پہلے قوم نوح اور اس کے بعد کی امتوں نے بھی

۱۔ انوار القرآن، ص ۹۴۰

اپنے رسولوں کو جھٹلایا اور ہر امت نے باطل کا سہارا لے کر اللہ کی آیات کے بارے میں جھگڑا کیا جس کے نتیجہ میں خداوند عالم کے عذاب کی گرفت میں آئے، لہٰذا اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کافروں پر بھی اللہ کا عذاب ثابت ہو چکا ہے اور یہ سب کے سب جہنم میں جانے والے ہیں۔

حاملین عرش الٰہی

☆ آیت ۷ سے ۹ تک کے مطابق فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ عرش کو اٹھانے والوں سے مراد وہ فرشتے ہوں جو بارگاہ خداوندی میں بہت ہی مقرب ہیں۔ جو فرشتے عرش الٰہی کے گرد معین ہیں وہ سب خداوند عالم کی حمد و تسبیح کر رہے ہیں، وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس جملہ سے مشرکین کے اس عقیدہ کو باطل ثابت کرنا ہے کہ ملائکہ ربوبیت میں اللہ کے شریک ہیں۔ ملائکہ صاحبان ایمان کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں، فرشتے صاحبان ایمان کے لئے طلب مغفرت کے ساتھ ساتھ یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے وہ خدا جس کی رحمت اور علم ہر شی ء سے وسیع ہے تو:

- ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے کفر و شرک سے یا گناہ سے توبہ کر کے تیری راہ کو اختیار کیا ہے۔
- خدایا! انہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔
- اے ہمارے مالک! انہیں عدن کی جنتوں میں داخل فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے وعدہ فرمایا ہے۔
- ان مومنین کے باپ دادا کو بھی جنت عدن میں داخل فرما جن میں جنت جانے کی صلاحیت و اہلیت ہے۔
- ان مومنین کی ازواج و اولاد کو بھی جنت عدن میں داخل فرما۔
- اے مالک! ان مومنین کو برائیوں سے بچالے۔

عبادت صرف اللہ کے لئے

☆ آیت ۱۴ کے مطابق عبادت خالص اللہ کے لئے ہونی چاہیے، خلوص کے ساتھ اللہ کو پکارنا کافروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔ عبادت کا سب سے بڑا اخلاص یہی ہے کہ انسان کو اس بات کی فکر نہ ہو کہ اس کی عبادت لوگوں کو اچھی لگتی ہے یا بری؟ ورنہ جہاں لوگوں کی پسند و ناپسند کا خیال ذہن میں آجائے وہاں وہ عمل ریاکاری کے زمرے میں آئے گا پھر اس عمل کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے علم کا ہر شے پر محیط ہونا

☆ آیت ۱۹ میں اللہ تعالیٰ نے اس نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کے علم سے نہ آنکھوں کی خیانت بچ سکتی ہے اور

نہ دلوں کے راز۔ انسان اپنے جرائم کی پردہ پوشی کیلئے دو ہی راستے اختیار کرتا ہے یا تو انہیں اپنے دل کے اندر محفوظ رکھتا ہے یا آنکھوں کی خیانت سے کام لیتا ہے جیسے چوری چھپے نامحرم کو دیکھنا، آنکھوں کے اشارے سے شریفوں کا مذاق اڑانا اور کسی کو ذلیل کرنے کیلئے اشارے سے کام لینا وغیرہ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

☆ آیت ۲۳ سے ۴۵ تک حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہیں کہ خداوند عالم نے انہیں فرعون، ہامان اور قارون کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تو انہوں نے آپ کو جادوگر اور جھوٹا کہا اور حکم دیا کہ موسیٰ پر جو بھی ایمان لایا ہے اس کے لڑکوں کو قتل کر دو اور لڑکیوں کو زندہ رکھو۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات نے معاشرے میں اپنا اثر دکھانا شروع کیا اور لوگ ان پر ایمان لانے لگے تو فرعون اور ان کے درباریوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش تیار کی۔ اس سازش سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس شخص نے آگاہ کیا جس نے اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا اور وہ فرعون کے درباریوں میں سے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی ''سورۂ اعراف'' میں بیان ہوئے ہیں۔

انہی آیات کے ذیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے ایک شخص کا تذکرہ ہے جو فرعون کے رشتہ داروں میں سے تھے اور اس نے اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا، روایات میں اسے ''حزقیل'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جب اسے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش تیار ہو رہی ہے تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ دربار میں آپ کے قتل کی سازش تیار ہوئی ہے لہٰذا آپ یہاں سے نکل جائیں۔ جس کے نتیجہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین کی طرف ہجرت کی۔ حزقیل نے سب سے پہلے تو دربار میں ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دفاع کیا اور کہا کہ کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اگر وہ اپنی بات میں جھوٹا ہے تو اس جھوٹ کا عذاب وہ چکھے گا اور اگر وہ سچا ہے اور واقعاً خدائے واحد ہی پروردگار ہے تو وہ عذاب تمہارے اوپر بھی نازل ہو سکتا ہے۔

اس مرحلہ پر حزقیل اپنی قوم کی طرف مخاطب ہو کر انہیں عذاب الٰہی سے ڈراتے ہیں کہ اے میری قوم! یاد رکھو کہ آج تمہارے پاس حکومت و اقتدار ہے لیکن اگر خدا کا عذاب آ گیا تو اس دن کوئی نہیں ہوگا جو تمہیں اس عذاب سے بچائے۔ اے قوم میں تمہارے بارے میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تمہارے اوپر بھی اسی طرح عذاب نازل نہ ہو

جس طرح پہلے والی اقوام پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔ جب عذاب الٰہی آئے گا تو تم پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی کوشش کرو گے لیکن اس وقت کوئی تمہیں بچانے والا نہ ہوگا۔

ابھی حزقیل کی باتیں ختم نہیں ہوئی تھیں کہ اسی دوران فرعون نے اپنے وزیر ہامان کو ایک قلعہ تیار کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو دیکھ سکے۔ فرعون کہتا ہے کہ میں اس قلعہ پر چڑھ کر دیکھوں گا کہ کوئی خدا ہے یا نہیں؟ میرا خیال ہے کہ کوئی خدا موجود نہیں ہے بلکہ موسیٰ جھوٹا ہے۔ گویا وہ اس مومن کے کلام کو کسی التفات کے قابل نہیں سمجھتا، اس لئے متکبرانہ شان کے ساتھ اس کی طرف سے منہ پھیر کر ہامان سے کہتا ہے کہ ذرا میرے لیے ایک اونچی عمارت تو بنوا، دیکھوں تو سہی کہ موسیٰ (علیہ السلام) جس خدا کی باتیں کر رہا ہے وہ کہاں رہتا ہے۔ فرعون اپنے اس کام کے ذریعے قوم کے سادہ لوح عوام کو دھوکہ میں رکھنا چاہتا تھا تاکہ لوگ اس کی اطاعت سے منحرف نہ ہوں۔

اس کے بعد قرآن مجید میں دوبارہ اس مومن کے اقوال بیان ہوئے ہیں جس میں وہ اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں: اے میری قوم! اگر تم میری پیروی کرو تو میں تمہیں نجات دلا سکتا ہوں۔ یاد رکھو جس دنیا کی محبت میں تم مبتلا ہو وہ دنیا چند روز کے لئے ہے لہٰذا محنت اور کوشش اس گھر کے لئے کرنی چاہیے جو ہمیشہ کے لئے ہوگا اور وہ آخرت کا گھر ہے۔ یاد رکھو کہ انسان کو عمل کے ذرے ذرے کا حساب دینا پڑے گا، اگر برائی ہے تو ایسا ہی برا بدلہ دیا جائے گا اور نیک اعمال والوں کو ان کے نیک اعمال کے بدلہ میں جنت ملے گی جہاں بغیر کسی حساب کے رزق عطا کیا جائے گا۔ البتہ صرف نیک عمل کافی نہ ہوگا بلکہ نیک عمل ایمان کے ساتھ ہو تو انسان کو جنت کا مستحق قرار دیا جائے گا۔

مومن آل فرعون کی باتیں سن کر قوم کے افراد نے اسے برا بھلا کہنا شروع کیا اور اسے قتل کرنے کی تدبیریں کرنے لگے۔ ایک طرف قوم اس کو قتل کرنے کی فکر میں تھی تو دوسری طرف وہ مومن اپنی قوم کی نجات کے لئے فکر مند تھا۔ قوم نے انہیں اپنی پیروی کرنے کی دعوت دی تو اس مومن نے ان کے جواب میں کہا کہ میں تمہیں نجات کی طرف دعوت دیتا ہوں اور تم مجھے جہنم کی طرف لے آنے کی دعوت دیتے ہو۔ یاد رکھو کہ تم جن معبودوں کی طرف مجھے دعوت دے رہے ہو وہ نہ دنیا میں پکارنے کے قابل ہیں اور نہ آخرت میں کسی کی مدد کرنے کے لائق ہیں۔ تم قیامت کے دن میری ان باتوں کو یاد کرو گے جو آج میں نے کہی ہیں لیکن اس دن ان باتوں کو یاد کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

فرعون اور آل فرعون کو صبح، شام سزا

☆ آیت ۴۶ کے مطابق فرعون اور آل فرعون کو روزانہ صبح وشام سزا دی جاتی ہے اور قیامت کے دن فرشتوں کو حکم

ہوگا کہ فرعون اور اس کے ماننے والوں کو جہنم میں داخل کرو۔ فرعون اور اس کی آل کو صبح وشام جہنم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور انہیں یہ بتایا جاتا ہے کہ بالآخر تمہیں اسی میں رہنا ہے۔ یہ روحانی تکلیف مادی تکلیف سے زیادہ سخت اور وحشت ناک ہے[۱]۔

اہل جہنم کی اپنے نگہبانوں سے درخواست

☆ آیت ۴۹ اور ۵۰ کے مطابق جب اہل جہنم کو معلوم ہوگا کہ جہنم کا عذاب دائمی ہوگا اور ان کی معذرت بھی کسی کام آنے والی نہیں ہے تو اس وقت وہ جہنم کے نگہبانوں سے کہیں گے کہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں دعا کرو کہ کم از کم ایک دن کے لئے ہماری سزا میں تخفیف کرے۔

گناہ گاروں کی باتیں سن کر جہنم کے نگہبان کہیں گے کہ کیا دنیا میں تمہارے پاس اللہ کی نشانیاں لے کر اللہ کے نمائندے نہیں آئے تھے؟ جواب ملے گا کہ یقیناً آئے تھے لیکن ہم نے ان کی باتوں پر توجہ نہ دی۔ اس وقت فرشتے کہیں گے اگر واضح دلائل کے ساتھ حجت پوری ہونے کے بعد تم نے انکار کیا تھا تو آج تمہاری دعا کے سنے جانے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

کامیابی کا قرآنی نسخہ

☆ آیت ۵۵ میں خداوند عالم نے انسان کیلئے زندگی میں کامیابی کا مکمل منصوبہ بیان کیا ہے کہ انسان مصائب کے اوقات میں صبر سے کام لے، اپنی کوتاہیوں کے مقابلہ میں بارگاہ خداوندی سے طلب مغفرت کرے اور ہر وقت تسبیح خداوندی میں مصروف رہے۔

قبولیت دعا کا وعدہ

☆ آیت ۶۰ میں اللہ تعالیٰ نے دعا کا حکم اور قبولیت دعا کا وعدہ کیا ہے یعنی اللہ نے اپنی بارگاہ میں دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی ضمانت دی ہے کہ وہ ان کی دعاؤں کو قبول کرے گا اور جو بارگاہ الٰہی میں دعا نہیں کرتے اور تکبر سے کام لیتے ہیں وہ ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اگر دعا کے آداب وشرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے دعا مانگی جائے تو وہ یقیناً بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوگی۔ ذیل میں ہم

۱۔ انوار القرآن، ص ۹۵۰

ان آداب وشرائط میں سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

الف: دعا خشوع قلب سے ہو، انسان کا پورا وجود سراپا احتیاج بن جائے، طلب اور درخواست کا اظہار پورے وجود سے ہو۔

ب: اس بات کی معرفت کے ساتھ دعا ہونی چاہیے کہ میں کس کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں۔

ج: قبولیت کا عقیدہ ہو۔

دعا کرتے ہوئے اس بات پر اطمینان اور عقیدہ ہونا چاہیے کہ ایسی ذات کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا رہا ہوں جہاں سے کوئی سوالی خالی ہاتھ واپس نہیں ہوتا۔

د: قانونِ فطرت وطبیعت کی خلاف ورزی نہ کرے۔

اگر ایک شخص اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ قانون فطرت وطبیعت کی خلاف ورزی کر کے دعا کرتا ہے تو اس کی دعا قبول نہ ہو گی۔ جیسا کہ ایک شخص گھر بیٹھے دعا کرتا رہے کہ یا اللہ! مجھے روزی عطا فرما۔ یہ دعا قانون طبیعت کے خلاف ہے کیونکہ خداوند عالم نے روزی کی تلاش میں محنت کے ساتھ دعا کا حکم دیا ہے۔

ھ: برا عمل انجام نہ دے رہا ہو۔

ایک طرف اللہ کے حکم عدولی کو اپنا شیوہ بنایا ہوا ہو جبکہ دوسری طرف اللہ سے دعا کرتا ہو۔ ایک طرف اللہ سے منہ موڑتا ہو جبکہ دوسری طرف اللہ کی طرف رخ کر کے کچھ مانگتا ہو، ایسے شخص کی دعا قبول نہ ہو گی۔

قدرت خداوندی کے بعض آثار

☆ آیت ۶۱ سے ۶۸ تک میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے بعض آثار کو بیان کرتے ہوئے واضح کر دیا ہے کہ صرف اللہ کی ذات ہی ایسی ذات ہے جو زندہ ہے اور صرف وہی لائق عبادت ہے اور اس کی ہی پرستش کرنا چاہیے۔

اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے چند یہ ہیں:

● اللہ ہی نے دن اور رات کو خلق فرمایا تا کہ رات کو تم آرام کر سکو اور دن کو روشن بنایا تا کہ تم اس میں رزق تلاش کر سکو۔ لہٰذا یاد رکھو کہ قانون فطرت یہ ہے کہ انسان دن کو محنت مزدوری کرے اور رات کو آرام کرے۔ جو شخص ایسا نہیں کرے گا وہ قانون فطرت کے مخالف کام انجام دے گا جس کے اثرات یقیناً اس کی صحت اور زندگی کے دوسرے امور پر پڑیں گے۔

- اللہ ہی کی ذات ہے جس نے زمین کو انسان کے لئے جائے سکون قرار دیا اور آسمان کو اس زمین کے اوپر تعمیر کیا تا کہ انسان آسمانی آفتوں سے محفوظ رہے۔
- اللہ وہی ہے جس نے انسان کی بہترین تصویر بنائی اور کائنات کی ہر چیز کو اس کے لئے مسخر کر دیا۔
- اللہ وہی ہے جس نے انسان کے لئے پاک و پاکیزہ رزق مہیا کیا۔
- اللہ وہی ہے جو زندہ ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے لہٰذا اسی کو پکارو اور تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں جو عالمین کا پروردگار ہے۔
- اللہ وہی ہے جس نے تمہیں مختلف مراحل سے گزارنے کے بعد ایک مکمل انسان کی شکل عطا کی۔
- اللہ وہی ہے جس کے قبضۂ قدرت میں موت و حیات ہے جب وہ کسی بھی چیز کا ارادہ کرتا ہے یعنی کسی کی موت یا حیات کا ارادہ فرماتا ہے تو ''کن'' کہنے سے ہی وہ ارادۂ خداوندی انجام پاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کا منظر دکھایا جانا

☆ آیت ۶۹ سے ۷۶ تک کے مطابق خداوند عالم اپنے رسول سے قیامت کے دن کا ایک منظر بیان فرما رہا ہے کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات کے بارے میں جھگڑا کرتے تھے اور انبیاء جو کچھ لے کر آئے وہ اس کی تکذیب کرتے تھے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ڈالے گھسیٹتے ہوئے کھولتے پانی کی طرف لے جایا جائے گا اور پھر انہیں آتش دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

اس وقت ان سے پوچھا جائے گا کہ جن لوگوں کو دنیا میں تم پکارا کرتے تھے اور جنہیں ہمارا شریک قرار دیتے تھے انہیں اپنی مدد کے لئے پکارو۔ اس وقت وہ مایوس ہو کر کہیں گے کہ وہ گم ہو گئے ہیں اور ہمیں بھی ان کی خبر نہیں ہے۔ خداوند متعال انہیں ندا دے گا کہ یہ عذاب تمہارے ان تمام باطل اعمال کا نتیجہ ہے جنہیں انجام دے کر تم دنیا میں خوش ہوا کرتے تھے اور غرور و تکبر کرتے ہوئے زمین پر اکڑ کر چلا کرتے تھے۔ اب تمہاری سزا یہ ہے کہ جہنم میں داخل ہو جاؤ جس میں ہمیشہ کے لئے رہو گے اور یہ دنیا میں اکڑ کر چلنے والوں کے لئے بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

انبیاء کی دلیلوں کو ٹھکرانے والے

☆ آیت ۸۳ سے ۸۵ تک کے مطابق جب انبیائے الٰہی واضح اور روشن دلیلوں کے ساتھ پیغام خداوندی لے کر

آئے تو مختلف اقوام نے اس کو ٹھکرا دیا اور جو سطحی علم ان کے پاس تھا اسی پر فخر ومباہات کرنے لگے اور انبیاء کی تعلیمات کا مذاق اڑانے لگے۔ جو حالات انبیاء کے ساتھ پیش آئے آج کے اس سائنسی دور میں بھی درپیش ہیں کہ لوگ دینی علوم کا مذاق اڑاتے ہیں۔ دینی علوم کے حاملین کو حقیر سمجھتے ہیں بلکہ دینی علوم کو علم ہی شمار نہیں کرتے، انہیں ان پڑھ کہہ دیتے ہیں جب کہ خود چند اجنبی کھوکھلی اصطلاحات کے سوا ہر قسم کے علم سے فارغ ہوتے ہیں۔

لیکن جب ان لوگوں نے عذاب الٰہی کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم خدائے یکتا پر ایمان لاتے ہیں اور ہم جن جن برے کاموں کے مرتکب ہوتے تھے ہم ان سب سے بیزاری اختیار کرتے ہیں لیکن عذاب کے دیکھے جانے کے بعد ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے یعنی توبہ اور استغفار کا فائدہ اس وقت تک ہے جب تک مرحلہ عذاب آنہ جائے یا موت نہ آجائے، مرنے کے بعد یا عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد توبہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

فضائل وخصوصیات:

انبیاء اور صدیقین کی ارواح کا طلب استغفار کرنا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ حٰمٓ الْمُؤْمِنِ لَمْ يَبْقَ رُوحُ نَبِيٍّ وَلَا صِدِّيقٍ وَلَا مُؤْمِنٍ إِلَّا صَلَّوْا عَلَيْهِ وَاسْتَغْفَرُوا لَهُ[1]

جو شخص سورۂ ”حا میم مومن“ کی تلاوت کرے گا تمام انبیاء، صدیقین اور مومنین کی ارواح اس پر درود وسلام بھیجیں گی اور اس کے لئے استغفار کریں گی۔

گناہوں کی بخشش کا سبب: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الْمُؤْمِنِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ وَأَلْزَمَهُ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَجَعَلَ الْاٰخِرَةَ خَيْرًا لَّهُ مِنَ الدُّنْيَا[2]

جو شخص سورۂ ”حا میم مومن“ کی ہر رات تلاوت کرے گا خدا اس کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ بخش دے گا اور اسے متقی بنائے گا اور اس کی آخرت کو دنیا سے بہتر بنائے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۴۷

۲۔ ثواب الاعمال، ص ۱۱۳

سورۂ حم سجدہ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ حم سجدہ

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
حم سجدہ	25،24	41	61	مکہ مکرمہ	54	06	3364	796

☆ سورۂ حم سجدہ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا اکتالیسواں (۴۱) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے اکسٹھواں (۶۱) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

آیت ۳۸ میں واجب سجدہ ہونے اور حروف مقطعات سے سورے کی ابتدا ہونے کی وجہ سے اسے ''سورۂ حم سجدہ'' کہا جاتا ہے۔ اس کا ایک مشہور نام ''سورۂ فُصِّلَت'' بھی ہے کیونکہ اس سورے کی تیسری آیت میں قرآن مجید کی آیات کو تفصیل اور جدا جدا کر کے بیان کئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے اور عربی میں فصلت کا مصدر ''تفصیل'' ہے جس کے معنی کسی چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا، فصل فصل کرنا، جدا جدا کرنا اور تفصیل بیان کرنے کو کہتے ہیں۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قرآن مجید کی عظمت کا بیان	۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عام انسان میں فرق
۳۔ زمین و آسمان کی خلقت کے مراحل	۴۔ قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر
۵۔ اللہ سے پردہ ممکن نہیں	۶۔ قرآن مجید کی معجزانہ تاثیر
۷۔ اہل کفر کی درخواست	۸۔ اچھے گفتار کے اثرات
۹۔ اللہ کی نشانیاں	۱۰۔ قرآن مجید ایک عالی مرتبہ کتاب
۱۱۔ قرآن مجید پر اعتراض	۱۲۔ نفس انسانی کی کیفیت
۱۳۔ آفاق اور انفس میں نشانیاں	۱۴۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

اس سورے کا آغاز بھی حروف مقطعات سے ہو رہا ہے اور یہ سورہ بھی سورۂ حوامیم (وہ سورے جو حاء، میم سے شروع

ہوتے ہیں) میں سے ہے۔

قرآن مجید کی عظمت کا بیان

☆ آیت ۲ سے ۵ تک میں قرآن مجید کی عظمت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ ایسی عظیم کتاب ہے جو رحمٰن ورحیم پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ عظمت قرآن کو بیان کرنے کے بعد قرآن مجید کی کچھ صفات کو بیان کیا گیا ہے کہ:

- یہ ایسی کتاب ہے جس کی تمام آیات روشن اور واضح ہیں اور انسان کی تمام ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔
- یہ ایسی کتاب ہے جو فصیح زبان یعنی عربی میں ہے۔
- یہ ایسی کتاب ہے جو بشیر ونذیر ہے یعنی نیک لوگوں کو خوشخبری دینے والی اور بدکاروں کو ڈرانے والی ہے۔

قرآن خوشخبری دینے والی اور ڈرانے والی کتاب ہے لیکن اکثر لوگ ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے اس کی آیات کو نہیں سنتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) ہمارے دل پردوں میں لپٹے ہوئے ہیں، ہمارے کان بہرے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ حائل ہیں۔ لہٰذا اس صورت حال میں تم اپنا کام کرو ہم اپنے عقائد اور مذہب کے مطابق عمل کریں گے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عام انسان میں فرق

☆ آیت ۶ اور ۷ در حقیقت کفار و مشرکین کی سابقہ آیت میں کہی ہوئی بات کا جواب ہے کہ تم اپنا کام جاری رکھو ہم اپنے مذہب اور عقیدے پر عمل کریں گے لہٰذا یہاں ارشاد ہوا ہے کہ اے رسول کہہ دیجیے کہ میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہی ہوں لیکن میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک اللہ ہے۔ پس اس واحد معبود کی طرف سیدھے رہو، دائیں بائیں طرف انحراف نہ کرو، تمہاری منزل ایک ہی رب کی بندگی ہے اور اس سے انحراف کرنے والے ہلاکت میں ہیں۔

انہی آیات میں زکوٰۃ نہ دینے والے کو مشرک کہا گیا ہے کیونکہ زکوٰۃ نہ دینا مال دنیا سے محبت کی علامت ہے اور مال دنیا سے محبت کرنا شرک ہے۔ یہاں زکوٰۃ سے مراد راہِ خدا میں مال خرچ کرنا ہے ورنہ یہ سورہ مکی ہے اور زکوٰۃ کے واجب ہونے کا حکم ہجرت کے دوسرے سال مدینہ منورہ میں نازل ہوا[1]۔ لہٰذا یہاں زکوٰۃ سے مراد اصطلاحی زکوٰۃ نہیں ہے

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۰، ص ۱۸۸

بلکہ مطلق صدقہ ہے کہ مشرکین ایام حج میں مسلمانوں پر کچھ خرچ کرنے سے پرہیز کرتے تھے یا یہ کہ مشرکین مال کی محبت زیادہ رکھتے تھے اور غریب پروری کی حس ان میں نہیں تھی جب کہ غریب پروری کی حس کا نہ ہونا بہت بری صفت ہے(۱)۔

زمین وآسمان کی خلقت کے مراحل

☆ آیت ۹ سے ۱۲ تک کی آیات خلقت زمین وآسمان سے متعلق ہیں۔ان آیات میں بیان ہوا ہے کہ زمین کی خلقت دو دن میں اور پہاڑوں کی برکتوں اور غذاؤں کی فراہمی چار دن میں ہوئی ہے اور دو دن میں آسمان کی تخلیق ہوئی۔اس طرح مجموعی طور پر یہ کل آٹھ دن بنتے ہیں۔جبکہ قرآن مجید کی دیگر مختلف آیات میں زمین وآسمان کو چھ دن (چھ ادوار) میں خلق کرنے کو بیان کیا گیا ہے۔اس اختلاف کے بارے میں مفسرین نے مختلف جوابات دیئے ہیں ان جوابات میں سے مشہور جواب مندرجہ ذیل ہے:

یہاں پر جو چار دن کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد چار دنوں کا تتمہ ہے،وہ اس طرح کہ ان چار دنوں میں سے پہلے دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا گیا اور دوسرے دو دنوں میں زمین کی دوسری خصوصیات کو،اس طرح یہ چار دن بن گئے اور اس کے ساتھ ہی دو دنوں میں آسمان کو خلق کیا اس طرح کل ملا کر چھ دن (چھ ادوار) ہو گئے (۲)۔

انہی آیات میں سے آخری آیت کے مطابق آسمانوں کی تعداد سات ہے۔ان سات آسمانوں میں سے آسمان دنیا کو چراغوں یعنی تاروں اور کہکشاؤں سے روشن کیا گیا اور اسے تحفظ کا بھی ذریعہ بنایا گیا ہے،یعنی شیاطین سے بچانے کا ذریعہ۔اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین کا آسمان اول میں ہی داخلہ ممنوع ہے۔یعنی عالم بالا جہاں پر ان ستاروں اور کہکشاؤں کا دائرہ اثر ہے وہاں پر شیاطین کا داخلہ ممنوع ہے (۳)۔

قوم عاد اور قوم ثمود کا ذکر

☆ آیت ۱۳ سے ۱۷ تک میں قوم عاد اور قوم ثمود کا تذکرہ کرتے ہوئے مشرکین وکفار کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم بھی ان گذشتہ اقوام کی طرح ہٹ دھرمی پر باقی رہے تو تمہیں بھی ایسی بجلی اپنی گرفت میں لے گی جیسے قوم عاد وثمود کو لے چکی ہے۔

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

۲۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۰، ص ۱۹۵

۳۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

ان آیات کے شان نزول کے بارے میں روایات میں بیان ہوا ہے کہ کفار مکہ قرآن مجید اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کے بارے میں تحقیقات کے لئے ولید ابن مغیرہ (بعض روایات کے مطابق عتبہ ابن ربیعہ) جیسے کچھ سرداروں کی سربراہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کچھ سوالات کئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے تمام سوالوں کے جواب دیتے ہوئے اس سورے کی کچھ ابتدائی آیات کی تلاوت کی۔ جب ان آیات پر پہنچے اور انہیں قوم عاد اور ثمود جیسی بجلی سے ڈرایا تو وہ اس حد تک لرز گئے اور وحشت واضطراب کا شکار ہو گئے کہ ان میں بولنے کی طاقت ہی نہیں رہی۔ وہ لوگ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے دوستوں کے پاس آ کر اپنی اضطرابی اور ہیجانی کیفیت بیان کی (۱)۔

ہم نے قوم عاد اور قوم ثمود کا تذکرہ سورۂ ہود میں حضرت ہود اور حضرت صالح علیہ السلام کے واقعات کے ضمن مختصراً بیان کیا ہے۔ ان آیات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے ہدایت کے مقابلہ میں گمراہی کو پسند کیا اور راہ حق سے منہ پھیر لیا انہیں آخرت کے عذاب کے علاوہ ایک نہ ایک دن اسی دنیا میں بھی ذلت ورسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ پروردگار عالم ان آیات میں قوم عاد وثمود کی مثال دے کر کفار عرب کو متنبہ کرنا چاہتا ہے، کیونکہ یہ دونوں قومیں ان علاقوں میں آباد تھی جو کفار مکہ کے قریب ترین علاقے ہیں، وہ ان علاقوں سے گزرتے رہتے تھے اور عذاب کے آثار کو ان علاقوں میں دیکھتے رہتے تھے۔

اللہ سے پردہ ممکن نہیں

☆ آیت ۲۲ کے مطابق انسان عام طور پر اپنے برے اعمال کو دوسرے لوگوں سے تو چھپاتا ہے مگر یہ خیال نہیں کرتا ہے کہ وہ اسے اپنے خالق سے کیسے چھپا سکتا ہے جس کی بارگاہ میں اس کے اپنے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

قرآن مجید کی معجزانہ تاثیر

☆ آیت ۲۶ کے مطابق کفار مکہ لوگوں کو قرآن مجید سننے سے روکتے تھے اور جب قرآن کی تلاوت کی جاتی تھی تو اس وقت وہ شور مچایا کرتے تھے تاکہ قرآن مجید کا پیغام لوگ سن نہ سکیں۔

لوگوں کو پیغام قرآنی سے دور رکھنے کیلئے مشرکین نے یہ حل ڈھونڈا کی انہیں قرآنی آیات سننے سے روکا جائے۔ آیات قرآنی کو سننے سے روکنے کا کفار کا یہ حربہ اپنی جگہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن ایک معجزہ ہے۔ اس معجزۂ الٰہی کو سننے

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۰، ص ۲۰۲۔ اس واقعہ کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے "تفسیر نمونہ" اس سورے کے شروع میں ملاحظہ فرمایئے

کے بعد اثر نہ لینا بہت کم لوگوں میں دیکھنے میں آیا ہے۔ کفار قریش ہمیشہ قرآن کی اس معجزانہ تاثیر سے خائف رہتے تھے اور مکہ میں باہر سے آنے والوں کو ہمیشہ خبردار کرتے تھے کہ قرآن مت سنا کریں۔ ان لوگوں نے دوسرا حل یہ ڈھونڈا کہ تلاوت قرآن کے موقع پر شور مچایا کرو تا کہ لوگ قرآن سے متاثر نہ ہوں۔

جب کسی کے پاس دلیل و منطق نہیں ہوتی تو وہ دوسرے کا کلام اور اس کی دلیل سننا گوارا نہیں کرتا۔ کفار مکہ کے پاس قرآن کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی منطقی دلیل نہ تھی اس لئے وہ کوشش کرتے تھے کہ قرآن کو سنا ہی نہ جائے [۱]۔

اہل کفر کی درخواست

☆ آیت ۲۹ کے مطابق قیامت کے دن اہل کفر، اللہ سے درخواست کریں گے کہ جن لوگوں نے دنیا میں ہمیں گمراہ کیا ان کو ہمیں دکھا دے چاہے وہ انسانوں میں سے ہوں یا جنوں میں سے، تا کہ ہم آج انہیں اپنے پاؤں تلے روند دیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد انسان ان شیاطین اور انسانوں کو پہچان لیں گے جنہوں نے انہیں گمراہ کیا تھا اور ان سے انتقام لینے کے لئے بے قرار ہوں گے [۲]۔

اچھے گفتار کے اثرات

☆ آیت ۳۴ اور ۳۵ میں اللہ کی طرف دعوت دینے کو بہترین گفتار قرار دینے کے بعد اس دعوت کو موثر بنانے کے لئے بہترین ذریعے کی نشاندہی فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ برائی کو نیکی سے دفع کرنا، جہالت کو علم اور بردباری سے، بداخلاقی کو حسن اخلاق سے، گستاخی کو عفو و درگزر سے، غرض بدسلوکی کو احسان سے دفع کرنا چاہیے۔ اور برائی کے مقابلہ میں احسان کرنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہے، یہ کام وہ شخص کرسکتا ہے جسے اپنے نفس پر مکمل اختیار حاصل ہو اور جو صبر و حوصلے کی اعلیٰ منزل پر فائز ہو۔ اس کا سب سے پہلا اثر یہ ہوگا کہ تمہارا جانی دشمن تمہارا جگری دوست بن جائے گا۔

اللہ کی نشانیاں

☆ آیت ۳۷ اور ۳۸ کے مطابق دن، رات اور آفتاب و ماہتاب اللہ کی نشانیاں ہیں لہٰذا انہیں سجدہ نہ کرو بلکہ اللہ کو سجدہ کرو جس نے تم سب کو پیدا کیا ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی نشانیوں کو دیکھنے کے بعد بھی اکڑ سے کام لیں تو لینے دو لیکن جو لوگ اللہ کے حضور حاضر ہیں وہ تسبیح خداوندی میں کبھی تھکتے نہیں ہے۔

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

۲۔ ترجمہ قرآن مجید، ابو منصور، ص ۹۶۰

جب آیت اڑتیس (۳۸) کی تلاوت کی جائے تو تلاوت کرنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہے تا کہ اس کا شمار بھی مقربین بارگاہ الٰہی میں سے ہو۔ یہ ان چار مقامات میں سے ایک مقام ہے جہاں پر سجدہ کرنا واجب ہے[1]۔

قرآن مجید ایک عالی مرتبہ کتاب

☆ آیت ۴۱ اور ۴۲ کے مطابق قرآن مجید ایک عالی مرتبہ کتاب ہے جس میں باطل کے داخل ہونے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پروردگار عالم نے اپنی کتاب کو مختلف جہات سے محفوظ بنا دیا ہے۔ اس کے الفاظ کو فصاحت و بلاغت کے ذریعہ محفوظ بنایا ہے اور اس کے معانی کو حقائق کے ذریعہ محفوظ بنایا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی شخص نے قرآن مجید میں تحریف کرنے کی کوشش کی ہے وہ ذلیل و رسوا ہوا ہے۔

قرآن مجید پر اعتراض

☆ آیت ۴۴ کے مطابق کفار قریش قرآن مجید کے بارے میں جو اعتراضات کرتے تھے ان میں سے ایک اعتراض یہ تھا کہ اگر یہ قرآن عربی کے بجائے غیر عربی زبان میں نازل ہوتا تو بہتر ہوتا تا کہ اس سے دوسری اقوام بھی فائدہ اٹھا سکتیں؟ اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اس قرآن کو ہم غیر عربی میں نازل کرتے تو تم یہ اعتراض کرتے کہ نبی عربی اور کتاب غیر عربی؟ یعنی ایک عربی زبان نبی کو اللہ کا پیغام غیر عربی (عجمی) زبان میں کیوں مل رہا ہے؟ یاد رکھو کہ یہ قرآن اہل ایمان کے لئے مینار ہدایت اور ان میں موجود کفر و شرک اور ہر قسم کی قلبی بیماری کے لئے شفا ہے۔ اور ایمان کی روشنی سے محروم لوگوں کے لئے یہ قرآن موثر نہیں ہے تو اس کی وجہ ان میں اہلیت کا نہ ہونا ہے۔ نہ ان میں کچھ سننے کی صلاحیت ہے، نہ کچھ دیکھنے کی۔ ایسے لوگوں کے لئے قرآن مجید کی تعلیمات اس آواز کی مانند ہیں جو بہت دور سے آ رہی ہو، جہاں سے آواز آتی ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہا جا رہا ہے۔

نفس انسانی کی کیفیت

☆ آیت ۴۹ سے ۵۱ تک میں خداوند عالم نے انسانی نفس کی کیفیت کا خاکہ پیش کیا ہے کہ انسان اپنی خواہش کی چیزیں مانگ کر نہیں تھکتا، وہ دنیا کی بھلائی سے سیر نہیں ہوتا ہے بلکہ یہاں مال و دولت ملنے پر اس کی تشنگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس دنیا سے عیش و آرام کی توقع رکھتا ہے اور اس توقع سے جہاں وہ سیراب نہیں ہوتا وہاں اس کی

---

[1] ۔ البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ بعض علماء کے مطابق آیت "۳۷" کی تلاوت کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے جیسے کہ آیۃ اللہ سیستانی کی توضیح المسائل میں قرآن مجید کے واجب سجدوں کے مسائل بیان کرتے ہوئے اس سورے کی آیت ۳۷ پر سجدہ کے واجب ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔

توقع کے خلاف کسی آفت کے لئے اس نے آپ کو تیار نہیں کیا ہوتا۔ اس لئے اگر اس پر کوئی آفت آجائے تو یہ صورت حال ناگہانی ہوتی ہے اور یاس و ناامیدی کا شکار ہو جاتا ہے۔

اور جب آفت کا وقت گزر جاتا ہے اور دوبارہ نعمات خداوندی اس تک پہنچتی ہیں تو وہ اپنے آپ کو ان نعمتوں کا حقدار سمجھتا ہے۔ یہ انسان اولاً تو قیامت کو مانتا ہی نہیں اور کہتا ہے کہ بالفرض اگر قیامت آبھی گئی تو میں وہاں پر بھی عیاشی کروں گا کیونکہ دنیا میں یہ عیاشی کا عادی رہا ہے اس لئے خیال کرتا ہے کہ آخرت میں بھی اسی طرح عیاشی کے اسباب فراہم ہوں گے۔

یہ انسان اتنا سرکش ہے کہ جب اسے نعمتیں ملتی ہیں تو خداوند عالم کو بالکل فراموش کر دیتا ہے۔ غرور و تکبر میں مبتلا ہو کر زمین پر اکڑ کر چلتا ہے لیکن جب وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس سے تکبر و غرور کے اسباب، نعمتوں کی فراوانی ختم ہو جاتی ہے اور دولت کے پردے ہٹ جاتے ہیں تو اس وقت اسے اپنی حقیقت، مجبوری اور بے بسی نظر آتی ہے۔ اب اس کی اکڑ ختم ہو جاتی ہے، غرور و تکبر نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ اور نہایت عاجزی سے طویل و عریض دعائیں کرنے لگ جاتا ہے (۱)۔

آفاق اور انفس میں نشانیاں

☆ آیت ۵۳ میں خداوند عالم نے وعدہ فرمایا ہے کہ عنقریب ہم انسان کو آفاق اور ان کے نفسوں میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے تاکہ واضح ہو جائے کہ اللہ کی ذات ہی حق ہے۔ اس آیت میں دو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ''آفاق'' اور ''انفس''، لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں بیان کریں کہ آفاق اور انفس سے کیا مراد ہے۔

آفاق: سورج چاند اور ستاروں کی تخلیق اور ان پر صحیح انداز میں حاکم نظام، حیوانات، نباتات، پہاڑوں اور سمندروں، دریاوں کی خلقت اور ان کے بے شمار اور حیران کن عجائبات، اس کے بے شمار پر اسرار موجودات کہ جن کی تخلیق سے ہر روز نت نئے انکشافات ہوتے رہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک خداوند عالم کی ذات کی حقانیت پر واضح دلیل ہے ''آفاقی نشانیاں'' کہلاتی ہیں۔

انفس: انسانی جسم کی تخلیق، انسانی دماغ کی حیرت انگیز ساخت، دل، رگوں اور ریشوں اور ہڈیوں کی منظم حرکت، نطفے کا انعقاد، رحم مادر میں جنین کی پرورش اور ان سب سے بڑھ کر روح انسانی کے حیرت انگیز اسرار و رموز جن میں سے ہر ایک پروردگار عالم اور خالق کائنات کی معرفت کا ایک گوشہ ہے، انفسی آیات کہلائی جاتی ہیں (۲)۔

۱۔ اقتباس از الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

۲۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۰، ص ۲۷۹

فضائل وخصوصیات:

قیامت میں خوشی دنیا میں قابل رشک زندگی: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ حٰمٓ السَّجْدَةَ كَانَتْ لَهُ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَدَّ بَصَرِهٖ وَ سُرُوْرًا وَ عَاشَ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا مَحْمُوْدًا مَغْبُوْطًا(۱)

جو شخص سورہ ''حٰم سجدہ'' کی تلاوت کرتا ہے اسے قیامت کے دن تا حد نگاہ روشنی اور خوشی ملے گی اور دنیا میں قابل رشک، قابل ستائش زندگی نصیب ہوگی۔

حسنات کثیر: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ حٰمٓ السَّجْدَةَ أُعْطِيَ بِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ مِنْهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ(۲)

جو شخص سورہ ''حٰم سجدہ'' کی تلاوت کرے گا اللہ اس کی ہر آیت کے دس گنا برابر اسے نیکیاں عطا کرے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ بحار الانوار، ج ۸۹، ص ۲۹۸

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۴۷

سورۂ شوریٰ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ شوریٰ

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
شوریٰ	25	42	62	مکہ مکرمہ	53	05	3521	860

☆ سورۂ شوریٰ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا بیالیسواں (۴۲) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے باسٹھواں (۶۲) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی ۳۸ ویں آیت کی مناسبت سے اسے ''سورۂ شوریٰ'' کہا گیا ہے۔ اور شوریٰ عربی میں مشورہ کرنے کو کہا جاتا ہے۔

موضوعات:

۱۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وحی الٰہی	۲۔ انکار وحی کے باوجود عذاب سے بچنے کی وجہ
۳۔ دستور الٰہی	۴۔ یہود و نصاریٰ کی مہمل دلیل
۵۔ جیسی خواہش ویسی عطا	۶۔ جنت میں خواہش کے مطابق ہر شے کا موجود ہونا
۷۔ اجر رسالت	۸۔ فراوانیٔ رزق کا بیان
۹۔ پروردگار کی برکتوں کے مستحق افراد	۱۰۔ لوگوں کو معاف کر دینے کا اجر
۱۱۔ حق کے خلاف باطل پر ڈٹ جانے کی وجہ	۱۲۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں رسول کی ذمہ داری
۱۳۔ نزولِ وحی کے طریقے	۱۴۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

☆ آیت ۱ اور ۲ حروف مقطعات پر مشتمل ہیں۔ قرآن مجید کی یہ واحد سورہ ہے جس کی دو آیتیں حروف مقطعات پر مشتمل ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وحی الٰہی

☆ آیت ۳ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کی طرف سے وحی بھیجے جانے کا بیان ہے۔ درحقیقت یہ بیان کرنا کہ اے

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ پر وحی اللہ کی طرف سے نازل ہوتی ہے، کفار مکہ کو جواب دینا مقصود ہے جن کے درمیان یہ چہ میگوئیاں ہوتی تھیں کہ عبداللہ کا یتیم یہ باتیں کہاں سے لاتا ہے؟ اور یہ وحی کیا چیز ہے؟ کس طرح کوئی کلام کسی پر نازل ہوسکتا ہے؟ خداوند عالم نے اس آیت میں کفار مکہ کو جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ وحی اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے اور اللہ اس کام کی قدرت رکھتا ہے کہ وہ اپنے جس بندے کے سینے میں چاہے وحی اتارے اور یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ وحی کو کس زمانے میں اور کس قوم کی طرف اتاری جائے، اللہ اس حکمت سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔ اور کائنات کی تمام چیزیں اس کی ملکیت میں ہیں لہٰذا اپنی ملکیت میں تصرف کرتے ہوئے جسے چاہے وہ نبوت عطا کرے، وہ بلندی اور عظمت کے اس مقام پر فائز ہے جہاں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی کام کس طرح انجام دے سکتا ہے۔

انکار وحی کے باوجود عذاب سے بچنے کی وجہ

☆ آیت ۵ کے مطابق مشرکین کا وحی خداوندی سے مسلسل انکار، ہٹ دھرمی اور جسارتیں ایسی ہیں جس کے نتیجہ میں قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے لیکن اس آسمان کے نیچے اہل ایمان بھی زندگی بسر کرتے ہیں جن کے لئے فرشتے دعا کر رہے ہیں۔

مفسرین نے اس آیت کے لئے دو تفسیریں بیان کی ہیں جن میں سے پہلی تفسیر کے مطابق وحی الٰہی کو قبول کرنے کا متحمل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا قلب مبارک ہے دنیا کی دوسری چیزیں اس وحی کو تحمل نہیں کرسکتیں اگر یہ وحی آسمان پر نازل ہوتو آسمان پھٹ جائے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ شرک کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کی شان میں انتہائی گستاخی ہے، اس قدر سنگین گستاخی ہے کہ اس گستاخی کے نتیجہ میں آسمان ان کے اوپر پھٹ پڑنے کے قریب ہے۔

دستور الٰہی

☆ آیت ۱۳ کے مطابق اللہ نے دین اسلام پر عمل پیرا ہونے کے لئے وہی دستور بنایا ہے جو اس نے نوح، ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا۔ دین اس آخری منزل کا نام ہے جس تک ہر انسان کو پہنچنا چاہیے اور دین ان بنیادی اصولوں کا نام ہے جن پر سزا و جزا کا فیصلہ رکھا گیا ہے۔ اس منزل تک پہنچنے کے لئے مختلف راستے مقرر کئے گئے ہیں جنہیں شریعت سے تعبیر کیا جاتا ہے جن کی مجموعی تعداد پانچ ہے، شریعت نوح، شریعت ابراہیم، شریعت موسیٰ، شریعت عیسیٰ، اور شریعت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اب یہ ایک مصلحت الٰہی ہے کہ اس نے سابقہ چار شریعتوں کو وصیت اور

نصیحت سے تعبیر کیا ہے اور ایک آخری شریعت کو وحی قرار دیا ہے جس سے انبیاء کے مراتب میں فرق ہونے اور شریعت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عام ہونے کا اندازہ ہو جاتا ہے (۱)۔

یہود و نصاریٰ کی مہمل دلیل

☆ آیت ۱۶ میں بیان ہوا ہے کہ جو لوگ اللہ کو ماننے کے بعد اس کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں ان کی دلیل لغو اور مہمل ہے اور ایسے لوگ غضب خدا کے مستحق ہیں اور ان کے لئے اللہ کے یہاں شدید عذاب ہے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو یہ کہہ کر گمراہ کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ ہمارا مذہب تم سے قدیم تر ہے لہٰذا اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے مذہب کی ضرورت نہیں ہے اور زمانہ کے اعتبار سے ہمارے دین کا مقدم ہونا اس کی عظمت کی بہترین دلیل ہے۔

اس آیت میں خداوند عالم نے یہود و نصاریٰ کی دلیل کو لغو اور مہمل قرار دیا ہے کیونکہ مذہب کی فضیلت کا معیار قوانین کا دائمی اور مستحکم ہونا ہوتا ہے، زمانے کے تقدم اور تاخر سے فضیلت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح عیسائیوں کو مسلمانوں سے یہ کہنے کا حق ہے کہ ہمارے مذہب کے آجانے کے بعد دوسرے مذہب کی کوئی ضرورت نہیں اسی طرح یہودیوں کو عیسائیوں سے یہ کہنے کا حق ہے کہ ہمارے مذہب کے ہوتے ہوئے تمہارے مذہب کی ضرورت نہیں ہے تو جو جواب عیسائی یہودیوں کو دیں گے وہی جواب مسلمانوں کی طرف سے ان کے لئے بھی ہوگا (۲)۔

جیسی خواہش ویسی عطا

☆ آیت ۲۰ کے مطابق انسان کی خواہش جیسی ہوگی اسے وہی عطا کیا جائے گا یعنی جو شخص آخرت کی فکر کرے گا اور آخرت کو چاہے گا اسے اس کا حصہ ملے گا اور جو شخص دنیا کا طلبگار ہوگا اسے صرف دنیا میں اس کا حصہ ملے گا لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اس آیت میں طلب دنیا و آخرت سے مراد یہ ہے کہ جو شخص آخرت کو چاہے گا اسے چاہیے کہ وہ ایسے اعمال انجام دے جو اس کی آخرت کو سنوارنے میں کام آئیں اور دنیا کو طلب کرنے والے سے مراد ایسا شخص ہے جس کی نظر صرف دنیاوی مفادات پر ہوتی ہے وہ آخرت اور روز قیامت کے لئے اعمال صالح انجام نہیں دیتا، ایسے شخص کو آخرت کے دن کوئی اجر نہیں ملے گا۔

۱۔ انوار القرآن، ص ۹۷۵

۲۔ انوار القرآن، ص ۹۷۷

اللہ کی عطا کا سلسلہ کسی پر بند نہیں ہوتا۔ مومن ہو یا کافر سب کے لئے طلب کے مطابق عطا ہوگی۔ آخرت کے طلب گار کو آخرت اور دنیا کے طلب گار کو دنیا، جو صرف دنیا کا طلبگار ہوگا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے(۱)۔

جنت میں خواہش کے مطابق ہر شے کا موجود ہونا

☆ آیت ۲۲ کے مطابق ظلم کرنے والے اپنے کئے ہوئے اعمال کے نتیجے میں خوفزدہ ہیں اور ان پر عذاب نازل ہوگا لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال انجام دیئے ان کے لئے جنت میں باغات ہیں جہاں وہ رہیں گے اور خدا کے پاس ان لوگوں کے لئے ہر وہ چیز موجود ہے جس کی انہیں خواہش ہوگی۔

یہ بات کس قدر عظیم اور باشرف ہے کہ پروردگار عالم انسان سے ہر اس بات کا وعدہ کرے جس کی وہ خواہش رکھتا ہے جب کہ انسانی خواہشات کی کوئی حد نہیں ہوتی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دنیا فقط ضرورت کی تکمیل کے لئے ہے جبکہ خواہشات کی تکمیل کے لئے آخرت کو مقرر کیا گیا ہے۔ اگر اس مطلب کو مزید واضح طور پر بیان کرنا چاہیں تو یوں کہنا مناسب ہوگا کہ انسانی زندگی کے دو مرحلے ہیں۔ ایک مرحلہ ضروریات کا ہے جبکہ دوسرا مرحلہ خواہشات کا ہے۔ خداوند عالم نے ضروریات کی تکمیل کا سامان دنیا میں رکھا ہے اور خواہشات کی تسکین کا سامان آخرت میں فراہم کیا ہے اور آخرت میں ان چیزوں کا اہتمام کردیا گیا ہے جو دنیا میں ممنوع تھیں البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ مثلاً جس شراب کو دنیا میں حرام قرار دیا گیا تھا وہ شراب رجس تھی اور جس شراب کا جنت میں بندوبست ہوگا وہ شراب طہور ہوگی۔

اجرِ رسالت

☆ آیت ۲۳ کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت سے اپنی رسالت کے اجر کے طور پر صرف ''اپنے اہل کی محبت مانگی ہے'' اس بارے میں شیعہ سنی روایات میں بیان ہوا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اصحاب نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ قرابتداروں سے کون مراد ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرابتداروں سے مراد حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم السلام ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایک شخص نے کہا: قسم بخدا یہ آیت اللہ نے نازل نہیں کی ہے۔ اس شخص کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی ''اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا، کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ (رسول نے) اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا ہے'' تو وہ شخص نادم ہوا جس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ''وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، ابو منصور، حاشیہ آیت مورد بحث

التَّوْبَةَ، اور اللہ وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے'' (۱)۔

فراوانی رزق کا بیان

☆ آیت ۲۷ میں فراوانی رزق کا ذکر ہے۔ رزق میں اضافہ ہونا بڑا سخت مرحلہ ہے کیونکہ دولت کی فراوانی انسان کو اکثر خدا کے قوانین سے بغاوت پر اکساتی ہے۔

پروردگار کی برکتوں کے مستحق افراد

☆ آیت ۳۶ سے ۳۸ تک کے مطابق اللہ نے اپنی بارگاہ کی برکتوں اور خیرات کے ذخائر کو ان بندوں کے لئے محفوظ کیا ہے جن میں مندرجہ ذیل صفات و کمالات پائے جائیں:

- وہ صاحبان ایمان ہوں۔
- خدا پر بھروسہ کرتے ہوں اور بڑی طاقتوں پر تکیہ نہ کرتے ہوں۔
- گناہوں اور بے حیائی کے اعمال سے پرہیز کرتے ہوں۔
- غصہ آجائے تو معاف کرنے والے ہوں۔
- اللہ کے احکام و تعلیمات کو قبول کرنے والے ہوں۔
- نماز قائم کرنے والے ہوں۔
- اپنے معاملات کو آپس میں مشورہ سے طے کرنے والے ہوں۔
- راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرتے ہوں۔
- ظالم کے مقابلہ میں میں ڈٹے رہنے والے ہوں۔

آیت ۳۷ میں لفظ ''کبائر و فواحش'' استعمال ہوا ہے۔ کبائر سے مراد بڑے گناہ ہیں اور فواحش سے مراد وہ گناہ ہیں جو بے حیائی کی حد تک پہنچے ہوئے ہوں جن میں آج کا معاشرہ مبتلا نظر آتا ہے۔

لوگوں کو معاف کردینے کا اجر

☆ آیت ۴۰ سے ۴۳ تک کے مطابق انسان کے ساتھ جتنی برائی اور ظلم ہوا ہے اس کے بدلے میں اتنی ہی برائی اور بدلہ لیا جائے، اس سے زیادہ کا حق نہیں ہے۔ برائی کا بدلہ برائی نہیں ہے۔ اسے برائی اس لیے کہا گیا ہے کہ جس سے

۱۔ مجمع البیان، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن، ابتدائے تفسیر سورۂ مورد بحث

بدلہ لیا جاتا ہے اس کے لیے برائی ہے۔ بدلہ نہ لینا اس کے حق میں بھلائی ہے۔ یہ اسلام کے عادلانہ نظام کا ایک اہم ترین قانون ہے کہ ظلم کا بدلہ لینا جائز قرار دیا ہے، اس پابندی کے ساتھ کہ بدلہ میں زیادتی نہ ہو۔ لیکن برائی کا بدلہ لینے کے بجائے اگر معاف کیا جائے اور جس نے برائی کی تھی اس کی اصلاح کی جائے تو اس کا اجر اللہ کے پاس ہوگا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ قیامت کے دن منادی ندا دے گا کہ جس کا اجر اللہ کے ذمے ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے تو پوچھا جائے گا کہ کون ہے جس کا اجر اللہ کے ذمے ہے؟ جواب آئے گا "جو لوگوں کو عفو کرنے والے ہیں وہ جنت میں حساب کے بغیر داخل ہوں گے(۱)۔"

مظلوم شخص اگر ظالم سے اس ظلم کا بدلہ لیتا ہے تو مظلوم پر کوئی الزام نہیں ہے بلکہ مجرم وہ ظالم ہیں جو زمین پر ناحق فساد پھیلاتے ہیں اور ایسے ہی لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اہل دنیا کے بارے میں ہمیشہ سے یہ دیکھا گیا کہ وہ ظالم کو ظلم پر آمادہ کرتے ہیں اور جب مظلوم اس ظلم کا انتقام لینا چاہتا ہے تو اسے منع کر دیتے ہیں۔ اسلام نے بالکل اس کے خلاف قانون بنایا ہے کہ روکنا ہے تو ظالم کو روکو کیونکہ وہ ظلم کی بنیاد رکھ رہا ہے ورنہ مظلوم کو بدلہ لینے کا حق دو بلکہ اگر ممکن ہو تو اس کا ساتھ دو تاکہ معاشرے سے ظلم کا خاتمہ ہو جائے اور ظالم دوبارہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہے۔ ظلم کا بدلہ لینا خواہ قصاص کی شکل میں ہو یا دیت کی شکل میں، جائز عمل ہے۔ اس جائز عمل پر عمل ہونے کی صورت میں اس کا کوئی مواخذہ نہیں ہے اور اخلاقی طور پر قابل ملامت نہیں ہے۔ قانونی اعتبار سے اس کے خلاف کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا، نہ قصاص کا اور نہ دیت کا۔

حق کے خلاف باطل پر ڈٹ جانے کی وجہ

☆ آیت ۴۴ کے مطابق جب کوئی شخص حق پہچان لینے کے بعد باطل پر ڈٹ جاتا ہے یا قبول حق کی اس میں سرے سے آمادگی نہیں ہے تو اس کی وجہ اس کا باطل مفادات کے ساتھ وابستہ ہونا ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں اللہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ جب سرچشمہ ہدایت اس سے ہاتھ اٹھا لے تو کوئی اور کارساز اس کی کارسازی نہیں کر سکتا۔ ایسے لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ جب عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو بچنے کی آرزو ضرور کریں گے اور اس کی صرف ایک صورت ان کے ذہن میں آتی ہے کہ انہیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تاکہ وہ تمام نیک اعمال انجام دیں لیکن انہیں معلوم ہو جائے گا کہ واپسی ناممکن ہے۔

تبلیغ دین کے سلسلے میں رسول کی ذمہ داری

☆ آیت ۴۸ کے مطابق رسول کے ذمہ صرف حکم خدا کی تبلیغ ہے اور اس کو لوگوں سے قبول کروانا رسول کی ذمہ داری

۱۔ بحار الانوار، ج۶۳، ص۲۶۶، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن

نہیں ہے کیونکہ اللہ کی طرف سے کوئی بھی بات طاقت اور جبر کے ذریعے کسی سے تسلیم نہیں کرائی جاتی ہے اگر ایسا ہوتا تو پھر انبیاء کو مبعوث کرنے کی ضرورت باقی نہ رہتی۔

نزولِ وحی کے طریقے

☆ آیت ۵۱ میں وحی کے تین طریقوں کو بیان کیا گیا ہے یعنی خداوند عالم تین طریقوں سے اپنے پیغام کو پہنچاتا ہے:

پہلا طریقہ: وحی براہ راست قلب رسول پر نازل ہوتی ہے۔

دوسرا طریقہ: وحی پردے کے پیچھے سے ہوتی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر درخت کے پردے میں وحی ہوئی۔

تیسرا طریقہ: وحی فرشتے کے ذریعے ہوتی ہے۔

فضائل و خصوصیات:

حم عسق کی جزاء: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

(مَنْ قَرَأَ) سُورَةَ حم عسق بَعَثَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ وَجْهُهُ كَالشَّمْسِ حَتّٰى يَقِفَ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ فَيَقُولُ عَبْدِيْ أَدَمْتَ قِرَاءَةَ حم عسق إِلَى أَنْ قَالَ أَدْخِلُوْهُ الْجَنَّةَ [1]

جو شخص سورۂ شوریٰ (حم عسق) کی تلاوت کرے وہ بروز قیامت آفتاب کی مانند چمکدار چہرے کے ساتھ محشور ہوگا اور اسی حالت میں اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوگا، اس وقت خداوند عالم فرمائے گا کہ میرے بندے تو نے سورۂ حم عسق کی پابندی کے ساتھ تلاوت کی (جبکہ تو اس کے ثواب سے بے خبر تھا۔۔۔۔۔حدیث طویل ہے) یہاں تک کہ اللہ حکم دے گا کہ اسے جنت میں داخل کیا جائے۔

درود ملائکہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَهَا (شُوْرٰی) كَانَ مِمَّنْ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لَهُ وَيَسْتَرْحِمُوْنَ عَلَيْهِ [2]

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا تو ملائکہ اس پر درود بھیجتے ہیں اور اس کیلئے استغفار کرتے ہیں اور اس کیلئے طلب رحمت کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

---

[1] ۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۳

[2] ۔ مصباح الکفعمی، ص ۴۴۳

سورۂ زخرف کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ زخرف

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
زخرف	25	43	63	مکہ مکرمہ	89	07	3609	838

☆ سورۂ زخرف موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا تینتالیسواں (۴۳) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے تریسٹھواں (۶۳) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی ۳۵ ویں آیت کی مناسبت سے ''سورۂ زخرف'' رکھا گیا ہے مادی اقدار (سونا اور اس جیسی چیزوں) کے بارے میں بات چیت کی گئی ہے۔ زخرف عربی میں آرائشی اشیاء، زینت اور زیور کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ لوح محفوظ پر قرآن مجید کا مقام و مرتبہ	۲۔ اکثریت کا کفر، سلسلہ ہدایت کو روکنے کا سبب نہیں بنتا
۳۔ دعائے سفر	۴۔ مشرکین مکہ کے عقائد
۵۔ اندھی تقلید کی مذمت	۶۔ مال دولت کی فراوانی کے نقصانات
۷۔ حقیقی اندھے اور بہرے	۸۔ حضرت علی علیہ السلام کی شان
۹۔ گذشتہ انبیاء سے سوال	۱۰۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ
۱۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خود اللہ تعالیٰ کی بندگی کا بیان	۱۲۔ برے دوستوں کی دوستی کا قیامت کے دن نقصان!
۱۳۔ اہل تقویٰ کا قیامت کے دن خوف سے محفوظ ہونا	۱۴۔ اللہ تعالیٰ کے علم کے بارے میں کفار کی غلط فہمی
۱۵۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

یہ سورہ ''حروف مقطعات'' سے شروع ہو رہا ہے۔ جو سورے لفظ ''حٰم (حامیم) سے شروع ہوئے ہیں ان میں سے یہ چوتھا سورہ ہے۔ اس سورے کی ابتداء بھی قرآن مجید کی عظمت کے بیان سے ہو رہی ہے، یہ وہ کتاب ہے جو واضح اور غیر مبہم انداز میں بات کرتی ہے تاکہ انسانی عقل اس کے مطالب کو آسانی سے سمجھ سکے۔

لوحِ محفوظ پر قرآن مجید کا مقام و مرتبہ

☆ آیت ۴ کے مطابق قرآن مجید کو لوحِ محفوظ پر بالاترین حیثیت حاصل ہے یعنی لوحِ محفوظ میں جہاں دیگر کتابیں محفوظ ہیں ان میں قرآن کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ لوحِ محفوظ ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہے جس میں کل کائنات کا دستور ثبت ہے۔ اور قرآن مجید وہ کتاب ہے جو نبی آخر الزمان ﷺ کا معجزہ اور قیامت تک کے انسانوں کے لیے دستور حیات بھی ہے۔

اکثریت کا کفر، سلسلۂ ہدایت کو روکنے کا سبب نہیں بنتا

☆ آیت ۵ سے ۸ تک کے مطابق خداوند عالم اکثریت کے کفر کی بنا پر ہدایت کا سلسلہ منقطع نہیں کرتا۔ ان آیات کے مطابق لوگوں کا قرآن مجید سے انحراف کرنا اس بات کا موجب نہیں بنتا کہ قرآن مجید کو ہی ان کے درمیان سے اٹھا لیا جائے۔ اللہ کی ذات وہ ذات ہے جس نے عام لوگوں سے پذیرائی نہ ملنے کے باوجود سابقہ امتوں میں انبیاء کو مبعوث کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اگرچہ ان لوگوں نے انبیاء کا مذاق اڑایا، وہ تمام اقوام نیست و نابود ہوگئیں اور انبیائے الٰہی کو آخرکار کامیابی حاصل ہوئی۔ مشرکین مکہ گزشتہ اقوام کے مقابلے میں ایک کمزور اور چھوٹا سا گروہ تھا جب اللہ نے سابقہ انبیاء کی طاقتور قوموں کو نیست و نابود کیا تو ان کے مقابلے میں مشرکین مکہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

دعائے سفر

☆ آیت ۱۳ ''دعائے سفر'' کے نام سے مشہور ہے۔ دوران سفر تین چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ مسافر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے تمام اشیا کو انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے۔

۲۔ آخرت کے سفر کو بھی ذہن میں رکھے جس میں اللہ کے سامنے جواب دہی کے لئے حاضر ہونا ہے۔

۳۔ جب سواری پر سوار ہو تو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرے اور اللہ کی تسبیح کرے۔

مشرکین مکہ کے عقائد

☆ آیت ۱۵ سے ۲۰ تک میں مشرکین مکہ کے عقائد میں سے بعض عقائد کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے درآنحالیکہ جب خود انہیں بیٹی کی پیدائش کی خبر دی جاتی تھی تو ان کا چہرہ احساسِ ذلت سے سیاہ ہو جاتا تھا اور وہ بیٹی کو اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھتے تھے۔

زمانہ جاہلیت کی یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ان میں سے کسی کے ہاں جب بیٹی پیدا ہوتی تھی تو وہ اسے اپنے لئے رسوائی کا

سبب تصور کرتے تھے اور اس نومولود بچی کو زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے۔ اسلام نے ان کی اس مکروہ رسم کو ختم کر کے عورت کو وہ مقام عطا کیا جس کی وہ حقدار تھی۔

ان کا دوسرا نظریہ اور عقیدہ یہ تھا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم فرشتوں کی پوجا نہ کرتے بلکہ ہم ہدایت کے راستے پر ہوتے۔ یہی "نظریہ جبر" ہے کہ کسی چیز کے وجود کو اس کے جواز کی دلیل بنا کر پیش کیا جائے۔ مشرکین اپنے گمراہی پر ہونے کو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتے تھے کہ اگر اللہ نہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے۔ پس اللہ نے شرک سے منع کرنا نہیں چاہا ہے لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ اللہ بتوں اور فرشتوں کی پوجا چاہتا ہے، یہی مشرکوں کی اپنے شرک پر قائم رہنے دلیل تھی۔

اندھی تقلید کی مذمت

☆ آیت ۲۲ سے ۲۸ تک میں بغیر سوچے سمجھے آباء واجداد کے دین کی تقلید کرنے کی مذمت کی گئی ہے۔ انسان کو اپنے اجداد کے دین کے بارے میں غور وفکر سے کام لینا چاہیے۔ آبائی تقلید کے خلاف قیام کی بہترین مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت ہے۔ اپنے والد بزرگوار تارخ کے انتقال کے بعد آپ ایک شرک زدہ ماحول میں پلے بڑھے پھر بھی ایک مقتدر مشرک آزر کے خلاف قیام کیا جو ان کے باپ کی جگہ پر تھا اور صاحب اقتدار بھی تھا اور بادشاہ کے بعد سب سے بڑے منصب (بت خانے کا انچارج) پر فائز تھا۔ مشرکین کو دعوت فکر دیتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو باتوں کا ذکر کیا ہے جو معبود کی صفات میں سے ہیں۔ آپ نے قوم کے معبودوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے معبود کا تعارف بھی کرایا کہ میں اس کو معبود بناتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور میرے رب کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ میری رہنمائی کرتا ہے۔ لہٰذا معبود وہ ہوتا ہے جو خلقت کے ساتھ ساتھ ہدایت کا بھی اہتمام کرے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مشرک معاشرے میں کلمہ خدا کو بلند کرنے کے لئے مصیبتیں برداشت کیں تو خداوند عالم نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم میں کلمہ توحید کو ہمیشہ کیلئے برقرار رکھا۔

الاعرج، ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے "وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ، اور اللہ نے اس (توحید پرستی) کو ابراہیم کی نسل میں کلمہ باقیہ قرار دیا" کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: اللہ نے امامت حسین کی اولاد میں رکھی ہے، آپ کی پشت سے نو اماموں کی ولادت ہوگی، ان میں ایک اس امت کے مہدی ہیں (۱)۔

۱۔ کفایۃ الاثر، ص ۸۶، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن تفسیر آیات مورد بحث

مال ودولت کی فراوانی کے نقصانات

☆ آیت ۳۳ سے ۳۵ تک کے مطابق اگر اس بات کا خطرہ نہ ہوتا کہ کافروں کو دولت کی فراوانی ملنے سے سب لوگ کفر پر مجتمع ہو جائیں گے تو ہم کافروں کے گھروں کی چھتوں اور سیڑھیوں، دروازوں اور جن تختوں کو وہ اپنے لئے تکیہ گاہ بناتے ہیں ان سب کو چاندی اور سونے کے بنا دیتے۔

یعنی جس مال و دولت کو نادان لوگ باعث خوشحالی سمجھتے ہیں، وہ حقیقت میں بدحالی ہے۔ دنیا میں اس سے امن وسکون چھن جاتا ہے۔ مال و دولت اور عیش اور نا ؤنوش کے وسائل کی فراوانی سے حیوانی خواہشات بیدار ہو جاتی ہیں۔ اس سے انسان خواہشات کا بندہ ہو کر رہ جاتا ہے، پھر وہ نہ تمام خواہشات کو پاسکتا ہے، نہ روک سکتا ہے۔ اس طرح زندگی اندر سے دوزخ بن جاتی ہے۔

اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ان مالداروں کی ظاہری شان وشوکت دیکھ کر سب لوگوں کا کفر اختیار کرنے کا خطرہ نہ ہوتا تو ہم کافروں کو اس دوزخ میں مزید دھکیل دیتے اور انہیں سونے چاندی کے گھر دیتے (۱)۔

ان آیات سے بالکل واضح ہے کہ دولت وثروت کی فراوانی صرف آزمائش ہی نہیں بلکہ ایک قسم کی سزا بھی ہے کیونکہ اس سے گمراہی میں اضافہ ہوتا ہے اور متقین جن کے لئے آخرت کا گھر ہے اس پست اور کمینی زندگی کی پونجی سے بے نیاز ہوتے ہیں (۲)۔

حقیقی اندھے اور بہرے

☆ آیت ۴۰ میں اندھے اور بہرے سے حقیقی اندھے یا بہرے مراد نہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے طے کر لیا تھا کہ کلام حق کو نہیں سنیں گے اور آیات حق کو نہیں دیکھیں گے اسی لئے ان کی ہدایت ممکن نہیں ہو سکی۔ جس طرح ضلال مبین (کھلی گمراہی) میں رہنے والوں سے بھی مراد وہ لوگ ہیں جو جان بوجھ کر ضلالت اختیار کرتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کی شان

☆ آیت ۴۱ کے مطابق خداوند عالم اپنے رسول سے مخاطب ہو کر ارشاد فرما رہا ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر ہم آپ کو اٹھا لیں تو بھی ہم ان سے انتقام لیں گے۔ اس آیت کے بارے میں علامہ ابن مردویہ نے جابر ابن عبداللہ

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

۲۔ ترجمہ قرآن مجید، ابو منصور، حاشیہ آیات مورد بحث

انصاری سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا "یہ آیت علی ابن ابی طالب کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ میرے بعد ناکثین اور قاسطین سے انتقام لیں گے (۱)۔"

قاسطین: یعنی ستم کرنے والے: یہ وہ گروہ تھا جنہوں نے ظاہری طور پر اسلام کو قبول کیا ہوا تھا لیکن حکومت علوی کے سرے سے مخالف تھے۔ یہ لوگ حضرت علی علیہ السلام کی حکومت کے آغاز سے ہی محاذ آرائی پر ڈٹ گئے۔ آپ علیہ السلام کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں کچھ افراد نے آپ علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ حکومت مضبوط ہونے تک ان لوگوں کو ساتھ رکھا جائے مگر آپ علیہ السلام نے قبول نہ کیا۔ اور بعد کے حوادث نے ثابت کیا کہ ان لوگوں کا یہ گمان غلط تھا۔ اس فتنے کا اختتام "جنگ صفین" کی صورت میں ہوا۔

ناکثین: یعنی بیعت توڑنے والے: اس گروہ نے پہلے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کی اور بعد میں بیعت توڑ دی۔ اس گروہ کا اصل ہدف یہ تھا کہ انہیں حکومت میں کوئی عہدہ مل جائے لیکن جب انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ملی تو انہوں نے بیعت توڑ دی۔ ان لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہ کو ساتھ ملا کر "جنگ جمل" کا فتنہ کھڑا کر دیا جس میں ہزاروں مسلمانوں کا خون بہہ گیا۔

مارقین: یعنی گریز کرنے والے۔ روایات میں ان دونوں گروہوں کے ساتھ ایک تیسرے گروہ کا نام بھی ملتا ہے جنہیں "مارقین" کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اس گروہ کو مارقین اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ لوگ دین سے اس طرح بھاگ نکلے تھے جیسے کمان سے نکلا ہوا تیر۔ یہ گروہ "خوارج" کا تھا، ایک ایسا گروہ جس نے اپنے کاموں کی بنیاد انحرافی فہم و ادراک جو ایک بہت خطرناک چیز ہے، پر رکھی۔ اس فتنے کا اختتام "جنگ نہروان" کی صورت میں ہوا جس میں حضرت علی علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو فتح نصیب ہوئی۔

گذشتہ انبیاء سے سوال

☆ آیت ۴۵ کے مطابق خداوند عالم اپنے رسول کو حکم دے رہا ہے کہ سابقہ انبیاء سے سوال کرے۔ روایات میں بیان ہوا ہے کہ شب معراج رسول خدا ﷺ نے سابقہ انبیاء علیہم السلام سے پوچھا کہ آپ کو نبوت کس بنیاد پر دی گئی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ خدا کی توحید، آپ ﷺ کی رسالت اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کے اقرار کے بعد دی گئی (۲)۔

۱۔ در منثور، ج ۶، ص ۱۸، مطبوعہ مصر۔

۲۔ تاریخ دمشق، ج ۴۲، ص ۲۴۱۔ تفسیر نیشاپوری، ج ۳، ص ۳۲۹، طبع تہران، بحوالہ انوار القرآن، ص ۹۹۱

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

☆ آیت ۴۶ سے ۵۶ تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے کہ اللہ نے موسیٰ کو آیات دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغام الٰہی لے کر دربار فرعون میں پہنچے اور احکام الٰہی کی تبلیغ کی تو اہل دربار نے ہنسنا شروع کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات سورۂ اعراف میں بیان ہو چکے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خود اللہ تعالیٰ کی بندگی کا بیان

☆ آیت ۵۷ سے ۵۹ تک کی آیات میں ایک ایسے شبہ کا رد ہے جو اہل باطل نے پھیلایا تھا۔ ان آیات کا پس منظر یہ ہے کہ جب ''سورۂ انبیاء کی آیت ۹۸'' نازل ہوئی جس میں کفار کو مخاطب کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ ''یقیناً تم اور تمہارے معبود سب جہنم کا ایندھن ہیں'' تو عبداللہ ابن زبعری نامی شخص نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ دیکھو انہوں نے حضرت عیسیٰ کو بھی جہنمی بنا دیا ہے۔ اور یہ مثال پیش کر کے شور مچانے لگا تا کہ لوگ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب نہ سن سکیں۔ ظاہر ہے اس کا مقصد صرف جھگڑا بڑھانا تھا تا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مشتبہ ہو جائے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ کی بندگی کا اعلان کر کے واضح کر دیا کہ آیت میں معبود سے مراد بت وغیرہ ہیں، حضرت عیسیٰ یا ملائکہ مراد نہیں ہے۔ اس کی بہترین علامت یہ ہے کہ دنیا حضرت عیسیٰ کو خدا قرار دے رہی ہے اور یہ خود پروردگار کی بندگی کا اعلان کر رہے ہیں اور عام مخلوقات سے زیادہ بندگی کر رہے ہیں، جو کمال عقل و شعور کی نشانی ہے (۱)۔

برے دوستوں کی دوستی کا انجام

☆ آیت ۶۶ اور ۶۷ کے مطابق جو لوگ دنیا میں برے لوگوں کو دوست بناتے ہیں قیامت کے دن وہ ان کے دشمن ہوں گے، قیامت کے دن صرف وہ دوست کام آئیں گے جو متقی ہوں کیونکہ اہل تقویٰ، تقویٰ اختیار کرنے میں ایک دوسرے کے معاون ثابت ہوں گے۔ قیامت کے دن اس تعاون کے اثرات دیکھ کر ایسے دوستوں کی زیادہ قدر ہوگی۔

اہل تقویٰ کا قیامت کے دن خوف سے محفوظ ہونا

☆ آیت ۶۸ سے ۷۳ تک کے مطابق قیامت کے دن اہل تقویٰ کو کسی کا خوف و حزن نہ ہوگا یعنی انہیں کسی آنے والے خطرے کا کوئی ڈر نہیں ہوگا اور نہ کسی چیز کے ہاتھ سے جانے کا غم ہوگا۔ اہل تقویٰ ایسے لوگ ہیں جو صاحبان

۱۔ انوار القرآن، ص ۹۹۳

ایمان اور سر تسلیم خم کرنے والے ہیں یعنی ایمان و عقیدے میں وہ ایسا مقام رکھتے تھے جس کے نتیجے میں اللہ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے۔ یہ وہی اوصاف ہیں جنہیں قرآن مجید ایمان و عمل صالح کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اس آیت میں عمل صالح کی جگہ تسلیم و رضا کا ذکر ہے۔ ان لوگوں کو خوش و خرم اپنی بیویوں کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا حکم ملے گا۔ ازواج سے مراد بیویاں ہو سکتی ہیں یعنی وہ بیویاں جو دنیا میں شریک حیات ہونے کے ساتھ ایمان و عمل صالح میں بھی شریک ہوں۔

جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے سامنے سونے کے تھال میں کھانے پینے کی چیزیں رکھی جائیں گی جن میں ہر چیز موجود ہوگی جس کی نفس خواہش کرے اور نگاہیں جس کی لذت کو محسوس کریں، یعنی نفسانی خواہش کو پورا کرنے کے لئے میوے اور کھانے پینے کی اشیاء ہوں گی اور نگاہیں خوبصورت چہرے، حسین مناظر کے ذریعے لذت حاصل کریں گی۔

اللہ تعالیٰ کے علم کے بارے میں کفار کی غلط فہمی

☆ آیت ۷۹ اور ۸۰ کے مطابق کفار یہ سمجھتے تھے کہ وہ جو سازشیں اسلام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کر رہے ہیں اللہ ان سے بے خبر ہے۔ اللہ نے واضح طور پر فرمایا کہ کیا کفار قریش نے اپنی خفیہ مجلسوں میں ہمارے رسول کے خلاف کچھ کر گزرنے کا پختہ فیصلہ کر لیا ہے؟ تو ہم نے بھی انہیں ذلت آمیز ناکامی سے دوچار کرنے کا مضبوط فیصلہ کر لیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے اللہ کے فیصلے کے مقابلے میں تمہارے فیصلے کی کیا حیثیت ہوگی؟

یاد رکھو کہ اللہ کے فرشتے انسان کی ہر حرکت اور ہر بات کو لکھ رہے ہیں تاکہ کل قیامت کے دن یہ خود اپنے اعمال کا مشاہدہ کرے۔ چنانچہ قیامت کے دن جب انسان ان اعمال کا مشاہدہ کرے گا تو کہے گا: ہائے ندامت! یہ کیسا نامۂ اعمال ہے جس میں کسی چھوٹی بڑی بات کو نہیں چھوڑا گیا۔

فضائل و خصوصیات:

حفاظت قبر: حضرت محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ أَدْمَنَ قِرَاءَةَ حٰمٓ الزُّخْرُفَ آمَنَهُ اللّٰهُ فِي قَبْرِهِ مِنْ هَوَامِّ الْأَرْضِ وَ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ حَتّٰى يَقِفَ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ

عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ جَاءَتْ حَتّٰی تُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ بِأَمْرِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى (۱)
جو شخص ہمیشہ حم (حا،میم) زخرف کی تلاوت کرے گا خدا اس کی قبر کو زہریلے حشرات اور حیوانات کے ساتھ ساتھ فشار قبر سے محفوظ رکھے گا یہاں تک کہ وہ خدا کے حضور پیش ہو۔اس کے بعد یہ سورہ آکر حاضر ہوگا اور اس شخص کو اللہ کے حکم سے جنت میں داخل کیا جائے گا۔

بے خوف وحزن: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الزُّخْرُفِ كَانَ مِمَّنْ يُقَالُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ أُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۲)
جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن یہ ان لوگوں میں سے ہوگا جنہیں کہا جائے گا کہ اے بندگان خدا! تمہارے لئے کوئی خوف اور حزن نہیں ہے پس بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

☆☆☆☆☆
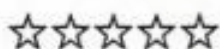
۱۔ ثواب الاعمال، ص ۱۱۳

۲۔ مجمع البیان، آغاز سورہ، بحوالہ تسکین روح، ص ۲۵۹

سورۂ دخان کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ دخان

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
دخان	25	44	64	مکہ مکرمہ	59	03	1475	346

☆ سورۂ دخان موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا چوالیسواں (۴۴) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے چونسٹھواں (٦۴) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی ۱۰ آیت کی مناسبت سے "سورۂ دخان" رکھا گیا ہے کیونکہ ۱۰ سے ۱۵ تک کی آیات میں کافروں کے لئے عذاب دخان (دھوئیں کے عذاب) کا ذکر ہے۔ عربی میں دخان دھوئیں کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ مبارک رات میں قرآن مجید کا نزول	۲۔ قرآن مجید کا یک بارگی اور تدریجی نزول
۳۔ عذاب الٰہی کا سبب دھواں	۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر
۵۔ منکرین اسلام سے خطاب	٦۔ قوم تبع کی مثال
۷۔ مقصد تخلیق کائنات	۸۔ اہل جہنم کا جسمانی وروحانی عذاب میں مبتلا ہونا
۹۔ بہشتیوں کو ملنے والی بعض نعمتیں	۱۰۔ قرآن مجید کا آسان زبان میں ہونا
۱۱۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

☆ پہلی آیت حروف مقطعات "حٰم" (حا میم) سے شروع ہو رہی ہے جو "حٰم" سے شروع ہونے والا پانچواں سورہ ہے۔

مبارک رات میں قرآن مجید کا نزول

☆ آیت ۲ سے ۵ تک میں روشن کتاب کی قسم کھائی گئی کہ قرآن مجید کو مبارک رات میں نازل کیا گیا ہے۔ یہاں جو قسم کھائی گئی ہے وہ اس بات کی وضاحت میں ہے کہ قرآن مجید کا نزول ایک مبارک رات میں ہوا ہے۔ جس رات کو

قرآن مجید نازل کیا گیا ہے اسے ''لیلۃ مبارکۃ'' یعنی مبارک رات سے تعبیر کیا گیا ہے اور سورۂ قدر میں ''لیلۃ القدر'' یعنی شب قدر میں قرآن مجید کے نازل ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مبارک رات سے مراد وہی شب قدر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پروردگار عالم نے قرآن مجید کو نازل کرنے کا مقصد بھی بیان کیا ہے کہ ہم نے اس قرآن کو اس لیے نازل کیا ہے کیونکہ ہم تنبیہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ یعنی راہ نجات وسعادت سے منحرف ہونے والے غافل انسان کی تنبیہ کرنے کا ارادہ تھا۔

قرآن مجید کے نزول کے بارے میں یہاں پر ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ قرآن مجید تو تیس سال کے عرصے میں نازل ہوا ہے جبکہ اس آیت میں ایک مبارک رات میں قرآن مجید کے نازل کیے جانے کو بیان کیا گیا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

قرآن مجید کا یک بارگی اور تدریجی نزول

اس سوال کے جواب میں مفسرین نے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید دو مرتبہ نازل ہوا، ایک مرتبہ دفعتاً یعنی پورا قرآن مجید ایک ساتھ قلب اطہر رسول خدا ﷺ پر نازل ہوا۔ اور دوسری بار تدریجاً یعنی تیس سال کے عرصے میں نازل ہوا۔ تدریجی نزول کا آغاز ''۲۷ رجب'' سے ہوا اسی لیے اس دن کو ''روز بعثت'' کہا جاتا ہے ورنہ اگر قرآن مجید صرف ایک مرتبہ ہی نازل ہوا ہوتا تو بعثت رمضان المبارک کی شب قدر میں قرار دی جاتی۔

شب قدر ایسی رات ہے جس میں سال بھر کے فیصلے صادر کئے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ سال میں ایک بار لوگوں کے مقدرات کی تجدید فرماتا ہے۔ تقدیر کی تجدید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دو فیصلے ہوتے ہیں۔ ایک فیصلہ اٹل ہوتا ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں ہوتی ہے اور دوسرا فیصلہ قابل تغیر وتبدیلی ہوتا ہے۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ آیت میں جو لفظ ''امر حکیم'' آیا ہے اس سے مراد سال بھر کے مقدرات کا فیصلہ ہے کیونکہ انسان کے رزق اور صحت ومرض، راحت وتکلیف سب کا فیصلہ اسی شب قدر میں کیا جاتا ہے اور یہ رب العالمین اپنے علم کی بنا پر کرتا ہے کہ بندہ ایسے اعمال انجام دینے والا ہے ورنہ سب کا وجود انسانی اعمال کے زیر اثر ہوتا ہے اور خدا کسی کو بلا سبب مبتلائے زحمت وتکلیف نہیں کرتا ہے۔

بعض دوسرے حضرات کی نظر میں ''امر حکیم'' احکام الٰہیہ کا نام ہے کہ اس رات میں جب قرآن مجید کا نزول ہوا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام باحکمت امور کی وضاحت اسی رات میں کر دی گئی ہے (۱)۔

۱۔ انوار القرآن، ص ۹۹۹

عذاب الٰہی کا مہیب دھواں

☆ آیت ۱۰ سے ۱۶ تک کے مطابق ایک دن ایسا آئے گا کہ جب ہر طرف دھواں ہی دھواں ہوگا اور سب لوگ اس دھوئیں کے عذاب کو اپنے سے دور کرنے کی فریاد کریں گے۔ یہاں جس دھوئیں کا ذکر ہے وہ دنیاوی آگ کا دھواں نہیں ہے بلکہ عذاب الٰہی کی مہیب شکل ہے جہاں دم گھٹنے لگے گا اور زمین سے آسمان تک دھواں ہی دھواں نظر آئے گا۔ ان آیات میں جس دھوئیں کے آنے کا ذکر ہے اس کے بارے میں مفسرین نے دو تفسیریں بیان کی ہیں:

پہلی تفسیر یہ ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت جب بڑھ گئی تو آپ نے کفار قریش کے خلاف بددعا کی: خدایا یوسف کے قحط کی طرح قحط سے میری مدد فرما۔ چنانچہ شدید قحط پڑا لوگ مردار چمڑے تک کھا گئے اور بھوک سے لوگوں کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ آسمان کی طرف دیکھتے تھے تو دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا۔

ایسے حالات میں کفار و مشرکین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور التماس کی کہ آپ اللہ سے دعا کریں، اگر یہ عذاب برطرف ہو جائے تو ہم ایمان لائیں گے۔ خدا نے عذاب کو ان سے ہٹالیا اور قحط سالی ختم ہوگئی لیکن کفار و مشرکین حسب عادت اپنے وعدے سے انحراف کرتے ہوئے ایمان نہ لائے۔ اس وقت خداوند عالم نے اپنے رسول کو تسلی دی کہ آپ گھبرائیں نہیں اب جو عذاب آنے والا ہے اس کے واپس ہونے کا کوئی امکان نہیں اور اس وقت انہیں اپنے حرکات کا صحیح اندازہ ہو سکے گا۔

اس روایت کے تحت دھوئیں سے مراد حقیقی دھواں نہیں ہے۔ بھوک کی وجہ سے نظر آنے والا اندھیرا تھا جو انہیں دھوئیں کی مانند لگتا تھا۔ ان لوگوں نے وعدہ کیا کہ اگر یہ بلا ٹل جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے لیکن یہ لوگ بلا ٹلنے کے بعد ایمان نہیں لائے۔

دوسری تفسیر یہ ہے: قیامت کے قریب چند علامات ایسی ظاہر ہونے والی ہیں جو قیامت نزدیک ہونے کی علامات ہوں گی۔ ان میں سے ایک دھواں ہے۔

لیکن ان آیات کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے پہلی تفسیر حقیقت سے قریب ہے چونکہ ان آیات میں لوگوں کا رسول سے منہ پھیرنے اور رسول کو مجنون کہنے کا ذکر ہے (۱)۔

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر

☆ آیت ۱۷ سے ۳۲ تک میں ایک بار پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، فرعون اور بنی اسرائیل کے حالات میں سے بعض کو بیان کیا گیا ہے تاکہ کفار و مشرکین پر واضح ہو جائے کہ انبیاء کی تکذیب کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ان آیات کے مطابق خداوند عالم نے فرعون کی قوم کی طرف ایک مہربان اور معزز رسول مبعوث کیا جس نے فرعون کے دربار میں دعوت توحید دیتے ہوئے اللہ کے مقابلہ میں برتری دکھانے سے منع کیا۔ لیکن قوم اور فرعون نے ان کی باتوں پر توجہ نہیں دی تو اس وقت انہوں نے بارگاہ خداوندی میں التجا کی کہ پروردگا! یہ لوگ مجرم ہیں پس حکم خدا سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ماننے والوں کو لے کر دریا کے بیچ سے دوسری طرف نکل گئے۔ فرعون اور اس کی فوج حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کرتے ہوئے دریا میں داخل ہوئی اور اسی دریا کے اندر غرق ہو گئی۔

فرعون اور فرعونیوں کے پانی میں غرق ہونے کے بعد خداوند عالم نے دوسرے لوگوں کو اس زمین کا وارث بنایا جبکہ فرعون اور آل فرعون جب حکومت میں تھے تو ہر کوئی ان کے قصیدہ خواں تھے لیکن جب وہ غرق ہو گئے تو نہ چشم فلک نے ان پر گریہ کیا اور نہ زمین میں کسی نے ان پر آنسو بہایا۔

خداوند عالم نے بنی اسرائیل کو بہت سی نعمتیں اور نشانیاں عطا فرمائی جن میں واضح امتحان و آزمائش تھی کہ وہ ان نعمتوں کی قدر اور آنے والے رسولوں کی اطاعت کرتے ہیں یا نہیں؟ بنی اسرائیل کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزانہ نعمتوں کا ذکر قرآن میں متعدد مقامات پر ہوا ہے۔ ان میں فرعون کے ظلم سے نجات، دریا کا شق ہونا، من وسلویٰ کا نزول، بادلوں کا سایہ کرنا، چشموں کا پھوٹنا شامل ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات ہم ''سورۂ اعراف'' میں بیان کر چکے ہیں۔

منکرین اسلام سے خطاب

☆ آیت ۳۴ سے ۳۷ تک میں منکرین اسلام کو مخاطب کیا گیا ہے، یعنی سابقہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا عبرتناک واقعہ سنانے کے بعد کفار کے بعض اقوال کو بیان کیا گیا ہے۔ منکرین کا کہنا تھا کہ موت صرف ایک مرتبہ ہوگی اس کے بعد کوئی حیات نہیں ہے۔ ممکن ہے مشرکین کا یہ خیال ہو کہ موت کے بعد اگر کوئی حیات ہے تو اس کے بعد پھر ایک اور موت ہوگی۔ وہ حیات ابدی کا تصور نہیں کر سکتے تھے۔

ان لوگوں نے رسول خدا سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ اپنی باتوں میں سچے ہیں تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے

آئیں۔ روایت ہے کہ ابو جہل نے یہ کہا تھا: اگر آپ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں تو اپنے جدِ اعلیٰ قصی ابن کلاب کو زندہ کریں، وہ ایک سچا انسان تھا۔ ہم ان سے مرنے کے بعد کے حالات پوچھیں گے (۱)۔

قوم تبع کی مثال

مشرکین مکہ کی بے ہودہ باتوں کے جواب میں ایک مثال کے ذریعے ان کو اپنی حیثیت سمجھائی گئی ہے کہ کیا یہ مشرکین اپنی قوت وسلطنت میں بہتر حالت میں تھے یا تبع کی قوم بہتر تھے جو اپنی سلطنت، تہذیب اور تمدن میں ان مشرکین سے بہت بہتر حالت میں تھی؟ اور قوم تبع سے قبل کی اقوام بھی ان لوگوں سے بہت زیادہ قوت وسلطنت کے مالک تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب انہیں ہلاکت میں ڈال دیا تو تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تبع یمن کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سنہ ۱۱۵ قبل مسیح سے لے کر سنہ ۳۰۰ عیسوی تک ان کی حکومت رہی۔

مقصد تخلیق کائنات

☆ آیت ۳۸ اور ۳۹ کے مطابق لوگوں کی اکثریت دنیا کو کھیل تماشا سمجھتی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی تمام مخلوقات کو ایک مقصد کے تحت خلق کیا گیا ہے جیسا کہ جن وانس کی خلقت کے حوالے سے مذکور ہے کہ ان کی خلقت کا مقصد معرفت الٰہی ہے۔

اگر اس دنیاوی زندگی کے بعد کوئی اور عالم اور زندگی نہیں ہے تو اس کائنات کا پیدا کرنا ایک عبث اور بے ہودہ کام ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی سزا و جزا اور عدالت کا دن نہیں ہے تو یہ ساری کائنات بے مقصد کھلونا بن جاتی ہے۔ یہاں کی اچھائی اور برائی کا کوئی نتیجہ نہیں ہوگا، اگر مظلوم کے خون سے اپنا لقمہ تر کرنے والا اور اپنے خون پسینے سے غریب پروری کرنے والا، دونوں یکساں ہیں تو کائنات کی تخلیق حق پر مبنی نہ ہوگی (۲)۔

اہل جہنم کا جسمانی وروحانی عذاب میں مبتلا ہونا

☆ آیت ۴۳ سے ۴۹ تک کے مطابق اہل جہنم کو نہ صرف عذاب جسمانی کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ عذاب روحانی سے بھی دوچار ہونا پڑے گا جیسا کہ آیت میں بیان ہوا کہ فرشتے آواز دیں گے کہ اپنے کئے کا مزہ چکھو، دنیا میں تم بڑے صاحب عزت کہلائے جاتے تھے۔

۱۔ مجمع البیان، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت ۳۴

۲۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

بہشتیوں کو ملنے والی بعض نعمتیں

☆ آیت ۵۱ سے ۵۷ تک میں اہلِ بہشت کو ملنے والی نعمتوں میں سے بعض کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ محفوظ مقامات (جنت) پر ہوں گے، بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ان کی جوڑیاں ہوں گی، ہر قسم کے میوے انہیں میسر ہوں گے، ان کو دوبارہ موت کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ ہمیشہ جہنم سے محفوظ رہیں گے۔ یہ سب پروردگار عالم کا فضل و کرم ہے اور یہی (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مستحق قرار پانا) انسان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔

قرآن مجید کا آسان زبان میں ہونا

☆ آیت ۵۸ کے مطابق قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے رسول خدا کی زبان مبارک پر آسان کردیا تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ اس نے قرآن کو آسان بنادیا کہ ہر کوئی اس سے اپنی بساط کے مطابق فیض حاصل کرسکتا ہے۔

فضائل و خصوصیات:

گذشتہ گناہوں کی بخشش: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الدُّخَانِ فِي لَيْلَةٍ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ[1]

جو شخص رات کو اس سورے کی تلاوت کرے گا اللہ اس کے گذشتہ گناہ معاف کردے گا۔

امن کا پروانہ: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الدُّخَانِ فِي فَرَائِضِهٖ وَ نَوَافِلِهٖ بَعَثَهُ اللّٰهُ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ اَظَلَّهٗ تَحْتَ عَرْشِهٖ وَ حَاسَبَهٗ حِسَابًا يَسِيْرًا وَ اَعْطَاهُ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ[2]

جو شخص سورۂ دخان کو اپنی واجب اور مستحب نماز میں پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ان لوگوں کے ساتھ محشور کرے گا جو امن میں ہوں گے، اسے اپنے عرش کے زیر سایہ رکھے گا، اس کا حساب آسان طریقہ سے لے گا اور اس کے نامہ اعمال کو اس کے داہنے ہاتھ میں دے گا۔

☆☆☆☆☆

---

[1]۔ بحار الانوار، ج ۸۹، ص ۳۰۰

[2]۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۳۱

سورۂ جاثیہ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ جاثیہ

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
جاثیہ	25	45	65	مکہ مکرمہ	37	04	2085	489

☆ سورۂ جاثیہ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا پینتالیسواں (۴۵) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے پینسٹھواں (۶۵) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی ۲۸ ویں آیت کی مناسبت سے "سورۂ جاثیہ" رکھا گیا ہے کیونکہ قیامت کے دن ہر امت گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی ہوگی اور عربی میں جاثیہ کے معنی ہیں "گھٹنوں کے بل بیٹھنے والا"۔

مرحوم طبرسیؒ نے مجمع البیان میں اس سورے کے ناموں میں سے ایک نام "سورۂ شریعت" بیان کیا ہے کیونکہ اس سورے کی آیت ۱۸ میں لفظ "شریعت" استعمال ہوا ہے[۱]۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قرآن مجید کو نازل کرنے والی ذات	۲۔ معرفت کے لئے اہلیت کا ہونا
۳۔ ایام اللہ کا بیان	۴۔ بنی اسرائیل کو عالمین پر فضیلت
۵۔ لفظ شریعت کا بیان	۶۔ جیسا کروگے ویسا بھروگے
۷۔ خواہشات نفسانی کو معبود بنانے کی مذمت	۸۔ انسان کے دو نامۂ اعمال، انفرادی اور اجتماعی
۹۔ مشرکین کو وعدۂ الٰہی کی یاد دہانی	۱۰۔ تجسیم اعمال کی دلیل
۱۱۔ ثنائے کامل کا حقدار صرف اللہ تعالیٰ	۱۲۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

سورۂ جاثیہ حروف مقطعات سے شروع ہونے والا چھبیسواں سورہ ہے اور حوامیم (وہ سورے جو "حاء، میم" سے شروع ہوتے ہیں) میں سے چھٹا سورہ ہے۔

۱۔ مجمع البیان، بحوالہ تسکین روح، ص ۲۶۶

قرآن مجید کو نازل کرنے والی ذات

☆ آیت ۲ میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اس مطلب کی تشریح اس سے پہلے بھی کئی مقامات پر گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ کئی سورتوں میں عموماً اور سورہ ہائے حوامیم میں خصوصاً کئی بار بیان فرمایا ہے کہ یہ قرآن خدائے دانا و حکیم کا نازل کردہ ہے۔

معرفت کے لئے اہلیت کا ہونا

☆ آیت ۳ سے ۵ تک سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ کی نشانیوں کے ذریعہ معرفت خدا حاصل کرنے کے لئے اہلیت اور قابلیت درکار ہوتی ہے اور وہ اہلیت تین چیزوں میں منحصر ہے: ایمان، یقین اور عقل۔ ان آیات کریمہ میں آسمان و زمین کی نشانیوں، انسانوں اور جانوروں کی کثرت اور دن رات کی آمد و رفت اور آسمان سے بارش کا نزول اور ہواؤں کے تغیر کو بیان کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ زمین و آسمان کی نشانیوں کو صاحبان ایمان سے مربوط کیا گیا ہے، انسانی خلقت اور جانوروں کی کثرت کو صاحبان یقین سے وابستہ کیا گیا ہے اور دن و رات کی آمد و رفت، آسمان سے رزق کی بارش اور ہواؤں کے تغیرات کو صاحبان عقل سے وابستہ کیا گیا ہے۔

ایسا کرنا شاید اس لئے ہے کہ پہلی بات بالکل واضح ہے۔ زمین و آسمان کی نشانیوں کے ذریعہ اللہ کی معرفت کے لئے صرف ایمان درکار ہے، دوسری بات پر سب کا ایمان ہے لیکن یقین کی ضرورت ہے اور تیسری بات کافی غور طلب ہے لہٰذا اس کا فیصلہ صاحبان عقل کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا ہے[1]۔

ایام اللہ کا بیان

☆ آیت ۱۴ میں ''ایام اللہ'' کا ذکر ہے۔ یوں تو سارے دن اللہ کے ہیں لیکن یہاں ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں جب اللہ نے سابق انبیاء کی قوموں میں سے مجرموں کو ان کے جرم کی وجہ سے سزا دی ہو اور انہیں آنے والی نسلوں کے لئے مقام عبرت قرار دیا ہو۔

بنی اسرائیل کو عالمین پر فضیلت

☆ آیت ۱۶ اور ۱۷ میں بنی اسرائیل کو کتاب، حکمت، نبوت، پاک و پاکیزہ رزق اور عالمین پر انہیں فضیلت دینے

۱۔ انوار القرآن، ص ۱۰۰۳

کو بیان کیا گیا ہے۔لفظ ''عالمین'' قرآن مجید میں کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے۔عالمین ''عالم'' کی جمع ہے اور خدا کے سوا ہر چیز کو ''عالَم'' کہا جاتا ہے۔اس مقام پر بنی اسرائیل کی فضیلت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل تھے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بنی اسرائیل ابتدائے عالم سے قیامت تک کی مخلوقات میں سب سے افضل ہیں (۱)۔

ان آیات میں بنی اسرائیل کی چھ خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے۔اس کے بعد ان کی نالائقی کا تذکرہ ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ دینِ خدا کا انکار علم کا نتیجہ نہیں بلکہ بغاوت و سرکشی کا نتیجہ ہے۔وہ چھ خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ **انہیں کتاب عطا کی:** یہاں کتاب سے مراد توریت اور انجیل ہیں۔

۲۔ **حکم عطا کیا:** حکم سے مراد حکومت اور قوت فیصلہ ہے۔

۳۔ **انہیں نبوت عطا کی گئی:** بعض روایات کے مطابق بنی اسرائیل میں ایک ہزار انبیاء مبعوث ہوئے (۲)۔

۴۔ **انہیں پاک و پاکیزہ رزق عطا کیا گیا:** اس رزق کی واضح مثال آسمان سے ''من و سلویٰ'' کا نزول ہے۔

۵۔ **انہیں عالمین پر فضیلت دی گئی:** اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے ان کے درمیان ایسے افراد پیدا کئے جو صاحبانِ فضل ہیں ورنہ بنی اسرائیل اپنے ذاتی اخلاق کے اعتبار سے تو بہت ہی پست اخلاق والے تھے۔

۶۔ **انہیں خدا نے اپنے امر (دین) کی کھلی نشانیاں عطا فرمائیں:** ان نشانیوں میں سے وہ مشہور معجزات ہیں جو بنی اسرائیل کے انبیاء کی صداقت پر بہترین دلیل ہیں جیسے عصائے موسیٰ وغیرہ۔

لفظِ شریعت کا بیان

☆ آیت ۱۸ میں لفظ ''شریعت'' آیا ہے۔شریعت عربی میں گھاٹ کو کہا جاتا ہے اور اسلام نے احکامِ الٰہی کے مجموعہ کو شریعت کا نام دیا ہے تاکہ واضح ہو کہ جس طرح دریا کا گھاٹ پیاسوں کی پیاس بجھانے کا ذریعہ ہے اسی طرح شریعت بھی معرفت کے متلاشی افراد کی تسکین کا ذریعہ ہے۔

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے

☆ آیت ۲۲ کے مطابق خداوند عالم نے زمین و آسمان کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے یعنی ان کی تخلیق میں ظلم کا شائبہ تک نہیں

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی، ص ۸۹۶

۲۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

ہے اور ہر نفس کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ یہ ان خیالات کی تردید ہے کہ بے دین افراد اپنی دنیاوی زندگی کو دیکھ کر یہ تصور کرتے ہیں کہ عالم و جاہل، دیندار اور بے دین سب برابر ہیں۔ اس تردید کا خلاصہ یہ ہے کہ ابھی آخرت کا حساب باقی ہے اور حقیقی فیصلہ ہونے والا ہے، وہ فیصلہ قیامت کے دن ہوگا جس دن بے دین افراد کو ان کے گناہوں کی سزا اور دیندار افراد کو ان کے نیک اعمال کی جزا دی جائے گی جہاں پر وہ نعمات الٰہیہ سے مستفید ہوں گے۔

خواہشات نفسانی کو معبود بنانے کی مذمت

☆ آیت ۲۳ کے مطابق انسانوں میں سے بعض ایسے ہیں جو خواہشات نفسانی کو اپنا معبود بنا لیتے ہیں۔ خواہشات نفسانی کو معبود بنا لینے کا مفہوم سمجھنے کے لئے پہلے معبود کی پہچان ضروری ہے۔ معبود کا مقام یہ ہے کہ اس کے ہر حکم کی بلا چون و چرا اس تعمیل کی جائے اور یہ شرف و منزلت صرف خدائے واحد و قہار کے لئے ہی مختص ہے لیکن انسان اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے یہی مقام و منزلت معبود حقیقی کی بجائے انہی خواہشات کو دیتا ہے اور نفع و نقصان کی پرواہ کئے بغیر ان خواہشات کی تکمیل میں ایسا مصروف ہو جاتا ہے کہ وہ معبود حقیقی کو مکمل فراموش کر دیتا ہے۔ اس کی اسی فراموشی کے نتیجہ میں خداوند عالم بھی اسے فراموش کر دیتا ہے اور اسے اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے، اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے اور اس کی بصارت پر گمراہی کے پردے ڈال دیتا ہے تو ایسے شخص کے لئے پھر کوئی ہستی ہدایت کا انتظام کرنے والی نہیں ہے۔ اسی مطلب کو حضرت علی علیہ السلام نے بہترین انداز میں بیان فرمایا ہے کہ "بے شک سب سے بڑا معبود جس کی دنیا میں پرستش کی جاتی ہے وہ ہوائے نفس (خواہشات نفس) ہے[1]۔

انسان کے دو نامۂ اعمال، انفرادی اور اجتماعی

☆ آیت ۲۸ اور ۲۹ کے مطابق قیامت کے دن ہر امت گھٹنے کے بل گری ہوئی ہوگی اور اسے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی طرف بلایا جائے گا اور ان کا نامہ اعمال انہیں دکھایا جائے گا۔ اس وقت آواز قدرت آئے گی کہ یہ ہماری وہ کتاب ہے جو تمہارے بارے میں حق بیان کرنے والی ہے کہ تم کیا کرتے تھے ہم اسے لکھواتے رہتے تھے۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن انسان کے دو نامہ اعمال ہوں گے ایک انفرادی نامہ عمل اور ایک اجتماعی نامہ عمل۔ ان اعمال کا حساب الگ ہوگا جن کے ارتکاب میں پوری امت ملوث ہو جیسا کہ جرم تو ایک شخص سے سرزد

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، ابو منصور، ص ۷۴۸

ہوتا ہے لیکن اس جرم پر خوش ہونا اور اس جرم کے خلاف آواز بلند نہ کرنا اجتماعی جرم شمار ہوتا ہے جس میں پوری قوم شامل ہوتی ہے، یہ جرم پوری قوم کے نامۂ عمل میں لکھا جائے گا۔ قیامت کے دن تمام اعمال دکھائے جائیں گے کیونکہ انسان دنیا میں جو بھی عمل انجام دیتا ہے وہ ثبت اور محفوظ ہو جاتا ہے یعنی اسے لکھ لیا جاتا ہے۔

مشرکین کو وعدۂ الٰہی کی یاد دہانی

☆ آیت ۳۲ کے مطابق جب مشرکین کو وعدۂ الٰہی کی حقانیت اور قیامت کی آمد کی خبر دی جاتی ہے اور جب کہا جاتا ہے کہ قیامت ایک ایسی حقیقت ہے جو قابل شک و تردید نہیں ہے چونکہ قیامت نہ ہونے کی صورت میں یہ جہاں بے معنی اور عبث کھیل بن جاتا ہے تو مشرکین اس حقیقت کو قبول کرنے کی جگہ انتہائی بے اعتنائی کے ساتھ کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا چیز ہے؟ وہ سمجھتے تو تھے قیامت کسے کہتے ہیں مگر وہ از روئے بے اعتنائی کہتے تھے کہ ہمیں گمان سا ہوتا ہے کہ قیامت ہوگی لیکن ہمیں قیامت پر یقین نہیں ہے۔ قیامت کے دن وہ ان تمام باتوں کا مشاہدہ کریں گے جن کا انکار کرتے تھے اور اپنے تکبر کی سزا پائیں گے۔

تجسیم اعمال کی دلیل

☆ آیت ۳۳ تجسیم اعمال (انسانی اعمال کا قیامت کے دن مجسم ہونا) پر بہترین دلیل ہے جس میں خداوند عالم نے فرمایا کہ اس دن جن لوگوں نے آیات الٰہی اور دین الٰہی کا مذاق اڑایا ہوگا ان پر ان کے اعمال کی برائیاں ظاہر ہوں گی۔ پس یہ آیت بھی ان آیات میں سے ہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعمال مٹ نہیں جاتے اور قیامت کے دن خود عمل کو حاضر کیا جائے گا۔

ثنائے کامل کا حقدار صرف اللہ تعالیٰ

☆ آیت ۳۶ کے مطابق تمام تعریفیں اور ثنائے کامل اللہ تعالیٰ کے لئے مختص ہیں۔ اس سورۂ مبارکہ میں مذکور تمام حقائق کا نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ تمام تعریفیں اور ثنائے کامل صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں چونکہ اس سورۂ مبارکہ میں بیان شدہ تمام حقائق اس بات پر مبنی ہیں کہ اس کائنات کا خالق، رب، مالک اور اس کا مدبر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ پس اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام تعریفیں اللہ کے ساتھ مختص ہیں۔ کسی غیر اللہ کو اس عنوان سے حمد کا لائق نہیں ٹھہرایا جا سکتا کہ وہ خالق، رب اور مدبر ہے۔

فضائل وخصوصیات:

عیبوں پر پردہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ حٰمٓ الْجَاثِيَةِ سَتَرَ اللهُ عَوْرَتَهُ وَسَكَّنَ رَوْعَتَهُ عِنْدَ الْحِسَابِ[۱]

جو شخص سورۂ جاثیہ کی تلاوت کرے گا خدا اس کے تمام عیبوں پر پردہ ڈالے گا اور قیامت کے دن حساب کے وقت اس کے دل میں کوئی خوف وحزن نہ ہوگا۔

جہنم کی ڈھال: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْجَاثِيَةِ كَانَ ثَوَابُهَا اَنْ لَا يَرَى النَّارَ اَبَدًا وَ لَا يَسْمَعَ زَفِيْرَ جَهَنَّمَ وَ لَا شَهِيْقَهَا وَ هُوَ مَعَ مُحَمَّدٍ[۲]

جو شخص سورۂ جاثیہ کی تلاوت کرے گا اس کا ثواب یہ ہوگا کہ وہ کبھی بھی جہنم کو نہیں دیکھے گا اور جہنم کا شور وشرابہ نہیں سنے گا اور اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی نصیب ہوگی۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۴۸

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۶۶

سورۂ احقاف کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ احقاف

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
احقاف	26	46	66	مکہ مکرمہ	35	04	2668	648

☆ سورۂ احقاف موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا چھیالیسواں (۴۶) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے چھیاسٹھواں (۶۶) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی ۲۱ ویں آیت کی مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ احقاف'' رکھا گیا ہے۔''احقاف'' عربی میں ''اونچے ریگستان'' کو کہا جاتا ہے اور یہ قوم عاد کی سرزمین کا نام بھی ہے۔

منتخب موضوعات

۱۔ عظمت قرآن مجید	۲۔ تمام مخلوقات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ
۳۔ کفار کے اعتراض کا جواب	۴۔ عبداللہ ابن سلام کا ایمان لانا
۵۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم	۶۔ فسق و فجور کی کثرت کا نتیجہ
۷۔ جنات کا ایمان لانا	۸۔ اولوالعزم انبیاء کا تذکرہ
۹۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

عظمت قرآن مجید

یہ سورہ ''حوامیم'' میں سے ساتواں اور آخری سورہ ہے۔ وہ سورے جن کی ابتدا ''حا میم'' سے ہوئی ہے ان میں سے اکثر میں قرآن مجید کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے کفار کے اس اعتراض کو رد کیا گیا ہے جو کہتے تھے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام نہیں بلکہ محمد ﷺ نے خود گھڑ لیا ہے۔ لہٰذا ان کے اس اعتراض کے جواب میں اس سورے کی ابتدا میں بھی قرآن مجید کو اللہ کی طرف سے نازل کئے جانے کو بیان کیا گیا ہے۔

تمام مخلوقات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ

☆ آیت ۳ اور ۴ کے مطابق زمین و آسمان اور اس کے درمیان جو بھی مخلوق ہے ان سب کو اللہ ہی نے خلق کیا ہے اور حق کے ساتھ خلق کیا ہے یعنی اس کائنات کو بے مقصد اور عبث خلق نہیں کیا بلکہ اس کی خلقت کے پیچھے ایک حکیم پروردگار کی حکمت کارفرما ہے۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اس کائنات کو بے مقصد خلق کیا گیا ہے ان پر اس کی غرض وغایت قیامت کے دن ظاہر ہوگی جہاں عدالت الٰہی میں حاضر ہو کر اس غرض خلقت کا جواب دینا ہوگا۔

یاد رہے کہ اس کائنات کی خلقت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ ان آیات میں خداوند عالم نے خلقت کائنات کو بیان کرنے کے بعد مشرکین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جن بتوں کی طرف تم تدبیر کائنات کی نسبت دیتے ہو ذرا انہیں بھی دکھلاؤ کہ انہوں نے کیا کچھ خلق کیا ہے۔ اس مقام پر بت پرستوں کو اس نکتہ کی طرف متوجہ کیا گیا کہ ہے کہ بتوں کی خدائی کی بنیاد کس عقل و منطق پر ہے۔ خدا خالق و مالک کو کہا جاتا ہے تو یہ بت زمین میں کس شے کے خالق ہیں یا آسمان میں ان کا حصہ کیا ہے۔ پھر اگر تم نے خالقیت و مالکیت کا مشاہدہ نہیں بھی کیا ہے تو ان کا ذکر کسی خدائی کتاب میں دکھلا دو یا علم و عقل کا کوئی حصہ ہی لے آؤ جو تمہارے ہاتھ آ گیا ہو جس کی بنا پر تم انہیں خدا مانتے ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو صاحب عقل کو بہر حال سوچنا چاہیے کہ اگر یہ قابل عبادت ہیں تو وہ ہاتھ کیوں قابل عبادت نہیں ہیں جنہوں نے ان کو تراشا اور تیار کیا ہے[1]۔

کفار کے اعتراض کا جواب

☆ آیت ۹ میں ان کفار و مشرکین کو جواب دیا گیا ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتے ہوئے کہتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں ہوتا؟ تا کہ رسول کے ساتھ فرشتہ بھی لوگوں کو تنبیہ کیا کرے یا اس کے لیے کوئی خزانہ نازل کر دیا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھالیا کرتا۔ ان کے اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ اے رسول! کہہ دیجئے کہ میں پہلا رسول نہیں ہوں جو انسان کی شکل میں آیا ہو بلکہ مجھ سے پہلے بھی میری طرح کے ہی رسول مبعوث ہوئے تھے، وہ بھی کھاتے پیتے تھے اور ان کے ساتھ بھی فرشتے نازل نہیں ہوتے تھے۔

البتہ میرے رسول ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اللہ سے ہٹ کر کوئی مستقل چیز ہوں، میں جو کچھ ہوں وہ اللہ کی

1۔ انوار القرآن، ص ۱۰۱۱

وحی کے نتیجہ میں ہوں اور میرا علم اسی اللہ کا عطا کردہ ہے، میں تو صرف تمہیں گمراہی اور ضلالت میں مبتلا ہونے سے ڈرانے والا ہوں اور تمہیں تنبیہ کرنا میری ذمہ داریوں میں سے اہم ذمہ داری ہے۔

عبداللہ ابن سلام کا ایمان لانا

☆ آیت ۱۰ میں بنی اسرائیل کے گواہ سے مراد عبداللہ ابن سلام ہے جو بنی اسرائیل کا بڑا عالم تھا۔ قرآن مجید کی آیات کو سن کر وہ ایمان لایا اور اس نے کہا کہ اس کی آیات بالکل توریت سے ملتی جلتی ہیں۔ جب عبداللہ ابن سلام کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوال کرتا ہوں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درست جوابات دیئے تو آپ سچے پیغمبر ہیں۔ عبداللہ ابن سلام کے سوالات اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قیامت کے آنے کی پہلی نشانی کیا ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ: مشرق کی طرف سے ایک آگ پیدا ہوگی جو تمام خلقت کو مغرب کی طرف لے جائے گی۔

۲۔ اس کا دوسرا سوال یہ تھا کہ بہشت میں سب سے پہلے کیا چیز کھانے کو ملے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ بہشت میں سب سے پہلے مچھلی کی کلیجی کھانے کو ملے گی۔

۳۔ اس نے آخری سوال یہ کیا کہ بعض بچے ماں کے اور بعض باپ کے مشابہ کیوں ہوتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مرد کی منی پہلے نکلے تو باپ کے اور اگر عورت کی منی پہلے خارج ہو تو ماں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ یہ سن کر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فوراً ایمان لے آیا۔ ان کے ایمان لانے پر یہودی انہیں بھی برا بھلا کہنے لگے (۱)۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم

☆ آیت ۱۵ میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، خاص طور پر ماں کا تذکرہ اس کی زحمتوں اور مشقتوں کے ساتھ کیا گیا ہے، یوں اس آیت میں باپ کا تذکرہ ایک مرتبہ اور ماں کا ذکر تین بار آیا ہے۔ اور اسی آیت سے مدت حمل کا کم سے کم چھ ماہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت پر غور کیا جائے تو چند نکات سمجھ میں آتے ہیں کہ:

- توحید کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم قابل توجہ ہے۔

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی، ص ۹۰۳

- ماں کا حق باپ سے تین گناہ زیادہ ہے۔
- کم از کم مدت حمل چھ ماہ ہے۔
- دو سال رضاعت کی مدت ہے۔
- رشد عقلی کی صورت میں انسان مقام شکر پر فائز ہوتا ہے۔
- نیک عمل اور نیک اولاد کی دعا کرنی چاہیے۔

فسق و فجور کی کثرت کا نتیجہ

☆ آیت ۲۶ میں اہل مکہ سے خطاب کرتے ہوئے خداوند عالم نے بیان فرمایا ہے کہ ہم نے احقاف والوں کو ایسی قدرت، اقتدار اور مال و دولت دی تھی جو تمہیں نہیں دی۔ ہم نے احقاف والوں کو حق شناسی کے تمام اسباب فراہم کیے تھے۔ سماعت اور بصارت، عقل کے لیے آلۂ کار ہیں اور جب عقل پر خواہشات و دیگر منفی عوامل غالب آجاتے ہیں تو یہ آلۂ کار اپنے مقاصد پورے نہیں کر سکتے۔ آواز کانوں میں تو جاتی ہے لیکن معانی و مطالب کو عقل وصول نہیں کرتی۔ اسی طرح نقش آنکھوں میں آجاتا ہے مگر عقل حقائق کو اپنی گرفت میں نہیں لیتی۔

اس آیت کے مطابق انسان کے فسق و فجور کی کثرت کی وجہ سے اس کی آنکھیں، کان اور دل مردہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کی واضح آیات کا انکار کر کے عذاب الٰہی کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

جنات کا ایمان لانا

☆ آیت ۲۹ سے ۳۲ تک میں جنات کے ایک گروہ کا تذکرہ کیا گیا ہے جو قرآن مجید کی آیات کو سن کر ایمان لائے اور اپنی قوم کو بھی ایمان لانے کی تبلیغ کرتے رہے تا کہ اللہ ان کے گناہوں کو بخش دے اور قیامت کے دن دردناک عذاب سے ان کو نجات ملے۔

ان آیات میں سے پہلی آیت کے شان نزول کے بارے میں ابن عباسؓ اور سعید ابن جبیرؓ کی روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کے لوگوں سے ناامید ہو کر واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''بطن نخلۃ'' نامی جگہ پر فجر کی نماز میں قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اس وقت وہاں سے جنات کے ایک قافلے کا گزر ہوا تو انہوں نے قرآن کی تلاوت سنی (۱)۔

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت سورہ بحث

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر جنات کا ذکر کیا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ایک مستقل مخلوق ہے جس کے حالات انسانوں کے حالات سے ملتے جلتے ہیں۔ اس قوم کی تفصیل ''سورۂ جن'' میں بیان کی جائے گی۔ ان آیات کے مطابق آیات قرآنی کو سنتے ہی نہ صرف خود ایمان لائے بلکہ اپنی قوم کو بھی داعی الٰہی (رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز پر لبیک نہ کہنے کے نتائج سے بھی باخبر کرنے لگے۔

واضح رہے کہ جنات کے وجود کا ثابت ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ جتنے واقعات جنات کی طرف منسوب کر کے بیان کئے جاتے ہیں وہ سارے صحیح ہوں۔ ان واقعات کی اکثریت انسان کے وہم و گمان کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا اثر صرف جاہل عوام پر ہوتا ہے اور انہیں پر جنات آتے رہتے ہیں ورنہ صاحبان علم و فضل پر ان جہالتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔

اولوالعزم انبیاء کا تذکرہ

☆ آیت ۳۵ میں الوالعزم انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ آیا ہے جن سے مراد صاحب شریعت رسول ہیں۔ ''عزم'' در حقیقت حکم اور شریعت کے معنی میں ہے اور اولوالعزم یعنی وہ پیغمبر جو مستقل اور نیا آئین اور شریعت لائے۔ روایات میں اولو العزم انبیاء کیلئے کچھ شرائط بیان کئے گئے ہیں:

- عالمی دعوت کا علمبردار ہونا اس طرح کہ انس و جن دونوں شامل ہوں (۱)۔
- صاحب دین و شریعت ہونا (۲)۔
- صاحب کتاب ہونا (۳)۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے صرف پانچ انبیاء ان تمام خصوصیات کے حامل ہوئے ہیں یعنی وہ سب علمی دعوت دے رہے تھے، صاحب کتاب بھی تھے اور صاحب شریعت بھی۔ ان انبیاء کے نام حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں (۴)۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۱۱، ص ۳۵۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۱۱، ص ۳۵۔

۳۔ علل الشرائع، ج ۱، ص ۱۳۹، باب ۱۰۱

۴۔ بحار، ج ۱۱، ص ۳۲

روایات میں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی کتاب کو "صحف (۱)" کہا گیا ہے اور توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اور قرآن مجید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب ہے۔ البتہ ہر نبی جو صاحب کتاب ہو اس کا اولوالعزم ہونا ضروری نہیں جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اگرچہ آسمانی کتاب والے تھے لیکن ان کی کتاب "زبور" مستقل احکام اور شریعت پر مشتمل نہیں تھی جیسا کہ حضرت آدم، حضرت شیث، اور حضرت ادریس علیہم السلام بھی صاحب کتاب تھے لیکن اولوالعزم نہیں تھے (۲)۔

فضائل وخصوصیات:

دنیا وآخرت میں خوف سے محفوظ رہنا: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ كُلَّ لَيْلَةٍ أَوْ كُلَّ يَوْمِ جُمُعَةٍ سُورَةَ الْأَحْقَافِ لَمْ يُصِبْهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِرَوْعَةٍ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَآمَنَهُ مِنْ فَزَعِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِنْ شَاءَ اللهُ (۳)

جو شخص ہر رات یا ہر جمعہ کو سورۂ احقاف کی تلاوت کرتا ہے، خداوند عالم اس سے دنیا کی وحشت اور خوف اٹھالیتا ہے اور قیامت کے دن کی وحشت سے بھی وہ اس کی امان میں آجاتا ہے۔

بلندی درجات: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْأَحْقَافِ أُعْطِيَ مِنَ الْأَجْرِ بِعَدَدِ كُلِّ رَمْلٍ فِي الدُّنْيَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمُحِيَ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ (۴)

جو شخص سورۂ احقاف کی تلاوت کرے گا اسے دنیا میں موجود ریت کے ہر ذرے کے حساب سے دس نیکیاں دی جائیں گی اور دس برائیاں مٹائی جائیں گی اور دس درجے بلند کئے جائیں گے۔

☆☆☆☆☆

۱۔ سورۂ اعلیٰ، آیت ۱۹۔

۲۔ المیزان، ج ۲، ص ۱۳۲

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۷، ص ۴۱۱

۴۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۴۸

سورۂ محمد کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ محمد

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
محمد	26	47	95	مدینہ منورہ	38	04	2424	542

☆سورۂ محمد موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا سینتالیسواں (۴۷) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے پچانوے واں (۹۵) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی دوسری آیت میں چونکہ رسول خدا ﷺ کا نام "محمد" آیا ہے اس لئے اسے "سورۂ محمد" کہا گیا ہے۔ اس سورے میں جہاد کا حکم بیان ہوا ہے جس کے لئے لفظ "قتال" استعمال ہوا ہے۔ اس وجہ سے اسے "سورۂ قتال" بھی کہا جاتا ہے[1]۔

منتخب موضوعات:

۱۔ دشمنان اسلام کے ذکر سے شروع ہونے والے سورے	۲۔ ایمان و کفر اختیار کرنے کا نتیجہ
۳۔ جہاد کا حکم اور بعض جنگی اصول	۴۔ اہل جنت کا مقام
۵۔ رسول ﷺ کی محفل میں بیٹھنے والے بعض لوگوں کی کیفیت	۶۔ مومن اور منافق کی پہچان کا طریقہ
۷۔ رشتے داروں سے قطع تعلق، لعنت پروردگار کا باعث	۸۔ دعوت تدبر
۹۔ مرتد اور کافر کا ذکر	۱۰۔ قبر میں منافق کی پہلی رات
۱۱۔ منافقین کی سازشیں	۱۲۔ حق کا انکار باعث ذلت وخواری
۱۳۔ بخل و کنجوسی کا نقصان	۱۴۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

☆اس سورے میں پہلی بار جہاد و قتال کا حکم نازل ہوا ہے اور ساتھ ساتھ انفاق (راہ خدا میں خرچ کرنے) پر بھی زور

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۱، ص ۳۴۵

دیا گیا ہے اور منافقین کا بھی ذکر ہے۔ اس سورے کے مضامین اچھے اور برے لوگوں کے تقابل پر مشتمل ہیں۔ یہاں پر ہم ان میں سے بعض مضامین کی طرف اشارہ کریں گے:

دشمنان اسلام کے ذکر سے شروع ہونے والے سورے

☆ قرآن مجید کے ایک سو چودہ سوروں میں سے گیارہ سورے ایسے ہیں جو دشمنان اسلام (کافر، منافق، مشرک) کے تذکرے سے شروع ہو رہے ہیں۔ وہ سورے مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ سورۂ انعام:

"...ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ "پھر بھی یہ کافر (دوسرے دیوتاؤں کو) اپنے رب کے برابر لاتے ہیں۔"

2۔ سورۂ توبہ:

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ "اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے (اعلان) بیزاری ہے ان مشرکوں کی طرف جن سے تمہارا معاہدہ تھا۔"

3۔ سورۂ احزاب:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ "اے نبی اللہ سے ڈریں اور کفار اور منافقین کی اطاعت نہ کریں۔"

4۔ سورۂ محمد:

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ "جنہوں نے کفر اختیار کیا اور راہ خدا میں رکاوٹ ڈالی اللہ نے ان کے اعمال حبط کر دیے۔"

5۔ سورۂ ممتحنہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ "اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ"

6۔ سورۂ منافقون:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ... "منافقین جب آپ کے پاس آتے ہیں......"

7۔ سورۂ معارج:

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ "ایک سوال کرنے والے نے عذاب کا سوال کیا جو واقع ہونے ہی والا ہے۔"

8۔ سورۂ بیّنہ:

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ "اہل کتاب اور مشرکین میں

قیامت کے دن خدا کے غیر کی بندگی کرنے والے اور ان کے اہل وعیال خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ ایسے لوگوں کے لئے آگ ہی آگ ہے، الہٰذا اے میرے بندو! میری بندگی اختیار کرو تا کہ قیامت کے دن تم نجات پا سکو۔

حق کو قبول کرنے والے دل

☆ آیت ۲۲ کے مطابق جس شخص کا سینہ حق بات کو قبول کرنے کے لئے آمادہ اور کشادہ ہو تو اللہ کی توفیقات اس کے شامل حال ہوتی ہیں اور وہ نور خدا کے حصار میں آجاتا ہے جس کی وجہ سے بہت سے پردے ہٹ جاتے ہیں۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں، بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے دل حق بات کو قبول کرنے کے لئے آمادہ اور تیار نہیں ہیں۔

روایت میں ہے کہ کشادہ دل لوگوں سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور حضرت حمزہ علیہ السلام ہیں اور سنگ دل افراد سے مراد ابولہب اور اس کی اولاد ہے(۱)۔

قرآن مجید کی آیات سننے کا اثر

☆ آیت ۲۳ کے مطابق جن کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے وہ جب قرآنی آیات کو سنتے ہیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ پھر ان کے اثرات کو اپنے شعور میں محسوس کرتے ہیں اور اس سے ان کی روح کو سکون ملتا ہے لیکن جن کے دل خوف خدا کی نعمت سے محروم ہیں وہ موسیقی وغیرہ سن کر وجد میں آتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں یہ لوگ قرآن سے دور ہوجاتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہر قسم کی مثالوں کا موجود ہونا

☆ آیت ۲۷ سے ۲۹ تک کے مطابق قرآن مجید میں ہر قسم کی مثالیں خداوند عالم نے بیان کی ہیں تا کہ نصیحت حاصل کرنے والے ان مثالوں کے ذریعے نصیحت حاصل کریں۔ یہ مثالیں قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں جس میں کوئی عیب نہیں اور وہ واضح، آسان اور عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔

یہاں پر خداوند عالم نے مشرک اور موحد کی ایک بہترین مثال بیان کی ہے۔ مثال یہ ہے کہ ایک غلام ہے اس کے دو بد خصلت مالک ہیں۔ چونکہ دونوں بدخواور بدخصلت ہیں اس لیے اس غلام سے کام لینے میں ایک مالک، دوسرے مالک کی خواہشات اور احکام کا خیال نہیں رکھتا۔ اسی طرح دوسرا بدخصلت مالک بھی صرف اپنی سوچتا ہے دوسرے کا خیال نہیں رکھتا۔ ان دو

۱۔ انوار القرآن، حاشیہ آیت مورد بحث

بارگاہ میں قبول ہے۔اس کامیابی اور ناکامی کی بنیادی وجہ حق و باطل کی پیروی ہے۔حق کے پیروکار ہمیشہ سربلند اور کامیاب ہوتے ہیں اور اہل باطل کے مقدر میں نابودی، تباہی اور حبط اعمال ہے۔

جہاد کا حکم اور بعض جنگی اصول

☆ آیت ۴ میں جہاد کا حکم دیا جا رہا ہے کہ کافروں کے ساتھ جنگ کی نوبت آنے کی صورت میں جب میدان جنگ میں کافروں کا سامنا ہو جائے تو درج ذیل جنگی حکمت عملی پر عمل کیا جائے:

پہلا حکم یہ ہے کہ دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے اور میدان جنگ میں دشمن کی طاقت پر ضرب لگانا ہی جنگ ہے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ دشمن کو کچلنے کے بعد بچے کھچے لوگوں کو قیدی بنانے کی اجازت ہے۔اس کے بعد احسان کے طور پر بغیر فدیہ لیے یا فدیہ لے کر قیدی کو چھوڑا جا سکتا ہے۔

اس آیت کے مطابق جنگی حکمت عملی کے تحت لڑائی میں فتح و شکست کا فیصلہ ہونے سے پہلے قیدی بنانے کی ممانعت ہے کیونکہ عین لڑائی کے دوران قیدی بنانا شروع کیا جائے تو درج ذیل نقصانات کا اندیشہ ہوتا ہے کیونکہ:

الف: اگر جنگ کے دوران قیدی بنانا جائز ہو جائے تو لشکر کی طاقت کا ایک حصہ قیدی بنانے پر صرف ہو جائے گا اس طرح طاقت کا توازن بگڑ سکتا ہے۔

ب: قیدی بننے کا خطرہ قتل سے کم ہے اس لیے دشمن کو اس سے نفسیاتی طور پر فائدہ مل جاتا ہے۔

ج: یہ بات حربی حکمت عملی کے بھی منافی ہے کہ دشمن قتل کرے اور دوسری طرف قتل کی جگہ قیدی بنایا جائے۔

د: دوران جنگ قیدی بنانے پر پابندی اس لیے بھی ضروری ہے کہ لوگ فدیہ حاصل کرنے یا غلام بنانے کے لالچ میں اصل مقصد کو فراموش نہ کریں۔

ھ: اسلامی حربی قوانین کے تحت حکم یہ ہے کہ دوران جنگ دشمن کو قتل کیا جائے، قیدی نہ بنایا جائے اور دشمن کی طاقت کچلنے کے بعد بچے کھچے لوگوں کو اسیر بنایا جائے، قتل نہ کیا جائے۔اس طرح جنگ میں مقابل کو قتل نہ کرنا اور جنگ کے بعد اسیر کو قتل کر دینا دونوں جرم ہیں۔

اس کے علاوہ اگر جہاد اور اسلام کے جنگی قوانین اور تفصیلات کو معلوم کرنا چاہیں تو قرآن مجید کی تفاسیر کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے تاکہ بہتر انداز میں سمجھ سکیں۔ہم اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔البتہ یہ بات ذہن میں رہے کہ اس سورہ میں بہت سی آیات جہاد سے ہی متعلق ہیں۔

اہل جنت کا مقام

☆ آیت ٦ میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اہل جنت کو اپنا مقام پہلے ہی سے معلوم ہوتا ہے جس کا بہترین نمونہ میدان کربلا میں شب عاشور کو دیکھنے میں آیا جب امام حسین علیہ السلام نے اصحاب کو جنت میں ان کے مقامات دکھائے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں بیٹھنے والے بعض لوگوں کی کیفیت

☆ آیت ١٦ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں بیٹھنے والے بعض ایسے افراد (اصحاب) کا ذکر ہے جو محفل کے ختم ہوتے ہی دوسروں سے پوچھنے لگتے تھے کہ ابھی رسول کیا کہہ رہے تھے۔ یہ ایسے لوگ تھے جو گمراہی میں مبتلا تھے اور ہدایت کو قبول نہ کرنے والے تھے لہٰذا ایسے لوگوں کو اللہ نے خواہشات کی پیروی کی وجہ سے اپنے حال پر چھوڑ دیا اور ان کے دلوں پر مہر لگائی گئی۔ اللہ ابتداءً ایسا نہیں کرتا بلکہ خواہشات کی پیروی کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے ہاتھ اٹھالیتا ہے۔

مومن اور منافق کی پہچان کا طریقہ

☆ آیت ٢٠ اور ٢١ میں منافق اور مومن کی پہچان کا ایک طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ مومن کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی ایسا سورہ نازل ہو جس میں جہاد کا حکم ہو تا کہ وہ جہاد کا شرف حاصل کرے جبکہ منافق ابتدا میں تو بڑھ چڑھ کر جہاد کی باتیں کرتا ہے لیکن جہاد کا حکم آنے کے بعد اپنے اس اقرار پر باقی نہیں رہتا بلکہ پریشان ہو کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے دیکھنے لگتا ہے کہ جیسے اس پر موت کی غشی طاری ہوگئی ہو(١)۔

رشتے داروں سے قطع تعلق، لعنتِ پروردگار کا باعث

☆ آیت ٢٢ اور ٢٣ کے مطابق وہ افراد جو اقتدار ملنے کے بعد زمین پر فساد پھیلاتے ہیں اور رشتہ داروں سے تعلقات کو قطع کرتے ہیں، ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے اور ایسے لوگوں کو اللہ نے بہرہ اور اندھا کر دیا ہے۔ اہل بیت اطہار علیہم السلام سے منقول بعض روایات میں ہے کہ "یہ آیت بنی امیہ کے بارے میں ہے کہ جب انہوں نے زمام حکومت سنبھالی تو نہ تو کسی چھوٹے پر رحم کیا اور نہ ہی کسی بڑے پر حتیٰ کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی موت کے گھاٹ اتارنے سے نہیں چوکے(٢)۔ یہ اسی حکومت اور اقتدار کا نشہ تھا جس میں اندھا ہو کر حجاج ابن یوسف نے کہا تھا کہ "جو کوئی مجھ سے کہے کہ اللہ کا خوف کرو، میں اس کی گردن اڑا دوں گا(٣)۔"

١۔ بلاغ القرآن، ص ٦٩٠

٢۔ انوار القرآن، ص ١٠٣٣

٣۔ بلاغ القرآن، ص ٦٩٠

دعوت تدبر

☆ آیت ۲۴ میں قرآن مجید میں تدبر کرنے کی دعوت دی گئی ہے جیسا کہ بعض دوسرے مقامات پر قرآن مجید میں تفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ تدبر اور تفکر میں فرق یہ ہے کہ تدبر عمل کے نتیجہ پر غور کرنے جبکہ تفکر اسباب پر غور کرنے کا نام ہے[1]۔

مرتد اور کافر کا ذکر

☆ آیت ۲۵ اور ۲۶ تک مرتد اور کافروں کا ذکر ہے کہ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حق پر بھی دنیاوی مفادات کی خاطر راہ حق سے انحراف کیا۔ ان کے اس انحراف کے پیچھے اصل محرک شیطان ہے جو اچھائی اور برائی کی تمیز کو سلب کر کے اور لمبی لمبی آرزوؤں کے ذریعے انہیں بہکاتا ہے۔ اس کے بعد ان منافقین اور یہودیوں کے درمیان خفیہ معاہدہ کا ذکر ہے کہ یہ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت اور ان کے خلاف سازشیں کرنے کے لئے آپس میں اتحاد کر لیتے ہیں اس کے علاوہ دیگر امور میں ان دونوں گروہوں کے راستے الگ الگ ہو جاتے ہیں۔

قبر میں منافق کی پہلی رات

☆ آیت ۲۷ اور ۲۸ کے مطابق بعض افراد کی روح قبض کرنے کے بعد فرشتے انہیں عذاب دے رہے ہوں گے کیونکہ ان لوگوں نے دنیا میں ایسی باتوں کو مانا جو اللہ کو ناراض کرنے والی تھیں اور وہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے سے بیزاری اختیار کرتے تھے لہٰذا اللہ نے ان کے تمام اعمال کو حبط کر دیا۔ روایات کے مطابق یہ آیات منافقین کی قبر میں پہلی رات کی کیفیت کو بیان کر رہی ہیں کہ منافق جب سامنے آتا ہے تو نفاق لے کر آتا ہے اور واپس جاتے ہوئے سازشوں کا ارادہ لے کر جاتا ہے لہٰذا قبر میں جب پہلی رات وہ پیش ہوگا تو فرشتے اس کے منہ اور پیٹھ دونوں کو مسلسل عذاب کا نشانہ بنائیں گے[2]۔

منافقین کی سازشیں

☆ آیت ۲۹ اور ۳۰ کے مطابق منافقین، اسلام کے خلاف سازشیں ترتیب دے کر اپنے کینہ وعداوت کو تسکین دینے کی کوشش کر کے یہ خیال کرتے تھے کہ یہ باتیں صیغہ راز میں رہیں گی، رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو اس عداوت

---

[1] انوار القرآن، ص ۱۰۲۳

[2] انوار القرآن، ص ۱۰۲۴

اور کینے سے ہم آگاہ نہیں ہونے دیں گے۔ منافقوں کے اس تصور کا جواب دیتے ہوئے قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ اے رسول! اگر ہم چاہتے تو ان منافقین کے کینوں اور سازشوں کو واضح کرتے، آپ ان منافقین کو ان کے چہروں اور ان کے کلام کے لہجے سے پہچان لیں گے۔ لیکن اللہ نے ایسا نہیں چاہا تو اس میں خود ان منافقین کا فائدہ ہے۔ البتہ بعض مواقع پر ان منافقین کے چہروں کا تعارف بھی کرایا اور بعض کو آخر تک راز ہی رہنے دیا جیسا کہ جنگ تبوک سے واپسی پر ایک گھاٹی کے پاس جن منافقین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی مذموم سازش تیار کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''حضرت حذیفہ یمانیؓ'' کو ان منافقین کے نام بتادیئے تھے اسی لئے وہ ''صاحب سِرّ رسول'' یعنی رسول کے رازدار ساتھی کے لقب سے مشہور ہیں۔

آیت میں منافقین کی پہچان کا ایک طریقہ ''ان کا اندازِ کلام'' بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں صحابی رسول ابوسعید خدریؓ کی ایک روایت مشہور ہے کہ ''اندازِ کلام'' سے مراد حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ بغض ہے، ہم عہد رسالت میں منافقین کو علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ بغض سے پہچانا کرتے تھے (۱)۔

ایک روایت میں حضرت عبادہ ابن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم اپنی اولاد کو علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی محبت سے جانچتے تھے اگر کوئی بچہ علی علیہ السلام سے محبت نہیں کرتا تو ہم سمجھتے کہ یہ بچہ پاکیزہ نہیں ہے۔ (۲)

حق کا انکار باعث ذلت وخواری

☆ آیت ۳۲ اور ۳۳ کے مطابق جن لوگوں نے حق کے ظاہر ہونے اور ہدایت کے آنے کے بعد اس حق کا انکار اور ہدایت سے فرار اختیار کیا، اپنی زندگی میں لوگوں کو اللہ اور رسول کی راہ کی پیروی کرنے سے روکا وہ ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں اور ان کے اعمال اکارت اور ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ مومنین کو بھی متنبہ اور ہوشیار کیا جارہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں کوتاہی نہ کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ کفار کی طرح تمہارے اعمال بھی ضائع ہو جائیں۔ وہ اسباب وعوامل جو انسان کے اعمال کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں یا انہیں نیست ونابود کر دیتے ہیں، بہت ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

- احسان جتانا اور تکلیف پہنچانا: جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۶۴ میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۱۔ ملاحظہ ہو، مسند احمد ابن حنبل، باب الفضائل، بحوالہ بلاغ القرآن، ص ۶۹۱

۲۔ بلاغ القرآن، ص ۶۹۱

- خود پسندی: یہ بھی ایک عامل ہے جو آثارِ عمل کو مٹا دیتا ہے، لہٰذا حدیث میں ہے کہ "خود پسندی نیکیوں کو یوں ختم کر دیتی ہے، جس طرح آگ ایندھن کو (۱)۔"
- حسد: حسد بھی نیکیوں کے ضائع ہونے کا ایک سبب ہے اور اس کے بارے میں بھی حدیث میں تقریباً وہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو عجب و خود پسندی کے بارے میں استعمال ہوئے ہے۔
- ریاکاری (دکھاوا): وہ عوامل جو انسان کے اعمال کے ضائع ہونے کا سبب بنتے ہیں ان میں سے ایک ریا کاری بھی ہے جس کا مشاہدہ ہم اپنے معاشرہ میں روز کرتے ہیں۔

☆ آیت ۳۶ میں دنیا کی زندگی کی بے وقعتی کو بیان کرتے ہوئے دنیاوی زندگی کو کھیل تماشے سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ اس مطلب کو پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے۔

بخل و کنجوسی کا نقصان

☆ آیت ۳۷ اور ۳۸ کے مطابق اللہ اگر کسی انسان سے مال طلب کرے یعنی زکوۃ جیسے واجبات مالی کے ادا کرنے کا حکم دے تو اس وقت بہت سے افراد بخل سے کام لیتے ہوئے اللہ کے احکام کی نافرمانی کریں گے۔ ان کے اس بخل اور کنجوسی کا نقصان اللہ کو نہیں بلکہ بخل اور کنجوسی کا مظاہرہ کرنے والے شخص کو ہی ہوگا۔ اللہ ایسے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے: اللہ تمہاری ان چیزوں کا محتاج نہیں ہے پس اگر تم نے اس کی اطاعت سے منہ پھیر لیا تو وہ تمہارے بدلے دوسری اقوام اور لوگوں کو پیدا کرے گا جو تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔

فضائل و خصوصیات:

دیدارِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ لَمْ يَوْلِ وَجْهُهُ جِهَةً اِلَّا رَأٰى فِيْهِ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِذَا خَرَجَ مِنْ قَبْرِهٖ (۲)

اس سورے کی تلاوت کرنے والا جوں ہی قبر سے نکلے گا کسی چیز کے دیکھنے سے پہلے اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار نصیب ہوگا۔

۱۔ تفسیر روح البیان، ج ۸، ص ۵۲۳

۲۔ مجمع البیان، ذیل سورہ، بحوالہ تسکین روح، ص ۲۷۵

امان خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَمْ يَرْتَبْ أَبَدًا وَ لَمْ يَدْخُلْهُ شَكٌّ فِي دِينِهِ أَبَدًا وَ لَمْ يَبْتَلِهِ اللهُ بِفَقْرٍ أَبَدًا وَ لَا خَوْفٍ مِنْ سُلْطَانٍ أَبَدًا وَ لَمْ يَزَلْ مَحْفُوظًا مِنَ الشَّكِّ وَ الْكُفْرِ أَبَدًا حَتَّى يَمُوتَ فَإِذَا مَاتَ وَكَّلَ اللهُ بِهِ فِي قَبْرِهِ أَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّونَ فِي قَبْرِهِ وَ يَكُونُ ثَوَابُ صَلَاتِهِمْ لَهُ وَ يُشَيِّعُونَهُ حَتَّى يُوقِفُوهُ مَوْقِفَ الْأَمْنِ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ يَكُونُ فِي أَمَانِ اللهِ وَ أَمَانِ مُحَمَّدٍ[1]

جو شخص سورہ الَّذِينَ كَفَرُوا (سورۂ محمدؐ) کی تلاوت کرے گا اسے کبھی بھی ریب اور شک کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، کبھی بھی اپنے دین پر شک نہیں کرے گا، خدا کبھی بھی اسے فقر اور بادشاہ کے خوف میں مبتلا نہیں کرے گا اور مرنے تک ہمیشہ کے لئے شک اور کفر سے محفوظ رہے گا اور جب مر جائے گا تو خدا ایک ہزار فرشتوں سے کہے گا کہ اس کی قبر میں جا کر نماز پڑھو اور اس نماز کا ثواب اسے ملے گا اور یہ فرشتے خدا کے نزدیک جائے امن تک اس کی رہنمائی کریں گے اور یہ اللہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امان میں ہوگا۔

☆☆☆☆☆

1۔ ثواب الاعمال، ص ۱۱۳

سورۂ فتح کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ فتح

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
فتح	26	48	111	مدینہ منورہ	29	04	2509	560

☆ سورۂ فتح موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا اڑتالیسواں (۴۸) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے ایک سو گیارہواں (۱۱۱) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ فتح'' رکھا گیا ہے کیونکہ اس سورے میں صلح حدیبیہ کو ''فتح مبین'' قرار دیا گیا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ فتح مبین کی خوشخبری	۲۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، شاہد، بشیر اور نذیر
۳۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت در حقیقت اللہ تعالیٰ کی بیعت	۴۔ بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ
۵۔ جنگ خیبر	۶۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا
۷۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب	۸۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی صفات
۹۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

اس سورۂ مبارکہ میں چند غیبی خبریں دی گئی ہیں جو بعد میں سچ ثابت ہوئیں:

- حدیبیہ میں شرکت نہ کرنے والے صحرا نشین من گھڑت معذرتیں پیش کرنے والے ہیں۔
- حدیبیہ میں شرکت نہ کرنے والے آئندہ آسان فتوحات میں شرکت کی خواہش کرنے والے ہیں۔
- حدیبیہ میں شرکت نہ کرنے والے آئندہ ایک جنگجو قوم سے نبرد آزمائی کے لیے بلائے جائیں گے۔
- فتح خیبر کی خبر دی گئی۔

- بہت سی وافر غنیمتوں کے ہاتھ لگنے کی خبر دی گئی اور وعدہ کیا گیا۔
- فتح مکہ کی طرف واضح اشارہ کیا گیا۔
- مسجد الحرام میں داخل ہونے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب سچا ہونے کی خبر دی گئی۔

☆ یہ سورہ ۶ ہجری میں اس وقت نازل ہوا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈیڑھ ہزار اصحاب کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن کفار قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی اور حدیبیہ نامی مقام پر روک لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو قریش کے پاس یہ کہلا کر بھیجا کہ ہم صرف عمرہ کی غرض سے آئے ہیں جنگ کرنے نہیں۔ اسی دوران حضرت عثمانؓ کے قتل کی افواہ پھیل گئی۔ اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کی صورت میں میدان سے نہ بھاگنے پر اپنے اصحاب سے دوبارہ بیعت لی۔ اس بیعت کو ''بیعت رضوان'' کہا جاتا ہے۔ لیکن قریش نے صلح پر آمادگی ظاہر کی اور مسلمانوں اور قریش کے درمیان صلح ہوگئی جسے ''صلح حدیبیہ'' کہا جاتا ہے۔

فتح مبین کی خوشخبری

☆ آیت ۱ سے ۳ تک میں خداوند عالم نے اپنے رسول کو فتح کی خوشخبری دیتے ہوئے فتح کی وجہ بھی بیان کر دی کہ اللہ آپ کے تمام اگلے پچھلے تمام گناہوں (خامیوں) کو دور کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی نعمتوں کو تمام کرے گا اور سیدھے راستے کی ہدایت عطا کرے گا۔ یہ فتح اس لئے عطا ہوئی ہے کہ اللہ آپ کو ایسی نصرت عنایت فرمائے جو ہر سرکش پر غالب آنے والی ہے۔

یہاں پر ایک بہت ہی اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے عقیدے کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر قسم کے گناہ سے معصوم اور پاک ہیں تو یہاں پر گناہوں کی مغفرت کا کیا معنی ہے؟ بخشا وہاں جاتا ہے جہاں کوئی گناہ یا غلطی سرزد ہو جائے؟ مفسرین قرآن اور متکلمین نے اس سوال کے کئی جوابات دیئے ہیں۔ ان جوابات میں سے ایک جواب یہ ہے کہ گناہ سے مراد وہ کوتاہی اور قصور ہے جو آپ کی اسلامی تحریک میں وقتاً فوقتاً سرزد ہوتی رہی۔ یہ قصور منافقین، بیمار و کمزور دل اور ضعیف الایمان لوگوں کی طرف سے سرزد ہوتے رہے۔ ان لوگوں کی وجہ سے اسلامی تحریک کو ہمیشہ مشکلات درپیش رہی ہیں۔ فتح مبین کی وجہ سے ان کوتاہیوں کی تلافی ہوگئی اور آئندہ اس قسم کی کوتاہیوں سے اسلامی تحریک کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، شاہد، بشیر اور نذیر

☆ آیت ۸ اور ۹ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد یعنی گواہ، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجنے کا ذکر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد اور بشارت دینے والا بنا کر اس لیے مبعوث کیا گیا تا کہ لوگ ایمان کی نعمت سے مستفید ہو کر گمراہی سے نجات حاصل کریں پس لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کریں، اس کی تعظیم اور عزت کریں اور صبح وشام پروردگار کی تسبیح کرتے رہیں۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بیعت

☆ آیت ۱۰ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کو اللہ کے ہاتھ پر بیعت قرار دیا گیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ قرار دے کر پروردگار عالم نے یہ واضح کر دیا کہ بعد میں اگر کوئی اس بیعت کو توڑے اور جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے تو اس نے اللہ کی بیعت توڑی ہے اور جو بیعت اللہ کے ہاتھ پر ہوئی ہو اس کا توڑنا ایک بہت بڑا جرم ہوگا جس کا وبال بیعت توڑنے والے ہی کی ذات پر ہوگا۔

بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ

مسلمانوں کو ہجرت کے کئی سال گزر گئے تو وطن کی یاد اور خانہ خدا کی زیارت کے شوق نے بے چین کر دیا۔ حج کا زمانہ قریب آیا تو ۶ ہجری ذیقعدہ کے مہینے میں تقریباً چودہ سو مسلمان ادائے حج کیلئے تیار ہوئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنگ کا کوئی سامان ساتھ نہ لیا جائے ورنہ قریش سمجھیں گے کہ لڑنے کو آئے ہیں، صرف حفاظت جان کیلئے تلواریں ساتھ ہونی چاہئیں۔

کفار کو جب مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو مقابلہ کیلئے شہر سے باہر آئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہلا بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں بلکہ حج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، بہتر ہوگا کہ قریش ہم سے ایک مدت کیلئے صلح کر لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ کے مقام پر جو مکہ سے ایک منزل دور ہے قیام فرماتھے، قریش کے پاس جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچا تو انہوں نے قاصد کو مارا، اس کے اونٹ کو کاٹ ڈالا اور جنگ کرنے کیلئے نکل پڑے۔ مسلمانوں نے ان سب کو گرفتار کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ چونکہ جنگ کرنے کا نہیں تھا اس لئے بغیر کسی شرط کے ان سب کو رہا کرنے کا حکم دیدیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان ؓ کو سفیر بنا کر بھیجا۔ احسان

فراموش قریش شکر گزار ہونے کے بجائے مزید سخت ہو گئے، انہوں نے حضرت عثمانؓ کو پکڑ کر نظر بند کر دیا۔ کسی نے لشکر اسلام میں یہ خبر اڑا دی کہ عثمانؓ قتل کر دیئے گئے اور قریش آمادہ جنگ ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو بڑی تشویش ہوئی۔ اول تو سامان جنگ نہ تھا دوسرے کافی فوج نہیں تھی۔ ببول (کیکر) کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر آپ ﷺ نے تمام صحابہؓ کو جمع کیا اور قریش کی سرکشی کا حال سنا کر فرمایا: ''بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریش ہم سے لڑیں گے، ہماری جماعت کم بھی ہے اور بے سروسامان بھی، لیکن حفاظت دین ہر حال میں جان سے مقدم ہے، لہٰذا تم سب کو عہد کرنا چاہیے کہ ہم نصرت دین میں جان کی پرواہ نہیں کریں گے''۔ سب نے بخوشی حضرت ﷺ کے سامنے عہد کیا۔ اس معاہدہ کو بیعت رضوان یا بیعت شجرہ کہا جاتا ہے۔ جب قریش کو پتہ چلا کہ مسلمان مرنے مارنے پر تلے بیٹھے ہیں تو وہ بھی صلح کی طرف راغب ہو گئے۔ کافی گفت وشنید کے بعد حسب ذیل شرائط پر صلح قرار پائی:

۱۔ مسلمان اس سال حج کئے بغیر واپس جائیں گے۔

۲۔ مسلمان اگلے سال حج کر سکتے ہیں مگر تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہیں ہوگا۔

۳۔ تلواروں کے سوا کوئی ہتھیار ساتھ نہیں ہوگا۔

۴۔ مکہ میں جو مسلمان ہیں ان کو ساتھ لے کر نہیں جائیں گے اور جو مکہ میں رکنا چاہیں اسے نہیں روکا جائے گا۔

۵۔ قریش یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ منورہ چلا جائے تو اس کو واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں آجائے تو اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ عرب کے قبیلوں کو اختیار حاصل ہوگا کہ جس فریق کے ساتھ چاہیں معاہدہ کر لیں۔

جب آنحضرت ﷺ نے ان تمام شرائط کو منظور کر لیا تو بعض ناعاقبت اندیش مسلمان ناراحت ہوئے اور بگڑ کر کہنے لگے: ''ہم اتنا دب کر صلح کرنا پسند نہیں کرتے''۔ حضرت ؒ نے تو یہاں تک فرما دیا: ''مجھے آج کے برابر آپ کی رسالت میں کبھی شک نہیں ہوا[۱]''۔

حضرت عمرؓ نے رسول خدا ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا: کیوں ہم اپنے دین کے بارے میں دباؤ قبول کریں اور ایسی حالت میں پلٹیں کہ ابھی اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خطاب کے

۱۔ ملل ونحل شہرستانی

بیٹے! میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا، وہ میری مدد کرے گا اور مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ انہوں نے کہا: کیا آپ نے ہم سے یہ بیان نہیں کیا تھا کہ ہم بیت اللہ کی زیارت کریں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں، لیکن کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم اسی سال کریں گے؟۔ انہوں نے کہا: نہیں (۱)۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی باتوں کی کوئی پرواہ نہیں کی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ کر رہے تھے خدا کے حکم سے کر رہے تھے اور اس صلح میں اسلام کی بڑی کامیابی نظر آرہی تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ فرمایا کرتے تھے: صلح حدیبیہ کے بعد اتنے لوگ مسلمان ہوئے کہ اس سے پہلے نہیں ہوئے تھے (۲)۔"

الغرض صلح نامہ لکھنے کا کام حضرت علی علیہ السلام کے سپرد ہوا، آپ علیہ السلام نے اس طرح لکھنا شروع کیا: "من محمد رسول الله، یہ محمد اللہ کے رسول کی طرف سے ہے" کافروں نے اعتراض کیا کہ ہم ان کو رسول کب مانتے ہیں جو اس لفظ کو لکھوانا پسند کریں، اس کے بجائے محمد ابن عبداللہ لکھو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رفع شر کیلئے فرمایا: "یا علی! اس لفظ کو مٹا دو"۔ آپ علیہ السلام نے عرض کیا: "میں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان لا چکا ہوں، اس لفظ کو مٹانے کی جرأت نہیں کرسکتا"۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھا میں خود مٹائے دیتا ہوں۔ اس صلح کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن تک حدیبیہ میں قیام فرمایا، وہاں سے روانگی پر راستہ میں "اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا، ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح عنایت فرمائی" نازل ہوئی۔ مسلمانوں نے اپنی نادانی سے جس امر کو شکست سمجھا تھا خدا نے اسے فتح مبین قرار دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ اسلام کی زبردست فتح تھی۔ کفار نے جو شرائط صلح نامے میں لکھوائے تھے بظاہر ان کیلئے مفید تھے لیکن آخر کار وہ ان کے لئے مضر ثابت ہوئے۔

اس صلح کے بعد مکہ کے لوگ آزادی کے ساتھ تجارت کے غرض سے مدینہ منورہ آنے لگے۔ مسلمانوں کو موقع ملا کہ ان پر اسلام کی خوبیاں ظاہر کریں اور اپنے اخلاق و عادات کا ان پر اثر ڈالیں۔ یہی لوگ مکہ جا کر اپنے ہم وطنوں سے ان باتوں کا تذکرہ کرتے تھے جس سے ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہوتے تھے، پھر تو اس کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ آج تک کبھی نہیں لائے تھے۔

۱۔ الرحیق المختوم ص ۴۷۷

۲۔ روضۃ الصفا

جنگ خیبر

☆ آیت ۱۵ میں جنگ خیبر کی طرف اشارہ ہے۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ سے واپس لوٹے تو پورا ماہ ذی الحجہ اور ہجرت کے ساتویں سال کے محرم کا کچھ حصہ مدینہ منورہ میں توقف کیا، اس کے بعد اپنے اصحاب میں سے ایک ہزار چار سو افراد کو جنہوں نے حدیبیہ میں شرکت کی تھی ساتھ لے کر خیبر کی طرف روانہ ہوئے، خیبر اسلام کے خلاف تحریکوں کا مرکز تھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مناسب فرصت کے لئے گن گن کر دن گزار رہے تھے کہ اس مرکز فساد کو ختم کریں۔

روایات کے مطابق جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "حدیبیہ" سے پلٹ رہے تھے تو حکم خدا سے آپ نے حدیبیہ میں شرکت کرنے والے مسلمانوں کو "فتح خیبر" کی بشارت دی اور تصریح فرمائی کہ اس جنگ میں صرف وہی شرکت کریں گے اور جنگ میں حاصل شدہ مال غنیمت بھی انہیں کے ساتھ مخصوص ہوگا خلاف ورزی کرنے والوں کو ان غنائم میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔

لیکن جونہی ان ڈرپوک دنیا پرستوں نے قرائن سے یہ سمجھ لیا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درپیش جنگ میں یقینی طور پر کامیاب ہوں گے اور سپاہ اسلام کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ آئے گا، تو موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جنگ خیبر میں شرکت کی اجازت چاہی اور شاید اس عذر کو بھی ساتھ لیا کہ ہم گزشتہ غلطی کی تلافی کرنے، اپنی ذمہ داری کے بوجھ کو ہلکا کرنے، گناہ سے توبہ کرنے اور اسلام و قرآن کی مخلصانہ خدمت کرنے کے لئے یہ چاہتے ہیں کہ ہم میدان جہاد میں آپ کے ساتھ شرکت کریں۔ وہ اس بات سے غافل تھے کہ وحی الٰہی پہلے ہی نازل ہو چکی تھیں اور ان کے راز کو فاش کر چکی تھی۔

قرآن مجید نے دنیا پرستوں پر واضح کر دیا کہ تمہیں اس میدان میں شرکت کرنے کا حق نہیں ہے۔ پس حکم خدا کے مطابق "غنائم جنگ خیبر" صرف حدیبیہ میں شریک افراد کے ساتھ مخصوص ہے اور کوئی دوسرا شخص ان کے ساتھ شریک نہیں۔ ان آیات کے مطابق حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والے افراد پھر بھی میدان سے نہیں ہٹے اور انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسد کے ساتھ متہم کیا اور انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ معاملہ اس طرح نہیں ہے کہ غنائم جنگ خیبر صرف حدیبیہ میں شریک افراد کے ساتھ مخصوص ہو بلکہ آپ ہم سے حسد کر رہے ہو۔ اور اس طرح وہ ضمنی طور پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب بھی کرتے رہے تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا

قبیلہ "غطفان" نے شروع میں تو خیبر کے یہودیوں کی حمایت کرنے کا ارادہ کیا تھا، لیکن بعد میں ڈر گئے اور اس سے رک گئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت "خیبر" کے قلعوں کے نزدیک پہنچے تو آپ نے اپنے صحابہ کو رکنے کا حکم دیا، اس کے بعد آسمان کی طرف سر بلند کیا اور یہ دعا پڑھی:

"خداوندا! اے آسمانوں کے پروردگار اور جن پر انہوں نے سایہ ڈالا ہے، اور اے زمینوں کے پروردگار اور جن چیزوں کو انہوں نے اٹھا رکھا ہے میں تجھ سے اس آبادی اور اس کے اہل میں جو خیر ہے اس کا طلب گار ہوں، اور تجھ سے اس کے شر اور اس میں رہنے والوں کے شر اور جو کچھ اس میں ہے اس شر سے پناہ مانگتا ہوں"۔ اس کے بعد فرمایا: "بسم اللہ" آگے بڑھو: اور اس طرح سے رات کے وقت "خیبر" کے پاس جا پہنچے اور صبح کے وقت جب "اہل خیبر" اس ماجرا سے باخبر ہوئے تو خود کو لشکر اسلام کے محاصرہ میں دیکھا، اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یکے بعد دیگرے ان قلعوں کو فتح کیا، یہاں تک کہ آخری قلعہ تک جا پہنچے جو سب سے زیادہ مضبوط تھا اور مشہور یہودی کمانڈر "مرحب" اس میں رہتا تھا۔

جب مسلمان مختلف سرداروں کی سربراہی میں قلعہ فتح کرنے کی کوششیں کر کے مایوس ہو گئے تو اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری فیصلہ سنا دیا کہ:

"خدا کی قسم کل یہ علم ایسے مرد کو دوں گا جو خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے، اور خدا اور پیغمبر اس کو دوست رکھتے ہیں، اور وہ اس قلعہ کو طاقت کے زور سے فتح کرے گا"۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سن کر ہر طرف سے گردنیں اٹھنے لگیں کہ اس سے مراد کون شخص ہے؟ کچھ لوگوں کا اندازہ تھا کہ پیغمبر کی مراد علی علیہ السلام ہیں لیکن علی علیہ السلام ابھی وہاں موجود نہیں تھے، کیونکہ آشوب چشم کی بیماری انہیں لشکر میں حاضر ہونے سے مانع تھی، لیکن صبح کے وقت علی علیہ السلام اونٹ پر سوار ہو کر وارد ہوئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمہ کے پاس اترے جبکہ آپ علیہ السلام کی آنکھوں میں شدید درد ہو رہا تھا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے نزدیک آؤ، آپ قریب گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دہن مبارک کا لعاب علی علیہ السلام کی آنکھوں پر ملا اور اس معجزہ کی برکت سے آپ کی آنکھیں بالکل ٹھیک ہو گئیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم ان کے ہاتھ میں دیا۔

علی علیہ السلام لشکر اسلام کو ساتھ لے کر خیبر کے سب سے بڑے قلعہ کی طرف بڑھے تو یہودیوں میں سے ایک شخص نے قلعہ کے اوپر سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: "میں علی ابن ابی طالب ہوں" اس یہودی نے پکار کر کہا: اے یہودیو! اب تمہاری شکست کا وقت آن پہنچا ہے۔ اس وقت اس قلعہ کا کمانڈر مرحب یہودی، علی علیہ السلام سے مقابلہ کے لئے نکلا، اور کچھ دیر نہ گزری تھی کہ ایک ہی کاری ضرب سے زمین پر گر پڑا۔

مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان شدید جنگ شروع ہوگئی، حضرت علی علیہ السلام قلعہ کے دروازے کے قریب آئے اور بھر پور طاقت وتوانائی کے ساتھ دروازے کو اکھاڑا، اور اس کو مسلمان فوج کے قلعے میں داخل ہونے کے لئے پل قرار دیا جس کے بعد لشکر اسلام قلعے میں داخل ہوگیا اور اسے فتح کر لیا، یہودیوں نے اطاعت قبول کر لی، اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ اس اطاعت کے عوض ان کی جان بخشی کی جائے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی درخواست کو قبول کر لیا، منقول غنائم اسلامی لشکر کے ہاتھ آئے اور وہاں کی زمینیں اور باغات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کو اس شرط کے ساتھ سپرد کر دیئے کہ اس کی آمدنی کا آدھا حصہ وہ مسلمانوں کو دیا کریں گے۔

تاریخی روایات کے مطابق آخر کار پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غنائم خیبر صرف اہل حدیبیہ پر تقسیم کئے، یہاں تک کہ ان لوگوں کے لئے بھی جو حدیبیہ میں موجود تھے اور کسی وجہ سے جنگ خیبر میں شریک نہ ہو سکے تھے ان کے لئے بھی ایک حصہ قرار دیا البتہ ایسا آدمی صرف ایک ہی تھا، اور وہ "جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ" تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب

☆ آیت ۲۷ کے شان نزول میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے لیے نکلنے سے پہلے خواب دیکھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ امن وسلامتی کے ساتھ سر منڈوا کر اور بال کٹوا کر مکہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خواب لوگوں کو بتا دیا تو لوگ بہت خوش ہوئے اور یہ خیال کیا کہ اسی سفر میں اسی سال مکہ میں داخل ہونے والے ہیں کیونکہ رسول خدا کا خواب سچا ہوتا ہے۔ جب حدیبیہ سے عمرہ کیے بغیر واپس ہو گئے تو کچھ لوگوں نے طنز واعتراض کے لہجے میں باتیں شروع کر دیں: نہ ہم نے سر منڈوایا، نہ بال کٹوائے، نہ مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔ یہ باتیں عبداللہ ابن ابی، عبداللہ ابن نفیل اور رفاعہ ابن حارث نے کیں۔

ان اعتراضات کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب سچا ہے اور جیسا کہ خواب میں بیان کیا

گیا ہے انشاء اللہ اگر خدا نے چاہا تو امن وسلامتی کے ساتھ سر منڈوا کر، بال کٹوا کر، مسجد الحرام میں داخل ہوں گے البتہ اس تاخیر میں جو حکمتیں ہیں انہیں تم لوگ نہیں جانتے ہو اس بات کو اللہ جانتا ہے۔ اسی علم کی بنا پر مسجد حرام میں داخل ہونے سے پہلے صلح حدیبیہ کی قریبی فتح سے تم کو نوازا ہے۔ اسی صلح سے تو امن وسکون کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو سکتے ہو۔ یہ بات اللہ کے علم میں تھی کہ فتح مکہ کے لیے صلح حدیبیہ ضروری تھی۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ''چودہ سو'' کا یہ لشکر اس صلح کے نتیجے میں ''دس ہزار'' کی تعداد میں طاقت، امن اور سکون کے ساتھ مکہ میں داخل ہوا۔

رسول خدا ﷺ کے اصحاب کی صفات

☆ آیت ۲۹ میں رسول خدا ﷺ کے اصحاب کی صفات بیان ہوئی ہیں اور جن ہستیوں میں یہ اوصاف موجود ہوں ان کے لیے یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔ یہ ایسی فضیلت ہے جس کے لیے خود اللہ نے اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ اوصاف مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کی کے ساتھ رہنے والوں کی ایک اہم صفت یہ ہے کہ وہ کفار پر سخت گیر ہیں۔

۲۔ آپس میں مہربان ہیں۔ لہٰذا جو لوگ آپس میں نہایت تند مزاجی سے پیش آتے ہوں وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں۔

۳۔ بہت زیادہ رکوع کرنے والے اور سجدہ انجام دینے والے ہیں۔

۴۔ وہ اللہ کے فضل اور خوشنودی کے طلبگار ہیں۔ ان کا ہر عمل فضل اور خوشنودی خدا کے حصول کے لئے ہوتا ہے کوئی دوسرا مقصد نہیں ہوتا۔ یہ ایک کڑی شرط ہے جو کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔

۵۔ ان کے چہروں پر سجدوں کے آثار نمایاں ہیں جو کثرت سجود اور عبادت کے آثار ہیں۔

اسی آیت کے مفہوم کو علامہ اقبالؒ اپنے ایک شعر میں یوں نظم کیا ہے کہ:

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم　　　رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

نکتہ: قرآن مجید کی دو آیات ایسی ہیں جن میں تمام حروف تہجی (الف، با) استعمال ہوئے ہیں۔ان میں سے پہلی آیت سورۂ آل عمران کی آیت ۱۵۴ اور دوسری آیت سورۂ فتح کی یہی آیت (۲۹) ہے۔

فضائل وخصوصیات:

چوری سے محفوظ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ كَتَبَهَا وَجَعَلَهَا تَحْتَ رَأْسِهِ أَمِنَ مِنَ اللُّصُوصِ [1]

جو شخص اس سورے کو لکھ کر اپنے سرہانے رکھے گا وہ چوری سے محفوظ رہے گا۔

عبد صالح: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

حَصِّنُوا اَمْوَالَكُمْ وَ نِسَاءَكُمْ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِنَ التَّلَفِ بِقِرَاءَةِ اِنَّا فَتَحْنَا فَاِنَّهُ اِذَا كَانَ مِمَّنْ يُدْمِنُ قِرَاءَتَهَا نَادَى مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى تَسْمَعَ الْخَلَائِقُ اَنْتَ مِنْ عِبَادِيَ الْمُخْلَصِيْنَ اَلْحِقُوْهُ بِالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِيْ وَاَدْخِلُوْهُ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ وَاسْقُوْهُ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ بِمِزَاجِ الْكَافُوْرِ [2]

اپنے اموال، عورتوں اور جو کچھ تمہاری ملکیت میں ہے اسے سورۂ فتح کی تلاوت سے محفوظ کرو، جو شخص مسلسل اس سورے کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن ایک ندا دینے والا اس طرح ندا دے گا جسے تمام مخلوق سنے گی کہ یہ میرے مخلص بندوں میں سے ہے، اسے میرے صالح بندوں کے ساتھ ملا دو اور بہشت کی نعمتوں سے بھرے باغات میں اسے داخل کردو اور بہشتوں کے مخصوص مشروب سے اسے سیراب کرو۔

☆☆☆☆☆

---

[1] تفسیر برہان، ج ۷، ص ۲۲۷، بحوالہ تسکین روح، ص ۲۸۲

[2] بحار الانوار، ج ۸۹، ص ۳۰۳

سورۂ حجرات کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ حجرات

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
حجرات	26	49	106	مدینہ منورہ	18	02	353	1533

☆ سورۂ حجرات موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا انچاسواں (۴۹) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے ایک سو چھواں (۱۰۶) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام ''سورۂ حجرات'' اس کی چوتھی آیت کی مناسبت سے ہے جس میں اللہ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو رسول خدا ﷺ کو کمروں کے پیچھے سے پکارا کرتے تھے اور ''حجرات'' عربی میں ''کمروں'' کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات

۱۔ رسول خدا ﷺ کی محفل میں گفتگو کے آداب	۲۔ اللہ و رسول سے آگے بڑھنے کی ممانعت
۳۔ بنی تمیم کے لوگوں کی مذمت	۴۔ فاسق کی خبر کی چھان بین کا حکم
۵۔ مسلمانوں کے درمیان صلح	۶۔ چند شرعی احکام کا بیان
۷۔ قبیلہ، قوم اور برادری صرف شناخت کا ذریعہ	۸۔ دعوائے ایمان کی تردید
۹۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

رسول خدا ﷺ کی محفل میں گفتگو کے آداب

جب یہ سورہ نازل ہوا تو مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرے کی تشکیل کے ابتدائی مراحل طے ہو رہے تھے، لہٰذا اس سورے میں ایک غیر مہذب، آداب و قوانین سے نا آشنا قوم کو آداب معاشرہ کے بعض امور کی تعلیم دی جا رہی ہے:

۱۔ **اللہ اور رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھنے کا حکم:** اللہ اور رسول سے آگے بڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کے حکم پر اپنے فیصلے کو ترجیح دی جائے۔ یہ حکم قیامت تک کیلئے ہے لہٰذا اس دور میں حکم خدا اور رسول ﷺ

صرف وہی شمار ہوگا جو قرآن مجید یا احادیث مبارکہ سے ثابت ہو۔ اسی لئے کوئی بھی حکم قرآن مجید یا احادیث مبارکہ سے ثابت نہ ہو تو اس کی نسبت خدا یا رسول کی طرف دینا جائز نہیں ہے۔

۲۔ رسول ﷺ کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کرنے کا حکم:۔ جب رسول خدا گفتگو فرما رہے ہوں تو اس وقت دوسرے لوگوں کی آوازیں رسول کی آواز سے بلند نہ ہو۔ پس جو شخص اپنی آواز کو رسول خدا ﷺ کی آواز سے بلند کرے گا اس کی تمام نیکیاں برباد ہو جائیں گی کیونکہ یہ علامت ہے کہ اس کی نگاہ میں مقام رسالت کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اگر مقام رسالت کی معرفت رکھنے والا ہوتا تو وہ کبھی بھی رسول کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرتا۔

۳۔ رسول خدا ﷺ سے باتیں کرتے ہوئے اونچی آواز میں بات نہ کرنے کا حکم: یعنی رسول خدا ﷺ کی محفل میں بیٹھ کر معمول سے زیادہ بلند آواز میں بات نہ کریں۔ جو شخص بھی ایسا کرے گا اس کے تمام نیک اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے جبکہ اسے اس کا شعور بھی نہ ہوگا۔

البتہ جو لوگ اپنی آواز کو رسول خدا ﷺ کی آواز سے دھیمی رکھتے ہیں وہ عظمت رسول کا ادراک رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں میں کامیابی حاصل کی ہے۔ ایسے لوگوں کے اعمال حبط نہیں ہوں گے بلکہ پروردگار عالم ان لوگوں کی کوتاہیوں کی مغفرت کرے گا اور انہیں اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

نکتہ: جس طرح حیات رسول خدا ﷺ میں آپ ﷺ کی مجلس میں شور مچانا جائز نہیں ہے اسی طرح آپ ﷺ کے وصال کے بعد قبر مطہر کے نزدیک بھی شور مچانا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ اصول کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ "جب حضرت عائشہؓ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو قبر رسول کے جوار میں دفن کرنے سے روکا تو اس وقت آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے آیت " لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ " سے استدلال فرماتے ہوئے قبر رسول خدا ﷺ پر شور کرنے سے منع فرمایا۔ (۱)

۴۔ رسول خدا ﷺ کو عام لوگوں کی طرح نہ پکارا جائے: جو لوگ رسول خدا ﷺ کو عام لوگوں کی طرح پکارتے ہیں وہ ایسے لوگ ہیں جو عقل و شعور سے کام نہیں لیتے۔

۵۔ فاسق کی خبر بلا تحقیق قبول نہ کی جائے: فاسق کی خبر پر تحقیق کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے تاکہ غلط خبروں کی وجہ سے معاشرے میں فساد نہ پھیلے۔

۱۔ اصول کافی، ج۱، ص ۳۰۲، حدیث ۳

۶۔ احترام آدمیت کا حکم دیا گیا ہے: کسی بھی انسان کے احترام کو پامال کرنا اور اس کے وقار کو مجروح کرنا جرم ہے۔ اسی احترام آدمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے احترام آدمیت کے خلاف کاموں سے منع کیا گیا ہے۔

اللہ ورسول سے آگے بڑھنے کی ممانعت

☆ آیت ۱ اور ۲ میں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کی جائے۔ اللہ کی بندگی اسی میں ہے کہ انسان اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی پیروی کرے۔ لہٰذا اللہ اور رسول کے حکم سے آگے بڑھنے کا مطلب دین الٰہی میں مداخلت ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ عظمت رسول کو مدنظر رکھتے ہوئے کبھی بھی رسول کی محفل میں اونچی آواز میں گفتگو کرنے یا رسول کی آواز سے اپنی آواز بلند کرنے سے پرہیز کیا جائے، جو شخص ایسا کرے گا اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

بنی تمیم کے لوگوں کی مذمت

☆ آیت ۴ اور ۵ میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ جانتے ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمرے کے اندر آرام فرما رہے ہیں، باہر سے ہی پکارنا شروع کر دیا۔ یہ لوگ صبر کرتے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کمرے سے باہر نکلنے کے بعد پکارتے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا اور ان کی مذمت نہ کی جاتی۔

روایات میں آیا ہے کہ یہ حرکت بنی تمیم کے لوگوں سے سرزد ہوئی تھی۔ ستر افراد پر مشتمل ان کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لیے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ لوگوں کی دسترس میں ہوتے تھے سوائے بعض اوقات کے کہ جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نجی زندگی یا آرام کے لیے مختص رکھتے تھے۔ یہ لوگ اُس وقت پہنچے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما رہے تھے اور کمروں کے باہر سے آواز دینے لگے: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! باہر نکلیں۔

روایات کے مطابق اس قسم کے متعدد واقعات ہوئے جنہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حلم و بردباری کی وجہ سے برداشت فرماتے تھے لیکن اس بار اللہ تعالیٰ نے اسی ناشائستہ حرکت کی سرزنش کرتے ہوئے آداب سکھائے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح پکارا نہ کریں بلکہ صبر کریں یہاں تک کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ملاقات کے لیے باہر تشریف لے آئیں (۱)۔

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

فاسق کی خبر کی چھان بین کا حکم

☆ آیت ٦ کے مطابق اگر کوئی فاسق شخص کوئی خبر لے آئے تو اس کی خبر کو تحقیق کے بغیر ماننے سے منع کیا گیا ہے تاکہ فاسق کی خبر بغیر تحقیق کے قبول کرنے کے نتیجہ میں کسی کا نقصان نہ جس کے نتیجہ میں بعد میں پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے۔ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں اکثر مفسرین، مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت ولید ابن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ واقعہ یہ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید ابن عقبہ کو قبیلہ بنی مصطلق سے زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ ان کے نزدیک پہنچ کر خوف کے مارے واپس آ گیا (کیونکہ زمانہ جاہلیت میں ولید اور بنی مصطلق کے درمیان دشمنی تھی) ولید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: وہ زکوۃ دینے سے انکار کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے اور ان کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا کہ فاسق کی خبر کا اعتبار نہ کرو، حقیقت حال کی چھان بین کرو۔

ولید ابن عقبہ حضرت عثمانؓ کا مادری بھائی ہے، اس نے فتح مکہ کے بعد ایمان کا اظہار کیا۔ سعد ابن ابی وقاصؓ کے بعد اسے عثمانؓ نے کوفے کا گورنر بنایا۔ اس دوران اس نے ایک دفعہ صبح کی نماز نشے کی حالت میں چار رکعت پڑھا دی اور لوگوں سے کہا: مزید اضافہ کروں؟ اور محراب میں شراب کی قے بھی کر دی۔ لوگوں نے اسے کنکریاں مار کر مسجد سے بھگا دیا۔ شراب نوشی ثابت ہونے پر اس پر حد جاری کر دی گئی (۱)۔

مسلمانوں کے درمیان صلح

☆ آیت ۹ اور ۱۰ میں کہا گیا ہے کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں نزاع اور جنگ کریں تو ان کے درمیان صلح کرائی جائے۔ ان آیات کے شان نزول کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ مدینہ منورہ کے دو مشہور قبیلوں ''اوس اور خزرج'' کے درمیان ایک اختلاف پیدا ہو گیا اور اس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہو گئے اور لاٹھیوں اور جوتوں سے ایک دوسرے کو مارنے لگے۔

بعض نے کہا کہ انصار میں سے دو افراد کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ

۱۔ الکامل سن ۳۰ ہجری کے حالات و دیگر کتب تاریخ و سیرت

میں اپنا حق زبردستی تجھ سے لے لوں گا، کیونکہ میرے قبیلہ کے افراد کی تعداد زیادہ ہے اور دوسرے نے کہا کہ فیصلہ کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلتے ہیں، پہلے شخص نے اسے قبول نہ کیا اور اختلاف بڑھ گیا اور دونوں قبیلوں کے ایک ایک گروہ نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں (۱)۔

ان آیات میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں سب سے پہلے صلح کرانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے بعد اگر ایک گروہ صلح کو قبول نہ کرے تو جس نے صلح کی مخالفت کی ہے اُس کے خلاف لڑنا بھی فرض ہے چونکہ یہ باغی و مفسد ہے لہٰذا جو فریق حق پر ہے اس کا ساتھ دیا جائے۔

چند شرعی احکام کا بیان

☆ آیت ۱۱ اور ۱۲ میں شریعت مقدس اسلام کے چند اہم احکام اور موضوعات کی طرف اہل ایمان کی توجہ دلائی گئی ہے۔ جن احکام کا ان آیات میں حکم دیا گیا ہے ہر شخص کو چاہیے کہ انہیں ذہن نشین کرتے ہوئے خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی ان احکام پر عمل کرنے کی تلقین کرتا رہے۔ جن احکام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مذاق اڑانے سے منع کیا گیا ہے۔

۲۔ طنز و طعنہ زنی سے منع کیا گیا ہے۔

۳۔ برے ناموں اور القاب (بری عرفیتوں) کے ذریعہ پکارنے سے منع کیا گیا ہے۔

۴۔ بدگمانی سے پرہیز کا حکم دیا گیا ہے۔

۵۔ جاسوسی سے منع کیا گیا ہے۔

۶۔ غیبت سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

قبیلہ، قوم اور برادری صرف شناخت کا ذریعہ

☆ آیت ۱۳ کے مطابق اللہ نے انسان کو مختلف قوموں اور برادریوں میں صرف شناخت کیلئے تقسیم کیا ہے ورنہ اللہ کے نزدیک انسان کی قدر و قیمت اس رنگ و نسل اور قوم و قبیلہ کی وجہ سے نہیں بلکہ عمل صالح اور تقویٰ کی وجہ سے ہے۔ اللہ کے نزدیک انسان کی قدر و قیمت رنگ و نسل سے نہیں بلکہ اخلاق و کردار سے بنتی ہے کیونکہ رنگ و نسل سے انسان

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۲، ص ۱۶۳

کے عمل اور کردار کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو چیز انسان کے دائرہ اختیار میں ہو، اُسی کے مطابق انسان کی قدر، منزلت اور رتبہ بڑھتا اور گھٹتا ہے۔ وہ میزان ''تقویٰ'' ہے جس سے انسان کی قدر و قیمت بنتی ہے۔

دعوائے ایمان کی تردید

☆ آیت ۱۴ سے ۱۷ تک کی آیات ایسے لوگوں سے متعلق ہیں جنہوں نے ایمان لانے کا دعویٰ کیا تھا۔ خداوند عالم نے ان کے اس دعویٰ کو رد کرتے ہوئے مومن کی نشانیاں بتلائیں اور ان کے دعوائے ایمان کو رد کر دیا۔

ان آیات کے شان نزول کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ قبیلہ بنی اسد میں سے بعض لوگوں نے، صدقات حاصل کرنے کے لیے اسلام قبول کیا لیکن دل سے مومن نہیں ہوئے، وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایمان کا دعویٰ کیا۔ ان کے اس دعویٰ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ ''یہ بدو عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے ہو، بلکہ یہ کہو کہ اسلام لائے ہیں کیونکہ ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے'' لوگوں کے دلوں کے بارے میں آگاہی معجزات الٰہی میں سے ایک معجزہ تھا جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے محقق ہوا(۱)۔

یہاں ایمان کا ذکر اسلام کے مقابلے میں ہوا ہے اس لئے یہاں ''اسلام'' اور ''ایمان'' میں فرق ہے۔ اسلام کا تعلق زبان کے ذریعے اظہار سے ہے اور ایمان کا تعلق دل اور عقیدہ سے ہے۔ ایمان اور اسلام کے اپنے اپنے اثرات ہیں۔ اسلام یعنی زبان پر کلمہ اسلام جاری کر کے اسلام کے دائرے میں داخل ہونے کی صورت میں اس کا مال و جان محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ نکاح اور وراثت کا قانون بھی نافذ ہوتا ہے اور ایمان یعنی دل سے عقیدہ قائم کرنے کی صورت میں اس کے اعمال قبول ہوتے ہیں اور اعمال کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''اسلام، ایمان سے پہلے ہوتا ہے۔ اسلام کے تحت باہمی وارث اور نکاح جائز ہوتا ہے جب کہ ایمان سے ثواب کا مستحق بن جاتا ہے(۲)۔''

اللہ تعالیٰ نے ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کے دعویٰ کو رد کرتے ہوئے مومن کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ ''مومن تو

۱۔ بحار الانوار، ج ۱۷، ص ۱۹۹

۲۔ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۱۹

بس وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں پھر شک نہ کریں اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کریں"۔ جب ان لوگوں نے اپنے دعویٰ پر اصرار کیا اور کہا کہ ہم سچے دل سے ایمان لا چکے ہیں تو اللہ نے ان کی رد میں فرمایا: تم اپنی ایمانداری کی اللہ کو خبر دیتے ہو جس کے احاطہ علم سے کائنات میں کوئی شے خارج نہیں ہے۔

یہ لوگ اپنے اس دعویٰ کے ذریعے رسول خدا پر احسان جتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے اسلام قبول کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان کیا ہے۔ خداوند عالم نے واضح کر دیا کہ اسلام کی شان و شوکت دیکھنے کے بعد ایمان لا کر تم نے رسول پر احسان نہیں کیا بلکہ یہ ایک ایسا فعل ہے جس کے نتیجہ میں تم نے اپنے مفادات حاصل کیے ہیں۔ احسان تو اللہ نے کیا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی طرف بلایا ہے اب تم اس قابل ہو اور اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو صدق دل سے ایمان لاؤ۔

فضائل و خصوصیات:

زائر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْحُجُرَاتِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ أَوْ فِي كُلِّ يَوْمٍ كَانَ مِنْ زُوَّارِ مُحَمَّدٍ [1]

جو شخص ہر رات اور ہر دن سورۂ حجرات کی تلاوت کرے گا اس کا شمار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زائرین میں ہوگا۔

حمل کے ساقط ہونے سے حفاظت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

الْمَرْأَةُ إِذَا شَرِبَتْ مَاءَهَا حَفِظَ جَنِينَهَا وَأَمِنَتْ عَلَى نَفْسِهَا مِنْ كُلِّ خَوْفٍ وَمَحْذُورٍ بِإِذْنِ اللّٰهِ تَعَالَى [2]

اگر اس سورے کو لکھ کر (پانی میں ملا کر کے) عورت کو پلایا جائے تو حمل ساقط نہیں ہوگا اور خدا کے حکم سے ہر خوف و بلا سے محفوظ رہے گی۔

☆☆☆☆☆

---

[1] ۔ اعلام الدین، ص ۳۷۷

[2] ۔ تفسیر برہان، ج ۷، ص ۲۵۱، بحوالہ تسکین روح، ص ۲۸۶

سورۂ ق کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ ق

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
ق	26	50	34	مکہ مکرمہ	45	03	1506	373

☆ سورۂ ''ق'' موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا پچاسواں (۵۰) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے چونتیسواں (۳۴) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ ق'' ہے اور ''ق'' حروف مقطعات میں سے ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ کفار کے تعجب کا رد	۲۔ تعجب کفار کا رد
۳۔ منکرین قیامت کو جواب	۴۔ اللہ تعالیٰ کا انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہونا
۵۔ جاں کنی کا عالم	۶۔ انسان کے اعمال پر نگراں فرشتے
۷۔ انسان فرشتوں کی تحویل میں	۸۔ اہل جہنم کی بعض خصوصیات
۹۔ جہنم سے سوال	۱۰۔ مستحقین جنت کی صفات
۱۱۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسبیح پروردگار کا حکم	۱۲۔ زمین کا پھٹ جانا
۱۳۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

☆ اس سورے میں اللہ نے اہل جنت اور دوزخ والوں کی صفات کو بیان کیا ہے۔

کفار کا اظہار تعجب

☆ آیت ۱ اور ۲ میں کفار کے دو تعجب بیان کئے گئے ہیں۔ پہلا تعجب یہ تھا کہ وہ کسی انسان کو خدا کا رسول ماننے کے لئے تیار نہیں تھے اس لئے ان کا رسول کو ماننے سے انکار تعجب کے ساتھ تھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہماری طرح کا ایک

انسان اللہ کا نمائندہ اور فرستادہ بن جائے۔

دوسرا تعجب یہ تھا کہ جب ہم مرجائیں گے اور خاک ہوجائیں گے تو دوبارہ کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ یہ عقل وفہم سے دور کی بات ہے۔

کفار کے تعجب کا رد

☆ آیت ۳ میں کفار کے اس تعجب کو رد کیا گیا ہے کہ اللہ کے علم میں ہے کہ زمین انسان کے جسم کو کھاجاتی ہے اور خاک کے ذرات میں بدل دیتی ہے۔ پھر وہ ذرات قیامت تک زمین میں پھیل جاتے ہیں اور اللہ کے علم میں ہے کہ جسم کا کون سا ذرہ کس جگہ پر ہے۔ اس کے جسم کے ذرات کا حساب لوح محفوظ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے جس میں ہر چیز کا علم محفوظ ہے۔ اللہ ان تمام ذرات کو اسی طرح جمع کرے گا جس طرح اس نے دنیا کے اطراف سے ذرات کو جمع کرکے انسان کو پیدا کیا ہے۔

منکرین قیامت کو جواب

☆ آیت ۶ سے ۱۱ تک میں معاد (قیامت) پر اعتراض کرنے والے افراد کو جواب دیتے ہوئے ایک ایسی مثال بیان کی گئی ہے جس کا ہم دنیا میں ہمیشہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ اعتراض کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ آسمان کی طرح نگاہ کریں کہ اللہ کی جانب سے اسے کس طرح خلق کیا گیا ہے؟ اس کو ایسے آراستہ کیا گیا ہے کہ کہیں پر کوئی شگاف، جوڑ یا پیوند نہیں ہے۔ اسی طرح اس نے زمین کو فرش کے طور پر بچھایا ہے اور اس میں پہاڑ رکھے اور زمین میں ہر طرح کی خوبصورت چیزیں اگائیں، خدا نے ہی آسمان سے پانی نازل کیا پھر اس پانی کی برکت سے مختلف قسم کے باغات اور کھیتیاں اگائیں جس میں مختلف قسم کی فصلیں اور کھجوریں اگائی ہیں۔ اسی طرح خدا ہی نے بنجر زمین کو دوبارہ زندہ وآباد کرکے ان تمام چیزوں کو اس زمین سے اگایا ہے۔ پس جو شخص بصیرت رکھتا ہو اس کے سمجھنے لئے یہ ساری نشانیاں کافی ہیں کہ جو خدا ان اشیاء کو وجود بخش سکتا ہے اس کے لئے ایک مردے کو قبر سے نکال کر زندہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے کیونکہ انسان کی پہلی خلقت و وجود بھی اسی کی مرہون منت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہونا

☆ آیت ۱۶ میں اللہ کا انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہونے کو بیان کیا گیا ہے اور اسی رگ پر انسان کی

حیات کا دار و مدار ہے، اس تشبیہ سے یہ پیغام ملتا ہے کہ انسان کا ایک لمحہ کیلئے بھی اللہ سے غافل ہونا اس کی اخروی زندگی کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔

یہ تعبیر کتنی ہلا دینے والی ہے کیونکہ ہماری جسمانی حیات کا دار و مدار اسی رگ پر ہے جو ہمیشہ خون کو ایک طرف سے ہمارے دل میں داخل کرتی ہے اور دوسری طرف سے خارج کرتی ہے اور تمام اعضاء تک پہنچاتی ہے اگر ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے عمل میں وقفہ آ جائے تو انسان کی موت واقع ہو جائے (۱)۔

جاں کنی کا عالم

☆ آیت ۱۹ سکراتِ موت یعنی "جاں کنی" کے بارے میں ہے۔ یہ بہت ہی سخت مرحلہ ہے، جب انسان کو ہر طرف سے سختیاں اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ایک طرف مرض میں شدت اور آغازِ قبضِ روح کی تکلیف ہوتی ہے تو دوسری طرف عزیز و اقارب سے جدائی اور تیسری طرف جس مال کو حلال و حرام کو مدِ نظر رکھے بغیر کمایا تھا وہ دوسروں کی ملکیت میں جانے کا افسوس اور چوتھی طرف حساب و کتاب کے آغاز کا خوف ہوتا ہے کہ اب مجھ سے ہر چیز کا حساب لیا جائے گا۔

انسان کے اعمال پر نگراں فرشتے

☆ آیت ۱۷ اور ۱۸ میں انسان کے دائیں اور بائیں دو نگراں فرشتوں کے موجود ہونے اور انسان کے اعمال پر نگراں ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ اس سے عیاں ہوتا ہے کہ نہ صرف اعمال بلکہ ہر قول، ارادے اور کی گئی زینت کو بھی ہر آن موجود محافظ، محفوظ کر لیتے ہیں لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اپنے ظن، گمان اور خیالات بد کا سختی سے محاسبہ کرے تاکہ کوئی برا ارادہ بھی اس کے قریب نہ آنے پائے کیونکہ ہر عمل کی بنیاد، نیت اور ارادے پر ہی ہوتی ہے (۲)۔

انسان فرشتوں کی تحویل میں

☆ آیت ۲۱ کے مطابق قیامت کے دن انسان کو دو فرشتے اپنی تحویل میں لیں گے، ایک اسے عدالت کی طرف لے جائے گا اور دوسرا اس کا نامۂ اعمال پیش کرے گا۔ یہ وہی دو فرشتے ہوں گے جو ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور اس کے ہر عمل کو درج کرتے ہیں اور اس کی ہر حرکت کا حساب رکھتے ہیں۔ ان کی نظر سے انسان کا کوئی بھی عمل بچ نہیں سکتا اور نہ ہی انسان کا کوئی قول ان سے چھپا رہ سکتا ہے۔

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۲، ص ۲۲۵

۲۔ ترجمہ قرآن مجید، ابو منصور، ص ۱۰۳۱

اہل جہنم کی بعض خصوصیات

☆ آیت ۲۴ سے ۲۹ تک کے مطابق انسان کے رہنے والے ان دونوں فرشتوں کو حکم ہوگا کہ جو سرکش اور ناشکرے افراد ہیں انہیں جہنم میں ڈال دو۔ ان آیات میں اہل جہنم کی بعض خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے جو یہ ہیں:

۱۔ وہ نعمت کا شکریہ ادا کرنے والے نہیں ہوں گے۔

۲۔ حق سے دشمنی رکھنے والے ہوں گے۔

۳۔ نیکیوں سے روکنے والے ہوں گے۔

۴۔ لوگوں کے حقوق کو پامال کرنے والے ہوں گے۔

۵۔ شکوک وشبہات پیدا کرنے والے ہوں گے یعنی خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والے ہوں گے۔ ایسے افراد کا گناہ کسی بھی قیمت پر قابل معافی نہیں ہوگا۔

جہنم سے سوال

☆ آیت ۳۰ کے مطابق قیامت کے دن جب تمام اہل جہنم وارد جہنم ہوں گے تو اس وقت خداوند عالم جہنم سے خطاب کرتے ہوئے سوال کرے گا کہ کیا تو بھر چکی ہے؟ اس وقت جہنم کی طرف سے جواب یہ ہوگا کہ اگر مزید بھی ہیں تو لے آئیں ابھی میرا وجود نہیں بھرا ہے۔ صاحبان بصیرت اس آیت پر غور فرمائیں کہ کیا یہ ارشاد خداوندی نفس انسان کی لالچ اور ہوس کی تصویر کشی نہیں کر رہی؟ کیا یہ جہنم کبھی بھرتی یا سیر ہوتی ہے؟ جس قدر بھی آتش حرص وہوس کو بجھانے کا سامان فراہم کیا جاتا ہے اسی قدر یہ آگ مزید بھڑکتی ہے۔ اور ''ھل من مزید'' کا تقاضا کرتی رہتی ہے، حرص وہوس کی آگ تو صرف قناعت ہی سے بجھ سکتی ہے[1]۔

مستحقین جنت کی صفات

☆ آیت ۳۱ سے ۳۵ تک میں جنت کے مستحق افراد کی کچھ مخصوص صفات بیان کی گئی ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہوں گے کہ خود جنت کو بھی ان کے قریب کر دیا جائے گا۔ ان کے اوصاف کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ وہ خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہوں گے۔

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، ابو منصور، ص ۱۰۳۳

۲۔ اپنے نفس کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔

۳۔ اَن دیکھے خدا کا خوف رکھنے والے ہوں گے۔

۴۔ اُن کا دل ہمیشہ خدا کی طرف متوجہ ہوگا۔

پس ان صفات کے حامل لوگوں کے لئے ان کی خواہش سے زیادہ نعمتیں مہیا کی جائیں گی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسبیح پروردگار کا حکم

☆ آیت ۳۹ اور ۴۰ میں رسول خدا کو مخالفین کے اعتراضات اور اذیتوں پر صبر کرنے کی تلقین کرتے ہوئے مختلف اوقات میں تسبیح خداوندی کا حکم دیا گیا ہے۔

بعض افراد کا خیال ہے کہ ان آیات میں تسبیح کے لئے جو مختلف اوقات بیان ہوئے ہیں وہ اوقاتِ نماز کی طرف اشارہ ہے۔ طلوع صبح سے پہلے نماز صبح پڑھی جائے اور غروب سے پہلے نماز پہلے ظہر وعصر پڑھی جائے، پھر رات کے اوقات میں مغرب اور عشاء کی نماز ادا کی جائے اور نمازوں کے بعد نوافل ادا کئے جائیں کہ یہ سب تسبیح پروردگار کے بہترین مصادیق اور طریقے ہیں۔ البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ احادیث میں ان اوقات سے مراد نماز یومیہ ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے یہ صرف بعض مفسرین کی رائے ہے(۱)۔

زمین کا پھٹ جانا

☆ آیت ۴۴ کے مطابق جب زمین پھٹ جائے گی تو لوگ بڑی تیزی کے ساتھ پکارنے والے کو لبیک کہتے ہوئے دوڑیں گے کیونکہ اس وقت کہیں اور فرار کے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی۔ پس زمین کے پھٹنے سے زمین کے اندر دفن ذرات اوپر آجائیں گے ان ذرات کو جمع کر کے اسی ڈھانچے کو دوبارہ بنانا اللہ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے(۲)۔

فضائل وخصوصیات

جان کنی میں آسانی: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ قٓ هَوَّنَ اللّٰهُ عَلَيْهِ تَارَاتِ الْمَوْتِ وَسَكَرَاتِهِ(۳)

۱۔ اقتباس از، الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث۔ انوار القرآن، ص ۱۰۴۷

۲۔ بلاغ القرآن، ص ۷۰۷

۳۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۴۹

جو شخص سورہ ''ق'' کی تلاوت کرے گا اللہ اس پر موت کی مشکلات اور جان کنی کو آسان کرے گا۔

روزی میں وسعت: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ اَدْمَنَ فِیْ فَرَائِضِهٖ وَنَوَافِلِهٖ قِرَاَۃَ سُوْرَۃِ قٓ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فِیْ رِزْقِهٖ وَاَعْطَاهُ اللّٰهُ کِتَابَهٗ بِیَمِیْنِهٖ وَحَاسَبَهٗ حِسَابًا یَسِیْرًا(۱)

جو شخص اپنے فرائض اور نوافل نمازوں میں سورۃ ''ق'' پڑھتا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی روزی میں وسعت عطا کرے گا اور اس کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دے گا اور اس سے ہلکا حساب لے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۳۱

سورۂ ذاریات کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ ذاریات

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
ذاریات	27،26	51	67	مکہ مکرمہ	60	03	1546	360

☆ سورہ ذاریات موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا اکیاونواں (۵۱) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے سترسٹھواں (۶۷) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس کا نام سورۂ ذاریات رکھا گیا ہے جس میں ان ہواؤں کی قسم کھائی گئی ہے جو بادلوں کو منتشر کرنے والی ہے اور ذاریات عربی میں "منتشر کرنے والی چیزوں" کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ اصمعی کی لرزا دینے والی داستان	۲۔ وعدہ قیامت کی سچائی پر کھائی گئی قسموں کا بیان
۳۔ منکرین قیامت کی متضاد باتیں	۴۔ متقین کی بعض صفات
۵۔ موت کے بعد زندگی کی کئی مثالیں	۶۔ قیامت کا وجود حقیقت
۷۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان	۸۔ انبیائے گزشتہ کے واقعات میں اللہ کی نشانیاں
۹۔ کائنات کا نظام زوجیت	۱۰۔ جن وانس کی خلقت کا مقصد
۱۱۔ ظالموں کے لئے عذاب کا بیان	۱۲۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

☆ اس سورے میں مختلف اقوام پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب الٰہی نازل ہونے کا ذکر ہے اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان اقوام پر عذاب آگ، پانی، ہوا اور مٹی کی شکل میں آیا جب کہ یہی عناصر زندگی کی بنیادی ضروریات میں سے ہیں۔ صاحبان عبرت کے لئے اس میں واضح نشانی ہے۔

اصمعی کی لرزا دینے والی داستان:

زمخشری "تفسیر کشاف" میں اصمعی سے نقل کرتا ہے کہ میں بصرہ کی مسجد سے باہر آیا تو اچانک میری نگاہ ایک بیابانی

(صحرائی) عرب پر پڑی جو اپنی سواری پر سوار تھا، وہ میرے سامنے آیا تو اس نے مجھ سے پوچھا: تم کس قبیلہ سے ہو؟ میں نے کہا "بنی اصمع" سے۔ اس نے کہا؛ کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا: وہاں سے جہاں خداوند رحمٰن کا کلام پڑھتے ہیں۔ اس نے کہا میرے لئے بھی پڑھو۔ میں نے اس کے لئے" سورۂ الذاریات" کی کچھ آیات پڑھیں، یہاں تک کہ میں آیہ "وفی السمآء رزقکم " تک پہنچا، اس نے کہا، بس کافی ہے اور وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اس اونٹ کو نحر کر ڈالا جو اس کے ساتھ تھا اور اس کا گوشت ان ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا جو آ جا رہے تھے، اس نے اپنی تلوار اور کمان بھی توڑ ڈالی اور ایک طرف پھینک دی اور پشت پھیر کر چلتا بنا اور یہ واقعہ گزر گیا۔

جس وقت میں ہارون رشید کے ساتھ خانہ خدا کی زیارت کے لئے گیا تو میں طواف میں مشغول ہوگیا، اچانک میں نے دیکھا کوئی آہستہ آواز کے ساتھ مجھے پکار رہا ہے، میں نے نگاہ کی تو دیکھا کہ وہی مرد عرب ہے، لاغر اور کمزور ہو چکا ہے، اس کے چہرہ کا رنگ زرد پڑھ گیا ہے۔ اس نے مجھ پر سلام کیا اور دوبارہ مجھ سے خواہش کی کہ اسی سورے "ذاریات" کی اس کے لئے تلاوت کروں۔ جب میں آیہ "وفی السمآء رزقکم " تک پہنچا تو اس نے چلّا کر کہا: ہم نے اپنے خدا کے وعدہ کو اچھی طرح پالیا ہے، اس کے بعد اس نے کہا: کیا اس کے بعد بھی کوئی آیت ہے تو میں نے بعد والی آیت کو پڑھا "فورب السماء والارض انہ لحق " تو اس نے دوبارہ چیخ مار کر کہا:

"یہ کتنی عجیب بات ہے، کون تھا وہ جس نے خداوند جلیل کو غضبناک کیا اور اسے اس طرح قسم کھانی پڑھی، کیا انہوں نے اس کی باتوں پر یقین نہیں کیا کہ وہ قسم کھانے کے لئے ناچار ہوا" اس نے اس جملہ کو تین مرتبہ دہرایا اور زمین پر گر پڑا اور اس کی روح آسمان کی طرف پرواز کر گئی (۱)۔

وعدہ قیامت کی سچائی پر کھائی گئی قسموں کا بیان

☆ آیت ۱ سے ۶ تک میں پروردگار عالم نے روز قیامت کے وعدہ کا سچا ہونے کے حوالے سے کئی قسمیں کھائی ہیں۔ اس سورے کا آغاز کئی قسموں سے ہورہا ہے۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ان قسموں کا مضمون قیامت کے مطالب کے ساتھ ایک خاص ربط رکھتا ہے۔ اس سورے کے آغا میں خداوند عالم نے پانچ مختلف موضوعات کی قسم کھائی ہے:

پہلی قسم: قسم ہے ان ہواؤں کی جو بادلوں کو فضا میں چلاتی ہیں اور پودوں، پھولوں کے بیج روئے زمین میں ہر جگہ بکھیرتی ہیں۔

۱۔ تفسیر کشاف، ج ۴، ص ۴۰۰، بحوالہ تفسیر نمونہ، ج ۲۲، ص ۲۹۶، ۲۹۷

دوسری قسم: قسم ہے ان بادلوں کی جو بارش کا بھاری بھر کم بوجھ اپنے ساتھ اٹھائے پھرتے ہیں۔
تیسری قسم: قسم ہے ان کشتیوں کی جو عظیم دریاؤں اور سمندروں کی سطح پر آسانی کے ساتھ چلتی ہیں۔
چوتھی قسم: قسم ہے ان فرشتوں کی جو کاموں کو تقسیم کرتے ہیں۔

ان چار قسموں کو کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس اہم مطلب کو بیان کیا ہے جو جس کی خاطر اس نے یہ قسمیں کھائی ہیں کہ "جو کچھ تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ یقیناً سچ ہے" اسی وعدہ کی سچائی کو مزید تاکید کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "اس میں شک نہیں کہ اعمال کی جزا واقع ہو کر رہے گی"۔

یہاں واقع ہونے والے وعدوں سے مراد قیامت، حساب وکتاب، جزا وسزا اور بہشت ودوزخ سے مربوط وعدے ہیں۔ پس ان آیات پر غور کریں تو واضح ہوگا کہ بادلوں کا چلنا، بارش کا برسنا، اور اس کے نتیجے میں مردہ اور بنجر زمینوں کا زندہ وزرخیز ہونا خود قیامت کے منظر کی اسی دنیا میں نشاندہی کرتا ہے[1]۔

منکرین قیامت کی متضاد باتیں

☆ آیت ۷ سے ۱۴ تک کی آیات کا آغاز بھی ایک قسم سے ہو رہا ہے۔ یہ اس سورے میں استعمال ہونے والی قسموں میں سے پانچویں قسم ہے جس میں خداوند عالم نے مضبوط آسمان کی قسم کھائی ہے۔ اس کے بعد بیان فرمایا کہ "تم لوگ متضاد اور مختلف باتوں میں پڑے ہوئے ہو" یعنی کبھی تو تم قیامت کی حقیقت کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہو کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بوسیدہ ہڈیاں دوبارہ زندہ ہو جائیں اور کبھی کہتے ہو کہ ہمیں اس قیامت کے واقع ہونے کے بارے میں شک ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کے بارے میں بھی تم ایک موقف پر قائم نہیں ہو بلکہ کبھی اسے گزشتہ لوگوں کے افسانے کہتے ہو اور کبھی کہتے ہو قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اپنی تصنیف ہے، کبھی کہتے ہو اسے کوئی اور تعلیم دیتا ہے، کبھی کہتے ہو یہ کاہن ہے، کبھی ساحر، کبھی شاعر، کبھی مجنون کہتے ہو۔

اس کے بعد فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت سے انحراف کرنے والے ہیں اور قیامت سے انحراف وہی لوگ کرتے جو حق کو قبول کرنے اور منطق کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے روگردانی کرتے ہوئے قیامت کے بارے میں ظن وگمان اور اندازے لگاتے ہیں، ایسے لوگ خدا کی رحمت سے محروم ہوں گے۔ یہ لوگ جہالت کی وجہ سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور یہ لوگ قیامت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ دن کب آئے گا جس کا وعدہ کیا گیا ہے؟ انہیں

---

[1] تفسیر نمونہ، ج ۲۲، ص ۲۷۶

جواب بھی انہی کے لہجے میں دیا گیا ہے کہ قیامت کا دن اس وقت آئے گا جب کفار آگ میں ''تپا'' دیے جائیں گے، پس جس چیز کا تم مذاق اڑاتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔ ان آیات سے سمجھ سکتے ہیں کہ:

- دین کے بارے میں ظن وگمان پر عمل کرنے والے ہلاکت میں ہوں گے۔
- تاریکی اور جہالت کی وجہ سے لوگ وہم وگمان کو دلیل سمجھتے ہیں۔

متقین کی بعض صفات

☆ آیت ۱۵ سے ۱۹ تک میں متقین کی بعض ایسی صفات کو بیان کیا گیا ہے جن پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی متقی اور پرہیزگار کون ہے اور نمائشی وریاکار متقی کون ہے؟ ان آیات کے مطابق صاحبان تقویٰ کے لئے اللہ کی بارگاہ میں باغات اور چشمے ہوں گے اور وہ اللہ کی نعمتیں وصول کر رہے ہوں گے۔ یہ وہ افراد ہیں جن کے پاس فقط ظاہرداری اور نمائشی تقویٰ نہیں بلکہ ان کا کردار نیک ہوگا، وہ راتوں کو کم آرام کرتے ہوں گے، سحر کے وقت اٹھ کر نسیم سحر سے لطف اندوز ہونے کے بجائے استغفار کرتے ہوں گے، دولت جمع کرنے یا گھر کی رونق بڑھانے کے بجائے اپنے مال میں غرباء کا حق سمجھتے ہوں گے اور ان میں مال تقسیم کرتے ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ رات بھر سونے والے، رات کی بیداری کو استغفار کی بجائے لہو ولعب کے حوالے کرنے والے اور غرباء وفقراء کا حق دینے کی بجائے خمس وزکوٰۃ کو ہضم کر کے پرتعیش زندگی گزارنے والے کسی قیمت پر متقی نہیں ہو سکتے اور نہ ان کا جنت وکوثر سے کوئی تعلق ہوگا۔

موت کے بعد زندگی کی کئی مثالیں

☆ آیت ۲۰ اور ۲۱ میں ان منکرین کو جواب دیا گیا ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو نہیں مانتے تھے۔ ان سے کہا گیا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی کئی مثالیں اور نشانیاں اسی زمین میں موجود ہیں اگر تم اہل یقین ہو تو...! قابل توجہ بات یہ ہے کہ کرۂ ارض ایسی فضا میں مصروف گردش ہے جو حیات اور زندگی کے لیے نہایت نامساعد ہے۔ اس نامساعد فضا میں زمین کو زندگی گزارنے کے قابل بنانے میں سینکڑوں عوامل کے باہمی ربط کا بڑا دخل ہے۔ ان میں سے ایک بھی عامل مفقود ہو جائے تو کرۂ ارض اپنے دامن میں زندگی وحیات کو برقرار رکھنے کے قابل نہیں رہ سکتا، مثلاً زمین کی گردش کی سرعت، حجم، سورج سے فاصلہ، زمین کے گرد موجود حفاظتی ڈھال، زمین میں موجود عناصر، اس میں روئیدگی کی خاصیت اور دیگر لاکھوں باتوں کا زمین پر حیات کے وجود وبقا میں بڑا دخل ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک عامل میں بھی کوئی گڑبڑ ہو جائے تو کرۂ ارض صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔

جس طرح زمین میں اعادۂ حیات ''مرنے کے بعد دوبارہ زندگی'' پر دلائل اور نشانیاں ہیں بالکل اسی طرح خود تمہارے وجود کے اندر بھی کئی نشانیاں موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اعادۂ حیات ممکن ہے۔ اربوں خلیات کا ایک منظم لشکر انسان کو احسن تقویم کی صورت میں بنانے پر مامور ہوتا ہے اور یہ لشکر اس ایک خلیے سے وجود میں آیا جو ماں اور باپ کے اشتراک سے وجود میں آیا تھا۔ اس ابتدائی خلیے کو جو درس پڑھایا گیا ہے کہ اس انسان کو کس قسم کا بنانا ہے، وہ درس وارثتی طور پر تمام خلیات کو یاد ہے۔ چنانچہ ان میں تقسیم کار ہو جاتا ہے تو خلیوں کے ہر گروہ کو علم ہوتا ہے کہ اس نے اللہ کی اس امانت کبریٰ کو کس شکل میں بنانا ہے چنانچہ اس لشکر کا کچھ حصہ آنکھ، کچھ ناک، کچھ اعصاب، کچھ دماغ وغیرہ بنانے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ ان سب خلیات کو علم ہے کہ اگر ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اس بچے کو اس کے ماموں کی شکل میں بنانا ہے تو ماموں کی آنکھ، ناک اور منہ وغیرہ جس شکل کے ہیں اسی شکل میں بنانا پڑے گا۔ پھر کائنات کا عجیب ترین، پر اسرار وجود ''روح'' اس میں داخل کی جاتی ہے اور اللہ کا معجزہ ''انسان'' ایک بہت بڑی دنیا اپنے اندر سمائے ہوئے وجود میں آتا ہے۔ یہ اپنی بقا کی ضرورت کے تمام وسائل سے لیس ہے اور ساتھ اس تخلیقی کامل نظام کے ماورا ایک ہدایت اور سوجھ بوجھ بھی اس میں ودیعت فرمائی گئی ہے جس سے یہ اپنے خالق کی معرفت، اپنے نفع و ضرر کی پہچان سے بھی بہرہ ور رہے [۱]۔ یہ ساری نشانیاں صاحبان بصیرت کے لیے کافی ہیں کہ وہ اللہ کی ذات پر یقین کامل پیدا کرتے ہوئے اس پر ایمان لائیں۔

قیامت کا وجود حقیقت

☆ آیت ۲۳ کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کا آنا اس طرح برحق اور حقیقت ہے جیسے تمہارا بات کرنا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی قسم کھاتا ہے اور اپنی ذات کے مقام ربوبیت کی قسم کھا کر فرماتا ہے: قیامت کا وجود اس طرح حقیقت اور واقعیت رکھتا ہے جیسا کہ تمہارا بولنا، بات کرنا واقعیت و حقیقت رکھتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان

☆ آیت ۲۴ سے ۳۷ تک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں فرشتوں کا مہمان بن کر آنے کا بیان ہے۔ ان آیات کے مطابق فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرزند کی بشارت دی اور اپنے آنے کا اصل مقصد ایک مجرم قوم (قوم لوط) کی تباہی اور اللہ کی پیروی کرنے والوں کی نجات کو بیان کیا۔ یہ واقعات پہلے گزر چکے ہیں لہٰذا یہاں پر اعادہ نہیں کریں گے۔

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

یہاں پر ان آیات کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص بھی اللہ کے سامنے سرکشی اور بغاوت کرتا ہے وہ یقینی طور پر عذاب الٰہی کا شکار ہوتا ہے اور اس کی نجات کا کوئی راستہ باقی نہیں رہتا۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ ان واقعات کو اس لئے بیان کیا گیا ہے تاکہ بعد میں آنے والے اس سے عبرت حاصل کریں اور یہ ان کے لئے ایک نشانی قرار پائے کہ جو لوگ حکم خداوندی کی مخالفت کرتے ہیں ان کا انجام نابودی اور ہلاکت کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

انبیائے گزشتہ کے واقعات میں اللہ کی نشانیاں

☆ آیت ۳۸ سے ۴۶ تک میں مختلف انبیاء کی اقوام کے انجام کو بیان کیا گیا ہے اور اسے بھی صاحبان عقل کے لئے نشانی قرار دیا گیا ہے۔ ان آیات کے مطابق فرعون کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام واضح نشانیاں لے کر دعوت تبلیغ کے لئے گئے تو اس نے سرکشی کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر اور دیوانہ کہا۔ لہٰذا خداوند عالم نے اسے اور اس کی قوم کو غرق کر دیا۔ اسی طرح قوم عاد کو بھی ان کی سرکشی کی بنا پر ایک ایسی آندھی کے ذریعہ سے نشان عبرت بنا دیا جو جس چیز پر بھی گرتی تھی اسے تباہ و برباد کر کے چھوڑ دیتی تھی۔

وہ اقوام جن کی سرنوشت میں تمام انسانوں کے لئے عبرت کی نشانیاں ہیں ان میں سے ایک قوم ثمود ہے جن کی سرکشی پر ایسا عذاب نازل ہوا جس نے انہیں راکھ میں تبدیل کر کے رکھ دیا۔ اس قوم کو توبہ کرنے کے لئے تین دن کی مہلت دی گئی لیکن یہ لوگ توبہ کے بجائے اپنی سرکشی پر باقی رہے تو ایک بجلی ایسی چمکی جس کے بعد نہ وہ لوگ اپنی جگہ سے اٹھنے کے قابل رہے اور نہ ان میں اس کا مقابلہ کرنے کی سکت رہی۔ انہی اقوام میں سے جن کے حالات زندگی میں نشانی پائی جاتی ہے قوم نوح بھی ہے جن کی مسلسل نافرمانیوں کے نتیجہ میں خداوند عالم نے اپنے صالح اور مخلص بندوں کے علاوہ تمام لوگوں کو نیست و نابود کر دیا۔

کائنات کا نظام زوجیت

☆ آیت ۴۹ کے مطابق خداوند عالم نے ہر شی کے جوڑے بنائے ہیں۔ یعنی ذرات سے لے کر انسان تک کوئی ایسی مخلوق نہیں جس کا جوڑا نہ بنایا گیا ہو۔ یاد رہے کہ یہاں جوڑے سے مراد شوہر اور زوجہ نہیں بلکہ مذکر اور مونث (مرد اور عورت) مراد ہے۔ اس چیز کو اللہ نے واضح طور پر بیان کیا شاید یہ غافل لوگ اس کائنات کا نظام دیکھ کر اللہ کی وحدانیت، اس کے تدبر اور قدرت کی طرف متوجہ ہوں کہ اللہ ایک ہی ہے، وہی اس کائنات کو چلا رہا ہے اور وہ اعادۂ حیات پر بھی قادر ہے۔

جن و انس کی خلقت کا مقصد

☆ آیت ۵۶ میں انسانوں اور جنوں کی خلقت کے مقصد کو بیان کیا گیا ہے کہ انسان اور جنات کو صرف عبادت الٰہی

کے لئے خلق کیا گیا ہے۔ مفسرین کے مطابق جن وانس کی خلقت کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ پس عبادت معرفت کے بعد ہی ممکن ہے پس اللہ کے کمال و جمال کی معرفت کے بعد کمال کے سامنے جھکنا کمال ہے لہٰذا عبد کا کمال وارتقا یہ ہے کہ وہ کمال کے سامنے اپنا سرِ تسلیم خم کرے۔ لہٰذا خلقت انسانی کی غرض اسی صاحب کمال کی بندگی کرنے سے پوری ہوتی ہے، نہ کسی اور کی بندگی کرنے سے۔

ظالموں کے لئے عذاب کا بیان

☆ آیت ۵۹ اور ۶۰ جو کہ اس سورے کی آخری آیات ہیں، ایک طرح سے سورے کی مختلف آیات کا نتیجہ پیش کر رہی ہے۔ ان آیات میں پروردگار عالم فرماتا ہے کہ اب جب کہ معلوم ہو چکا ہے کہ مشرک اور گنہگار لوگ تخلیق کے اصلی ہدف سے منحرف ہو چکے ہیں تو انہیں جان لینا چاہیے کہ ان کے لئے عذاب الٰہی کا ایک حصہ معین ہے جیسا کہ گذشتہ اقوام کے لئے تھا۔ پس انہیں چاہیے کہ وہ اس عذاب کی جلدی نہ کریں اور یہ مطالبہ نہ کریں کہ اگر عذاب الٰہی حق ہے تو پھر وہ کیوں نہیں آتا؟ کیونکہ جب وہ اس عذاب میں مبتلا ہوں گے تو اس سے نجات کا کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔

فضائل وخصوصیات:

آسان ولادت: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنۡ عَلَقَتۡ عَلَى الۡحَامِلِ الۡمُتَعَسِّرَةِ وَلَدَتۡ سَرِيۡعًا (۱)

اگر اس سورے کو لکھ کر ایسی حاملہ عورت کو باندھا جائے جس پر بچے کی ولادت سخت ہے تو بچے کی ولادت آسان اور جلدی ہوگی۔

نورانی قبر: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنۡ قَرَأَ سُوۡرَةَ الذّٰرِيٰتِ فِيۡ يَوۡمِهٖ اَوۡ فِيۡ لَيۡلَتِهٖ اَصۡلَحَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهُ مَعِيۡشَتَهُ وَاَتَاهُ بِرِزۡقٍ وَاسِعٍ وَنَوَّرَ لَهُ فِيۡ قَبۡرِهٖ بِسِرَاجٍ يَزۡهَرُ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيَامَةِ (۲)

جو شخص دن یا رات کے وقت سورۂ ذاریات کو پڑھے گا خدا اس کی زندگی کے حالات اور معیشت کی اصلاح کرے گا اور اس کی قبر کو ایک ایسے چراغ سے روشن کرے گا جو قیامت کے دن تک چمکتا رہے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر برہان، ج ۷، ص ۳۰۷، بحوالہ تسکین روح، ص ۲۹۲

۲۔ اعلام الدین، ص ۳۷۷
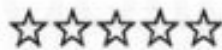
سورۂ طور کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ طور

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیبِ نزول	مقامِ نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
طور	27	52	76	مکہ مکرمہ	49	02	1324	313

☆ سورۂ طور موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا باونواں (۵۲) جبکہ ترتیبِ نزول کے لحاظ سے چھہترواں (۷۶) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام "سورۂ طور" اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے طور رکھا گیا ہے اور "طور" وہ پہاڑی ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ سے کلام کیا کرتے تھے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ عذاب واقع ہونے پر مختلف قسمیں	۲۔ اہلِ جنت کو ملنے والی نعمتیں
۳۔ متقین کے کامل ترین مصداق	۴۔ والدین کے احسانات
۵۔ کفار و مشرکین کے مختلف اعتراضات کے جواب	۶۔ کفار کی ناکامی
۷۔ قرآن مجید کا چیلنج	۸۔ اللہ کی بندگی نہ کرنے کی چند وجوہات
۹۔ سب سے بڑی سزا	۱۰۔ صبر اور تسبیح پروردگار سے ظلم کا مقابلہ
۱۱۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

عذاب واقع ہونے پر مختلف قسمیں

☆ آیت ۱ سے ۱۶ تک (جو اس سورے کی ابتدائی آیات ہیں) میں خداوند عالم نے کوہ طور، لکھی ہوئی کتاب، بیت معمور، آسمان اور سمندر کی قسم کھائی ہے۔ یہ تمام چیزیں کائنات میں مظاہر قدرت اور مظاہر شریعت ہیں۔ جس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ان تمام قسموں کے بعد جو بات بیان کی جائے گی وہ بہت عظیم اور اہم ہوگی، کیونکہ قسم کھانے والی

ذات پروردگارِ عالم کی ہے اور جن چیزوں کے ذریعے قسم کھائی جارہی ہے وہ کائنات کی عظیم اشیاء اور قدرت خداوندی کے بے مثال شاہکار ہیں لہٰذا یہ بات یقینی ہے کہ جس بات کو بیان کرنے کے لئے یہ قسمیں کھائی گئی ہیں وہ بھی بہت ہی اہم ہوگی۔ وہ بات مشرکین کے لئے اللہ کے آنے والے عذاب کی خبر ہے۔

مجموعی طور پر یہاں پانچ قسمیں کھائی گئی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قسم ہے طور کی: طور پہاڑ کو کہتے ہیں لیکن یہ لفظ خاص ہو گیا سینا میں موجود طور کے ساتھ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی تھی۔

۲۔ قسم ہے اس کتاب کی جو کشادہ ورق میں تحریر ہے: قدیم زمانے میں کسی تحریر کو محفوظ رکھنا ہوتو اس کو نازک چمڑے پر لکھ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آسمانی کتب اور صحف انبیاء کو بھی اسی طرح محفوظ کیا جاتا تھا۔

۳۔ قسم ہے آباد گھر کی: یہ وہ گھر ہے جو حج، عمرہ، طواف وزیارت اور عبادت کرنے والوں سے آباد رہتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد "خانہ کعبہ" ہے اور دیگر بعض کے نزدیک اس سے مراد "بیت المعمور" ہے جو آسمانوں میں کعبے کے بالمقابل اوپر موجود ہے، جہاں فرشتے اس کے گرد طواف کرتے ہیں جیسے زمین پر اہل ارض کعبہ کے گرد طواف کرتے ہیں۔

۴۔ قسم ہے بلند چھت کی: یعنی آسمان کی کہ اس نے کائنات کو عبث خلق نہیں فرمایا۔ اس نے جس مقصد کے لے انہیں خلق کیا ہے اس کے تحت قیامت کا برپا ہونا لازمی ہے اور سرکشوں کے لیے عذاب بھی لازمی ہے۔

۵۔ قسم ہے سمندر کی جو موجزن ہے۔

ان قسموں کو بیان کرنے کے بعد وہ عظیم خبر بیان ہوئی ہے جس کے لئے قسمیں کھائی گئی ہیں کہ یقیناً عذاب الٰہی نازل ہونے والا ہے اور اس عذاب کے نازل ہونے کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اللہ کی قوت کے سامنے کسی کا بس چلتا ہے نہ عدل الٰہی کے خلاف کوئی فیصلہ دے گا۔

یہ وعدہ الٰہی اس دن پورا ہوگا جس دن آسمان تھر تھرائے گا، پہاڑ حرکت میں آئیں گے۔ وہ دن ایسا سخت ہوگا جب دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ لہٰذا اس دن اللہ کی نشانیوں اور روز قیامت کی تکذیب کرنے والوں کو عذاب دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیاوی زندگی کو کھیل تماشہ میں گزارنے والے ہیں یعنی وہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کے مضمرات پر

غور کرنے کے بجائے بیہودہ باتوں میں لگے رہتے تھے جیسے کہ مشرکین مکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساحر، مجنون اور کاہن قرار دے کر لوگوں کو ان سے دور رکھنے کی کوششوں میں مصروف رہتے تھے۔ اس کے علاوہ انبیاء کی تمام تعلیمات کا مذاق اڑاتے تھے۔ پس انہی بے ہودہ حرکتوں کے نتیجہ میں جہنم ایسے لوگوں کی منتظر ہے جو انہیں جلانے والی ہے۔

اہل جنت کو ملنے والی نعمتیں

☆ آیت ۱۷ سے ۲۸ تک کی آیات اہل جنت سے متعلق ہیں۔ سابقہ آیات میں قیامت کے دن اہل کفر و شرک کا عذاب الٰہی میں مبتلا ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات میں ان لوگوں کا تعارف کرایا گیا ہے جو جنت میں جانے والے ہوں گے اور جنت میں جن نعمتوں سے وہ بہرہ مند ہوں گے ان میں سے بھی بعض کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

یہاں پر اہل جنت کو ملنے والی تقریباً "۱۳" نعمتوں کا بیان ہے:

۱۔ وہ باغات میں رہیں گے۔

۲۔ خدا کی نعمتوں کے درمیان رہیں گے۔

۳۔ جو کچھ خدا عطا کرے گا اس پر خوش رہیں گے۔

۴۔ خداوند عالم انہیں جہنم سے محفوظ رکھے گا۔

۵۔ انہیں خوشگواری کے ساتھ کھانے اور پینے کا حکم ہوگا۔

۶۔ وہ بچھے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔

۷۔ ان کی ساتھی کشادہ چشم حوریں ہوں گی۔

۸۔ جن لوگوں کی اولاد بھی صاحب ایمان ہوگی وہ جنت میں ان کے ساتھ ہی رہے گی۔

۹۔ جس طرح کے میوے یا گوشت وہ چاہیں گے اس سے بڑھ کر انہیں عطا کئے جائیں گے۔

۱۰۔ وہ آپس میں پیالے یا جام ایک دوسرے سے اس طرح لے اور دے رہے ہوں گے کہ اس عمل میں نہ کوئی بے ہودگی ہوگی نہ کسی قسم کے گناہ کا شائبہ و خیال ہوگا۔

۱۱۔ ان کے گرد ایسے حسین و جمیل لڑکے ہوں گے جو موتی جیسے ہوں گے۔

۱۲۔ ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہوئے دنیا میں اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات کو بیان کررہے ہوں گے۔

۱۳۔ اللہ کا احسان ان کے شامل حال رہا جس کے نتیجہ میں وہ جہنم کی زہریلی ہوا سے محفوظ رہے۔

یہ ان نعمتوں کا خلاصہ ہے جو ان آیات میں بیان ہوئی ہیں۔ ان آیات میں سے بعض آیات میں کچھ اہم مطالب بھی بیان ہوئے ہیں جن کی طرف ہم ذیل میں اشارہ کریں گے۔

متقین کے کامل ترین مصداق

آیت ۱۷ میں بیان کیا گیا ہے کہ صاحبان تقویٰ باغات اور نعمتوں کے درمیان ہوں گے۔ مجاہد نے عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے: ''ان المتقین فی جنات و نعیم، بیشک صاحبان تقویٰ باغات اور نعمتوں کے درمیان رہیں گے'' خاص کر علی، حمزہ، جعفر اور فاطمہ علیہا السلام کی شان میں ہے۔ ''خاص کر'' کی تعبیر اس لیے ہے کہ آیت کا اطلاق ہر متقی پر ہوتا ہے لیکن ان ہستیوں کو اس کا مصداق اول قرار دیا گیا ہے (۱)۔

والدین کے احسانات

آیت ۲۱ کے مطابق والدین کے احسانات صرف دنیا تک محدود نہیں ہیں۔ قیامت کے دن بھی وہ اپنی اس نیک اولاد کی شفاعت کریں گے جو والدین کے درجہ کے نہیں ہے۔ جب والدین کو جنت جانے کی اجازت مل جائے گی اور اولاد کو اپنے والدین کے درجہ کے برابر نہ ہونے کی وجہ سے جنت میں جانے کی اجازت نہیں ملے گی تو اس وقت والدین کی خواہش پر اولاد کو بھی والدین کے درجے پر فائز کیا جائے گا۔ اولاد کا درجہ بڑھائے جانے پر والدین کے درجات میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

کفار و مشرکین کے مختلف اعتراضات کے جواب

☆ آیت ۲۹ سے ۴۳ تک میں کفار و مشرکین کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ کفار اپنے اعتراضات کے ذریعے اسلام کی حقانیت کو باطل ثابت کرنا چاہ رہے تھے لیکن خداوند عالم نے ان کے تمام اعتراضات کا مدلل جواب دے کر انہیں ہمیشہ کے لئے لاجواب کر دیا۔ ان آیات میں جو مطالب بیان ہوئے ہیں ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

- اے رسول! خدا کے فضل سے آپ کاہن یا مجنون نہیں ہیں۔
- کیا یہ آپ کو شاعر کہتے ہیں اور آپ کے بارے میں حوادث دہر (زمانہ کے حالات) کا انتظار کر رہے ہیں اور وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ آپ کی تحریک آپ کی ذات تک محدود ہے، آپ کے دنیا سے جاتے ہی آپ کا پیغام بھی ختم ہو جائے گا۔

۱۔ تفسیر شواہد التنزیل ذیل آیت، ابن شہر آشوب نے تفسیر ابو یوسف یعقوب سے یہ روایت بیان کی ہے۔ نہایۃ المرام ص ۳۲۲ میں بھی مذکور ہے۔ بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن

- کیا ان کی عقل انہیں کفر پر آمادہ کر رہی ہے۔
- کیا یہ واقعاً گمراہ ہیں۔
- کیا ان کا خیال یہ ہے کہ آپ نے دین و مذہب اپنے پاس سے گھڑ لیا ہے۔
- کیا یہ بغیر خالق کے پیدا ہو گئے ہیں۔
- کیا انہوں نے اپنے آپ کو خود ہی پیدا کر لیا ہے۔
- کیا یہ آسمان و زمین کے خالق ہیں کہ انہیں خدا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
- کیا ان کے پاس رحمت پروردگار کے خزانے ہیں کہ خدا نے ان ہی کو مالک و مختار بنا دیا ہے۔
- کیا یہ کائنات کے حاکم اور لوگوں پر ان کا تسلط قائم ہے۔
- کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ سن لیتے ہیں کہ خدا نے آپ کو رسول نہیں بنایا ہے۔
- کیا یہ لڑکوں کے باپ ہیں اور خدا لڑکیوں والا ہے۔
- کیا آپ نے ان سے رسالت کی مالی اجرت مانگ لی ہے کہ یہ زیر بار نہیں ہونا چاہتے۔
- کیا یہ غیب کے کاتب ہیں کہ انہوں نے آپ کا نام پیغمبروں کی فہرست میں نہیں لکھا ہے۔
- کیا یہ کوئی چال چل رہے ہیں اور انہیں خدا کی تدبیروں کا اندازہ نہیں ہے۔
- کیا انہیں کوئی دوسرا خدا مل گیا ہے جس کی وجہ سے وہ حقیقی خدا سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔

ان تمام باتوں کو بیان کرنے کے ذریعے خداوند عالم نے ہر قسم کی گمراہی کے راستہ کو بند کر دیا ہے تا کہ اتمام حجت ہو اور قیامت کے دن کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص گمراہی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ بہت ہی بد بخت ہوگا۔

کفار کی ناکامی

آیت ۳۰ اور ۳۱ کے شان نزول میں بیان ہوا ہے کہ قریش کے لوگ دار الندوۃ میں جمع ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں متعدد آراء سامنے آئیں۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ گردش زمانہ کا انتظار کرو، یہ شاعر ہی تو ہے۔ جس طرح دیگر "شعراء زہیر، نابغہ اور اعشیٰ" کے مرنے کے بعد ان کی بھی بات ختم ہوئی ہے اس کی تحریک بھی ختم ہو جائے گی۔ اس بات پر اتفاق کر کے وہ منتشر ہو گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی[1]۔

---

[1] ۔ روح المعانی، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

کفار کی ان باتوں کے جواب میں خداوند عالم نے اپنے رسول سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کہہ دیجیے: تم اپنے گمان کے مطابق ہمارے خاتمے کا انتظار کرو اور ہم اپنے ایمان کے مطابق تمہارے خاتمے کا انتظار کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں: انتظار کرو کہ تمہاری سازشوں کو دم توڑنا ہے یا ہماری تحریک کو؟ یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔

قرآن مجید کا چیلنج

آیت ۳۴ میں اللہ نے کفار کو قرآن کے مقابلہ میں کوئی اس جیسا کلام لانے کا چیلنج کیا ہے کیونکہ کفار یہ کہتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ یہ چیلنج ایک ابدی حیثیت رکھتا ہے۔ آج تک بہت سی کوششیں ہوئیں کہ اس قرآن مجید کے مقابل کوئی ایک بھی آیت لائی جائے لیکن کبھی کسی کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

اللہ کی بندگی نہ کرنے کی چند وجوہات

آیت ۳۵ اور ۳۶ میں پروردگار عالم نے کفار و مشرکین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ کی بندگی نہ کرنے کی چند وجہیں ہو سکتی ہیں:

پہلی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ تم (کفار و مشرکین) بغیر خالق کے پیدا ہوئے ہو۔

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ تم خود خالق ہو۔

تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ کے خزانوں کے مالک تم ہو اور اللہ کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ عالم بالا (عرش الٰہی) میں جو فیصلے ہوتے ہیں ان کو سننے کے لئے تمہارے پاس کوئی ذریعہ موجود ہے، جسے تم نے سن لیا کہ اللہ معبود نہیں ہے۔ لہٰذا اگر یہ تمام صورتیں ناممکن ہیں تو اللہ کی بندگی سے فرار ہونے کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے [۱]۔

سب سے بڑی سزا

☆ آیت ۴۵ اور ۴۶ کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو حکم دے رہا ہے کہ اے رسول! آپ ان مشرکین کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیجئے، اس دن تک کے لئے جس میں وہ عذاب کا سامنا کریں گے۔ وہ دن ان کی موت کا دن ہوگا۔

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۱۴۷

وہ ان کی نہایت بے بسی کا دن ہوگا۔ اس دن اگر کوئی مدد کرنے والا ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس سے یہ لوگ مربوط نہیں رہے۔ اس کی بندگی سے دور رہے لہٰذا آج ان کی مدد کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ انسان کیلئے سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ اللہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دے اور وہ ذات اپنا ہاتھ اٹھا لے جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔

صبر اور تسبیح پروردگار سے ظلم کا مقابلہ

☆ ۴۸ اور ۴۹ میں خداوند عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار و مشرکین کی تمام حیلہ سازیوں کے مقابلہ میں صبر اور تسبیح پروردگار کرنے کی تلقین کی ہے۔ یہ خطاب اگرچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں لیکن قرآن مجید کی تعلیمات قیامت تک کے انسانوں کے لئے مشعل ہدایت ہیں لہٰذا ہر اس انسان کو چاہیے جو ظالم کے ظلم کا نشانہ بنے کہ وہ صبر اور تسبیح پروردگار کے ذریعہ خدا سے مدد طلب کرے۔

فضائل و خصوصیات:

عذاب الٰہی سے محفوظ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الطُّوْرِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يُؤْمِنَهُ مِنْ عَذَابِهِ وَأَنْ يُنَعِّمَهُ فِي جَنَّتِهِ[۱]

جو شخص سورۂ طور کی تلاوت کرے گا خدا پر لازم ہے کہ اسے اپنے عذاب سے محفوظ رکھے اور اسے اپنی بہشت کی نعمتوں سے بہرہ ور کرے۔

دنیا و آخرت کی بھلائی: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الطُّوْرِ جَمَعَ اللهُ لَهُ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ[۲]

جو شخص سورۂ طور کی تلاوت کرے گا خدا اسے دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کرے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۴۹

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۶

سورۂ نجم کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ نجم

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
نجم	27	53	23	مکہ مکرمہ	62	03	1432	359

☆ سورۂ نجم موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ترپنواں (۵۳) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے تئیسواں (۲۳) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس سورہ کی پہلی آیت کی وجہ سے "سورۂ نجم" رکھا گیا ہے جس میں اللہ نے رسول خدا ﷺ کی عصمت پر ستارے کی قسم کھائی ہے اور نجم عربی میں ستارے کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ ستارے کی قسم	۲۔ گفتار رسول ﷺ کی ضمانت
۳۔ واقعہ معراج کی طرف اشارہ	۴۔ مشرکین کے تین بڑے بت
۵۔ داستان غرانیق	۶۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا دائرہ
۷۔ ولید ابن مغیرہ کی مذمت	۸۔ قرآن مجید کے رہنما اصول
۹۔ قدرت پروردگار کے چند نمونے	۱۰۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

☆ بعض مفسرین کے مطابق یہ پہلا سورہ ہے جسکی پیغمبر خدا ﷺ نے اعلان رسالت کے بعد آشکار اور بلند آواز سے حرم مکہ میں تلاوت فرمائی۔ اور مشرکین نے اسے غور سے سنا اور اس دن تمام مومنین کے ساتھ مشرکین تک نے بھی سجدہ کیا[۱]۔

ستارے کی قسم

اس سورے کی ابتدا میں خداوند عالم نے ستارے کی قسم کھائی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں "النجم، ستارے"

۱۔ تفسیر روح البیان، ج۹، ص ۲۰۸، بحوالہ تسکین روح، ص ۲۹۷

سے کیا مراد ہے؟ مفسرین نے اس بارے میں مختلف تفسیریں بیان کی ہیں، ان تمام تفاسیر میں سے بہتر تفسیر یہ ہے کہ یہاں ''ستارہ'' عمومی معنی میں ہے کوئی مخصوص ستارہ مراد نہیں ہے۔

گفتار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضمانت

☆ آیت ۱ سے ۴ تک میں ستارے کی قسم کھاتے ہوئے پروردگار عالم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گفتار کی مکمل ضمانت دی ہے کہ ان کے کسی بھی قول وفعل میں ذاتی خواہشات کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا بلکہ وہ جو کچھ کرتے اور کہتے ہیں وہ وحی الٰہی کے مطابق ہے۔ ان آیات کا مقصد یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گفتار کی مکمل ضمانت پیش کی جائے کہ اس میں خواہشات کا کوئی دخل نہیں ہے اور وہ سراسر وحی الٰہی ہے چاہے قرآن مجید کی شکل میں ہو یا حدیث وسنت کی شکل میں ہو۔

ان آیات کے شان نزول کے بارے میں ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ہم نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز عشاء ادا کی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام سے فارغ ہوئے تو فرمایا آج طلوع فجر کے وقت آسمان سے ایک ستارہ تم میں سے کسی کے گھر اترے گا، جس گھر میں وہ ستارہ اترے وہی میرا خلیفہ ووصی اور میرے بعد تمہارا امام ہے۔ جیسے ہی فجر کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے دیکھنا شروع کیا اور دل میں یہ خواہش موجزن ہوگئی کہ یہ ستارہ اسی کے گھر میں اترے۔ تمام لوگوں سے زیادہ یہ خواہش میرے والد عباس ابن عبد المطلب علیہ السلام کے دل میں تھی۔ جب فجر کا وقت ہوا تو آسمان سے ایک ستارہ جناب امیر علیہ السلام کے گھر جا اترا تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی علیہ السلام! مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میرے بعد وصایت وخلافت اور امامت تمہارے لیے واجب ولازم ہوگئی ہے۔ یہ دیکھ کر منافقوں نے کہنا شروع کیا جن میں عبد اللہ ابن ابی منافق بھی شامل تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچازاد بھائی کی محبت میں بہک گئے ہیں اور معاذ اللہ گمراہ ہوگئے ہیں اور ان کی شان میں جو کچھ بھی کہتے ہیں خواہش نفسانی کی بنیاد پر کہتے ہیں۔ پس جب منافقین نے اس طرح کہنا شروع کیا تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی (۱)۔

اسی مطلب کو اہل سنت علماء نے بھی اپنی کتب میں بیان کیا ہے جیسے کہ انس ابن مالکؓ راوی ہیں کہ: ایک رات ایک

۱۔ مجالس الصدوق (ترجمہ امالی الصدوق) از ذیشان حیدر جوادی، ص ۵۲۳

ستارہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے گھر نازل ہوا تو لوگوں نے اس بارے میں کہا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی محبت میں گمراہ ہو گئے ہیں۔ جس پر یہ آیات نازل ہوئیں (۱)۔

واقعہ معراج کی طرف اشارہ

☆ آیت ۶ سے ۱۸ تک میں واقعہ معراج کی طرف اشارہ ہے اور ساتھ ہی جبرئیل کے اوصاف بھی بیان کئے گئے ہیں کہ وہ اپنی صحیح شکل میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے اور انہوں نے پیغام الٰہی کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا باقاعدہ مشاہدہ کیا اور یہ مشاہدہ کسی طرح بھی آنکھوں کا فریب نہیں تھا۔ ان آیات کے مطابق معراج میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی بلندی پر پہنچے کہ عرش اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان دو کمان یا اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا۔ معراج کے بارے میں تفصیلی بحث ''سورۂ بنی اسرائیل'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

مشرکین کے تین بڑے بت

☆ آیت ۱۹ سے ۲۴ تک کی آیات مشرکین مکہ کے تین بڑے بتوں سے متعلق ہیں جن کے نام ''لات، عزّیٰ اور منات'' تھے۔

لات: اس بت کی بنی ثقیف کے لوگ پوجا کرتے تھے۔ یہ بت طائف میں نصب تھا۔

عزیٰ: یہ قریش کا بت تھا۔ اس کے معنی عزت والی ہے۔ یہ بت مکہ اور طائف کے درمیان وادی نخلۃ میں نصب تھا۔ جنگ احد میں ابوسفیان نے یہ نعرہ لگایا: ''ہمارے لیے عزّیٰ ہے تمہارا کوئی عزّیٰ نہیں'' اس کے جواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اللہ ہمارا مولا ہے تمہارا کوئی مولا نہیں (۲)''۔

منات: یہ بت مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان قُدید کے مقام پر نصب تھا۔ اس بت کی پوجا کرنے والے خزاعہ، اوس اور خزرج کے لوگ تھے۔

ان بتوں کے بارے میں کفار و مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ تینوں خدا کی لڑکیاں ہیں اسی لئے قابل پرستش ہیں۔ خداوند عالم نے ان کے اس عقیدے کے بارے میں فرمایا کہ کس قدر ظلم ہے کہ یہ اپنے لئے لڑکے تجویز کریں جبکہ خدا کے

۱۔ المناقب المغازلی، ص ۲۶۶۔ حاشیہ شواہد التنزیل ذیل آیت، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل آیت

۲۔ بحار الانوار، ج ۲۰، ص ۲۳

لیے لڑکیاں قرار دیں، جبکہ خدا کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ سب انہی کافروں کے تراشے ہوئے پتھر ہیں اور یہ سب ان کے اپنے ذہنوں کی تخلیق ہے۔ ان ناموں کو انہوں نے اور ان کے آباؤاجداد نے گھڑ لیا ہے کیونکہ اگر ایسا ہونا صحیح ہوتا تو اللہ اس بات پر کوئی سند یا دلیل نازل کرتا، دراصل یہ کفار اپنے گمان کی پیروی کر رہے ہیں۔ کفار کے اس اندازِ فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک صاحبِ فرزند ہونا باعثِ شرف اور صاحبِ دختر ہونا باعثِ ننگ و عار تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ ان کی خواہشات یہ ہیں کہ بتوں کے سامنے نذرانہ پیش کر کے تمام ذمہ داریوں سے فارغ ہو جائیں۔ نہ احکام، نہ شریعت، نہ حلال و حرام، نہ تقویٰ، نہ حقوق کا خیال رکھا جائے بلکہ ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد ہوں۔ اگر رسول، شریعت، آخرت، جنت و جہنم کو تسلیم کیا جائے تو بہت سی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو ان کی خواہشات کے خلاف ہیں۔ خلاصہ یہ کہ دین میں ظن و گمان پر اعتماد وہ لوگ کرتے ہیں جو خواہش پرست اور احکام و شریعت سے چھٹکارا چاہتے ہیں۔

داستانِ غرانیق

انہی آیات کے ضمن میں ایک مشہور و معروف داستان بیان کی جاتی ہے جو "داستانِ غرانیق" کے نام سے مشہور ہے جس کا خلاصہ ذیل میں درج ہے:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں سورۂ "النجم" کی تلاوت میں مشغول تھے، جب ان آیات پر پہنچے جن میں مشرکوں کے بتوں کے نام تھے، یعنی "اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى" تو (نعوذ باللہ) شیطان نے یہ دو جملے ان کی زبان پر جاری کئے کہ "تلك الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی" یعنی یہ بلند مقام والے خوبصورت پرندے ہیں اور ان سے شفاعت کی امید ہے۔" اس وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا اور جب کافروں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتوں کے آگے سجدہ ریز ہوتے دیکھا تو انہوں نے بھی سجدہ کیا۔ اتنے میں جبرئیل نازل ہوئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنبیہ کرتے ہوئے خبردار کیا کہ ان دو جملوں کو میں اللہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نہیں لایا تھا بلکہ شیطان نے یہ خیال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں ڈالا ہے۔" بہت سے قرائن اور شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک جعلی اور گھڑی ہوئی حدیث ہے۔ اس لئے اسلام کے تمام محققین من جملہ شیعہ و سنی علماء نے اس حدیث کا زوردار الفاظ میں انکار کیا ہے اور اسے حدیث جعل کرنے والوں کی کارستانی قرار دیا ہے۔

یہ داستان عقل اور نقل دونوں کے اعتبار سے نا قابل قبول ہے۔ذیل میں ہم اس کے جھوٹ پر مبنی ہونے کی وجوہات میں سے بعض کی طرف اشارہ کریں گے:

۱۔ داستان خود صریحاً قرآن کے خلاف ہے کیونکہ اسی سورے کی ابتدائی آیات میں بیان ہوا ہے کہ ''وہ (رسول) خواہش سے نہیں بولتا۔یہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

۲۔ یہ روایت زیادہ تر تابعین سے منقول ہے۔اصحاب میں سے صرف حضرت ابن عباسؓ کی طرف اس کی نسبت دی گئی ہے اور ابن عباسؓ بھی ہجرت سے صرف تین سال قبل پیدا ہوئے تھے، لہٰذا وہ بھی اس واقعے کے عینی شاہد نہیں ہوسکتے۔

۳۔ یہ عصمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہے جو اجماع مسلمین سے ثابت ہے۔

۴۔ بتوں کے نام ذکر کئے جانے کے بعد جو آیات بیان ہوئی ہیں، وہ سب بتوں کی مذمت اور ان کی برائی اور پستی کے بیان میں ہیں۔

۵۔ بتوں اور بت پرستی کے ساتھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارزہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی میں اول سے آخر تک مسلسل اور بدون توقف جاری رہا۔لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے ایسے الفاظ جاری ہوجائیں؟

اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا دائرہ

☆ آیت ۳۲ کے مطابق خداوند متعال ''واسع المغفرۃ'' ہے یعنی اس کی مغفرت کا دائرہ بہت ہی وسیع ہے وہ گناہان کبیرہ اور فحش باتوں سے پرہیز کرنے والوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ گناہان صغیرہ کو انجام دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔صغیرہ گناہ سے مراد وہ گناہ ہے جس کے بعد انسان احساس گناہ اور استغفار کرتا ہے جبکہ گناہ کبیرہ میں انسان احساس گناہ کرنے کو اپنی توہین سمجھتا ہے بلکہ بعض اوقات گناہ کے انجام دہی پر فخر ومباہات کا اظہار کرتا ہے۔

ولید ابن مغیرہ کی مذمت

☆ آیت ۳۳ سے ۳۵ تک کی آیات ایک ایسے شخص کے بارے میں ہے جو پہلے دین اسلام کی طرف مائل ہونے لگتا ہے اور اس سے منہ موڑ لیتا ہے۔

ان آیات کے شان نزول میں مفسرین کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ یہ ولید ابن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ ولید جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی پیروی کرنے لگا تو دیگر مشرکوں نے اسے یہ کہہ کر گمراہ کیا کہ تم نے اپنے بزرگوں کا دین ترک کر کے اس نظریہ کو اپنا لیا ہے کہ ہمارے بزرگ جہنم میں ہیں؟ ولید نے کہا: میں اللہ کے عذاب سے ڈر گیا تھا۔ اس پر اسے بہکانے والے مشرک نے کہا: اگر تو مجھے کچھ مال دیدے اور شرک کی طرف واپس آجائے تو تیرا عذاب میں خود اُٹھاؤں گا۔ اس نے ایسا ہی کیا، شرک کی طرف واپس چلا گیا اور کچھ عرصہ مال دینے کے بعد اس نے مال دینا بند کر دیا۔ اس شخص کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی۔ شان نزول میں دیگر مختلف اور متعدد روایات بھی ہیں (۱)۔

قرآن مجید کے رہنما اصول

☆ آیت ۳۸ سے ۴۲ تک کے مطابق قیامت کے دن کوئی شخص کسی دوسرے انسان کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا بلکہ ہر انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار ہوگا۔ ان آیات میں چند ایسے اصولوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن کی طرف متوجہ ہونے والا انسان دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب قرار پائے گا۔ وہ اصول مندرجہ ذیل ہیں:

- کوئی شخص کسی کا بوجھ اٹھانے والا نہیں لہٰذا ہر شخص کو اپنے اعمال کی جوابدہی کے لئے تیار رہنا چاہیے۔
- انسان کا دنیا و آخرت میں اتنا ہی حصہ ہے جتنی اس نے کوشش کی ہے کیونکہ دین اسلام جدوجہد کا نام ہے اس میں سستی اور کاہلی کے مرتکب افراد کو کوئی مقام و مرتبہ حاصل نہیں ہوگا۔
- ایک دن ایسا آئے گا کہ انسان اپنے کئے ہوئے افعال کا مشاہدہ کرے گا اس وقت اسے اپنے انجام کے بارے میں صحیح اندازہ ہو جائے گا۔
- انسان کی آخری منزل بارگاہ خداوندی ہے۔ اس دنیا میں جتنا چاہے انسان اس سے فرار اختیار کرے مگر آخر میں اسی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے لہٰذا اس بات کو مدنظر رکھ کر اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرے۔

قدرت پروردگار کے چند نمونے

☆ آیت ۴۳ سے ۶۲ تک میں خداوند عالم نے اپنی قدرت کے چند نمونوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ:

- انسان کو رونا اور ہنسنا اسی نے سکھایا ہے۔

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل آیت

- موت وحیات کا اختیار اسی کے ہاتھ میں ہے۔
- نطفہ کو انسان کی شکل اسی نے عطا فرمائی ہے۔
- ایک ہی نطفہ سے مذکر اور مونث دونوں اسی نے خلق کئے ہیں۔
- آخرت کی زندگی اسی کی پیدا کردہ ہے۔
- ستارہ شعریٰ بلندی اور بزرگی کے باوجود اسی کی مخلوق ہے۔ شعریٰ نامی ستارہ سورج کے بعد سب سے زیادہ چمکدار ستارہ ہے۔

یہ ستارہ سورج سے بیس گناہ زیادہ روشن اور زمین سے دس نوری سال کے فاصلے پر ہے۔ اہل مصر اور عربوں میں قبیلہ خزاعہ اس ستارے کی پرستش کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر واضح کردیا کہ تمہارا رب شعریٰ نہیں بلکہ اللہ ہے جو شعریٰ کا بھی رب ہے(۱)۔

- گذشتہ انبیاء کی امتوں کو طاقت واقتدار حاصل ہونے کے باوجود ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ نے ہی ہلاک کردیا۔

عذاب الٰہی کا شکار ہونے والی اقوام میں سے قوم عاد، قوم ثمود، قوم نوح اور قوم لوط ہیں جن کی سرکشیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے خداوند عالم نے مختلف عذابوں کے ذریعے ان کو صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کردیا اور انہیں آئندہ آنے والی امتوں کے لئے نشانِ عبرت بنادیا۔

پس یاد رکھو کہ جس طرح سابقہ انبیاء اپنی امتوں کو ڈرانے والے تھے، جب انہوں نے انبیاء کا مذاق اڑایا تو اللہ نے انہیں ہلاک کردیا اسی طرح یہ رسول (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ڈرانے والا ہے، اس پر تعجب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ان تمام اقوام کے حالات سامنے آنے کے باوجود لوگ قیامت پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور کس عذاب کے منتظر ہیں کیونکہ قیامت قریب ہے اور اس کو ٹالنے والی ذات پروردگار عالم کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ انسان کو جرائم اور روزِ آخرت کے تصور سے ہی گریہ کرنا چاہیے تھا لیکن قیامت کا تذکرہ کیا جائے تو وہ ہنستا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لغویات میں مصروف ہونے کے بجائے اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر اس کی عبادت کی جائے۔ اس پیغام کے ساتھ

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل آیت

اس سورے کا اختتام ہوتا ہے کہ اللہ کیلئے سجدہ کیا جائے اور اسی کی عبادت کی جائے۔ جب تلاوت کرتے ہوئے اس آیت (۶۲) پر پہنچیں تو سجدہ کرنا واجب ہے اور یہ قرآن مجید کا تیسرا واجب سجدہ ہے۔

فضائل وخصوصیات:

قضائے حاجات: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو شخص اپنی حاجات کو مدنظر رکھتے ہوئے اکیس مرتبہ اس سورے کی تلاوت کرے گا بہت جلد اس کی حاجتیں پوری ہوں گی (۱)۔

پسندیدہ زندگی: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ يُدْمِنُ قِرَاْءَةَ وَالنَّجْمِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ اَوْفِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ عَاشَ مَحْمُوْدًا بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ وَ كَانَ مَغْفُوْرًا لَهُ وَ كَانَ مَحْبُوْبًا بَيْنَ النَّاسِ (۲)

جو شخص سورۂ ''والنجم'' کی ہر دن اور ہر رات تلاوت کرے گا وہ لوگوں کے درمیان ایک قابل تعریف اور شائستہ شخص سمجھا جائے گا، خدا اس کو بخش دے گا اور وہ لوگوں کے درمیان محبوب رہے گا۔

☆☆☆☆☆
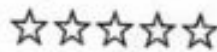
۱۔ صحیفۂ مہدیہ، ص ۱۴۳، بحوالہ تسکین روح، ص ۲۹۹

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۶

سورۂ قمر کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ قمر

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
قمر	27	54	37	مکہ مکرمہ	55	03	1470	342

☆ سورۂ قمر موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا چونواں (۵۴) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے سینتیسواں (۳۷) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے "سورۂ قمر" رکھا گیا ہے جس میں قیامت کے قریب آنے اور چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا بیان ہے اور قمر عربی میں چاند کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قیامت کا قریب ہونا اور معجزہ شق قمر	۲۔ قوم نوح کا تذکرہ
۳۔ دو اہم نکتے	۴۔ قوم عاد کا تذکرہ
۵۔ قوم ثمود کا دردناک انجام	۶۔ مسلمانوں کو توجہ دلانا
۷۔ کفار کی شکست کی خبر	۸۔ نظام علل و اسباب
۹۔ ہر عمل، نامہ اعمال میں ثبت	۱۰۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

قیامت کا قریب ہونا اور معجزہ شق قمر

☆ آیت ۱ سے ۳ تک کا خلاصہ یہ ہے کہ سورے کی ابتدا میں قیامت کے قریب ہونے اور چاند کے ٹکڑے ہونے کا ذکر ہے۔ قیامت کے قریب ہونے کی بات اس لئے بیان ہوئی ہے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں لہٰذا ان کی بعثت خود قیامت کے قریب ہونے کی ایک نشانی ہے۔ دوسری طرف چاند کے ٹکڑے ہونا دلیل ہے کہ قیامت سے پہلے کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور یہ اس کی ایک چھوٹی سی دلیل ہے۔ روایات سے یہ بات

ثابت ہے کہ قیامت سے پہلے تمام ستارے ٹوٹ جائیں گے۔ مفسرین کا اتفاق ہے کہ شق القمر کا واقعہ ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے مکہ مکرمہ میں منیٰ کے مقام پر پیش آیا تھا(۱)۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ کفار قریش کے بزرگان ابوجہل، ولید ابن مغیرہ، عاص ابن وائل، عاص ابن ہشام، اسود ابن عبد یغوث، اسود ابن مطلب وغیرہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ اپنے دعوائے نبوت میں سچے ہیں تو ہمیں چاند کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے دکھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں نے ایسا کر دیا تو کیا ایمان لے آؤ گے؟ وہ بولے: ہاں ضرور، پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کے حضور دعا کی اور اپنے دست مبارک (کی شہادت کی انگلی) سے چاند کی طرف اشارہ کیا تو وہ دو ٹکڑے ہو گیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے کوہ حراء کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ یہ واقعہ چاند کی چودہویں کو پیش آیا تھا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا "تم سب گواہ ہو جاؤ" اسی طرح اس واقعہ کو ابونعیم نے "دلائل نبوت" میں ابن عباسؓ سے روایت کی ہے(۲)۔

اس معجزہ کو دیکھنے کے بعد بھی کفار اپنے کئے ہوئے وعدۂ ایمان سے منحرف ہو گئے اور اس معجزے کو بھی جادو قرار دیا اور اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کا سلسلہ جاری رکھا کیونکہ رسول کی رسالت کو قبول کر کے ان کی بالادستی کو قبول کرنا کفار و مشرکین کی انا پرستی کے خلاف تھا۔ اس آخری آیت (آیت ۳) میں دین اسلام کے استحکام اور دشمنان اسلام کی نابودی کی نوید ہے۔ اس آیت میں ان لوگوں کے لئے ایک خوشخبری ہے جو حق کی راہ میں مخلصانہ طریقے سے کام کرتے ہوئے ایک طویل منصوبہ بندی کرتے ہیں اور اپنے اس عمل کو اخلاص کے منافی باتوں سے پاک رکھتے ہیں۔ انہیں آخر کار کامیابی ملے گی اور غیر مخلص لوگوں کی وقتی اچھل کود ختم ہو جائے گی اور انجام کار انہیں رسوائی ملے گی۔

قوم نوح کا تذکرہ

☆ آیت ۹ سے ۱۷ تک میں قوم نوح کی عبرت ناک داستان کے بعض حصوں کو بیان کیا گیا ہے تا کہ آنے والی نسلوں کے لئے درس عبرت ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ "سورۂ ہود" میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس سورے میں بھی پروردگار عالم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطمینان دلانے کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کیا ہے جس کے ذریعہ

۱۔ تفہیم القرآن، ذیل سورۂ قمر

۲۔ نظم الدرر فی سلک شق القمر، ص ۳۰، ۳۱، عبدالحلیم ابن امین اللہ حنفی لکھنوی، جمعیت اشاعت اہل سنت، میٹھادر، کراچی

مندرجہ ذیل اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے:

- قوم نوح نے حضرت نوح علیہ السلام کی نہیں ہمارے ایک بندے کی تکذیب کی تھی اور ہمارے بندے کی تکذیب اصل میں ہماری تکذیب ہے۔
- نوح نے خود مقابلہ کرنے کی بجائے ہمارے اوپر بھروسہ کیا اور ہم سے دعا کر کے مسئلہ کو ہماری مصلحت کے حوالہ کر دیا تو ہم نے ان سے انتقام کا انتظام کر دیا تھا۔
- ہم نے موسلادھار بارش اور طوفان سے نوح کی امداد کی تھی تا کہ یہ واضح رہے کہ ہماری امداد کے وسائل محدود نہیں ہیں۔
- ہم نے نوح کو غیبی وسائل سے نہیں بچایا بلکہ معمولی کشتی ہی کو اتنا طاقتور بنا دیا کہ طوفان کا مقابلہ کر سکے۔ اس لئے کہ طاقت دینا ہمارا کام ہے اور ہمیں غیبی وسائل کی بھی ضرورت نہیں ہے۔
- نوح کی کشتی ہمارے اشاروں پر چل رہی تھی اور یہی اطاعت الٰہی کا نتیجہ ہے کہ جو ہمارے اشاروں پر چلتا ہے نجات اور کامیابی اسی کا حصہ ہے۔

دو اہم نکتے

۱۔ واضح رہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیت علیہم السلام کو امت کے لئے کشتی نوح کے مانند قرار دیا ہے تا کہ لوگ ان کی ظاہری حیثیت پر ہی نگاہ نہ کریں بلکہ ان کے درجات کو دیکھ کر ان سے تقرب حاصل کریں تا کہ دنیا و آخرت کے طوفان سے محفوظ رہیں۔ مگر افسوس! کہ امت نے ان سے تمسک کے بجائے ان کی تکذیب کی اور ان سے منحرف ہوگئی اور نجات کے راستہ کو چھوڑ کر گمراہی کے راستہ کو اختیار کر لیا۔

۲۔ خداوند عالم کے پاس لوگوں کو نصیحت کرنے اور عبرت حاصل کرنے کی دعوت دینے کے لئے بہت سے طریقے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ تو یہ ہے کہ انہیں عذاب میں مبتلا کیا جائے لیکن اللہ نے امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحم فرمایا اور عذاب نازل کرنے کے بجائے قرآن مجید کو بطور رحمت و نصیحت نازل کیا۔ اس لئے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم صالح اور قوم لوط کو نصیحت دینے کے لئے نازل ہونے والی ہر آفت کے بعد اس آیت کا ذکر آ رہا ہے کہ "ہم نے قرآن کو نصیحت کا آسان ذریعہ بنایا ہے" پس آسانی کی ایک صورت یہ ہے کہ سابقہ انبیاء کی اقوام کے حالات سے عبرت

حاصل کی جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جن باتوں سے نصیحت حاصل کرنا ہے انہیں نہایت سادہ اور آسان الفاظ میں مختلف انداز کے ساتھ بار بار بیان کیا جائے تا کہ آسانی سے لوگ ان نصیحتوں کو ذہن میں رکھ لیں (۱)۔

قوم عاد کا تذکرہ

☆ آیت ۱۸ سے ۲۲ تک میں قوم عاد کی سرگزشت کو بیان کیا گیا ہے۔ قوم عاد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا نام ہے، ان کا تفصیلی واقعہ ''سورۂ ہودؑ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ ان آیات کے مطابق قوم عاد نے جب اپنے رسول حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب کی تو انہیں ایک ایسے دن عذاب کا نشانہ بنایا گیا جو ان کے لئے نحوست کا دن تھا۔ ایسا طوفانی عذاب آیا کہ اکھڑے ہوئے کھجور کے تنوں کی طرح انہیں اٹھا کر پھینک دیا گیا اور قوم عاد آنے والی نسلوں کیلئے نشان عبرت بن گئی۔

قوم ثمود کا دردناک انجام

☆ آیت ۲۳ سے ۳۲ تک میں قوم ثمود کے دردناک انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ قوم ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی، ان کا تفصیلی واقعہ ''سورۂ ہودؑ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت صالح علیہ السلام نے اس قوم کو دعوت دین الٰہی دی تو انہوں نے اعتراض کیا کہ کیا ہم اپنوں میں سے ہی ایک بشر کی پیروی کریں؟ اگر ہم اپنے جیسے ہی ایک بشر کی پیروی کرنے لگے تو ہم گمراہ اور دیوانہ لوگ ہوں گے۔ دوسرا اعتراض یہ تھا کہ کیا صرف یہی رہ گئے ہیں جن پر کتاب نازل ہوئی اور وہ ہماری رہنمائی کریں؟ نہیں، بلکہ یہ اپنے دعوائے نبوت میں جھوٹے ہیں۔ بالکل اسی طرح کا اعتراض کفار مکہ نے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا تھا لہٰذا ان آیات میں خداوند عالم نے اپنے رسول کو حضرت صالح کی قوم کے نظریات کو بیان کر کے تسلی دی ہے کہ صرف آپ پر یہ اعتراض نہیں ہوا بلکہ آپ سے پہلے بھی ہمارے رسولوں کو اسی طرح کے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

اس قوم نے حضرت صالح سے معجزہ کا مطالبہ کیا اور کہا کہ اگر پہاڑ کے دامن سے اونٹنی برآمد ہو تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے لیکن جب معجزہ ظاہر ہوا تو سرکشی پر اتر آئے اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی، اس طرح اسے قتل کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد پوری قوم عذاب الٰہی کا شکار ہو گئی اور ہمیشہ کے لئے نشان عبرت بن گئی۔

☆ آیت ۳۳ سے ۳۹ تک میں قوم لوط کا ذکر ہے۔ قوم لوط کا واقعہ بھی ''سورۂ ہودؑ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۷۲۱

مسلمانوں کو توجہ دلانا

☆ آیت ۴۰ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو آسان زبان میں نازل کرنے کو بیان فرمایا ہے۔ اس سورے میں یہ آیت چار مرتبہ دہرائی گئی ہے، قصہ نوح کے بعد، قصہ ہود کے بعد، قصہ صالح کے بعد اور قصہ لوط کے بعد۔ اس کے ذریعہ امت اسلامیہ کو بار بار توجہ دلائی گئی ہے کہ ان چار قوموں کے حالات اور ان کی تباہی سے سبق حاصل کرو اور کفار کو بھی متوجہ کرو کہ تمہاری طاقت گذشتہ اقوام کی طاقت سے زیادہ نہیں ہے اور عذاب الٰہی کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

کفار کی شکست کی خبر

☆ آیت ۴۳ سے ۴۶ تک کا مفہوم یہ ہے کہ جب ہم نے سابقہ انبیاء کی امتوں کو نہیں بخشا اور انہیں عذاب کا نشانہ بنایا جبکہ وہ تم لوگوں (کفار قریش) سے زیادہ طاقتور تھے تو تمہاری کیا حیثیت ہے؟ یاد رکھو کہ تم نہ ان سے بہتر ہو اور نہ ہی اللہ کی طرف سے نازل شدہ آسمانی کتابوں میں سے کسی کتاب میں تمہیں امان حاصل ہونے کا کوئی پروانہ موجود ہے جس میں لکھا گیا ہو کہ تمہارے جرم کی کوئی سزا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کیا یہ دعویٰ کرتے ہو کہ تم ایک فاتح جماعت ہو؟ یقیناً تم فاتح نہیں ہو بلکہ عنقریب تمہیں ایسی شکست ہوگی جس کے بعد تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوگے۔

ان آیات میں خداوند عالم نے کفار قریش کی شکست کی خبر دی ہے۔ یہ خبر ایسے حالات میں دی جارہی ہے کہ جب مسلمان نہایت کم تعداد تھے اور ہر قسم کا ظلم سہ رہے تھے۔ بظاہر ان مظالم سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا، ایسے میں مٹھی بھر بے بس جماعت کی طرف سے اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان کہ تم پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے ہو، بظاہر مضحکہ لگتا تھا لیکن کچھ عرصہ بعد قرآن مجید کی یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی چنانچہ جنگ بدر میں قریش نے ذلت آمیز شکست کھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی (۱)۔

نظام علل واسباب

☆ آیت ۴۹ کے مطابق خداوند عالم نے ہر چیز کو ایک اندازے یعنی قانون اور نظام کے مطابق خلق فرمایا ہے۔ پس ہر شے کو اسی نظام اور قانون کے دائرے میں وجود میں آنا، نشوونما پانا اور پھلنا پھولنا ہے۔ اس نظام اور قانون میں علل واسباب کو بڑا دخل ہے۔ بغیر علت وسبب کے نہ تو کوئی چیز از خود وجود میں آتی ہے اور نہ ہی اس میں تبدیلی آسکتی ہے۔ پس انسان کو

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل آیات مورد بحث

بھی اللہ کی وضع کردہ اس تقدیر یعنی نظام کے تحت چل کر اس میں اپنی تقدیر خود اپنے ہاتھوں سے رقم کرنا ہے۔ لہٰذا تقدیر کا مطلب جبر نہیں بلکہ نظم ہے اور اس نظم میں انسان کو اپنی قسمت خود بنانی ہے یعنی خود مختاری کے ساتھ۔ لہٰذا انسان اپنی دنیاوی زندگی میں اپنے لئے جس تقدیر کو رقم کرے گا قانون تقدیر کے مطابق کل قیامت کے دن اسی کا سامنا کرنا ہوگا۔

ہر عمل، نامہ اعمال میں ثبت

☆ آیت ۵۲ اور ۵۳ کے مطابق انسان کے تمام اعمال چاہے وہ چھوٹے ہو یا بڑے، اس کے نامہ اعمال میں لکھے ہوئے ہیں۔ پس قیامت کے دن ان مشرکین کے مواخذے میں دشواری پیش نہیں آئے گی چونکہ ان کے نامہ اعمال میں ان کی ہر حرکت اور ہر جنبش لکھی ہوئی ہے۔ قیامت کے دن یہ لوگ جب اپنے نامۂ اعمال کا مشاہدہ کریں گے تو کہہ اٹھیں گے: ''یہ کیسا نامۂ اعمال ہے؟ اس نے کسی چھوٹی اور بڑی بات کو نہیں چھوڑا (بلکہ) سب کو درج کرلیا ہے۔ (۱)''

فضائل وخصوصیات:

روشن چہرہ کے ساتھ اللہ سے ملاقات: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ غِبًّا لَيْلَةً وَلَيْلَةً حَتّٰى يَمُوتَ لَقِيَ اللّٰهَ وَوَجْهُهُ أَضْوَأُ مِنَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ (۲)

جو شخص سورۂ اقتربت الساعۃ (سورۂ قمر) کو اپنے مرنے تک ایک دن چھوڑ کر پڑھے گا وہ قیامت کے دن چودھویں کے چاند سے زیادہ درخشاں چہرے کے ساتھ اللہ سے ملاقات کرے گا۔

بہشتی شتر (اونٹنی) کا سوار: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ أَخْرَجَهُ اللّٰهُ مِنْ قَبْرِهِ عَلٰى نَاقَةٍ مِنْ نُوقِ الْجَنَّةِ (۳)

جو شخص سورۂ اقتربت الساعۃ (سورۂ قمر) کی تلاوت کرے گا روز قیامت وہ ناقہ پر سوار ہو کر بہشت میں داخل ہوگا۔

☆☆☆☆☆
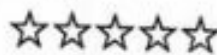
۱۔ سورۂ کہف، آیت ۴۹

۲۔ بحار الانوار، ۸۹، ص ۳۰۵

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۶

سورۂ رحمٰن کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ رحمٰن

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
رحمٰن	27	55	97	مدینہ منورہ	78	03	1648	352

☆ سورۂ رحمٰن موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا پچپنواں (۵۵) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے ستانوے واں (۹۷) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے ''سورۂ رحمٰن'' رکھا گیا ہے اور رحمٰن اللہ کے اسمائے گرامی میں سے ہے، جس کے معنی ہیں، بہت زیادہ رحم کرنے والا۔ علامہ مودودی ''تفہیم القرآن'' میں فرماتے ہیں کہ ''اس نام کو سورے کے مضمون کے ساتھ بھی گہری مناسبت ہے کیونکہ اس سورے میں شروع سے آخر تک اللہ کی صفت رحمت کے مظاہر وثمرات کا ذکر کیا گیا ہے۔(۱)''

مفسرین نے اس سورے کے ناموں میں ''سورۂ رحمت یا سورۂ نعمت، سورۂ آلاء اور سورۂ عروس القرآن'' بھی ذکر کئے ہیں۔(۲)

منتخب موضوعات:

۱۔ جنات کے سامنے سورۂ رحمٰن کی تلاوت	۲۔ پروردگار عالم کی رحمتوں کا ذکر
۳۔ نظام کائنات کا عدل کی بنیاد پر قائم ہونا	۴۔ جن وانس کی خلقت کا بنیادی عنصر
۵۔ پنجتن پاک علیہم السلام کی فضیلت	۶۔ ذات پروردگار کے علاوہ ہر شے کا فنا ہونا
۷۔ قیامت کے بعض حالات	۸۔ بعض مجرمین کا پیشانیوں کے ذریعے پہچانا جانا
۹۔ اہل جنت کو ملنے والی جنتی نعمتیں	۱۰۔ اسم باری تعالیٰ کا مبارک ہونا

۱۔ تفہیم القرآن، ذیل تفسیر سورہ

۲۔ تسکین روح، ص ۳۰۵

فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

☆اس سورے میں آیت ''تم ہماری کن کن نعمتوں کا انکار کروگے'' کو اکتیس مرتبہ تکرار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس آیت کی تکرار ہر نعمت کے بیان کے بعد کی گئی ہے۔ مختلف نعمتوں کے تذکرے کے بعد اس آیت کی تکرار اس لئے کی گئی ہے تاکہ انسان اللہ کی نعمتوں پر غور وفکر کرے اور اللہ کا شکر ادا کرے۔

جنات کے سامنے سورۂ رحمٰن کی تلاوت

☆اس سورے کی اہمیت کا اندازہ اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے، جابر ابن عبداللہ انصاریؓ راویت کرتے ہیں کہ لوگوں کے سامنے جب رسول اللہ ﷺ نے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت فرمائی تو لوگ خاموشی کے ساتھ سنتے رہے، جس پر آپ ﷺ نے فرمایا: جنوں نے تم سے بہتر جواب دیا ہے جب یہ آیت پڑھی گئی ''فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ'' ''تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے تو جنات نے جواب دیا: ''لَا وَلَا بِشَيْءٍ مِنْ اٰلَائِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ'' ''ہم اپنے رب کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے (۱)۔

جیسا کہ پہلے اشارہ ہوا کہ یہ سورہ شروع سے آخر تک خداوند عالم کی بے شمار نعمتوں کو بیان کر رہا ہے چونکہ ہمارا مقصد اختصار کو مدنظر رکھنا ہے اس لئے ذیل میں ہم صرف بعض اہم نعمتوں اور اس سورے کے بعض اہم نکات کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کریں گے کیونکہ اگر اس سورے میں مذکور تمام نعمتوں کو اور ان کی تفصیلات کو بیان کرنا شروع کریں تو ہم اپنے مقصد (اختصار کو مدنظر رکھنا) سے دور ہو جائیں گے۔ لہٰذا جو حضرات اس سورے کے بارے میں مزید جستجو کرنا چاہتے ہیں وہ تفاسیر قرآن مجید کی طرف رجوع فرمائیں۔

پروردگار عالم کی رحمتوں کا ذکر

☆ آیت ۱ سے ۵ تک میں خداوند عالم نے اپنی صفت رحمانیت کو ذکر کرنے کے بعد اپنی بعض خاص رحمتوں کا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ یہ پورا سورہ نعمات الٰہیہ کو بیان کر رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں ہی ان رحمتوں میں سے بعض اہم نعمتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ سب سے بڑی نعمت اور رحمت، اللہ نے یہ عطا فرمائی ہے کہ انسان کو قرآن مجید کی تعلیم دی: قرآن کی تعلیم، انسان

۱۔ بحار الانوار، ج ۱۸، ص ۷۸

کے وجود سے بھی بڑی اور عظیم نعمت ہے کیونکہ قرآن مجید انسان کی غرض تخلیق پوری کرتا ہے۔ اگر قرآن جیسی کتاب ہدایت نہ ہوتی تو خلقت انسانی عبث ہو جاتی۔ اسی لیے تخلیق کی نعمت سے پہلے تعلیم قرآن کی رحمت کا ذکر فرمایا ورنہ ترتیب تو یہ بنتی تھی کہ پہلے انسان کی پیدائش کا ذکر ہوتا بعد میں تعلیم کا۔

۲۔ دوسری نعمت انسان کو وجود دینا ہے: انسان اس کائنات میں اللہ کا معجزہ ہے، انسان کی تخلیق میں اللہ کی رحمتوں کی تجلیاں ہیں جو وصف و بیان سے بھی بالاتر ہیں۔

۳۔ تیسری نعمت یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو بولنا سکھایا: اگر مافی الضمیر کے اظہار کے لئے بیان یعنی الفاظ و آواز کی نعمت نہ ہوتی تو افہام و تفہیم کے لیے خود معانی کو سامنے پیش کرنا پڑتا مثلاً اگر پانی بتانا مقصود ہو تو ہم لفظ ''پانی'' کے ذریعے اپنا مقصود آسانی سے پیش کرتے ہیں ورنہ خود پانی سامنے رکھ کر سمجھانا پڑتا جو یا تو ناممکن ہوتا یا مشکل۔

۴۔ چوتھی نعمت یہ ہے کہ سورج اور چاند ایک مقررہ حساب کے ساتھ برقرار ہیں: اگر یہ دونوں اپنے مقررہ حساب، مدار اور مقدار پر نہ ہوتے تو زمین والوں کے لئے اس دنیا میں زندگی گزارنا ممکن نہیں تھا کیونکہ سورج اگر حساب سے ہٹ کر زمین کے زیادہ قریب ہوتا تو کرۂ ارض کی ہر چیز جل کر بھسم ہو جاتی اور اگر موجودہ حساب سے زیادہ دور ہوتا تو زمین پر موت کا جمود طاری ہو جاتا۔ اسی طرح اگر چاند کا حجم، موجودہ حجم سے بڑا ہوتا تو چاند کی کشش کی وجہ سے سمندر کی ''مد (پانی کے چڑھاؤ)'' سے روئے زمین غرقِ آب ہو جاتا۔

نظام کائنات کا عدل کی بنیاد پر قائم ہونا

☆ آیت ۷ سے ۹ تک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خداوند عالم نے آسمان کو بلند کیا اور اس میں توازن برقرار رکھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کا تمام نظام توازن اور عدل پر قائم ہے اور یہ میزان اور توازن اس لئے قائم کیا گیا تا کہ انسان سرکشی نہ کرے اور اپنے معاملات کو عدل کے ترازو کے ساتھ تولے۔

پس جس طرح آسمان کو بلند کرنے کے بعد اس میں توازن قائم کر دیا گیا ہے تا کہ عدم توازن کے سبب تباہی اور خرابی پیدا نہ ہو اسی طرح خداوند عالم کی بنائی ہوئی ہر شے میں ایک تناسب و توازن موجود ہے۔ یہ مشاہدات اس امر کے متقاضی ہیں کہ انسان بھی اپنی روش میں توازن پیدا کرے اور حد اعتدال سے تجاوز نہ کرے (۱)۔

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، ابو منصور، ص ۱۰۷۱

جن وانس کی خلقت کا بنیادی عنصر

☆ آیت ۱۴ اور ۱۵ میں جنات اور انسانوں کی ابتدائی تخلیق کا ذکر ہے جس کے مطابق خداوند عالم نے انسان کو خاک یعنی مٹی کے عناصر سے خلق کیا ہے اور جنات کو نار یعنی آگ کے عناصر سے خلق کیا۔ اسی لئے انسان کو خاکی اور جنات کو ناری کہا جاتا ہے۔

یہاں غور کریں تو سمجھ سکتے ہیں کہ جس طرح انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے مگر اس چلتے پھرتے انسان اور مٹی میں بہت فرق ہے۔ اسی طرح جنات آتش سے پیدا کئے گئے ہیں لیکن وہ بالکل اس آگ کی طرح نہیں ہیں جو ہمیں جلاتی ہے۔(۱)۔

پنجتن پاک علیہم السلام کی فضیلت

☆ آیت ۱۹ سے ۲۲ تک کے بارے میں جلال الدین سیوطی نے در منثور میں نقل کیا ہے کہ "بحرین" یعنی دو دریاؤں سے مراد حضرت فاطمہ علیہا السلام اور حضرت علی علیہ السلام ہیں اور "برزخ" سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور عربی میں برزخ اس چیز کو کہا جاتا ہے جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو اور لؤلؤ و مرجان سے مراد حسنین علیہما السلام ہیں (۲)۔

ذات پروردگار کے علاوہ ہر شے کا فنا ہونا

☆ آیت ۲۶ اور ۲۷ کے مطابق ہر چیز کو فنا ہے سوائے ذات پروردگار عالم کے۔ اس روئے زمین کی تمام زندہ موجودات، خواہ ان کا تعلق انس سے ہو یا جن سے، سب کو راہ فنا اختیار کرنا ہے۔ یہاں سے کوچ کر کے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہونا اور وہاں جا کر اپنے اعمال کا سامنا کرنا ہے۔ بقا صرف ذات پروردگار کو ہی ہے۔ آیت میں اللہ کے چہرے کے باقی رہنے کو بیان کیا گیا ہے، اس کے لئے لفظ "وَجْهُ رَبِّكَ" استعمال ہوا ہے اور وجہ عربی میں چہرے کو کہا جاتا ہے چونکہ کسی ذات کی پہچان وجہ چہرے سے ہوتی ہے لہٰذا چہرہ کہہ کر ذات مراد لینا محاورہ ہے۔

قیامت کے بعض حالات

☆ آیت ۳۱ سے ۳۸ تک کی تمام آیات قیامت سے متعلق ہیں جن میں خداوند عالم جنات اور انسانوں سے

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

۲۔ تفسیر در منثور، ج ۶، ص ۱۴۲، ۱۴۳، طبع مصر

مخاطب ہو کر ارشاد فرما رہا ہے کہ وہ عنقریب ان کی جزا اور سزا کی طرف متوجہ ہوگا۔ یعنی قیامت کے دن خداوند عالم جن وانس کی سزا و جزا اور چھوٹے بڑے اعمال کے حساب پر پوری توجہ دینے والا ہے۔ پوری توجہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کسی دوسرے کام میں مشغول ہے اور آخرت میں پوری توجہ ہوگی، بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ دنیا میں ہم نے تمہیں ڈھیل دے رکھی تھی۔ تمہارے اعمال کا محاسبہ نہیں ہوتا تھا لیکن قیامت کے دن تمہارے تمام اعمال کی چھان بین ہوگی۔ تمہارے تمام چھوٹے بڑے اعمال پر پوری توجہ مرکوز ہوگی جیسا کہ کوئی شخص ہر کام سے فارغ ہو کر صرف ایک کام پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ پس جب تمہیں اس دن حساب و کتاب کے لئے بلایا جائے گا تو اس وقت فرار اختیار نہیں کرسکو گے کیونکہ اللہ کی بارگاہ سے فرار کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کی حدود سے نکل بھاگے جبکہ کائنات سے بھاگنا ممکن ہی نہیں ہے۔ پھر بھی اگر کسی نے اس دن کے حساب و کتاب سے راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش کی تو وہ آگ کے شعلوں اور چنگاریوں کی لپیٹ میں آجائے گا۔

جب قیامت واقع ہوگی تو اس دن کائنات کے نظام میں تبدیلی واقع ہوگی، وہ اس طرح کہ آسمان پھٹ جائے گا، آسمانی سیارے بکھر جائیں گے، موجودہ نیلے رنگ کا آسمان سرخ رنگت اختیار کرلے گا۔ اس دن کسی سے اس کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ اس کی تفصیل بعد میں آنے والی آیات میں بیان ہو رہی ہے۔

بعض مجرمین کا پیشانیوں کے ذریعے پہچانا جانا

☆ آیت ۳۹ سے ۴۵ تک کے مطابق قیامت کے دن کسی انسان یا جن سے ان کے گناہ کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا یعنی یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ گناہ انجام دیا ہے یا نہیں بلکہ ان کے اعضاء ہی ان کے گناہوں کے بارے میں گواہی دے رہے ہوں گے۔ ان میں سے کچھ مجرمین ایسے ہوں گے جن کے جرائم اتنے واضح اور نمایاں ہوں گے کہ وہ پیشانیوں سے ہی پہچانے جائیں گے اور اس کے بعد سوال و جواب کی نوبت ہی نہیں رہے گی جس کی وجہ سے وہ کسی حساب وکتاب کے بغیر ہی جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ جب ان کی پہچان ہوگی تو انہیں اس جہنم میں دھکیلا جائے جس کے وجود کا وہ دنیا میں انکار کرتے تھے۔ اس جہنم میں یہ مجرمین آگ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان ہوں گے۔

اہل جنت کو ملنے والی جنتی نعمتیں

☆ آیت ۴۶ سے ۷۷ تک میں اہل جنت اور نیک افراد کو جنت میں ملنے والی نعمتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ جنت

میں اللہ کے نیک بندوں کو ان کے مراتب کے مطابق اجر وثواب دیا جائے گا۔ ان نعمات کا خلاصہ یہ ہے کہ جنت میں دو باغ ہیں، ان دونوں باغات کے درخت کی ٹہنیاں ہر قسم کے میووں اور پھلوں سے لدی ہوئی ہیں، ان دونوں باغات میں چشمے جاری ہیں، ان باغات میں جنتی لوگ مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، ان باغات کے میوے (ان کی دسترس میں) قریب ہوں گے، ان باغات میں ایسی حوریں ہوں گی جنہیں اس سے پہلے نہ انسان نے چھوا ہوگا اور نہ کسی جن نے انہیں ہاتھ لگایا ہوگا۔

یہاں سے سمجھ سکتے ہیں کہ جنات کو بھی جنت میں داخل کیا جائے گا۔ انہیں جنت میں جو رفیقہ حیات دی جائے گی اُسے اس سے پہلے کسی جن نے نہیں چھوا ہوگا۔ وہ ایسی شکل وشمائل کی حامل ہوں گی گویا کہ یاقوت اور موتی ہوں۔ یہ متقی اور اللہ سے ڈرنے والوں کے احسان کا بدلہ ہے۔ نیکی کا بدلہ نیکی کو ہی ہونا چاہیے اور جو دنیا میں نیکی کرے گا اس کے لئے آخرت کی نیکی ہے۔

جنت میں اہل جنت کے لئے ان دو باغوں کے علاوہ مزید دو باغ خداوند عالم کی طرف سے عطا ہوں گے۔ یہ دونوں باغ گھنے اور سرسبز ہوں گے، ان دونوں باغوں میں دو چشمے بھی ہوں گے، ان دو باغوں میں بھی مختلف میوے، کھوریں اور انار ہوں گے۔ قرآن مجید میں اس مقام پر تمام میووں کے ذکر کے بعد کھور اور انار کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے کیونکہ ان دونوں میں بہت زیادہ فوائد ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام ایک حدیث میں فرماتے ہیں کہ "روئے زمین پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے انار سے زیادہ پسندیدہ میوہ نہیں تھا[۱]۔"

خداوند عالم کی ان لازوال نعمتوں میں سے ایک نعمت نیک سیرت اور خوبصورت بیویوں کی موجودگی ہے، ایسی حوریں انہیں ملیں گی جو اپنی اقامت گاہوں پر محفوظ ہوں گی، نہ ان کی نگاہ کسی غیر پر پڑی ہوگی اور نہ غیر کی نگاہ ان پر پڑی ہوگی، جنہیں نہ انسان نے چھوا ہوگا اور نہ جنات میں سے کسی نے چھوا ہوگا۔ اہل جنت سبز قالینوں اور نفیس فرشوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔

یہ ان تمام آیات کا خلاصہ ہے۔ ان نعمتوں میں سے ہر نعمت کو بیان کرنے کے بعد ایک آیت کو بار بار دہرایا گیا ہے۔ ان تمام نعمتوں کے ملنے پر انسان اتنا ہی کہہ سکتا ہے کہ اے اللہ! تیری نعمتوں میں سے کسی ایک نعمت کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ تیری نعمتوں کا حق ادا نہ ہونے پر ہم شرمندہ ہیں اور ہم ادائے شکر کی نعمت کا بھی تجھ سے سوال کرتے ہیں۔

۱۔ اصول کافی، ج ۶، ص ۳۵۲

اسم باری تعالیٰ کا مبارک ہونا

☆ آیت ۷۸ کے مطابق پروردگار عالم کا اسم گرامی مبارک و بابرکت ہے اور تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔ سابقہ آیات میں مختلف نعمتوں کو بیان کرنے کے بعد اس آیت میں خداوند عالم نے اپنے اسمائے مبارکہ میں سے دو ایسے اسمائے مبارکہ (صاحب جلالت وصاحب اکرام) کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ کے اسم جلال یعنی جلیل القدر ذات ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور ان اسماء کا مذکورہ نعمتوں کی فراوانی میں دخل ہے۔

فضائل وخصوصیات:

شکر نعمت: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الرَّحْمٰنِ رَحِمَ اللّٰهُ ضَعْفَهُ وَأَدّٰى شُكْرَ مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ(۱)

جو شخص سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرے گا اللہ اس کی ناتوانی پر رحم کرے گا اور وہ اللہ کی نعمتوں کے شکریہ کا حق ادا کر سکے گا۔

عروس قرآن: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لِكُلِّ شَيْءٍ عَرُوْسٌ وَعَرُوْسُ الْقُرْاٰنِ سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ جَلَّ ذِكْرُهُ(۲)

ہر ایک کے لئے عروس (دلہن) ہے اور عروس القرآن سورۂ رحمٰن ہے۔

شہادت کی موت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ عِنْدَ كُلِّ فَبِأَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ لَا بِشَيْءٍ مِنْ اٰلَائِكَ رَبِّ أُكَذِّبُ فَإِنْ قَرَأَهَا لَيْلًا ثُمَّ مَاتَ مَاتَ شَهِيْدًا وَإِنْ قَرَأَهَا نَهَارًا ثُمَّ مَاتَ مَاتَ شَهِيْدًا(۳)

جو شخص سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرے اور جب بھی ''فَبِأَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ، تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے'' پر پہنچے اور یہ وہ کہے کہ ''لَا بِشَيْءٍ مِنْ اٰلَائِكَ رَبِّ أُكَذِّبُ، پروردگار میں تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتا'' اور رات کو مرجائے تو شہید کی موت مرا ہے اور اگر دن کو مرے تب بھی شہید کی موت مرا ہے۔

☆☆☆☆☆
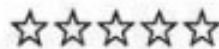
۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۰

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۱

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۷

سورۂ واقعہ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ واقعہ

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
واقعہ	27	56	46	مکہ مکرمہ	96	03	1756	370

☆ سورۂ واقعہ موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا چھپنواں (۵۶) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے چھیالیسواں (۴۶) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس کا نام "سورۂ واقعہ" رکھا گیا ہے اور یہاں واقعہ سے مراد قیامت ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قیامت کا واقعہ	۲۔ تین گروہوں کا بیان
۳۔ مقربین کو ملنے والی نعمتیں	۴۔ اصحاب یمین کا ذکر
۵۔ اصحاب شمال کا ذکر	۶۔ قدرت خداوندی کا بیان
۷۔ عظیم رب کے حضور تسبیح کا حکم	۸۔ قرآن مجید کی عظمت
۹۔ حالت احتضار (مرتے وقت دم نکلنے) کا بیان	۱۰۔ حق الیقین کا بیان
۱۱۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

قیامت کا واقعہ

☆ آیت ۱ سے ۷ تک کی آیات قیامت کے واقعہ کو بیان کررہی ہیں کہ جب قیامت واقع ہو چکی ہوگی تو اس دن کوئی بھی اسے جھٹلانے والا نہیں ہوگا۔ اور وہ ایسا ہولناک واقعہ ہوگا جس میں ہر شے تہ و بالا ہوگی یعنی دنیا میں کئے گئے اعمال کے مطابق عزت وذلت اور امیری اور غریبی کا فیصلہ ہوگا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "یہ واقعہ قسم بخدا دشمنان خدا کو جہنم رسید کرکے پست کردے گا اور قسم بخدا اللہ کے دوستوں کو جنت کی طرف بلند درجے دے گا(۱)۔"

۱۔ خصال شیخ صدوق، ج ۱، ص ۶۳

اس دن زمین کو اس حد تک ہلا دیا جائے گا کہ زمین پر گڑے ہوئے بلند و بالا پہاڑوں کو بھی ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ وہ زلزلہ کس قدر ہولناک ہوگا جس سے صرف عمارتیں نہیں پہاڑ بھی منتشر غبار میں تبدیل ہو جائیں گے۔

تین گروہوں کا بیان

☆ آیت ۷ سے ۱۱ تک کے مطابق قیامت کے دن تمام انسان تین گروہوں میں تقسیم ہوں گے، اصحاب یمین، اصحاب شمال اور مقربین۔ ان میں سب سے بلند درجہ مقربین کا ہے جن کے لئے جنت میں ہر قسم کی نعمتوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ دوسرا درجہ اصحاب یمین کا ہے جن کا نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، یہ وہ لوگ ہوں گے جنہیں جنت میں مختلف قسم کی نعمتوں سے نوازا جائے گا اور تیسرا درجہ اصحاب شمال کا ہے جن کا نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، یہ لوگ جہنم میں ہوں گے اور مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ ان تینوں گروہوں کے درجات اور کیفیات کو بعد والی آیات میں بیان کیا ہے۔

روایات کے مطابق آیت ۱۰ اور ۱۱ میں سابقین اور مقربین سے مراد اہل بیت اطہار علیہم السلام ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول ہے کہ سابقین تو خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے خاص خاص بندے ہیں جن کے لئے اس نے پانچ روحیں قرار دی ہیں۔

۱۔ روح القدس: جس سے وہ تمام چیزوں کو پہچان لیتے ہیں۔

۲۔ روح الایمان: جس سے وہ خدائے تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

۳۔ روح قوت: جس سے وہ خدائے تعالیٰ کی اطاعت کرنے پر قادر ہیں۔

۴۔ روح شہوت: جس سے وہ خدائے تعالیٰ کی اطاعت کے خواہش مند اور اس کی نافرمانی سے نفرت کرتے ہیں۔

۵۔ روح حرکت: جس سے وہ لوگ چلتے پھرتے ہیں (۱)۔

مقربین کو ملنے والی نعمتیں

☆ آیت ۱۲ سے ۲۶ تک میں خداوند عالم کے خاص بندے ''مقربین'' کو جنت میں ملنے والی نعمتوں اور ان کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، ابو منصور، ص ۱۰۷۸

● مقربین جنت میں صف باندھے ایک دوسرے سے پیوستہ پلنگوں پر تکیے لگائے ایک دوسرے کے روبرو محبت اور خوشی کے ساتھ بیٹھے ہوں گے۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر جنت کے پلنگوں اور اہل بہشت کی اجتماعی محفلوں کی نہایت عمدہ تعریف بیان ہوئی ہے جو یہ بتاتی ہے کہ جنت کی لذتوں میں سے ایک لذت جنتیوں کی محبت وانس پر مشتمل محفلیں ہیں۔ رہا یہ سوال کہ ان کا موضوع گفتگو کیا ہوگا اس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ممکن ہے کہ وہ عجائبات خلقت کو موضوع بنائیں یا معرفت خداوندی اور ذات باری تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے بارے میں گفتگو کریں، یا ان واقعات وحوادث کے بارے میں محوِ کلام ہوں جو دنیا میں رونما ہوئے، یا دنیا کے ان مصائب ومشکلات کا ذکر کریں جن کے سبب انہیں آخرت میں آرام وسکون نصیب ہوا۔ ہم اس بات کو سمجھنے کا ادراک اس دنیا میں نہیں رکھتے ہیں اور کوئی کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کیا باتیں کریں گے۔

● مقربین کو ملنے والی دوسری نعمت یہ ہے ان کے اردگرد ایسے جوان مصروف خدمت ہوں گے جن کی جوانی اور ان کا بانکپن دائمی اور ہمیشہ تازہ رہنے والا ہے۔ یہ نوعمر لڑکے اپنے ہاتھوں میں پیالوں اور آفتابوں کو تھامے ہوئے اور صاف شراب کے جام لئے دوڑ رہے ہوں گے۔

اس شراب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں دنیاوی شراب میں موجود منفی خصوصیات نہیں ہوں گی یعنی اس شراب کو پینے کے بعد ان کے سر میں درد یا ان کی عقل زائل نہیں ہوگی۔

یہ خدمت گزار لڑکے کون ہیں؟ امیر المومنین علیہ السلام کی ایک حدیث ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ "یہ لڑکے اہل دنیا کی اولاد ہیں جن کی نہ نیکیاں ہیں کہ ان کو ثواب دیا جائے نہ ان کا گناہ ہے کہ عذاب دیا جائے اس لئے انہیں اسی مقام پر رکھا گیا ہے[1]۔"

● تیسری نعمت مقربین کو جو میسر ہوگی وہ یہ ہے کہ یہ نوعمر لڑکے ان کی پسند کے میوے اور پرندوں کا گوشت پیش کریں گے۔

جنتی میووں کے بعد پرندوں کے گوشت کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے کہ ماکولات (کھانے پینے کی اشیا)

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۵، ص ۲۹۱

میں پھلوں کو پہلے کھایا جائے۔ اس کے بعد پرندوں کے گوشت کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے کہ پرندوں کا گوشت باقی جانوروں کے گوشت کے مقابلے میں طبع انسانی کے ساتھ زیادہ سازگار ہے(۱)۔

- چوتھی نعمت جو "مقربین" کو عطا ہوگی وہ خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی جو چھپا کر رکھے گئے موتیوں کی طرح (حسین) ہوں گی۔

یہ سب نعمتیں بلا استحقاق انہیں نہیں ملتیں بلکہ یہ نعمتیں ان اعمال کی جزا ہیں جو انہوں نے دنیاوی زندگی میں تلخیاں برداشت کر کے انجام دیئے تھے۔

ان آیات میں بیان ہونے والی آخری نعمت (جو معنوی پہلو رکھتی ہے) یہ ہے کہ وہ جنت کے باغات میں لغو، بے ہودہ اور گناہ آلود باتیں نہیں سنیں گے یعنی وہاں پر جھوٹ، تہمت، افترا، غیبت، تمسخر، تکلیف دہ گفتگو، تلخ کلمات اور لغو و بے ہودہ باتوں کا کوئی وجود نہیں ہوگا وہاں پر جو کچھ ہوگا وہ لطف و کرم ہے، خوبصورتی ہے، متانت و ادب اور پاکیزگی ہے(۲)۔ وہاں پر بس ہر طرف سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔ آیت میں لفظ سلام کا دو مرتبہ تکرار کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جنت میں کثرت سے سلام رائج ہوگا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں معاشرہ کس قدر پیار، محبت، الفت و انس کا معاشرہ ہے(۳)۔

اصحابِ یمین کا ذکر

☆ آیت ۲۷ سے ۴۰ تک میں "اصحابَ یمین" کا ذکر ہے۔ یہ انہی تین گروہوں میں سے ایک ہے جن کا ذکر سورے کے آغاز میں کیا گیا ہے۔ اصحاب یمین کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ "اللہ نے میرے بارے میں آیت "وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ" نازل فرمائی(۴)۔"

ان آیات میں "اصحاب یمین" کی تعریف کرنے کے بعد ان کو ملنے والی نعمتوں اور ان کے درجات کو بیان کیا گیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت ۲۰

۲۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۳، ص ۱۶۸

۳۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت ۲۶

۴۔ شواہد التنزیل، ذیل تفسیر آیت ۲۷

- وہ ایسے بیر کے درخت کے نیچے جگہ پائیں گے جس میں کانٹے نہیں ہوں گے بلکہ بعض روایات کے مطابق اس درخت میں انواع واقسام کے میوے ہوں گے (۱)۔
- اصحاب یمین کو عطا ہونے والی نعمتوں میں سے ایک نعمت ان درختوں کے طویل سائے کے نیچے زندگی بسر کرنا ہے۔

روایت کے مطابق یہ سائے ایسے ہوں گے جیسے طلوع فجر سے طلوع آفتاب کے درمیانی حصہ کا سایہ ہوتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ سورج کی گرمی اہل بہشت کو پریشان نہیں کرے گی اور وہ ہمیشہ روح پرور سائے میں رہیں گے۔

- ان نعمتوں میں سے ایک نعمت بہتا ہوا پانی ہے جس کے پاس یہ لوگ رہتے ہیں یعنی اہل بہشت آبشار کے مانند پانی کے قریب ہوں گے جو خوبصورت اور دلربا منظر کا حامل ہوگا۔
- اصحاب یمین کو ملنے والی نعمتوں میں سے ایک نعمت فراواں پھلوں کا ملنا بھی ہے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان کے استعمال میں کوئی رکاوٹ ہوگی۔
- ان نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ خداوند عالم نے اصحاب یمین کے لئے حوریں خلق فرمائی ہیں جن کی خصوصیت یہ ہوگی کہ وہ باکرہ ہوں گی، اپنے شوہروں سے محبت کرنے والی ہوں گی، اپنے شوہر کی دوست اور اس کی ہم سن (ہم عمر) ہوں گی۔

یہ تمام نعمتیں اصحاب یمین کے لئے ہیں۔اُن میں سے بعض سابقہ امتوں کے ہیں اور بعض امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افراد ہیں۔

اصحاب شمال کا ذکر

☆ آیت ۴۱ سے ۵۶ تک میں ''اصحاب شمال'' (جہنم کے مستحق اصحاب) کی عاقبت اور ان کے برے انجام کا ذکر ہے۔انہیں جو سزائیں ملیں گی ان کا خلاصہ ذیل میں بیان کرتے ہیں:

- اہل جہنم (اصحاب شمال) جلتی ہوا، کھولتے پانی اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے یعنی جو ہوا چلے گی وہ زہریلی ہوگی، وہ ہوا نہ ٹھنڈی ہوگی نہ راحت بخش اور وہاں کھولتا ہوا پانی ہوگا۔

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت ۲۰

- اصحاب شمال اس عذاب کے مستحق اس لئے قرار پائے کیوں کہ وہ دنیا میں مال و دولت کے ملنے پر بدمست ہو جاتے تھے اور خواہشات کی پیروی میں گناہوں کے مرتکب ہوتے تھے اور آیات الٰہی کا مذاق اڑاتے تھے۔ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ قیامت سے ڈرو تو کہتے تھے جب ہم مرجائیں تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ کیا ہمارے باپ کو بھی زندہ کیا جائے گا؟
- کفار و مشرکین کے ان اعتراضات کے جواب میں خداوند عالم نے اپنے رسول ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

''اے میرے رسول ﷺ! ان سے کہہ دو کہ ایک دن ایسا آئے گا جس دن سب کو جمع کیا جائے گا چاہے وہ اگلے ہوں یا پچھلے، اس دن تکذیب کرنے والوں کو ''زَقُّوم'' کا درخت کھانے کے طور پر استعمال کرنا پڑے گا اور کھولتے ہوئے پانی کو پیاس بجھانے کے لئے استعمال کرنا پڑے گا۔''

- ان لوگوں کو زقوم کے درخت سے پیٹ بھرنے کی نوبت اس لئے آئے گی کیونکہ پہلے ان پر شدید بھوک مسلط کی جائے گی جس کی وجہ سے وہ زقوم کے زہریلے درخت سے کھائیں گے جس کی وجہ سے ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی۔ اس کے بعد ان پر پیاس مسلط کی جائے گی جس کی وجہ سے وہ کھولتا ہوا پانی ایسے پئیں گے جیسے ''هِيَام'' کی بیماری میں مبتلا اونٹ پیتا ہے۔ اس بیماری میں مبتلا اونٹ اس قدر پانی پیتا ہے کہ وہ مر جاتا ہے لیکن اس کی پیاس بجھتی نہیں ہے (۱)۔

قدرت خداوندی کا بیان

☆ آیت ۵۷ سے ۷۳ تک میں خداوند عالم کی قدرت کا بیان ہے۔ ان آیات کی ابتدا میں منکرین قیامت کو اس نکتہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ جس ہستی نے پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کیا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے بعد اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ ہم پہلی مرتبہ پیدا کرنے کے ہی قائل نہیں ہیں (ان سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نظریہ ہے کہ یہ دنیا اور تمام مخلوقات ایک حادثہ کی وجہ سے وجود میں آئے اور ایک حادثہ کی وجہ سے ہی ختم ہو جائیں گی) تو دوبارہ پیدا کرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر خدا خالق

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت ۲۰

نہیں ہے تو تم مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب دو:

- نطفہ کو کس نے خلق کیا؟ اس سے انسان کس نے بنایا؟ تم نے تو فقط لذت کی خاطر اسے عورت کے رحم میں ڈال دیا تھا، اس کے بعد نو مہینہ اس نطفہ کی نگرانی کر کے اسے انسان کس نے بنایا؟
- یہ زراعت اور پیداوار کس کا کارنامہ ہے تم نے جس بیج کو خاک میں ملایا تھا وہ گل سڑ گیا تھا اور اس کے بعد ایک دانہ سے کئی دانے کس نے بنا دیئے؟ اگر وہ اس دانہ کو ریزہ ریزہ کر دیتا تو تم یہی کہتے کہ ہم نے بہت پیسہ خرچ کیا تھا وہ سب برباد ہو گیا۔
- پانی کس نے برسایا اور اسے شیریں کس نے بنایا ہے؟ اللہ پانی برسا کر بھی اسے ناقابل استعمال بنا دیتا تو تم کیا کر سکتے تھے؟
- لکڑی میں آگ کس نے چھپا دی ہے؟ اسے کس نے خلق کیا ہے؟ اللہ نے یہ درخت نہ بنائے ہوتے تو تمہارے لئے کون یہ کارنامہ انجام دیتا؟ درخت بنانے کے بعد بھی اس میں آگ جلنے کی صلاحیت نہ رکھی ہوتی تو تمہاری حیثیت کیا تھی؟ یاد رکھو کہ ہم نے اس آتش کو آتش جہنم سے بچنے کے لیے تذکرا اور یاد دہانی کا ذریعہ بنا دیا۔ اسی آگ سے علم ہوتا ہے کہ آگ میں جلنے سے کس قسم کی تکلیف ہوتی ہے۔

پس یاد رکھو یہ سب چیزیں ہماری قدرت کاملہ کے نمونے ہیں ہم نے اپنے رحم و کرم کو روک لیا ہوتا تو اس دنیا میں کوئی زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔

عظیم رب کے حضور تسبیح کا حکم

☆ آیت ۷۴ میں خداوند عالم اپنے رسول سے مخاطب ہے کہ جب مشرکین اللہ کی بندگی سے منہ موڑتے ہیں اور قیامت کا انکار کرتے ہیں تو اے رسول! آپ اپنے عظیم رب کی تسبیح کرتے رہیں۔ روایت میں بیان ہوا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول خدا نے فرمایا کہ "اسے اپنے رکوع کا ذکر قرار دو (۱)۔" یعنی رکوع میں خداوند عالم کے مبارک نام کی تسبیح کیا کرو۔

قرآن مجید کی عظمت

☆ آیت ۷۵ سے ۸۲ تک میں ستاروں کی قسم کھانے اور اس قسم کی عظمت کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یہ بڑی عزت والا اور قابل ستائش قرآن ہے۔" نہ یہ کاہنوں کا قول ہے، نہ مجنون کا، نہ داستانِ پارینہ ہے بلکہ

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۳۱۵

یہ قرآن کریم ہے۔ لہٰذا جس ذات نے اس محکم، مضبوط اور منظم کائنات کو خلق فرمایا ہے اسی نے قرآن کو ایک محکم، مضبوط اور منظم قانون اور جامع نظام حیات کے طور پر نازل فرمایا ہے۔ جس طرح کائنات کے نظام میں کوئی خلل نہیں ہے اسی طرح قرآن، اس کے دیئے ہوئے نظام حیات اور اس کے قوانین میں کوئی خلل نہیں ہے۔ اس قسم کو بیان کرنے کے بعد خداوند عالم نے قرآن مجید کی چار صفات کو بیان کیا ہے:

- یہ قرآن ایک بہت ہی محترم اور قابل احترام کتاب ہے۔
- یہ قرآن محفوظ کتاب ہے۔
- قرآن مجید کو صرف پاکیزہ افراد ہی چھو سکتے ہیں یعنی قرآن مجید کے الفاظ کو مس کرنے کے لئے وضو یا غسل کرنا ضروری ہے اور قرآن مجید کے باطن تک پہنچنے کے لئے تقویٰ کے ذریعے نفس کی طہارت ضروری ہے۔
- یہ قرآن اس ہستی کی طرف سے نازل ہوا ہے جو عالمین کا رب ہے۔

پس اے انسان! کیا تو اس کلام کے ساتھ بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتا ہو جو ان صفات کا حامل ہے؟ کیا تم نے تکذیب قرآن کو اپنی روزی کا ذریعہ قرار دیا ہے؟

بعض مفسرین کے نزدیک کفار و مشرکین نے قرآن مجید کی تکذیب اس لئے کی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس قرآن کو ماننے سے ان کی معیشت کو نقصان پہنچے گا[۱]۔ لیکن افسوس صد افسوس! کہ قرآن اہل دنیا کے لئے وسیلہ ہدایت بننے کے بجائے ذریعہ معاش بن گیا ہے۔ کوئی اس کی مخالفت کو ذریعہ معاش بنائے ہوئے ہے اور کسی نے اس کی تلاوت و تفسیر کو ذریعہ معاش قرار دیا ہے۔ اس طرح قرآن کی واقعی افادیت کو ہم بھول چکے ہیں اور اسے صرف متاع بازار سمجھ بیٹھے ہیں۔

حالت احتضار (مرتے وقت دم نکلنے) کا بیان

☆ آیت ۸۳ سے ۸۷ تک میں جان کنی اور حالت احتضار کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے کہ جب انسان کی جان نکلنے کو ہوتی ہے تو اس وقت اس پر حقائق منکشف ہوتے ہیں۔ اس وقت اللہ کی ذات ہی ایک واحد ذات ہے جو اس قریب المرگ شخص کے پاس موجود ہوتی ہے۔ اس مقام پر پروردگار عالم ان جھٹلانے والوں سے جو قیامت کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم کسی کے زیر اثر نہیں ہیں، ایک سوال کر رہا ہے کہ تو گلے تک پہنچی ہوئی روح کو واپس کیوں نہیں پلٹا دیتا؟

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت ۸۱

اس کے بعد فرمایا کہ اگر مرنے والا مقربین میں سے ہے تو اس کے لئے راحت اور خوشبو دار پھول اور نعمت بھری جنت ہے اور اگر وہ اصحاب یمین میں سے ہے تو فرشتے اسے سلام کریں گے لیکن بدبختی ہے اصحاب شمال کے لئے کیونکہ ان کی آؤ بھگت کھولتے ہوئے پانی سے کی جائے گی اور اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال کر تپایا جائے گا۔

حق الیقین کا بیان

☆ آیت ۹۵ اور ۹۶ میں اللہ نے اپنے رسول کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ: اے رسول! جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ حق الیقین ہے یعنی یہ تمام باتیں جو اس قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں یا اس سورے میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں یا ان تین گروہوں کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے یہ وہ باتیں ہیں جن پر یقین اور حق دونوں کا اتفاق ہے۔ پس جب ایسا ہے تو اپنے عظیم رب کے اسم کے ساتھ تسبیح کرو۔

فضائل وخصوصیات:

افلاس سے نجات: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ الْوَاقِعَةَ كُلَّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا (۱)

جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے وہ کبھی افلاس (فاقہ) کا شکار نہیں ہوگا۔

رفاقت امیر المومنین علیہ السلام: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ فِي كُلِّ لَيْلَةِ جُمُعَةٍ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَاَحَبَّهُ النَّاسُ اَجْمَعِيْنَ وَلَمْ يَرَ فِي الدُّنْيَا بُؤْسًا اَبَدًا وَلَا فَقْرًا وَلَا فَاقَةً وَلَا اٰفَةً مِنْ اٰفَاتِ الدُّنْيَا وَكَانَ مِنْ رُفَقَاءِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲)

جو شخص ہر شب جمعہ سورۂ واقعہ کی تلاوت کرے گا خدا اس کو دوست رکھے گا ہے اور اسے لوگوں کا محبوب بنا دے گا اور وہ دنیا میں ہرگز ناراضگی اور تکلیف نہیں دیکھے گا اور فقر و فاقہ اور آفات دنیا میں سے کوئی آفت اس پر نہیں آئے گی اور وہ امیر المومنین علیہ السلام کے رفقاء (ساتھیوں) میں شمار ہوگا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مجمع البیان، ج ۹، ص ۲۱۲

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۱۲

سورۂ حدید کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ حدید

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
حدید	27	57	94	مدینہ منورہ	29	04	2545	576

☆ سورۂ حدید موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ستاونواں (۵۷) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے چورانوے واں (۹۴) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی ۲۵ ویں آیت میں لوہے کو آسمان سے نازل کرنے کا ذکر ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورے کا نام ''سورۂ حدید'' ہے اور عربی میں حدید لوہے کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات	۲۔ ۳۔ زمین آسمان کی خلقت کی مدت
۳۔ راہِ خدا میں خرچ کرنے کا حکم	۴۔ قرض حسنہ دینے کا بیان
۵۔ قیامت کے دن منافقوں کا مومنین سے مدد مانگنا	۶۔ نافرمان بندوں سے خطاب
۷۔ صدیقین کا ذکر	۸۔ دنیاوی زندگی کی تصویر کشی
۹۔ زہد کی تعریف	۱۰۔ تبلیغ دین کے ضروری عناصر
۱۱۔ اہل ایمان کو حکم	۱۲۔ استحقاق اجر کا معیار
۱۳۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

☆ روایات کے مطابق سورہ حدید، حشر، صف، جمعہ اور تغابن ان سوروں میں سے ہیں جن کی سونے سے پہلے تلاوت کی جائے تو امام مہدی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہو سکتی ہے۔

☆ واضح رہے ''سورۂ حدید، سورۂ حشر، سورۂ صف، سورۂ جمعہ اور سورۂ تغابن'' کو ''مُسَبِّحَات'' کہا جاتا ہے کیونکہ ان تمام سورتوں کی ابتداء ''سَبَّحَ یا یُسَبِّحُ'' سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بعض صفات

☆ آیت ۱ سے ۶ تک میں سب سے پہلے تسبیح الٰہی کو بیان کرنے کے بعد ذات پروردگار کی بعض صفات کو بیان کیا ہے۔انسان ان صفات کا ادراک حاصل کرلے تو وہ معرفت خداوندی کی راہوں کو آسانی سے طے کرسکتا ہے اور معرفت کے بلند مراتب پر فائز ہوسکتا ہے۔ذیل میں ان صفات کو مختصر تشریح کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

- صاحب عزت: یعنی ہر قسم کی عزت واکرام کا حقیقی حقدار پروردگار عالم ہی ہے۔
- صاحب حکمت: یعنی پروردگار کا کوئی کام یا فعل حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔
- آسمان وزمین کا مالک وحاکم: خداوند عالم کی ملکیت کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی ملکیت ہے، وہ جس طرح کا تصرف چاہے کرسکتا ہے جبکہ غیر اللہ (مخلوقات) کائنات کی اشیاء سے صرف استفادہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔
- محی: مردے کو زندہ کرنے والا
- ممیت: موت دینے والا
- قادر: وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے، کائنات کی کوئی شے اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔
- اول: اللہ تعالیٰ کا اول ہونا کسی زمانے کے اعتبار سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ زمانے سے ماوراء ہے۔اسی لئے حضرت امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں "تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس کا اول نامعلوم اور آخر لامتناہی ہے[1]"۔
- آخر: وہ ایسا آخر ہے جس کے لئے کوئی انتہا نہیں ہے۔
- ظاہر: کائنات کی ہر شے میں اس کی قدرت اور اقتدار کا ظہور نمایاں طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔
- باطن: وہ ایسی ہستی ہے جس کی "کنہ وحقیقت" کائنات کی ہر شے سے مخفی ہے۔
- خالق: عالم موجودات کی تمام اشیاء کا خالق حقیقی صرف اسی کی ذات ہے۔
- عالم: کائنات کی کوئی چیز اس کے دائرہ علم سے باہر نہیں ہے، وہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے۔
- مدبر: وہ اس کائنات کے نظام کا بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔
- بصیر: وہ ایسی ذات ہے جو بغیر آنکھ کے تمام اشیاء کی حقیقت اور تمام موجودات کے اعمال کو دیکھتا ہے۔

۱۔ توحید، ص ۴۵، شیخ صدوق

- حاضر و ناظر: وہ ہمیشہ اور ہر لمحہ حاضر اور مخلوقات کے اعمال کی نگرانی کرنے والا ہے۔
- مرجع: کائنات کی تمام اشیاء کی بازگشت اور واپسی اسی کی بارگاہ کی طرف ہے۔
- دن کو رات میں تبدیل کرنے والا
- رات کو دن میں تبدیل کرنے والا

زمین آسمان کی خلقت کی مدت

☆ آیت ۴ میں بیان ہوا ہے کہ آسمان و زمین کی تخلیق چھ دن میں ہوئی ہے۔ یہاں چھ دن سے مراد خلقت کے چھ مراحل ہیں کیونکہ اس وقت دن اور رات کا کوئی تصور موجود نہیں تھا۔ اس مطلب کی تفصیل سورۂ سجدہ میں گزر چکی ہے۔

راہ خدا میں خرچ کرنے کا حکم

☆ آیت ۷ میں اللہ اور رسول پر ایمان لانے اور جس مال کا انسان کو جانشین بنایا گیا ہے اسے راہ خدا میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چونکہ انسان کو دنیا میں اللہ نے اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے لہٰذا کائنات کی کوئی بھی شے انسان کی ملکیت میں نہیں ہے پس جو کچھ اسے عطا کیا گیا ہے اسے اس مال کے حقیقی مالک کی منشاء کے مطابق خرچ کر کے وہ حق نیابت ادا کرے اور حق نیابت کی ادائیگی ہی حقیقی بندگی ہے۔ جس شخص کے اندر یہ دو چیزیں موجود ہوں وہ اجر کبیر کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ ایمان کی وجہ سے عبد کا رابطہ اپنے معبود کے ساتھ رہتا ہے اور انفاق فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں خرچ) کرنے کے ذریعہ اس کا واسطہ بندگان خدا سے رہتا ہے لہٰذا ایسا شخص اجر کبیر کا مستحق قرار پاتا ہے۔

قرض حسنہ دینے کا بیان

☆ آیت ۱۱ میں اللہ کو قرض حسنہ دینے کا بیان ہے۔ یہ اللہ کی شان کریمی ہے کہ آدمی اسی کے دیئے ہوئے مال کو اسی کی راہ میں خرچ کرے تو اسے وہ اپنے ذمہ قرض شمار کرتا ہے بشرطیکہ وہ قرض حسن (اچھا قرض) ہو یعنی خالص نیت کے ساتھ ہو، کسی ذاتی غرض کے بغیر دیا جائے، قرض دینے کا مقصد ریاکاری یا شہرت طلبی نہ ہو، قرض دے کر احسان نہ جتائے۔ پس قرض اگر ایسا ہوگا تو اس کے متعلق اللہ نے اس آیت میں دو وعدے کئے ہیں، ایک یہ کہ اس مال کو جو قرض دیا گیا ہے اللہ کئی گناہ بڑھا چڑھا کر واپس دے گا اور دوسرا یہ کہ پروردگار عالم قرض دینے والے کو بہترین اجر سے بھی نوازے گا (۱)۔

۱۔ تفہیم القرآن، علامہ مودودی، تفسیر سورۂ مورد بحث

بعض اہل تحقیق کہتے ہیں: آیات و احادیث کی روشنی میں انفاق (اللہ کی راہ میں کسی چیز کو خرچ کرنے) میں دس اوصاف ہوں تو وہ ''قرضہ حسنہ'' بنتا ہے:

- مال حلال ہو۔
- عمدہ مال ہو، ردی اور گھٹیا مال نہ ہو۔
- زندگی کے آخری لحات میں نہ ہو۔
- مستحق ترین کو دیا جائے۔
- اس انفاق کو راز میں رکھا جائے۔
- دینے کے بعد احسان جتلایا نہ جائے۔
- خدا کی خوشنودی اور رضا کے لئے ہو، ریاکاری اور دکھاوے کے لئے نہ ہو۔
- مال زیادہ دیا جا رہا ہو تو بھی اسے کم سمجھا جائے۔
- اپنا پسندیدہ مال ہو۔
- اس مال کی اُس خود کو بھی ضرورت ہو۔ یعنی وہ خود بھی اس مال کا ضرورت مند و محتاج بھی ہو(۱)۔

قیامت کے دن منافقوں کا مومنین سے مدد مانگنا

☆ آیت ۱۲ سے ۱۵ تک میں قیامت کے دن مومنین کے جنت میں داخل ہونے کی کیفیت اور منافقین کی حالت اور منافقین کا مومنین سے مدد طلب کرنے کو بیان کیا گیا ہے۔ ابتدائی آیت میں رسول خدا ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے پروردگار عالم نے فرمایا کہ اے رسول ﷺ! آپ قیامت کے دن دیکھیں گے کہ مومنین کا نور ان کے آگے آگے اور دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا ایسی حالت میں فرشتے مومنین کو ایسی جنتوں کی خوشخبری دے رہے ہوں گے جن کے نیچے نہریں ہوں گی، جن میں ہمیشہ رہنا ہوگا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

مومنین جب جنت کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہوں گے تو اس وقت ان کا نور ان کے ساتھ ہوگا۔ ممکن ہے اس نور سے مراد انسان کے وہ اعمال ہوں جو اس نے دنیا میں انجام دیئے ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں رسول خدا ﷺ

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

فرماتے ہیں "مجھ پر اور میری آل علیہ السلام پر درود پل صراط کے لیے روشنی ہوگی (۱)"۔
دوسری طرف منافق جب مومن کو جنت کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھے گا تو کہے کہ اے اہل جنت! ذرا ہماری طرف بھی دیکھو تا کہ ہم تمہارے نور سے استفادہ کریں۔ ان کی اس درخواست کو مسترد کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ پیچھے لوٹ جاؤ، جہاں سے مومنین کو نور ملا ہے وہاں نور تلاش کرو۔ یہاں پر ممکن ہے کہ انہیں میدان محشر کی طرف لوٹنے کا حکم دیا جا رہا ہو یا دنیا کی طرف لوٹ جانے کا جبکہ یہ دونوں کام ناممکن ہیں لہٰذا یہ صرف انہیں ہر قسم کے نور سے مایوس کرنے کے لیے کہا جائے گا بلکہ تمسخر کے لئے بھی ہوگا۔ اس کے بعد مومنین اور منافقین کے درمیان ایک دیوار حائل ہو جائے گی جس طرف مومنین ہوں گے اس طرف رحمت کا نزول ہوگا اور جس طرف منافقین ہوں گے عذاب الٰہی ہوگا۔ ایک روایت میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "میں یہ دیوار ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہے (۲)"۔
ایسے وقت میں منافقین مومنین کو اپنی دنیاوی دوستی یاد دلاتے ہوئے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ یعنی منافقین جہنم کے قریب پہنچ کر بھی اپنی ذہنیت سے باز نہیں آئیں گے اور دنیا کی ہم نشینی کا ذکر کریں گے۔ اس وقت مومنین کا جواب یہ ہوگا کہ جنت کا تعلق صحبت اور ہم نشینی سے نہیں یہ ایمان اور کردار کا سودا ہے اور تمہارے عیوب یہ تھے کہ تم لمبی لمبی امیدوں کے چکر میں ہمارے ساتھ آ گئے تھے ورنہ ہر وقت ہمارے بارے میں سوچا کرتے تھے کہ کسی طرح ہم مصیبت میں مبتلا ہو جائیں۔ اس کے علاوہ تم رسالت میں بھی شک کرتے تھے لہٰذا آج کے دن صرف عمل کی بنیاد پر جزا ملے گی اور کوئی سفارش یا فدیہ نہیں لیا جائے گا اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے جو تمہارا بدترین انجام ہے۔

نافرمان بندوں سے خطاب

☆ آیت ۱۶ میں اللہ کے نافرمان بندوں سے کہا گیا ہے کہ کیا ابھی تک اللہ سے ڈرنے کا وقت نہیں آیا؟ اس آیت میں خطاب بعض ایسے لوگوں کی طرف ہے جو اللہ و رسول پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے تھے لیکن ان کے دل حقیقی ایمان سے خالی تھے اور احکام شریعت کی پیروی میں بہانہ بازی سے کام لیتے تھے۔ اس آیت کے ذیل میں علامہ مودودی نے ایک بہت ہی بہترین نکتہ بیان کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ "یہود و نصاریٰ تو اپنے انبیاء کے سینکڑوں برس بعد آج

۱۔ مستدرک الوسائل ج ۵، ص ۳۳۷

۲۔ تاویل الآیات، ص ۶۳۷

تمہیں اس بے حسی اور روح کی مردنی اور اخلاق کی پستی میں مبتلا نظر آرہے ہیں۔ کیا تم اتنے گئے گزرے ہو کہ ابھی رسول تمہارے سامنے موجود ہیں، خدا کی کتاب نازل ہو رہی ہے، تمہیں ایمان لائے زیادہ زمانہ بھی نہیں گزرا اور ابھی سے تمہارا حال وہ ہو رہا ہے جو صدیوں تک خدا کے دین اور اس کی آیات سے کھیلتے رہنے کے بعد یہود و نصاریٰ کا ہوا ہے (۱)۔"

اس آیت کے ذیل میں تاریخ میں ایک واقعہ نقل ہوا ہے کہ فضیل ابن عیاض (اپنے زمانے کا مشہور چور اور ڈاکو) ایک عورت کے عشق میں دیوار پر چڑھے اور ہمسائے سے اس آیت کو سن کر انہوں نے توبہ کر لی اور وہ امام صادق علیہ السلام کے معتبر اصحاب میں شامل ہو گئے۔

فضیل کتب رجال میں امام جعفر صادق کے موثق راویوں میں سے ایک اور مشہور زاہدوں میں شمار ہوتے ہیں، وہ زندگی کے آخری حصے میں جوار کعبہ میں رہائش رکھتے تھے، انہوں نے اسی علاقہ میں روز عاشورہ دنیا سے رخت سفر باندھا، وہ ابتدا میں ایک خطرناک رہزن (ڈاکو) تھے جس سے تمام لوگ ڈرتے تھے۔ وہ ایک آبادی سے گزر رہے تھے کہ ایک لڑکی کو انہوں نے دیکھا تو اس سے محبت ہو گئی، اس لڑکی کے عشق نے انہیں اس بات پر ابھارا کہ رات کے وقت وہ اس کے گھر کی دیوار پھاند کر داخل ہوں اور ہر قیمت پر اس لڑکی کا وصال حاصل کریں۔ وہ جس وقت دیوار پھاند رہے تھے تو اس وقت قریب کے گھروں میں سے ایک گھر میں کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا اور وہ شخص اسی آیت (آیت مورد بحث) کی تلاوت کر رہا تھا۔

یہ آیت ایک "تیر" کی طرح فضیل کے دل پر لگی، انہوں نے چبھن محسوس کی، اس نے آیت پر غور و فکر کیا تو اپنے کئے پر پشیمان ہوئے اور کہا کہ "خدا کی قسم وہ وقت آن پہنچا ہے" وہ مسلسل یہی جملے دہرا رہے تھے۔ جب توبہ کر کے واپس ہو رہے تھے تو ایک جگہ مسافروں کی ایک جماعت قیام پذیر تھی، وہ سفر جاری رکھنے کے بارے میں ایک دوسرے سے بحث کر رہے تھے اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ راستہ میں فضیل اور اس کے ساتھی ہیں اگر ہم جائیں گے تو وہ ہمارا راستہ روکیں گے اور ہمارا مال و اسباب لوٹ لیں گے۔ فضیل نے ان کی باتیں سنیں اور اپنے آپ کو سخت ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے کہ میں کتنا برا شخص ہوں۔ اس نے آسمان کی طرف رخ کیا اور ان الفاظ کو اپنی زبان پر جاری کیا:

"خدایا! میں تیری طرف لوٹ آیا اور اپنی توبہ یہ قرار دی ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ تیرے گھر کے قریب رہوں گا، خدایا! میں اپنی بدکاری پر رنجیدہ ہوں اور اپنی پستی کی وجہ سے آہ و بکا کرتا ہوں، تو میرے درد کی دوا کر، اے ہر درد کی دوا کرنے

۱۔ تفہیم القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

والے، اے ہر عیب سے پاک و منزہ! اے وہ جو میری خدمات بجالانے سے بے نیاز ہے! اے وہ جسے میری خیانت سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا، مجھے اپنی رحمت کے صدقے میں بخش دے اور مجھ ہوا و ہوس کے اسیر کو اس قید و بند سے رہائی بخش" خدا نے ان کی دعا قبول کی اور ان پر عنایت فرمائی وہ وہاں سے لوٹ کر مکہ آئے اور برسوں تک وہیں مجاور رہے اور اللہ والوں میں سے ہو گئے (۱)۔

صدیقین کا ذکر

☆ آیت ۱۹ کے مطابق جو لوگ اللہ اور تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ایمان کا حق ادا کرتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک صدیقین یعنی کامل سچے اور گواہ ہیں۔ واضح رہے کہ قرآنی اصطلاح میں راہ خدا میں قتل ہونے والوں کو "شہید" نہیں کہا جاتا، یہ بعد کی اصطلاح ہے بلکہ قرآن مجید میں شہید سے مراد گواہ ہیں۔ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ "صدیقین" تین ہیں:

۱۔ حبیب نجار مومن آل یاسین،

۲۔ حزقیل مومن آل فرعون

۳۔ علی ابن ابی طالب علیہ السلام، اور علی علیہ السلام ان دونوں سے افضل ہیں (۲)۔"

دنیاوی زندگی کی تصویر کشی

☆ آیت ۲۰ میں حیات دنیا کی مکمل حقیقت اور جامع تصویر کشی کی گئی ہے کہ دنیاوی زندگی میں صرف ظاہری نمود و نمائش، ایک دوسرے پر فخر و مباہات کرنا، مال و اولاد کی لالچ کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ اس دنیا کی مثال اس بارش کی سی ہے جس نے کسان کو وقتی طور پر خوش کیا ہے، اتنے میں خزاں آجاتی ہے اور کھیتی خشک ہو جاتی۔ یہ تمام باتیں ایسی زندگی کے متعلق ہیں جس کا کوئی مقصد نہ ہو لیکن اگر زندگی کو کسب آخرت کے لئے ذریعہ بنایا جائے تو اس صورت میں نہ صرف یہ کہ یہ قابل مذمت نہیں ہے بلکہ اس زندگی کو فضیلت حاصل ہے، چنانچہ اس دنیا کی ساٹھ ستر سال کی زندگی کے عوض آخرت کی ابدی زندگی سنور سکتی ہے تو اس زندگی کے ہر آن کے مقابلے میں آخرت کی ابدی زندگی

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۳، ص ۲۵۲، ۲۵۳

۲۔ شواہد التنزیل ذیل آیت۔ تاویل الآیات، ص ۶۳۸

سنور جاتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انسان اس دنیا کیلئے خلق نہیں ہوا، اگر ایسا ہوتا تو مال ومتاع کی فراوانی سے اس کے سکون واطمینان میں اضافہ ہونا چاہیے تھا جبکہ اس کے برعکس جس کے پاس جس قدر مال ومتاع میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اُس کی بے چینی میں اتنا ہی اضافہ ہوتا ہے اور سکون اور اطمینان اس سے چھن جاتے ہیں۔

زہد کی تعریف

☆ آیت ۲۳ میں خداوند عالم نے صرف دو جملوں کے اندر زہد کی مکمل تعریف کر کے سمجھا دیا کہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس کا غم نہ کرو اور جو چیز تمہارے ہاتھ آجائے اس پر فخر نہ کرو۔ اسی مطلب کی طرف امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''جو شخص ہاتھ سے نکل جانے والی چیز پر افسوس نہیں کرتا اور ہاتھ آجانے والی چیز پر اتراتا نہیں اس نے زہد کو دونوں اطراف سے سمیٹ لیا(۱)۔''

زندگی میں روزمرہ کے معاملات میں توازن اور میانہ روی سے کام لیا جائے تو حالات کی تبدیلی انسان پر اثر انداز نہیں ہوگی مثلاً آج کے دور میں بینک کا کیشئر روزانہ کروڑوں کی تعداد میں رقم وصول کرتا ہے اور اتنی مقدار میں رقم واپس کرتا ہے لیکن اتنی مقدار میں رقم ملنے پر نہ اسے خوشی ہوتی ہے اور نہ وہ دوسروں کو دینے پر مغموم ہوتا ہے کیونکہ اسے یقین ہے کہ یہ رقم اس کی نہیں ہے بلکہ بینک کی ہے، اسی طرح اگر ہم بھی اپنے مال اور دولت کے بارے میں یہی یقین رکھیں کہ اس کا اصلی مالک اللہ ہے جس نے امانت کے طور پر کچھ عرصہ کے لئے ہمارے سپرد کیا تھا اور ہم بینک کے کیشئر کی طرح ہیں جو خود مال کا مالک نہیں ہے۔ اس صورت میں ہم بھی انبیاء علیہم السلام اور ائمہ علیہم السلام کی طرح اپنی خوشیوں اور دکھوں میں توازن برقرار رکھتے ہوئے پر سکون زندگی گزار سکتے ہیں چنانچہ اللہ کے مقرب بندے مشکلات اور مصائب میں مال اور اولاد وغیرہ کے چھننے کی صورت میں بے سکون ہونے کے بجائے کہتے تھے کہ یہ اللہ کی امانت تھی جو اس نے واپس لے لی۔ یقیناً سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام اس حقیقت کی روشن ترین مثال ہیں۔

تبلیغ دین کے ضروری عناصر

☆ آیت ۲۵ کے مطابق دین کی تبلیغ کے لئے نمائندۂ پروردگار کو بعض عناصر کی ضرورت ہوتی ہے۔ آیت میں ان

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت ۴۳۹

اسباب کی طرف اشارہ کر کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے نظام کے استحکام کو ثابت کیا گیا ہے۔ وہ عناصر مندرجہ ذیل ہیں:

- اس کے پاس منصب نبوت کو ثابت کرنے کے لئے مضبوط دلائل ہوں۔
- اس کے پاس ایک مرتب قانون ہو۔
- وہ زندگی میں حق و انصاف کا پیمانہ ساتھ رکھتا ہو، تا کہ نظام عدل قائم کر سکے۔
- دشمن کی مخالفت کے موقع پر وہ ایسا اسلحہ ساتھ رکھتا ہو جس کے ذریعہ دشمن سے مقابلہ کر سکے۔
- عوامی زندگی کو خوشحال بنانے کے وسائل سے آراستہ ہو تا کہ لوگ اس کے پیغام کو زندگی سمجھیں اور اس کے آئینے میں موت کی شکل نہ دیکھیں۔

اس آیت میں لوہے کو آسمان سے نازل کرنے کا ذکر ہے۔ لوہے سے جنگی سامان اور دوسرے منافع حاصل کئے جاتے ہیں۔ لوہا انسانی زندگی کی وہ اہم ضرورت ہے جس نے ایک نئے دور کی بنیاد رکھی۔ ذوالقرنین کی دیوار سے لے کر داؤد کی زرہ تک سب لوہے کے کارنامے ہیں اور آج بھی اجتماعی زندگی میں زراعت، صنعت، تعمیرات اور جنگ چاروں اسی لوہے کے مرہون منت ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا حصول آسان کر دیا(۱)۔

ظاہری اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو آسمان سے ایک ہی لوہا نازل ہوا ہے جسے ذوالفقار کہا جاتا ہے۔ اسی لئے بعض مفسرین نے اس لوہے سے مراد ذوالفقار لیا ہے جیسا کہ ایک روایت میں بیان ہوا ہے کہ یہ آیت ذوالفقار کے بارے میں نازل ہوئی ہے(۲)۔

اہل ایمان کو حکم

☆ آیت ۲۸ میں اہل ایمان کو ایمان میں مزید اضافہ کرنے اور اللہ سے ڈرنے کا حکم ہے۔ یعنی اگر تم ایمان پر ایمان کا اضافہ کرو تو اللہ اپنی رحمت پر رحمت کا اضافہ فرمائے گا۔ ایسا کرو گے تو اللہ تمہیں اجر کے دو حصے عطا کرے گا ایسا نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم چل سکو گے اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۱۰۸۸

۲۔ تفسیر برہان، مناقب ابن شہر آشوب، بحوالہ ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان، ص ۱۰۷۹

''اجر کے دو حصوں سے مراد امام حسن اور امام حسین علیہم السلام ہیں اور نور سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی ذات ہے(۱)۔''

استحقاق اجر کا معیار

☆ آیت ۲۹ میں کے مطابق جو اہل کتاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لائے ہیں انہیں کوئی اجر نہیں ملے گا، یعنی اللہ کے فضل و کرم کا سزاوار ٹھہرنے کا واحد راستہ ایمان ہے۔

فضائل وخصوصیات:

خدا اور رسول پر ایمان: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْحَدِيْدِ كُتِبَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (۲)

جو شخص سورۂ حدید پڑھے گا وہ ان لوگوں میں شمار ہوگا جو خدا اور اس کے پیغمبر پر ایمان رکھتے ہیں۔

عذاب سے محفوظ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْحَدِيْدِ وَ الْمُجَادَلَةِ فِيْ صَلَاةِ فَرِيْضَةٍ اَدْمَنَهُمَا لَمْ يُعَذِّبْهُ اللّٰهُ حَتّٰى يَمُوْتَ اَبَدًا وَ لَا يَرٰى فِيْ نَفْسِهٖ وَلَا فِيْ اَهْلِهٖ سُوْءًا اَبَدًا وَلَا خَصَاصَةً فِيْ بَدَنِهٖ (۳)

جو شخص ہمیشہ واجب نماز میں سورۂ حدید اور سورۂ مجادلہ کی تلاوت کرے گا، اللہ مرنے تک اسے کسی عذاب میں گرفتار نہیں کرے گا، وہ اور اس کا خاندان کسی بھی قسم کی آفت اور مشکل میں مبتلا نہیں ہوگا اور اس کا بدن کسی محتاجی سے محفوظ، صحیح، سالم اور بے عیب ہوگا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ بحار الانوار، ج ۲۳، ص ۳۱۷

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۴، ص ۳۵۱

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۴۷

سورۂ مجادلہ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ مجادلہ

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
مجادلہ	28	58	105	مدینہ منورہ	22	03	2046	475

☆ سورۂ مجادلہ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا اٹھاونواں (۵۸) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے ایک سو پانچواں (۱۰۵) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس کا نام "سورۂ مجادلہ" ہے کیونکہ اس کے آغاز میں ایک خاتون کا مجادلہ اور رسول خداؐ سے اس کی شکایت کی طرف اشارہ ہوا ہے، اس خاتون کے شوہر نے ظہار کیا تھا۔

منتخب موضوعات:

۱۔ خولہ کی شکایت رسول خداؐ سے	۲۔ ظہار اور اس کے کفارے کا بیان
۳۔ دشمنی رسولؐ کا نتیجہ ذلت و خواری ہے	۴۔ منافقین کی منصوبہ بندیاں
۵۔ رسولؐ کی محفل میں بیٹھنے کے آداب	۶۔ رسول سے سرگوشی سے پہلے صدقہ دینے کا حکم
۷۔ مومن، منافق اور مذبذب کا ذکر	۸۔ حزب اللہ اور حزب الشیطان
۹۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

خولہ کی شکایت رسول خداؐ سے

☆ آیت ۱ کے مطابق اللہ نے ایک ایسی عورت کی بات سن لی جو رسول خداؐ کے پاس اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی تھی۔ بعض روایات کے مطابق اس عورت کا پورا نام خولہ بنت ثعلبہ ابن اصرام ابن فہر ابن ثعلبہ ابن غنم ابن عوف تھا جو قبیلہ بنی عوف ابن خزرج سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا نکاح مشہور صحابی حضرت عبادہ ابن صامتؓ کے بھائی اوس ابن صامتؓ سے ہوا تھا۔

اس آیت کی شان نزول یہ بیان ہوئی ہے کہ انصار کے ایک شخص نے غصے میں آ کر اپنی زوجہ سے کہا: "أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّيْ" تو میرے لیے میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے۔ جاہلیت میں عورت سے جدائی اختیار کرنے کے لیے طلاق سے زیادہ مؤثر یہی عمل تھا جس سے عورت ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی تھی۔ یہ خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس مسئلے کے حل کے لیے اصرار کیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

ظِہار اور اس کے کفارے کا بیان

☆ آیت ۲ سے ۴ تک کی آیات ظہار کے متعلق ہیں۔ ظہار کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی زوجہ سے یہ کہہ دے کہ تیری پشت میری ماں کی پشت جیسی ہے۔ ایسا کہنے کے بعد کچھ شرائط کے ساتھ عورت اس پر حرام ہو جاتی ہے اور کفارہ کے بغیر حلال نہیں ہوتی۔ ظہار کی شرائط یہ ہیں کہ ظہار دو عادل گواہوں کے سامنے ہو، عورت حالت طہارت میں ہو اور عورت مدخولہ (جس عورت سے جنسی تعلق قائم ہو چکا) ہو۔

ظہار کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے اگر یہ ممکن نہ ہو تو دو ماہ مسلسل روزے رکھے جائیں اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔ پروردگار عالم اس حوالے سے ارشاد فرما رہا ہے کہ: یہ حکم اس لئے ہے کہ تم اللہ اور رسول پر ایمان رکھو۔ چنانچہ اس ایمان کے لیے حدود اللہ کی پابندی ضروری ہے۔ یعنی ان بیان کردہ احکام پر عمل کرنے سے ایمان ثابت ہوگا۔ آیت سے واضح ہوتا ہے عمل ہی ایمان کی نشانی ہے۔

دشمنیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نتیجہ ذلت و خواری ہے

☆ آیت ۵ اور ۶ ان لوگوں سے متعلق ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی رکھتے تھے۔ پروردگار عالم نے دشمنان رسول پر واضح کر دیا کہ اللہ کی نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی ہمارے رسول کی مخالفت کرنے والوں کو ایسی ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا جس طرح سابقہ انبیاء کے مخالفین ذلیل و خوار ہوئے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کو بھول چکے ہیں مگر پروردگار عالم ان کے اعمال کو شمار کر رہا ہے اور اللہ ہر شے پر گواہ ہے۔ قیامت کے دن جب انہیں اٹھایا جائے گا تو اس وقت انہیں بتایا جائے گا کہ وہ دنیا میں کیا کرتے رہے تھے۔ پس صاحبان ایمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ہمیشہ ہی ذلیل رہے گا اور وہ کبھی صاحب عزت نہیں ہو سکتا اور اسے صاحب عزت سمجھنا ایمان میں کمزوری کی دلیل ہے۔

منافقین کی منصوبہ بندیاں

☆ آیت ۷ سے ۱۰ تک کی آیات میں منافقین کی باہمی منصوبہ بندیوں کا ذکر ہے کہ انہوں نے مسلمانوں میں رہ کر اپنی ایک الگ جماعت بنا رکھی تھی اور آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی سازشوں کے بارے میں اپنے علم کا اظہار فرمایا کہ اللہ تمہاری سرگوشیوں کو قریب سے سنتا ہے جس طرح تین آدمی سرگوشی کر رہے ہوں اور چوتھا آدمی بھی ساتھ بیٹھا ہو تو اسے بھی علم ہوگا۔ اسی طرح سرگوشی کرنے والے افراد کی تعداد کم ہو یا زیادہ ہو اللہ تعالیٰ ان کے راز سے واقف ہے۔

ان آیات کے شان نزول کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ منافقین کی ایک جماعت مومنین سے الگ ہو کر آپس میں سرگوشی میں مصروف ہوتی تھی اور کبھی مومنین کی طرف دیکھتے ہوئے آنکھوں سے پریشان کن اشارے کرتی تھی، جب مومنین یہ منظر دیکھتے تو کہتے تھے کہ ہم سمجھتے تھے کہ ان لوگوں کے پاس ہمارے ان عزیزوں اور رشتہ داروں کے بارے میں کوئی پریشان کن خبر پہنچی ہے جو جہاد پر گئے ہوئے ہیں اور یہ لوگ اسی کے متعلق باتیں کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہ چیزیں مومنین کے غم واندوہ کا باعث بنتی تھیں، جب انہوں نے یہ حرکت بار بار کی تو مومنین نے رسول خدا ﷺ سے شکایت کی۔ اس وقت رسول خدا ﷺ نے حکم دیا کہ کوئی شخص کسی مسلمان کے بارے میں سرگوشی نہ کرے (۱)۔

آیت ۸ کے لئے ایک مخصوص شان نزول بھی بیان ہوئی ہے کہ یہودیوں میں سے بعض حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر "السام علیك یا ابا القاسم" کہتے تھے، اس کا مطلب ہے کہ "تجھ پر موت وارد ہو"۔ ان توہین آمیز الفاظ کو ادا کرنے پر ان پر فوری عذاب نازل نہ ہوا۔ وہ اسے دلیل قرار دیتے تھے کہ اگر وہ رسول ہوتے تو ہماری اس اہانت کی وجہ سے ہم پر عذاب آ جاتا، حالانکہ اللہ مجرموں کو مہلت دیتا ہے، یہ مہلت خود ان کے عذاب میں اضافے کا سبب بنتی ہے لہٰذا مہلت خود عذاب ہے لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے (۲)۔

رسول ﷺ کی محفل میں بیٹھنے کے آداب

☆ آیت ۱۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا ﷺ کی محفل میں بیٹھنے والے بعض افراد آداب مجلس سے واقف نہ تھے اور مجلس رسول ﷺ میں نئے آنے والوں کو جگہ نہیں دیتے تھے۔ اس طرح مجلس رسول میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۳، ص ۳۰۹، ۳۱۰

۲۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل آیت مورد بحث

نہ آداب محفل کا خیال ہوتا تھا کہ بعد میں آنے والوں کو جگہ دیں نہ بعد میں آنے والوں میں کوئی شائستگی تھی بلکہ وہ لوگوں کو روندتے ہوئے محفل میں گھس جاتے تھے۔ ان حرکتوں کی وجہ سے آداب محفل پر مشتمل یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر گنجائش ہے تو آنے والوں کے لیے کشادگی پیدا کرو ورنہ اٹھ جایا کرو۔ آیت نے واضح کر دیا کہ اگر کوئی اہل علم مجلس میں حاضر ہو جائے اور مجلس میں جگہ نہ ہو تو اسے جگہ دی جائے کیونکہ اللہ اہل علم کے درجات کو بلند کرنا چاہتا ہے۔ آیت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم نشینوں کا ذکر کرتے ہوئے اہل علم کا ذکر کرنا ثابت کرتا ہے کہ صرف رسول کی محفل میں بیٹھنے سے انسان کے درجات بلند نہیں ہوتے بلکہ درجات کی بلندی صرف اہل علم کو حاصل ہے لہٰذا علم سے بالا کوئی شے نہیں ہے اسی لئے اسلام نے علماء کو شہداء اور عبادت گزاروں سے بالاتر قرار دیا ہے اور بروز قیامت علماء کی شفاعت کو بھی شہداء کی شفاعت پر مقدم رکھا ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی سے پہلے صدقہ دینے کا حکم

☆ آیت ۱۲ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم ہے۔ بعض لوگ بلا وجہ اور صرف اپنی بڑائی دکھانے کیلئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کی کوشش کرتے تھے اس لئے اس پر صدقہ کی پابندی عائد کر دی گئی تاکہ یہ عمل صرف ضرورت کے وقت انجام دیا جائے۔ اس طرح یہ ریاکارانہ سلسلہ بند ہو گیا۔ اس حکم کے بعد صرف حضرت علی علیہ السلام بوقت ضرورت صدقہ دے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کیا کرتے تھے اور یہ آیت "آیہ نجویٰ" کے نام سے مشہور ہے کیونکہ نجویٰ عربی میں سرگوشی کو کہا جاتا ہے۔ یہ آیت قرآن کی واحد آیت ہے جس پر حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی دوسرے نے عمل نہیں کیا۔ خود حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے ایک دینار دس درہم میں فروخت کیا اور ایک ایک درہم صدقہ دے کر دس بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تخلیے میں بات کی اور دس مسائل پوچھے (۱)۔

عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں "علی علیہ السلام کے تین فضائل ایسے ہیں ان میں سے اگر ایک فضیلت بھی مجھے حاصل ہوتی تو بڑی سے بڑی دولت سے میرے لئے بہتر تھی۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام سے تزویج، خیبر کے دن علم اسلام کا دیا جانا اور آیہ نجویٰ پر عمل کرنا"۔ (۲)

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

۲۔ کشاف، زمخشری، ج ۴، ص ۴۹۴

اس آیت کے بارے میں خود مولائے متقیان کا یہ فرمان بھی مشہور ہے جس میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "قرآن میں ایک ایسی آیت ہے جس پر میرے سوا کسی نے نہ عمل کیا ہے نہ آئندہ کرے گا(۱)۔"

مومن، منافق اور مذبذب کا ذکر

☆ آیت ۱۴ سے ۲۱ تک میں تین قسم کے افراد کا ذکر ہے۔ وہ ہیں مخلص اہل ایمان، منافقین اور مذبذبین۔ ان آیات کے مطابق مسلمانوں کی ایک قسم ایسی ہے جو اسلام کے دشمنوں سے دوستی رکھتی ہے، اپنے مفاد کی خاطر اُس دین سے غداری کرنے میں تامل نہیں کرتے جس پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اسلام کے خلاف طرح طرح کے شبہات اور وسوسے پھیلا کر اللہ کے بندوں کو اللہ کی راہ پر آنے سے روکتے ہیں چونکہ یہ لوگ مسلمانوں کے گروہ میں بظاہر شامل ہیں اس لئے ان کا جھوٹا اقرار ایمان ان کے لئے ڈھال کا کام دیتا ہے۔

دوسری قسم کے مسلمان وہ ہیں جو اللہ کے دین کے معاملہ میں کسی دوسرے کا لحاظ تو دور کی بات ہے خود اپنے باپ، بھائی، اولاد اور خاندان تک کی پرواہ نہیں کرتے۔ ان کا حال یہ ہے کہ جو شخص خدا اور رسول اور دین الٰہی کا دشمن ہے اس کے لئے ان کے دل میں کوئی محبت نہیں ہے۔

ان آیات میں اللہ نے صاف بیان کیا ہے کہ پہلی قسم کے لوگ چاہے کتنی ہی قسمیں کھا کر اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلائیں در حقیقت وہ شیطانی گروہ میں شامل ہیں۔ اور اللہ کے گروہ میں دوسری قسم کے مسلمان شامل ہیں اور وہی سچے مومن ہیں، انہی سے اللہ راضی ہے اور وہی فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔

حزب اللہ اور حزب الشیطان

☆ آیت ۱۹ میں شیطانی گروہ اور آیت ۲۲ میں خدائی گروہ کی اصطلاح بیان ہوئی ہے۔ شیطانی گروہ اور خدائی گروہ دو جماعتوں کے نام نہیں ہیں بلکہ یہ دو کرداروں کے نام ہیں۔ جو لوگ اللہ کی اطاعت کرتے ہیں وہ حزبُ اللہ یعنی خدائی گروہ میں شامل ہیں اور جو شیطان کی اطاعت کرتے ہیں وہ حزبِ شیطان یعنی شیطانی گروہ میں شامل ہیں۔ اس آیت میں "حزب اللہ" کے لئے پروردگار عالم کی طرف سے پانچ انعامات کا اعلان کیا گیا ہے جن میں سے تین دنیاوی انعامات ہیں اور دو کا تعلق انسان کی اخروی زندگی سے ہے۔

۱۔ مستدرک الحاکم، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن

وہ تین انعامات جو دنیا میں میسر ہوں گے یہ ہیں:

۱۔ ان کے دلوں کو اللہ نے ایمان سے لبریز کر دیا ہے۔

۲۔ اللہ کی طرف سے انہیں ایک ایمانی روح کی تائید حاصل ہے۔ یہ ایمانی روح، اس روح کے علاوہ ہے جو ہر انسان میں ہوتی ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔

۳۔ اللہ ان لوگوں سے راضی ہے اور یہ بھی اللہ سے راضی ہیں۔ ہر مشکل امتحان میں راضی برضا رہتے ہیں جو ایمان کے ایک خاص مرتبے کی علامت ہے۔

وہ دو انعامات جو آخرت میں "حزب اللہ" کو نصیب ہوں گے یہ ہیں:

۱۔ اللہ انہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔

۲۔ قیامت کے دن یہی گروہ "حزب اللہ" ہی کامیاب ہونے والوں میں سے ہوگا۔

فضائل وخصوصیات:

اللہ کے گروہ میں شمار ہونا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْمُجَادَلَةِ كُتِبَ مِنْ حِزْبِ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۱)

جو شخص سورۂ مجادلہ کی تلاوت کرے گا قیامت والے دن اس کا شمار اللہ کے گروہ میں ہوگا۔

برائیوں سے نجات:

مَنْ قَرَأَهَا حُفِظَ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ (۲)

اس سورے کی تلاوت کرنے والا شخص ہر قسم کی برائی سے محفوظ رہے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۱

۲۔ مصباح الکفعمی، ص ۴۵۷، ابراہیم ابن علی عاملی، کفعمی، انتشارات رضی، قم ایران، ۱۴۰۵ھ

سورہ حشر کا مختصر جائزہ

جدول سورہ حشر

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
حشر	28	59	101	مدینہ منورہ	24	03	971	448

☆ سورہ حشر موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا انسٹھواں (۵۹) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے ایک سو ایک واں (۱۰۱) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام ''سورہ حشر'' اس کی دوسری آیت سے لیا گیا ہے جس میں یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کرنے کو بیان کیا گیا ہے۔ عربی میں حشر باہر نکالنے کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ غزوہ بنی نضیر	۲۔ مال فئی کا بیان
۳۔ مال غنیمت کے مصارف کا بیان	۴۔ باغ فدک اور حضرت فاطمہ علیہا السلام
۵۔ انصار کا ذکر	۶۔ ابوہریرہؓ کی روایت
۷۔ سابقین بالایمان کے لئے دعائے مغفرت	۸۔ منافقین و یہود کے لئے دردناک عذاب
۹۔ اہل تقویٰ کو تنبیہ	۱۰۔ اہل جنت و اہل جہنم کا برابر نہ ہونا
۱۱۔ قرآن مجید کا گراں قدر ہونا	۱۲۔ اسمائے حسنیٰ
۱۳۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

غزوہ بنی نضیر

☆ یہ سورہ زیادہ تر مسلمانوں اور بنی نضیر کے یہودیوں کی لڑائی سے متعلق بیانات پر مشتمل ہے اور آخر کار ان کے مدینہ منورہ سے اخراج یعنی ان کے وجود سے اس مقدس سرزمین کے پاک ہوجانے پر ختم ہوتا ہے، اس لیے یہ سورہ

بیدار کرنے والی اور جھنجوڑنے والی اہم سورتوں میں سے ایک ہے اور یہ گزشتہ سورے کی آخری آیات سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے جن میں حزب اللہ سے کامیابی کا وعدہ کیا گیا ہے اور در حقیقت یہ کامیابی کا ایک واضح نمونہ ہے۔

مفسرین ومحدثین اور ارباب تاریخ نے ان آیات کے بارے میں ایک مفصل شان نزول کو بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

غزوہ بنی نضیر جنگ احد کے بعد غالباً سنہ ۴ ہجری میں رونما ہوا۔ مدینہ منورہ میں یہودیوں کے تین قبیلے رہتے تھے، بنی نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اصلاً اہل حجاز نہ تھے لیکن چونکہ اپنی مذہبی کتابوں میں انہوں نے پڑھا تھا کہ ایک پیغمبر مدینہ منورہ میں ظہور کرے گا، لہٰذا انہوں نے اس سرزمین کی طرف کوچ کیا اور وہ اس عظیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار میں تھے۔ یہ وہی وقت تھا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث بہ رسالت ہو چکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت کے قیام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان (یہودیوں) کے ساتھ ایک دوسرے کے معاملات میں مداخلت نہ کرنے کا عہد باندھا، لیکن یہودیوں کو جب بھی موقع ملا انہوں نے یہ عہد توڑا۔ دوسری عہد شکنیوں کے علاوہ جنگ اُحد کے بعد (جنگ اُحد ہجرت کے تیسرے سال واقع ہوئی) کعب ابن اشرف چالیس سواروں کے ساتھ مکہ پہنچا۔ وہ اور اس کے ساتھی سب قریش کے پاس گئے اور ان سے عہد کیا کہ سب مل کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف لڑیں گے۔ اس کے بعد ابوسفیان چالیس مکّی افراد کے ساتھ اور کعب ابن اشرف چالیس یہودیوں کے ساتھ مسجد الحرام میں وارد ہوئے اور انہوں نے خانہ کعبہ کے پاس اپنے عہد و پیمان کو مستحکم کیا۔ یہ خبر بذریعہ وحی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مل گئی۔

دوسرے یہ کہ ایک روز پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند بزرگ اصحاب کے ساتھ قبیلہ بنی نضیر کے پاس گئے۔ یہ لوگ مدینہ منورہ کے قریب رہتے تھے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی عامر کے دو مقتولین کی دیت ادا کرنے کے سلسلہ میں گئے تھے جو عمرا بن اُمیہ (ایک صحابی) کے ہاتھوں قتل ہو گئے تھے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا ہدف اس سفر سے یہ بھی تھا کہ آپ بنو نضیر کے حالات قریب سے مشاہدہ کریں۔ اس لیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان غفلت کا شکار ہو کر دشمنوں کے ہاتھوں مارے جائیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودیوں

کے قلعہ کے باہر تھے۔ آپ ﷺ نے کعب ابن اشرف سے اس سلسلہ میں بات کی۔ اسی دوران یہودیوں کے درمیان سازش ہونے لگی اور وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ایسا عمدہ موقع اس شخص کے سلسلہ میں دوبارہ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اب جب کہ یہ ہماری دیوار کے پاس بیٹھا ہے، ایک آدمی چھت پر جائے اور ایک بہت بڑا پتھر اس پر پھینک دے اور ہمیں اس سے نجات دلا دے۔ ایک یہودی نے اس کام کیلئے آمادگی ظاہر کی اور وہ چھت پر گیا، اس کا نام "عمرو ابن حجاش" تھا۔ رسول خدا ﷺ بذریعہ وحی باخبر ہوئے اور وہاں سے اُٹھ کر خاموشی سے مدینہ منورہ آگئے۔ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے اس سلسلہ میں کوئی بات نہیں کی تھی، انہیں آپ کی واپسی کا علم نہیں تھا۔ انہیں جب آپ کی مدینہ منورہ واپسی کا علم ہوا تو وہ بھی مدینہ منورہ پلٹ آئے۔ یہ وہ منزل تھی جہاں پیغمبر اسلام ﷺ پر یہودیوں کی عہد شکنی ثابت ہوگئی اور آپ ﷺ نے مسلمانوں کو جنگ کے لیے تیار ہونے کا حکم دیا۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ بنی نضیر کے ایک شاعر نے پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں بدگوئی بھی کی تھی۔ ان کی پیمان شکنی کی یہ ایک اور دلیل تھی۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے ان پر ایک کاری ضرب لگانے کیلئے محمد ابن مسلمہ کو حکم دیا کہ وہ کعب کو قتل کر دے۔ وہ کعب ابن اشرف سے آشنائی رکھتا تھا جو یہودیوں کا سردار تھا۔ اس نے کعب کو قتل کر دیا۔ کعب ابن اشرف کے قتل نے یہودیوں کو متزلزل کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی رسول خدا ﷺ نے حکم دیا کہ اس عہد شکن قوم سے جنگ کرنے کے لیے چل پڑو۔ یہودی جب اس حال سے باخبر ہوئے تو انہوں نے اپنے مضبوط و مستحکم قلعوں کے دروازے بند کر دیئے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے حکم دیا کہ کھجور کے ان چند درختوں کو کاٹ دیا جائے جو قلعوں کے قریب ہیں۔ یہ کام غالباً اس مقصد کے پیش نظر ہوا کہ یہودی اپنے مال و اسباب سے بہت محبت رکھتے تھے، وہ اس نقصان کی وجہ سے قلعوں سے باہر نکل کر جنگ کریں گے۔ مفسرین کی طرف سے یہ احتمال بھی دیا گیا ہے کہ کاٹے جانے والے کھجوروں کے درخت مسلمانوں کی نقل و حرکت میں رکاوٹ ڈالتے تھے لہٰذا انہیں کاٹ دیا جانا چاہیے تھا۔

بہر حال اس پر یہودیوں نے فریاد کی۔ انہوں نے کہا: "اے محمد! آپ ﷺ تو ہمیشہ اس قسم کے کاموں سے منع کرتے تھے۔ یہ کیا سلسلہ ہے؟ تو اس سورے کی مندرجہ بالا آیات میں سے پانچویں آیت نازل ہوئی۔ انہیں جواب دیا گیا کہ یہ ایک مخصوص حکم الٰہی تھا۔ محاصرہ نے کچھ دن طول کھینچا اور پیغمبر اسلام ﷺ نے خوں ریزی سے پرہیز

کرتے ہوئے ان سے کہا کہ وہ مدینہ منورہ کو خیر باد کہہ دیں اور کہیں دوسری جگہ چلے جائیں۔ انہوں نے اس بات کو قبول کرلیا اور اپنا کچھ سامان لے لیا اور کچھ چھوڑ دیا۔

ان میں سے ایک جماعت ''اذرعات'' شام کی طرف، ایک مختصری تعداد ''خیبر'' کی طرف چلی گئی اور ایک گروہ ''حیرہ'' کی طرف چلا گیا۔ ان کے چھوڑے ہوئے اموال، زمینیں، باغات اور گھر مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ جانے سے پہلے جتنا ان سے ہوسکا انہوں نے اپنے گھر توڑ پھوڑ دیے۔ یہ واقعہ جنگ احد کے چھ ماہ بعد اور ایک گروہ کے مطابق جنگ بدر کے چھ ماہ بعد ہوا۔

☆ سورۂ حشر کے آغاز اور انجام کے درمیان خصوصی ربط ہے یعنی اس کا آغاز تسبیح و تقدیس الٰہی سے ہوتا ہے اور اس کا اختتام بھی تسبیح و تقدیس پر ہوتا ہے۔

مال فئی کا بیان

☆ آیت ۶ میں ''فَیٔ'' کا ذکر ہے۔ فئی وہ مال ہے جو جنگ کے بغیر حاصل ہو اور اسے ''خراج'' بھی کہا جاتا ہے جبکہ غنیمت وہ مال ہے جو جنگ کے بعد حاصل ہو۔ مال فئی کا مکمل اختیار صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے اور اس میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

مال غنیمت کے مصارف کا بیان

☆ آیت ۷ میں مال غنیمت کے مصارف کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ مال اللہ، رسول، قریب ترین رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ دوسرا اہم مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں جو کچھ دیں اسے لے لو اور جس چیز سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع کریں اس سے رک جاؤ اور اگر کوئی شخص رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرے گا تو اس کے لئے سخت عذاب ہوگا۔

☆ آیت ۸ کے مطابق اس مال غنیمت کے مصارف میں سے ایک مصرف وہ فقیر مہاجرین بھی ہیں جنہوں نے اللہ کی خاطر ہجرت کی اور مشکلات کو برداشت کیا ہے۔ ان مہاجرین کے بارے میں فرمایا: کہ جو لوگ رضائے الٰہی کے لئے ہجرت کرکے آئے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی نصرت کرتے ہیں وہ اپنے ایمان میں سچے ہیں۔ ایسے لوگوں میں نفاق کا شائبہ نہیں ہے بلکہ وہ دل سے اللہ اور رسول پر ایمان لائے ہیں۔ پس جب مہاجرین کو بھی مال غنیمت میں سے

حصہ ملنے کی صورت میں اس مال کے تین حصے ہوں گے:

۱۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۲۔ ذوی القربیٰ۔

۳۔ مہاجرین (۱)۔

باغ فدک اور حضرت فاطمہ علیہا السلام

صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید الخدری اور حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی ہی میں فدک حضرت فاطمہ علیہا السلام کو اس وقت ہبہ کر دیا جب سورۂ حشر کی ''ساتویں آیت'' نازل ہوئی (۲)۔ دیگر تفاسیر میں سورۂ حشر کی آیت سات کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ الزہراء علیہا السلام کو ہبہ کر دیا (۳)۔

انصار کا ذکر

☆ آیت ۹ میں ان انصار کا ذکر ہے جو مہاجرین کے مدینہ منورہ آنے سے پہلے ایمان لا چکے تھے، انصار مہاجرین سے والہانہ محبت کرتے تھے کیونکہ مہاجرین اللہ اور رسول کی خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ منورہ آئے تھے۔ انصار نے اس محبت کا عملی ثبوت اس طرح دیا کہ وہ مکہ میں گھر بار چھوڑ کر آنے والوں کو اپنے سے زیادہ ترجیح دیتے تھے جبکہ وہ خود بہت ہی مشکل حالات سے دوچار تھے، ان کے اس ایثار کی گواہی اللہ نے دی ہے کہ وہ ایسا کرتے ہوئے اپنے دل میں کوئی بوجھ محسوس نہیں کرتے تھے اور جو لوگ محتاج ہوتے ہوئے اپنے نفس کے بخل سے بچا لئے گئے ہیں وہی کامیاب ہیں۔

ابو ہریرہؓ کی روایت

اس آیت کے بارے میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور بھوک کی

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل آیت مورد بحث

۲۔ در المنثور از جلال الدین سیوطی، ج ۳، ص ۱۷۷

۳۔ معراج النبوۃ از عبد الحق دہلوی متوفی ۱۶۴۲، ص ۲۲۸، ج ۳، باب ۱۰، حبیب السیار از غیاث الدین محمد خواندامیر

شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ازواج کے گھروں کی طرف روانہ کیا۔ ازواج نے بھی جواب دیا ہمارے ہاں پانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے آج رات کا کھانا کون کھلائے گا؟ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: میں کھلاؤں گا۔ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت فاطمہ علیہا السلام سے پوچھا تو فرمایا کہ صرف بچوں کا کھانا ہے مگر ہم مہمان کو ترجیح دیں گے۔ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا کہ آپ بچوں کو سلا دیں، میں چراغ بجھا دیتا ہوں۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام فرماتی ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ اس رات کی صبح یہ آیت نازل ہوئی کہ "اور وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگر چہ وہ خود محتاج ہوں۔ حضرت ابن عباس ؓ سے بھی روایت ہے کہ یہ آیت حضرت امام علی، حضرت فاطمہ زہرا، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے(۱)۔"

سابقین بالایمان کے لئے دعائے مغفرت

☆ آیت ۱۰ کے مطابق مہاجرین وانصار کے بعد آنے والے مسلمان اپنے مومن اسلاف کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں جو ایمان میں سبقت لے جانے والے ہیں اور وہ دوسری دعا یہ کرتے ہیں کہ پروردگار! ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے لیے کوئی عداوت نہ رکھ۔ اگر کوئی کسی مومن سے اس لیے عداوت رکھے کہ وہ مومن ہے تو یہ کفر ہے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ "سبقونا بالایمان" یعنی ایمان میں سبقت کرنے والے" حضرت علی اور حضرت جعفر طیار علیہما السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے(۲)۔

منافقین و یہود کے لئے دردناک عذاب

☆ آیت ۱۱ سے ۱۷ تک میں منافقین اور یہودیوں کی اسلام کے خلاف کی گئی سازشوں کو واضح کرتے ہوئے انہیں جہنم کے دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے۔

یہ آیات ان دنوں کے واقعات کو بیان کر رہی ہے جس میں بنی نضیر کے یہودیوں کو رسول خدا نے مدینہ منورہ چھوڑنے کے لئے دس دن کی مہلت دی ہوئی تھی۔ اسی دوران منافقین کے لیڈروں نے یہودیوں کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر مسلمانوں کے ساتھ لڑنا پڑے تو ہم دو ہزار آدمی تمہاری مدد کو آئیں گے اور اگر مدینہ منورہ سے نکلنا پڑا تو تمہارے ساتھ گھر بار چھوڑ کر نکل جائیں گے۔

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل آیت مورد بحث

۲۔ شواہد التنزیل ذیل آیت۔ کشف الغمہ، ج ۱، ص ۳۱۷، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن

پروردگار عالم نے اس خبر کو بیان کرنے کے بعد واضح پیش گوئی فرمائی ہے کہ یہ منافقین اپنی اس بات میں جھوٹے ہیں یعنی منافقین یہودیوں کے ساتھ بھی منافقت سے کام لے رہے ہیں۔ یہودی مدینہ منورہ سے نکالے گئے تو یہ لوگ نہیں نکلیں گے اور اگر جنگ ہوئی تو منافقین ان کی مدد بھی نہیں کریں گے اگر مدد کے لئے آ بھی جائیں تو میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔ قرآن مجید کی یہ پیش گوئی کچھ ہی دنوں بعد واضح ہوگئی کہ یہودی کئی دن محاصرے میں رہے اور منافقین ان کی مدد کو نہ پہنچے اور جب نکالے گئے تو ان کے ساتھ نہ نکلے، البتہ لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ اگر لڑائی کی نوبت آتی اور یہ منافقین یہودیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑنے لگ جاتے تو پیٹھ پھیر کر میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرتے۔

پروردگار عالم اپنے رسول کو خبر دے رہا ہے کہ یہ منافقین کھل کر مسلمانوں کے خلاف اس لئے جنگ نہیں کرتے کیونکہ وہ مسلمانوں کی ایمانی شجاعت اور جذبہ جہاد سے خوفزدہ ہیں۔ یہ منافقین کی کم عقلی کی علامت ہے ورنہ عاقل کے لیے اللہ کی نافرمانی میں خوف ہے جس کے قبضہ قدرت میں دنیا و آخرت ہے۔

منافقین کی کیفیت اور علامات کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ صاحبان ایمان کو یہودیوں کی علامات سے آگاہ فرمارہا ہے کہ:

- یہودی میدان میں جم کر نہیں لڑ سکتے یہ ہمیشہ پناہ گاہ کی تلاش میں رہتے ہیں۔
- ان کا اتحاد صرف دکھاوے کا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اتحاد کے لئے خلوص نیت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہودیوں میں اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔
- انہیں عقل سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔
- یہ شیاطین ہیں جو کام نکل جانے کے بعد اظہار بیزاری کرنے لگتے ہیں اور خود مخلص اور اللہ والے بن جاتے ہیں، ان کا پیشہ فریب دہی اور ان کا کاروبار زندگی ہی دھوکہ بازی پر چل رہا ہے(۱)۔

اہل تقویٰ کو تنبیہ

☆ آیت ۱۸ اور ۱۹ میں اللہ اہل تقویٰ کو ہوشیار کررہا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہو اور یہ معائنہ کرتے رہو کہ اس نے "کل" یعنی آخرت کے لئے کیا بھیجا ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اپنے اعمال کے

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۱۱۰۱

بارے میں خوش فہمی میں مبتلا ہے۔ یاد رکھو کہ جو لوگ اللہ کو بھول جاتے ہیں تو اللہ ایسے لوگوں کو خود فراموشی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یعنی ''خدا فراموشی'' کا لازمی نتیجہ ''خود فراموشی'' ہے، جب آدمی یہ بھول جاتا ہے کہ وہ ایک خدا کے سوا کسی کا بندہ نہیں ہے تو وہ اس ایک کی بندگی کی جگہ، بہت سوں کی بندگی کرتا رہتا ہے جن کا وہ بندہ نہیں ہوتا۔ پروردگارِ عالم اس طرح کی مثالیں بیان کر کے انسانی ضمیروں کو جھنجھوڑ رہا ہے تا کہ وہ اپنی حالت پر غور کریں۔

اہلِ جنت و اہلِ جہنم کا برابر نہ ہونا

☆ آیت ۲۰ میں جنت اور جہنم والوں کا برابر نہ ہونا بیان کیا گیا ہے، اگرچہ دنیا والے دونوں کو ایک جیسا سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں جنت والے ہی کامیاب ہیں۔ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق جنت والوں سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور ان کے چاہنے والے ہیں جو قیامت کے دن کامیاب ہوں گے۔

قرآن مجید کا گراں قدر ہونا

☆ آیت ۲۱ کے مطابق اگر قرآن مجید کو پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو اس کی عظمت کی وجہ سے وہ اس کے تحمل سے عاجز آجاتے اور خوفِ خدا سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے مگر یہ انسان ہے جو عظمتِ خالق اور خوفِ قیامت سے بے خبر ہے۔

نکتہ: آیت میں قرآن مجید کو پہاڑ پر اتارنے کو لفظ ''لَوْ'' کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ اور عربی میں ''لو'' ناممکن کو بیان کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ اشارہ ہے کہ قرآن مجید کا پہاڑ پر اتارنا ناممکن تھا اس لئے کہ پہاڑ میں اس قدر قوت وتحمل نہیں ہوتا ہے کہ اس کے معانی اور معارف کا وزن برداشت کر سکے۔ یہیں سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس قلبِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ قرآن مجید اتارا گیا اس میں کس قدر طاقت و ہمت پائی جاتی ہے کہ پورے قرآن مجید کے وزن کو برداشت کر لیا اور پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وہ افراد کیسے قوی القلب اور باصلاحیت ہوں گے جنہیں حقائقِ قرآن کا مرکز قرار دیا گیا ہے۔ شاید اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن اور اہلِ بیت علیہم السلام کو ''ثقلین'' یعنی دو گراں قدر چیزوں'' سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ دونوں کی گراں باری اور قدر و منزلت ایک جیسی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے واقعی اہل اور مرکز ہیں اور ایک دوسرے کے وزن کو برداشت کر سکتے ہیں (۱)۔

اسمائے حسنیٰ

☆ آیت ۲۲ سے ۲۴ تک میں پروردگارِ عالم کے اسمائے حسنیٰ میں سے بعض کو بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۱۱۰۲

میں پروردگار عالم کی جو صفات بیان ہوئی ہیں وہ یہ ہیں:

- لا الٰہ الا اللّٰہ: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
- عالم الغیب والشھادۃ: وہ غیب اور شہود (ظاہر) دونوں کا جاننے والا ہے۔
- الرحمٰن الرحیم: وہی رحمٰن ورحیم ہے۔
- الملک: وہ ایسا بادشاہ ہے جس کے علاوہ کوئی بادشاہ نہیں۔
- القدوس: وہ تمام نقائص سے پاک ہے۔
- السلام: اس کی ذات اپنی مخلوقات کو سلامتی دینے والی ہے۔
- المومن: اللہ وہ ہے جو امن دینے والا ہے۔
- المھیمن: اللہ وہ ہے جس کو ہر چیز پر بالادستی حاصل ہے۔
- العزیز: وہ ہر چیز پر غالب آنے والا ہے۔
- الجبار: وہ جبار ہے یعنی اپنا حکم نافذ کرنے والا ہے۔
- المتکبر: وہ اپنی کبریائی اور عظمت کا اظہار کرنے والا ہے۔
- الخالق: اللہ ہی تمام کائنات کا خالق ہے۔
- الباریٔ: وہی ہے جس نے اس کائنات کو ایجاد کیا۔
- المصور: کائنات کا مصور وہی ہے جس نے حسین تصویر کشی کی ہے۔

اسی کے لئے اسمائے حسنیٰ ہیں اور زمین وآسمان کی تمام اشیاء اسی کی حمد وثنا کرتی ہیں۔ اللہ بڑا غالب آنے والا ہے اور بڑا حکمت والا ہے۔

روایات ائمہ معصومین علیہم السلام میں ان تین آیات کی تلاوت کرنے کی بہت فضیلت اور تاکید آئی ہے۔ بعض روایات کے مطابق ان آیات کی تلاوت کرنے والا شخص شہید کی موت مرتا ہے۔

فضائل وخصوصیات:

پوری کائنات کا طلب مغفرت کرنا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْحَشْرِ لَمْ يَبْقَ جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ وَلَا عَرْشٌ وَلَا كُرْسِيٌّ وَلَا الْحُجُبُ وَلَا السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَلَا

الْاَرَضُوْنَ السَّبْعُ وَالْهَوَاءُ وَالرِّيْحُ وَالطَّيْرُ وَالشَّجَرُ وَالْجِبَالُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالْمَلَائِكَةُ اِلَّا صَلَّوْا عَلَيْهِ وَ اسْتَغْفَرُوْا لَهُ وَاِنْ مَاتَ فِيْ يَوْمِهِ اَوْ فِيْ لَيْلَتِهِ مَاتَ شَهِيْدًا (۱)

جو شخص سورۂ حشر پڑھے تو اس کے لئے جنت و دوزخ، عرش و کرسی، حجاب، ساتوں آسمان، ساتوں زمینیں، ہوائیں، پرندے، درخت، پہاڑ، سورج، چاند اور ملائکہ سب ہی رحمت اور مغفرت کی دعا کریں گے اور وہ اگر اسی دن یا رات مرجائے تو شہید شمار ہوگا۔

ستر ہزار فرشتوں کی حفاظت: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ثُمَّ قَرَأَ ثَلَاثَ اٰيَاتٍ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْحَشْرِ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهِ سَبْعِيْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ مَاتَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ مَاتَ شَهِيْدًا (۲)

جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ ''اعوذ باللہ'' پڑھے اس کے بعد سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت کرے تو اللہ اس کی حفاظت کے لئے ستر ہزار فرشتے مقرر کرے گا جو شام ہونے تک اس پر درود بھیجتے رہیں گے اور اگر وہ اسی دن مرجائے تو شہید کی موت مرے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۶

۲۔ بحار الانوار، ج ۸۹، ص ۳۰۹

سورۂ ممتحنہ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ ممتحنہ

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
ممتحنہ	28	60	91	مدینہ منورہ	13	02	1560	352

☆ سورۂ ممتحنہ موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا ساٹھواں (۶۰) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے اکانوے واں (91) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام ''سورۂ ممتحنہ'' اس لئے رکھا گیا ہے کہ آیت ۱۰ میں مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آنے والی مومنہ خواتین کے امتحان کا تذکرہ آیا ہے اور ممتحنہ عربی میں امتحان دینے والی خواتین کو کہا جاتا ہے۔ اس سورے کے لئے ایک اور نام کا انتخاب بھی کیا گیا ہے اور وہ ہے ''سورۂ مودت'' کیونکہ اس کی پہلی آیت میں مشرکین سے مودت یعنی محبت و دوستی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ نیز اسے ''سورۂ امتحان'' بھی کہا گیا ہے[1]۔

منتخب موضوعات:

۱۔ حاطب ابن ابی بلتعہ کا واقعہ	۲۔ مشرکین سے اظہار ہمدردی سے منع
۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا نمونہ عمل ہونا	۴۔ کفار و مشرکین سے دوستی کا معیار
۵۔ صلح حدیبیہ کی بعض شرائط	۶۔ فتح مکہ کے وقت خواتین سے بیعت لینا
۷۔ غضب الٰہی کے شکار لوگوں سے دوستی کی ممانعت	۸۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

حاطب ابن ابی بلتعہ کا واقعہ

☆ آیت ۱ سے ۳ تک کی آیات حاطب ابن ابی بلتعہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ واقعہ اس طرح پیش آیا:

---

[1] تسکین روح، ص ۳۴۳

جب کفار مکہ نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ نے مکہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع فرمائی تو ایک صحابی حاطب ابن ابی بلتعہ نے ایک عورت کے ہاتھ قریش کے رئیسوں کے نام ایک خط بھیجا۔ یہ عورت مدینہ منورہ سے روانہ ہوگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس صورتحال سے آگاہ فرمایا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کے ساتھ اس عورت کے تعاقب میں بھیجا کہ اس عورت سے حاطب کا خط برآمد کریں اور حکم دیا کہ اگر عورت نے خط نہ دیا تو اسے قتل کر دینا۔ چنانچہ جب انہوں عورت کو پکڑ لیا اور اس سے خط مانگا تو اس عورت نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ اس کی تلاشی لی گئی مگر خط نہیں ملا۔ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھیوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ''قسم بخدا نہ ہم نے کبھی جھوٹ بولا ہے نہ ہی ہم سے جھوٹ بولا گیا ہے''۔ یہ کہ کر اپنی تلوار نیام سے نکالی اور فرمایا: خط ہمارے حوالہ کرو ورنہ تیری گردن ماری جائے گی۔ اس پر عورت نے اپنے بالوں کی چوٹی میں سے وہ خط نکال کر دے دیا۔ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خط آپ کے حوالہ کیا۔ یہ خط سرداران قریش نام لکھا گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تم پر چڑھائی کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حاطب کو بلا کر پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اس نے کہا: یارسول اللہ میں کافر ہوگیا ہوں نہ مرتد بلکہ میرے قریبی رشتہ دار مکہ میں ہیں۔ میں قبیلہ قریش کا آدمی نہیں ہوں۔ میں نے یہ خط اس خیال سے لکھا ہے کہ قریش والوں پر میرا ایک احسان ہو جس کی وجہ سے وہ میرے بچوں کو کچھ نہ کہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے میں اس منافق کی گردن ماردوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اللہ اسے معاف فرمائے گا۔ حاطب مہاجرین اور جنگ بدر میں شرکت کرنے والوں میں سے تھا، اس کے باوجود اس سے یہ جرم سرزد ہوا اور قرآن نے اسے گمراہ کہا۔

ان آیات سے جو اہم مطالب سمجھ سکتے ہیں ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

- اللہ اور مومنوں کے دشمن، مشرکین کو اپنا ولی، حامی اور ناصر مت بناؤ اور اللہ کے دشمنوں کی حمایت نہ لو۔
- انہیں محبت اور ہمدردی کا پیغام بھیجتے ہو کہ تم پر حملہ ہونے والا ہے۔ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس بدری صحابی نے مشرکین سے محبت کی ہے۔
- یہ محبت تم ان حالات میں کر رہے ہو کہ اولاً وہ اس حق کے منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے یعنی دین اسلام

اور اس کی تعلیمات کے منکر ہیں۔ ثانیاً ان مشرکین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمہیں اس جرم میں مکہ سے نکالا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے ہو۔

- اگر تم اپنے گھر بار چھوڑ کر راہ خدا میں، رضائے خدا کے لیے نکلے ہو تو میرے دشمن کی حمایت نہ لو۔
- تم ان مشرکین کو خفیہ پیغام محبت بھیجتے ہو جو تمہاری ہجرت کے منافی ہے اور مرضی رب کے بھی خلاف ہے۔
- کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں تمہاری پوشیدہ اور ظاہری سب باتیں جانتا ہوں۔ تم نے یہ بات کس سے چھپائی؟ اگر صحابی کا اس بات پر پختہ ایمان ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اللہ سے کوئی بات چھپائی نہیں جاسکتی تو یہ قدم ہرگز نہ اُٹھاتا۔
- تم مسلمانوں میں سے جس نے بھی یہ قدم اٹھایا وہ راہ راست سے بھٹک گیا ہے۔ اس تصریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کوئی شخص خواہ وہ صحابی اور بدری ہی ہو، مسلمان ہوتے ہوئے بھی گمراہ ہوسکتا ہے۔
- جن مشرکین کو تم نے محبت کا پیغام بھیجا ہے وہ اگر تم پر قابو پالیں تو اس پیغام کا لحاظ رکھے بغیر تم پر دست درازی کریں گے، تمہیں قتل کرنے سے نہیں رکیں گے اور طعنہ زنی اور سبّ وشتم سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ مشرکین کا اصل مقصد تمہیں تمہارے دین سے پھیر کر دوبارہ کافر بنانا ہے۔ اس وقت تک یہ لوگ تم سے کسی قسم کی نرمی نہیں برتیں گے۔
- اے مشرکین کو پیغام مودت بھیجنے والو! جن رشتہ داروں اور اولاد کو تحفظ دینے کے لیے تم نے یہ حرکت کی ہے کل قیامت کے دن جب تمہیں اس جرم کا جواب دینا پڑے گا اس وقت تمہارے یہ رشتہ دار اور یہ اولاد جن کے لیے تم نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے کوئی فائدہ نہیں دے سکیں گے[۱]۔

مشرکین سے اظہار ہمدردی سے منع

☆ آیت ۴ سے ۶ تک میں کفار ومشرکین سے اظہار ہمدری کرنے والوں سے خطاب ہے کہ تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی روش زندگی بہترین نمونہ ہے کہ انہوں نے کس طرح اپنے زمانہ کے بہت بڑے سرکش سے مقابلہ کیا۔ تعداد میں بہت ہی کم ہونے کے باوجود انہوں نے ان تمام خداؤں سے بیزاری کا اظہار

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کفار پر واضح کر دیا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اس وقت تک باقی رہے گی جب تک کہ تم ایمان کے دائرہ میں داخل نہیں ہوتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا نمونہ عمل ہونا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں اسوہ یہ ہے کہ مشکل ترین حالات میں بھی صرف اللہ پر بھروسہ کیا جائے اور اسی پر توکل کیا جائے، نہ کہ مشرکین کی پناہ ڈھونڈنے کی کوشش کی جائے۔ ان کی زندگی میں یہ نمونہ بھی پایا جاتا ہے کہ اللہ سے دعا کی جائے کہ اے مالک! ہمیں کافروں کے لیے ذریعہ آزمائش نہ بنا اور ہمیں بخش دے بے شک تو بڑا غالب آنے والا اور حکمت والا ہے۔

یاد رکھو کہ ان کی زندگی میں بہترین نمونہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ سے ملاقات کی امید رکھتے ہیں اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں البتہ جو شخص روگردانی کرے تو یقیناً اللہ بے نیاز ہے اور تمام تعریفیں صرف اللہ ہی کے لئے ہیں۔

کفار و مشرکین سے دوستی کا معیار

☆ آیت ۸ اور ۹ میں کفار کے ساتھ دوستی کے معیار کو بیان کیا گیا ہے کہ کافروں سے دوستی کرنا اس صورت میں ممنوع ہے جب وہ مسلمانوں کے ساتھ حالت جنگ میں ہوں۔ اگر یہ کافر ذمی ہوں یا ان کے ساتھ امن کا معاہدہ ہو تو ایسے کافروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ان کے ساتھ اس حد تک دوستی اور محبت کرنا جائز ہے کہ ان پر احسان کیا جائے اور انصاف کے ساتھ برتاؤ کیا جائے لیکن اگر کافروں کے ساتھ حالت جنگ میں ہوں تو کسی قسم کی دوستی قائم کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی ان کے ساتھ دوستی قائم کرے تو وہ ظلم کرنے والا ہوگا۔

صلح حدیبیہ کی بعض شرائط

☆ آیت ۱۰ اور ۱۱ کے شان نزول میں بیان ہوا ہے کہ صلح حدیبیہ میں یہ طے ہو گیا تھا کہ کفار کا کوئی آدمی اگر مسلمانوں کی طرف آ جائے تو اسے کفار کی طرف واپس کیا جائے گا چنانچہ صلح کے بعد ایک عورت مسلمان بننے کے لئے آگئی اور اس کے کافر شوہر نے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا تو اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان عورت کافر مرد کے زیر تسلط نہیں رہ سکتی لہٰذا اس معاملہ میں حسب ذیل قوانین پر عمل کیا جائے گا:

- مسلمان عورت کافر شوہر کے حوالے نہ کی جائے۔

- کفار کی طرف سے دیا گیا مہر انہیں واپس کر دیا جائے۔
- نو مسلمہ سے اس وقت نکاح کیا جا سکتا ہے جب کافر شوہر کا مہر ادا کر دیا جائے اور عدت گزار دی جائے۔
- مسلمان مرد کافر عورت کو نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔
- عورت کافر ہو جائے تو مسلمان اپنا ادا کیا ہوا مہر واپس لے سکتا ہے۔
- عورت کافر ہو جائے اور مہر واپس نہ کرے تو جب کفار کا مال بطور غنیمت حاصل ہو جائے تو اس مال غنیمت سے اس مسلمان کو مہر کے برابر مال ادا کیا جائے۔

فتح مکہ کے وقت خواتین سے بیعت لینا

☆ آیت ۱۲ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فتح مکہ کے وقت خواتین سے بیعت لینے کا ذکر ہے۔ جب آپ کوہ صفا پر تشریف فرما تھے اس وقت مردوں سے بیعت لے چکے تھے، ایسے میں مکہ کی عورتیں آپ کی بیعت کے لئے آئیں تو آپ نے مندرجہ شرائط پر ان سے بیعت لی:

- آئندہ کسی قسم کے شرک کا ارتکاب نہیں کریں گی۔
- آئندہ کبھی بھی چوری نہیں کریں گی۔
- زنا کا ارتکاب نہیں کریں گی چونکہ جاہلیت میں یہ برائی عام تھی۔
- اولاد کو زندہ در گور یا اسقاط حمل کی صورت میں قتل نہیں کریں گی۔
- بہتان نہیں باندھیں گی۔ بہتان کی صورت یہ ہے کہ ناجائز اولاد کو اپنے شوہروں سے منسوب کریں۔
- نیک کاموں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی نہیں کریں گی۔

ابوسفیان کی بیوی ہندہ کی بیعت کا ماجرا: فتح مکہ کے بعد جن عورتوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی بیعت کی تھی ان میں سے ایک ابوسفیان کی بیوی "ہندہ" تھی۔ ہندہ وہ عورت تھی جس کی طرف بہت سے دردناک واقعات تاریخ اسلام میں منسوب ہیں۔ ان میں سے ایک میدان احد میں حضرت حمزہ سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ ہے کہ جس کی کیفیت بہت ہی غم انگیز ہے۔

اگرچہ آخر کار وہ مجبور ہو گئی کہ دین اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گھٹنے ٹیک دے اور ظاہراً مسلمان ہو جائے

لیکن اسکی بیعت کا ماجرا بتاتا ہے کہ وہ حقیقت میں اپنے سابقہ عقائد کی وفادار تھی، لہٰذا اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کہ بنی امیہ کا خاندان اور ہندہ کی اولاد نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس قسم کے جرائم کا ارتکاب کیا جن کی سابقہ زمانہ میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔

بہر حال مفسرین نے اس طرح لکھا ہے کہ ہندہ نے اپنے چہرے پر نقاب ڈالا ہوا تھا وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ صفا پر تشریف فرما تھے اور عورتوں کی ایک جماعت ہندہ کے ساتھ تھی۔ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میں تم عورتوں سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم کسی چیز کو خدا کا شریک قرار نہیں دو گی، تو ہندہ نے اعتراض کیا اور کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے ایسا عہد لے رہے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں سے نہیں لیا، (کیونکہ اس دن مردوں سے صرف ایمان اور جہاد پر بیعت لی گئی تھی)۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بات کی پرواہ کئے بغیر اپنی گفتگو کو جاری رکھا: کہ تم چوری نہیں کرو گی" ہندہ نے کہا: ابوسفیان کنجوس اور بخیل آدمی ہے، میں نے اس کے مال میں سے کچھ چیزیں لی ہیں، میں نہیں جانتی کہ وہ انھیں مجھ پر حلال کرے گا یا نہیں؟ ابوسفیان موجود تھا، اس نے کہا: جو کچھ تو نے گذشتہ زمانے میں میرے مال سے لے لیا ہے وہ سب میں نے حلال کیا (لیکن آئندہ کے لئے پابندی کرنا)۔

اس موقع پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے اور ہندہ کو پہچان کر فرمایا: کیا تو ہندہ ہے"؟ اس نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ! پچھلے امور کو بخش دیجئے خدا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخشے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی گفتگو کو جاری رکھا: اور تم زنا سے آلودہ نہیں ہو گی، ہندہ نے تعجب کرتے ہوئے کہا: کیا آزاد عورت اس قسم کا عمل بھی انجام دیتی ہے؟ حاضرین میں سے بعض لوگ جو زمانہ جاہلیت میں اس کی حالت سے واقف تھے اس کی اس بات پر ہنس پڑے کیونکہ ہندہ کا سابقہ زمانہ کسی سے مخفی نہیں تھا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: اور تم اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی۔ ہند نے کہا: ہم نے تو انہیں بچپن میں پالا پوسا تھا، مگر جب وہ بڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں قتل کر دیا (اس کی مراد اس کا بیٹا "حنظلہ" تھا جو بدر کے دن علی علیہ السلام کے ہاتھوں مارا گیا تھا)۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اس بات پر تبسم فرمایا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات پر پہنچے اور فرمایا: تم بہتان اور تہمت کو روا نہیں رکھو گی تو ہندہ نے کہا: بہتان قبیح ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں صلاح و درستی، نیکی اور مکارم اخلاق کے سوا کسی دوسری چیز کی دعوت نہیں دیتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا: تم تمام اچھے کاموں میں میرے حکم کی اطاعت کرو گی۔ تو ہندہ نے کہا: ہم یہاں اس لئے نہیں بیٹھے ہیں کہ ہمارے دل میں

آپ ﷺ کی نافرمانی کا ارادہ ہو۔ حالانکہ مسلمہ طور پر معاملہ اس طرح نہیں تھا، لیکن تعلیمات اسلامی کے مطابق پیغمبر ﷺ اس بات کے پابند تھے کہ ان کے بیانات کو قبول کر لیں (۱)۔

غضب الٰہی کے شکار لوگوں سے دوستی کی ممانعت

☆ آیت ۱۳ میں مومنین کو ایسے لوگوں کی دوستی سے منع کیا گیا ہے جن پر اللہ غضبناک ہوا ہے اور انہیں علم ہے کہ آخرت میں ان کی نجات نہیں ہے۔ لہٰذا وہ آخرت سے اس طرح مایوس ہیں جس طرح معاد کے منکر مشرکین قبروں میں جانے والوں کے بارے میں مایوس ہیں کہ وہ پھر زندہ کر کے نہیں اٹھائے جائیں گے۔

روایت ہے کہ یہ آیت بعض غربت وافلاس زدہ مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو یہودیوں سے کچھ مفاد لینے کے لیے ان سے رابطے میں رہتے تھے (۲)۔

فضائل وخصوصیات:

شفاعت مومنین ومومنات: رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

وَمَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْمُمْتَحَنَةِ كَانَ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ لَهُ شُفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۳)

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن تمام مومنین ومومنات اس کی شفاعت کریں گے۔

جنون ودیوانگی سے حفاظت: حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْمُمْتَحَنَةِ فِي فَرَائِضِهِ وَنَوَافِلِهِ امْتَحَنَ اللهُ قَلْبَهُ لِلْإِيمَانِ وَنَوَّرَ لَهُ بَصَرَهُ وَلَا يُصِيبُهُ فَقْرٌ أَبَدًا وَلَا جُنُونٌ فِي بَدَنِهِ وَلَا فِي وُلْدِهِ (۴)

جو شخص سورۂ ممتحنہ کو اپنی واجب اور مستحب نمازوں میں پڑھے گا خدا اس کے دل کو ایمان کے لئے خالص اور آمادہ کر دے گا اور اسے نور بصیرت عطا کرے گا اور ہرگز اسے فقر وفاقہ دامن گیر نہ ہوگا اور وہ خود اور اس کی اولاد جنون میں مبتلا نہ ہوگی۔

☆☆☆☆☆
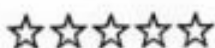
۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۴، ص ۵۸

۲۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل آیت مورد بحث

۳۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۱

۴۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۴۲

سورۂ صف کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ صف

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
صف	28	61	109	مدینہ منورہ	14	02	966	226

☆ سورۂ **صف** موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا اکسٹھواں (۶۱) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے ایک سونواں (۱۰۹) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کو اس کی چوتھی آیت کی مناسبت سے "سورۂ صف" کہا جاتا ہے جس میں اللہ کی راہ میں صف باندھ کر جہاد کرنے والوں کا ذکر ہے اور عربی میں صف قطار کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ تمام مخلوقات کا تسبیح پروردگار کرنا	۲۔ قول وفعل میں تضاد منافق کی علامت
۳۔ مجاہد کی صفت اور حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت	۴۔ بشارت عیسیٰ علیہ السلام اور اسم احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان
۵۔ نور خدا کے مقابل دشمنوں کی کوشش	۶۔ دین اسلام کا غلبہ اور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ
۷۔ نفع بخش تجارت کا ذکر	۸۔ انصار اللہ کا بیان
۹۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

تمام مخلوقات کا تسبیح پروردگار کرنا

☆ یہ سورہ بھی تسبیح پروردگار سے شروع ہوتا ہے جس میں بیان ہوا ہے کہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ پروردگار عالم نے اس کائنات کو اپنی قدرت کاملہ سے خلق فرمایا ہے، ان تمام مخلوقات میں اپنے خالق کے بارے میں ایک شعور موجود ہونا قرین واقع ہے۔ لہٰذا کائنات کی ہر شے اپنے رب کی تسبیح کرتی ہے۔

قول وفعل میں تضاد منافق کی علامت

☆ آیت ۲ سے ۴ کے مطابق قول اور فعل میں تضاد ایک قسم کا نفاق ہے اور نفاق ایک ایسی نفسیاتی بیماری ہے جس میں مبتلا افراد کا معاشرے میں پایا جانا بہت ہی مضر اور نقصان دہ ہے اس لئے اللہ بھی معاشرے میں منافق کے وجود کو سخت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے، لہٰذا نفاق جیسی بیماری سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ان آیات میں جہاد سے فرار اختیار کرنے والوں کو غضب الٰہی کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

مجاہد کی صفت اور حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت

سابقہ آیت میں جہاد سے کترانے والوں کے قول و فعل میں تضاد کو مبغوض قرار دینے کے بعد چوتھی آیت میں ان مجاہدوں کا ذکر آیا ہے جن سے اللہ محبت کرتا ہے کیونکہ وہ راہ خدا میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ناقابل شکست ہو کر لڑتے ہیں۔ شیعہ مصادر کے علاوہ بعض اہل سنت مصادر میں آیا ہے کہ اس آیت کا مصداق حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ذات گرامی صفات ہے(۱)۔ یہاں پر لفظ ''بنیان مرصوص'' استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی ہے ''سیسہ پلائی ہوئی دیوار'' اس کا مطلب یہ ہے کہ پروردگار عالم مسلمانوں کو ایک صف میں دیکھنا چاہتا ہے اور کسی طرح کے انتشار و پراگندگی کو پسند نہیں کرتا، یعنی اللہ ایسے مجاہدوں کو دوست رکھتا ہے جو دشمن کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کریں اور کسی بھی صورت راہ فرار اختیار نہ کریں۔

ان آیات کے لئے مفسرین نے مختلف شان نزول بیان کئے ہیں درآں حالیکہ ان میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔ ذیل میں ہم ان کا خلاصہ بیان کرتے ہیں:

۱۔ مومنین کی ایک جماعت کہا کرتی تھی کہ جب بھی ہم دشمن کے مقابل ہوں گے پشت نہیں پھیریں گے اور فرار نہیں کریں گے لیکن انہوں نے اپنے قول کو پورا نہ کیا اور جنگ احد کے دن بھاگ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی زخمی ہوگئی اور آپ کے دندان مبارک بھی شہید ہو گئے۔

۲۔ جس وقت پروردگار عالم نے شہدائے بدر کا ثواب بیان فرمایا تو صحابہ کی ایک جماعت نے کہا کہ اب جبکہ معاملہ اس طرح ہے تو ہم آئندہ جنگوں میں اپنی تمام توانیاں صرف کر دیں گے، پھر وہ جب احد میں بھاگ کھڑے ہوئے تو یہ آیات نازل ہوئیں اور ایسے لوگوں کی سرزنش کی گئی۔

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

۳۔ مسلمانوں کی ایک جماعت حکم جہاد کے نازل ہونے سے پہلے یہ کہا کرتی تھی کہ اے کاش! خدا ہمیں بہترین اعمال کی نشاندہی کرتا تاکہ ہم ان پر عمل کرتے، زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ خدا نے انہیں یہ خبر دی کہ ''بہترین اعمال، ایمان خالص اور جہاد ہے'' لیکن یہ خبر انہیں اچھی نہ لگی اور لیت ولعل (بہانہ بازی) کرنے لگے تو اس آیت میں ان کی سرزنش کی گئی (۱)۔

مشہور مفسر قرآن علامہ مودودی نے تفہیم القرآن میں ان آیات کے شان نزول کے بارے میں ایک اہم مطلب بیان کیا ہے۔ ذیل میں ہم اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں:

''مفسرین نے ان آیات کے شان نزول میں ان کمزوریوں کی مختلف صورتیں بیان کی ہیں جن پر یہاں گرفت کی گئی ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں: جہاد فرض ہونے سے پہلے مسلمانوں میں کچھ لوگ تھے جو کہتے تھے: کاش ہمیں وہ عمل معلوم ہو جائے جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے تو ہم وہی کرتے۔ جب بتایا گیا کہ سب سے بہترین عمل جہاد ہے تو ان پر اپنی اس بات کو پورا کرنا بہت شاق ہو گیا۔

مقاتل ابن حیان کہتے ہیں کہ احد کی جنگ میں ان لوگوں کی آزمائش کی گئی اور یہ لوگ حضور ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ابن زیدؓ کہتے ہیں کہ بہت سے لوگ رسول خدا ﷺ کو یقین دلاتے تھے کہ آپ ﷺ کو دشمنوں کے مقابلے کے لیے نکلنا پڑا تو ہم آپ ﷺ کے ساتھ نکلیں گے مگر جب وقت آیا تو ان کے وعدے جھوٹے نکلے۔ صحابی رسول ﷺ حضرت قتادہؓ اور حضرت ضحاکؓ کہتے ہیں: بعض لوگ جنگ میں شریک ہوتے بھی تھے تو کوئی کارنامہ انجام نہیں دیتے تھے مگر آ کر یہ ڈینگیں مارتے تھے کہ ہم یوں لڑے اور ہم نے یوں مارا۔ ایسے ہی لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ملامت کی ہے (۲)۔''

بشارت عیسیٰ علیہ السلام اور اسم احمد ﷺ کا بیان

☆ آیت ۶ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی آخری زمانے میں رسول خدا ﷺ کی بعثت کی خوشخبری دی گئی ہے اور آپ کا اسم گرامی احمد ﷺ ذکر ہوا ہے۔ آپ ﷺ کا یہ اسم گرامی حضرت ابو طالب علیہ السلام اور حسانؓ ابن ثابت کے اشعار میں بھی بیان ہوا ہے۔

۱۔ مجمع البیان، ج ۹، ص ۲۷۸

۲۔ تفہیم القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

یہاں پر یہ سوال پیش آسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشہور نام "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ہے جبکہ آیت میں آپ کا نام "احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" بیان ہوا ہے، پس یہ دونوں باتیں کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ سازگار ہوسکتی ہے؟

اس سوال کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں ذیل میں ہم ان جوابات کے بعض اہم نکات کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کریں گے:

الف: تاریخ میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچپن ہی سے دونوں ناموں سے پکارا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے دادا عبد المطلب نے اور احمد آپ کی والدہ جناب آمنہ نے رکھا تھا۔

ب: بہت سے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی "احمد" نام کے ساتھ یاد کیا ہے ان میں سے ایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت ابو طالب علیہ السلام تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اشعار لکھے ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احمد کے نام سے یاد کیا ہے۔ دوسری شخصیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے مشہور شاعر حسان ابن ثابتؓ ہے، جن کے اشعار میں بھی احمد کی تعبیر نظر آتی ہے۔

ج: روایات کے مطابق پروردگار عالم نے شب معراج آپ کو "احمد" کے نام سے خطاب کیا۔ شاید اسی وجہ سے مشہور ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

د: جب یہ آیت کفار مکہ کے سامنے تلاوت کی گئی تو ان میں سے کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا کہ عیسیٰ تو احمد کی بشارت دے رہے ہیں جبکہ آپ کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ کفار مکہ کا خاموش رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نام ان کے درمیان مشہور تھا(۱)۔

نور خدا کے مقابل دشمنوں کی کوشش

☆ آیت ۸ اور ۹ میں اشارہ ہے کہ کفار کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ نور خدا یعنی دین اسلام کو سازشوں کے ذریعہ ختم کریں لیکن خدا نے ہمیشہ اپنے نور کی حفاظت کی ہے اور یہ وعدہ الٰہی ہے کہ وہ اپنے اس نور کو اپنے آخری نمائندے امام زمانہ علیہ السلام کے ذریعہ تکمیل تک پہنچادے گا۔ اس نور کی حفاظت وہی اللہ فرمارہا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے تاکہ اس کے دین کو تمام ادیان پر غالب کرے اور ایسا ہو کر رہے گا چاہے مشرکین کو یہ بات ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۴، ص ۸۳

دین اسلام کا غلبہ اور امام زمانہ عجل اللہ فرجہ

اس دوسری آیت (۹) کے بارے میں مشہور مفسر قرآن علامہ شیخ محسن نجفی صاحب فرماتے ہیں کہ "مفسرین کے لئے اس آیت کی تفسیر میں دشواری پیش آئی ہے کہ اسلام تمام ادیان پر غالب آئے گا۔ ہمارے نزدیک اس کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ جب انسانیت مادیت کی تاریکی میں مزید ڈوب جائے گی اور امن وسکون عنقا ہوجائے گا، اس وقت لوگ ایک نجات دہندہ کو پکاریں گے اور ایک عالم گیر انقلاب کے لئے راہ ہموار ہوجائے گی اور مہدی برحق علیہ السلام ظہور فرمائیں گے اور یہ دین تمام ادیان پر غالب آئے گا[۱]۔"

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو یہ دین تمام ادیان پر غالب آئے گا اور آپ علیہ السلام دنیا کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دیں گے، جیسے کہ وہ ظلم وجور سے پر ہوچکی ہو گی۔ احادیث ظہور مہدی علیہ السلام کے لیے اہل سنت کی مشہور صحاح ستہ اور دیگر مشہور کتب کا مطالعہ فرمائیں جیسے صحیح ترمذی، سنن ابی داؤد کتاب المہدی، مسند احمد ابن حنبل، مستدرک حاکم اور سنن ابن ماجہ کتاب الفتن وغیرہ، یہ وہ کتب ہیں جن میں امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور کے حوالے سے احادیث بیان ہوئی ہیں۔

نفع بخش تجارت کا ذکر

☆ آیت ۱۰ سے ۱۳ تک میں ایک ایسی تجارت کی نشاندہی کی گئی ہے جس میں کسی خسارے کا امکان نہیں ہے اور دردناک عذاب سے نجات کی ضمانت بھی دی گئی ہے۔ وہ تجارت اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا اور اس کی راہ پر اپنی جان اور مال کو قربان کرنا ہے۔ انسان تجارت نفع اور فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے کرتا ہے اور اللہ پر ایمان لانا اور جہاد فی سبیل اللہ کو ان آیات میں بہترین تجارت قرار دیا گیا ہے۔ اس تجارت کے بنیادی فوائد انسان کے لئے دنیاوی زندگی میں بھی حاصل ہوں گے اور اخروی زندگی میں بھی وہ ان فوائد سے استفادہ کرے گا۔

جو فائدے ابدی زندگی میں حاصل ہوں گے وہ یہ ہیں:

- خدا کے عذاب سے امن ملے گا۔
- گناہوں کی معافی ہوگی۔
- خدا کی اس جنت میں داخل ہونے کا شرف ملے گا جس کی نعمتیں کبھی ختم ہونے والی نہیں ہیں

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۲۵۵

دوسرا فائدہ جو حاصل ہوگا وہ دنیا میں فتح و کامیابی ہے۔ یہ فتح و کامیابی جہاد کے ذریعے ہی حاصل ہوگی پس ثابت ہو گیا کہ جہاد میں ثواب دارین ہے یعنی دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی ہے۔ اس آیت سے جو مفہوم نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ جس فرد اور قوم میں جہاد بالنفس یا جہاد بالمال نہیں ہے اسے آخرت میں نجات اور دنیا میں کامیاب زندگی حاصل نہیں ہو سکے گی۔

دنیا میں کامیابی بھی اگرچہ اللہ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے لیکن مومن کی حقیقی کامیابی آخرت کی کامیابی ہے لہذا آیت میں اخروی کامیابی کو پہلے بیان کیا گیا ہے اور دنیاوی کامیابی کو بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔

انصار اللہ کا بیان

☆ آیت ۱۴ میں انصار اللہ ''اللہ کی مدد کرنے والے'' کا ذکر ہے۔ خداوند متعال اہل ایمان کو ''انصار اللہ'' یعنی اللہ کے مددگار بننے کی تلقین فرما رہا ہے۔ یہ ایک بہت ہی بڑا اعزاز ہے کہ انسان اس خدا کا ناصر بن جائے جو بے نیاز اور غنی مطلق ہے۔ یہاں اللہ کے مددگار بننے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے کلمہ (توحید) کی سربلندی اور اسلام کی تبلیغ و ترویج کے لئے انسان ارادۂ الٰہی کو نافذ کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ انسان کے لئے ''انصار اللہ'' کا شرف حاصل ہونا ایک عزت و تکریم ہے جس سے بڑی کوئی دوسری عزت نہیں ہو سکتی۔

فضائل و خصوصیات

انبیاءؑ کا ہم صف: حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الصَّفِ وَ اَدْمَنَ قِرَاءَتَهَا فِي فَرَائِضِهِ وَ نَوَافِلِهِ صَفَّهُ اللّٰهُ مَعَ مَلَائِكَتِهِ وَ اَنْبِيَائِهِ الْمُرْسَلِيْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ(۱)

جو شخص سورۂ صف کی تلاوت کرے گا اور واجب و مستحب نمازوں میں باقاعدگی سے پڑھے گا تو خدا اسے فرشتوں اور مرسلین کی صف میں قرار دے گا۔

اولاد کا مطیع ہونا: حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

جو شخص اس سورے کو اولاد کے اطاعت گزار ہونے کی نیت سے ۱۰۷ مرتبہ تلاوت کرے گا اس کی اولاد مطیع ہوگی (۲)۔

☆☆☆☆☆

۱۔ ثواب الاعمال، ص ۱۱۸

۲۔ خواص الآیات، ص ۱۳۳۔ بحوالہ تسکین روح، ص ۳۲۹

سورۂ جمعہ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ جمعہ

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
جمعہ	28	62	110	مدینہ منورہ	11	02	768	122

☆ سورۂ جمعہ موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا باسٹھواں (۶۲) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے ایک سو دسواں (۱۱۰) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی نویں آیت کی مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ جمعہ'' رکھا گیا ہے اور جمعہ ایام ہفتہ میں سے ایک دن کا نام ہے جسے دنوں کا سردار بھی کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ نماز جمعہ کا قیام	۲۔ ہر شے کا تسبیح پروردگار میں مشغول ہونا
۳۔ بعثت رسول ﷺ کے مقاصد	۴۔ توریت پر عمل نہ کرنے والوں کا گدھے کے مانند ہونا
۵۔ تمنائے موت کی دعوت	۶۔ موت سے فرار کا ناممکن
۷۔ ادائے نماز جمعہ کا حکم	۸۔ ندائے جمعہ سننے کے بعد خرید و فروخت کی ممانعت
۹۔ تجارت ولہو ولعب کی خاطر رسول کو چھوڑنے والوں کی مذمت	۱۰۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

نماز جمعہ کا قیام

☆ سورۂ جمعہ سات ہجری میں یہودیوں کے انخلاء کے بعد فتح خیبر کے دنوں میں نازل ہوا مگر حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ اور حضرت ابو مسعود انصاریؓ کی روایت کے مطابق نماز جمعہ ہجرت سے قبل فرض ہوگئی تھی لیکن مکہ میں اسلامی ریاست قائم نہ ہونے کی وجہ سے رسول خدا ﷺ نے نماز جمعہ قائم نہیں فرمائی۔ رسول خدا ﷺ نماز جمعہ کی امامت کے لئے خود افراد کا تعین فرماتے تھے جس طرح قضاوت کے لیے افراد کا تعین خود فرماتے تھے(۱)۔

۱۔ السنن الکبریٰ، ج ۳، ص ۱۲۳، بیہقی۔ کنز العمال، ج ۷، ص ۱۰۰، ح ۲۰۳۵۳

ہر شے کا تسبیح پروردگار میں مشغول ہونا

☆ آیت ١ میں زمین و آسمان کے درمیان موجود تمام اشیاء کا تسبیح پروردگار میں مشغول ہونے کا ذکر ہے۔ تسبیح پروردگار سے صرف سرکش اور نافرمان افراد ہی منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ کائنات کی ہر چیز میں شعور موجود ہے۔ البتہ موجودات میں سے ہر ایک میں اپنے درجۂ وجود کے مطابق شعور موجود ہے۔ انسان، فرشتے، جن، حیوانات، نباتات اور جمادات میں سے ہر ایک اپنے درجہ وجود کے مطابق شعور رکھتا ہے۔ ہر شے کی تسبیح کرنے کو بیان کرنے کے بعد پروردگار عالم نے اپنی پانچ عظیم صفات کا ذکر کیا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

١۔ اَلْمَلِكِ: وہ ایسا بادشاہ ہے جو ہر عیب و نقص سے پاک ہے اور ہر شے پر تصرف کرنے پر قادر ہے۔

٢۔ اَلْقُدُّوْس: ایسی ذات جو ہر قسم کے نقص سے پاک، لائق تعظیم ہے۔

٣۔ اَلْعَزِيْز: بالادست ذات ہے۔ کسی کام سے عاجز نہیں ہے۔

٤۔ اَلْحَكِيْم: اس کا کوئی کام حکمت مصلحت سے خالی نہیں ہے۔

بعثت رسول ﷺ کے مقاصد

☆ آیت ٢ میں پروردگار عالم نے اپنے رسول ﷺ کی بعثت کے مقاصد کو بیان فرمایا ہے کہ پروردگار عالم نے ایک "اُمّیوں" کے درمیان انہی میں سے ایک معلم (استاد) کو مبعوث کیا جو انہیں تعلیم دے اور اس رسول ﷺ کی رسالت کے مقاصد یہ ہیں:

- آیات الٰہیہ اور تعلیمات ربانیہ کو "پڑھ" کر سنانا۔
- نفوس کو شرک، کفر، جہالت اور ہر قسم کے عیب سے پاک و پاکیزہ بنانا۔
- کتاب کی تعلیم دے کر علمی کمال پیدا کرانا۔
- حکمت کی تعلیم دے کر زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھانا[1]۔

توریت پر عمل نہ کرنے والوں کا گدھے کے مانند ہونا

☆ آیت ٥ میں توریت پر عمل نہ کرنے والے یہودیوں کو قرآن کی نگاہ میں گدھے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس آیت کا اطلاق نہ صرف اہل توریت بلکہ مسلمانوں پر بھی ہو رہا ہے، جن کی عملی زندگی قرآن مجید کے احکامات کے مطابق نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہودیوں نے توریت میں تحریف کی ہے اور مسلمانوں نے قرآن مجید میں تحریف تو نہیں کی لیکن اس کے باوجود

---

[1]۔ انوار القرآن، ص ١١١٣

مسلمان قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں ہیں۔ ایسے مسلمان حقیقتاً انسان کہلائے جانے کے مستحق نہیں ہیں اس لئے کہ توریت جیسی کتاب کا بار نہ اٹھانا انسان کو گدھا بنا دیتا ہے تو قرآن مجید کا رتبہ تو توریت سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہے لہٰذا اس کا بار نہ اٹھانے والا (تعلیمات پر عمل نہ کرنے والا) کسی طرح بھی انسان کہلائے جانے کا مستحق نہیں ہے۔

تمنائے موت کی دعوت

☆ آیت ۶ سے ۸ تک میں ظاہری خطاب اگر چہ یہودیوں سے جو اس بات کے قائل تھے کہ اس دنیا میں اللہ کی پسندیدہ قوم صرف ہم ہیں۔ اللہ نے واضح کر دیا کہ اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اپنے محبوب سے ملنے کی تمنا کرو۔ یہاں خطاب اگر چہ ظاہری طور پر یہودیوں سے ہے لیکن اس خطاب کے مصداق ایسے تمام لوگ ہیں جو اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پس اللہ سے محبت کا معیار "تمنائے موت" کو قرار دیا گیا ہے۔ ہر دوست کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ وہ جلد اپنے دوست سے ملاقات کرے لہٰذا اللہ سے دوستی کے دعویدار ہر شخص کو اپنے دعوے کی صداقت اسی معیار پر جانچنی چاہیے۔

خداوند عالم نے یہود سے دلیل طلب کرنے کے بعد خود ہی واضح کر دیا کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہے اور کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔ اس کی وجہ بھی بیان فرمائی کہ انہیں اپنے برے اعمال خصوصاً اپنی ظالمانہ حرکتوں کے محاسبہ کا سامنا کرنے کا خوف لاحق ہے۔ اگر چہ عقیدے کے اعتبار سے تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت کے دن یہودیوں کو عذاب کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا تاہم ان کا ضمیر اور وجدان ان کے جرائم و مظالم کے محاسبہ کا خوف دلاتا ہے۔

موت سے فرار کا ناممکن

یاد رکھو کہ جس موت سے تم ڈرتے ہو اس سے فرار ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ موت ایسی اٹل حقیقت ہے جس سے کسی نبی مرسل اور مقرب فرشتوں کو بھی خلاصی ملنا ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں اپنے اعمال کی جوابدہی کے لیے حاضر ہونا بھی اللہ کا اٹل فیصلہ ہے، کوئی مجرم خواہ اس کا تعلق کسی بھی نسل اور اصل سے ہو، اس جوابدہی سے مستثنیٰ نہیں ہے(۱)۔

ادائے نماز جمعہ کا حکم

☆ آیت ۹ میں صاحبان ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے پکارا جائے تو خرید و فروخت اور کاروباری مصروفیات ترک کر کے ذکر خدا کی طرف جلدی کریں۔ جب نماز جمعہ سے فارغ ہوں تو اس فضل کو تلاش

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

کرنے کے لئے نکلیں جسے خدا نے تمہارے لئے قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ خدا کو بہت یاد کرتے رہا کرو کیونکہ یادِ خدا ہی تمہارے نجات کی ضامن ہے۔

ندائے جمعہ سننے کے بعد خرید و فروخت کی ممانعت

اس آیت میں لفظ ''ندائے صلوٰۃ'' آیا ہے جس سے مراد اذان ہے اور دوسرا اہم حکم جو اس آیت میں بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے دوران خرید و فروخت سے منع کیا گیا ہے۔ یہاں خرید و فروخت ایک مثال ہے ورنہ ہر وہ کاروبار حرام ہے جس سے واجب نماز خطرہ میں پڑ جائے۔

تجارت ولہو ولعب کی خاطر رسول کو چھوڑنے والوں کی مذمت

☆ آیت ۱۱ میں ایسے لوگوں کی شدید مذمت کی گئی ہے جو نماز جمعہ کے دوران رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر تجارت یا کھیل تماشہ دیکھنے کے لئے دوڑ پڑے تھے، اللہ نے ان کی مذمت کے ساتھ واضح کر دیا کہ اس کھیل تماشہ کے مقابلہ میں جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہترین ہے اور اللہ ہی رزق دینے والا ہے۔

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مختلف روایات نقل ہوئی ہیں جن میں سے سب کی سب ایک ہی مطلب پر دلالت کرتی ہیں کہ ایک سال مدینہ منورہ کے لوگ خشک سالی، قحط اور اجناس کے نرخ میں زیادتی میں گرفتار تھے۔ ایک دن صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''حضرت دحیہ کلبیؓ'' (جو ایک تاجر تھے) ایک قافلہ کے ساتھ شام سے مدینہ منورہ پہنچے۔ وہ اپنے ساتھ غذائی اشیاء لے کر آئے تھے اور اس روز جمعہ کا دن تھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ کے خطبہ میں مشغول تھے، اتنے میں حضرت دحیہ کلبیؓ کے قافلے نے اپنے ورود کے اعلان کے لئے طبل بجایا اور دوسرے آلاتِ موسیقی بھی بجائے جس سے ان کی آمد کا پتہ چلتا تھا۔ جب یہ آواز سنی تو لوگ تیزی سے بازار پہنچ گئے۔ اس موقع پر جو مسلمان مسجد میں نماز کے لئے جمع ہوئے تھے انہوں نے خطبہ جمعہ سننا چھوڑ دیا اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے بازار کی طرف چل پڑے، صرف بارہ مرد اور ایک عورت مسجد میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ سننے کے لئے باقی رہ گئے۔ انہی جانے والوں کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی (۱)۔ اس موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اگر یہ چھوٹا سا گروہ بھی چلا جاتا تو ان سب پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوتی (۲)۔''

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۴، ص ۱۲۰

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، حدیث ۸۸۴۔ تفسیر کشاف، ج ۴، ص ۵۳۶، زمخشری۔

اس آیت اور اس واقعہ سے دو باتیں واضح ہو کر سامنے آتی ہیں:

- ایک یہ کہ "تمام صحابہ عادل ہیں" کا نظریہ اس آیت سے متصادم ہے۔
- دوسرا یہ کہ اصحاب کی کمزوریوں کے ذکر کرنے کا مطلب ان پر لعن وطعن کرنا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ایک ایسی سورہ میں جو اجتماعی عبادت میں پڑھی جاتی ہے اس کمزوری کا ذکر فرماتا ہے اور ہر نمازی اسے اپنی نماز میں پڑھتا ہے تو انسان کے لئے ایسا کرنا کیوں ممنوع ہوگا؟ ہمارا موقف یہ ہے کہ جو کمزوریاں سرزد ہوئی ہیں ان کا ذکر کرنا طعن نہیں ہے اور کسی ناکردہ گناہ کی نسبت دینا بہتان اور گناہ عظیم ہے۔

فضائل وخصوصیات:

ہر مشکل کا حل ہونا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَهَا (سُوْرَةَ الْجُمُعَةِ) فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ اَوْ نَهَارٍ اَمِنَ مِمَّا يُخَافُ وَصُرِفَ عَنْهُ كُلُّ مَحْذُوْرٍ (۱)

جو شخص اس سورے کی ہر رات یا دن میں تلاوت کرے گا وہ ہر خوف سے محفوظ رہے گا اور اس کی ہر مشکل حل کی جائے گی۔

علامت شیعہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مِنَ الْوَاجِبِ عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ اِذَا كَانَ لَنَا شِيْعَةً اَنْ يَقْرَأَ فِيْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ بِالْجُمُعَةِ وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِيْ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِالْجُمُعَةِ وَ الْمُنَافِقِيْنَ فَاِذَا فَعَلَ ذَالِكَ فَكَاَنَّمَا يَعْمَلُ بِعَمَلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَانَ جَزَاؤُهُ وَ ثَوَابُهُ عَلَى اللّٰهِ الْجَنَّةَ (۲)

ہمارے شیعوں میں سے ہر مومن پر لازم ہے کہ شب جمعہ سورۂ جمعہ اور سورۂ اعلیٰ پڑھے اور جمعہ کے ظہر میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقین پڑھے۔ جب وہ ایسا کرے گا تو گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل انجام دیا اور خدا کے ہاں اس کا اجر وثواب بہشت ہے۔

☆☆☆☆☆

۱۔ برہان ج ۸، ص ۵، بحوالہ تسکین روح ص ۳۳۲

۲۔ بحار الانوار، ج ۹۸، ص ۳۱۱

سورۂ منافقون کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ منافقون

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
منافقون	28	63	104	مدینہ منورہ	11	02	800	180

☆ سورۂ منافقون موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا تریسٹھواں (۶۳) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے ایک سو چاروں (۱۰۴) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس کا نام "سورۂ منافقون" رکھا گیا ہے۔ عربی میں منافق قول و فعل میں تضاد رکھنے والے کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ عبد اللہ ابن اُبی کی سازشیں	۲۔ اللہ تعالی کی طرف سے زید ابن ارقم کی تائید
۳۔ منافقین کی علامات	۴۔ منافقین کو مجسموں سے تعبیر کرنا
۵۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ استغفار طلب کرنا	۶۔ مومن اور منافق میں فرق
۷۔ راہ خدا میں انفاق کا نتیجہ	۸۔ موت کے لئے ایک وقت کا معین ہونا
۹۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

عبد اللہ ابن اُبی کی سازشیں

اس سورے کی آیات کے شان نزول کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ مدینے میں دو قبیلوں "اوس" اور "خزرج" میں آپس کی خانہ جنگی سے تنگ آ کر دونوں قبیلوں نے ایک ہی شخص کی قیادت میں متحد ہو کر اسے بادشاہ بنانے پر اتفاق کیا اور وہ قبیلہ خزرج کا سردار عبد اللہ ابن اُبی ابن سلول تھا، یہاں تک اس کے لیے تاج بنا لیا گیا۔ اسی اثنا میں مدینہ منورہ

میں اسلام کا اثر ونفوذ شروع ہوا اور دونوں قبیلوں کی با اثر شخصیات نے اسلام قبول کر لیا جس کی وجہ سے عبداللہ ابن اُبی بادشاہ نہ بن سکا۔ بعد میں اگرچہ اس نے بھی زبان پر کلمہ اسلام جاری کیا مگر اس کے دل میں اسلام کے خلاف نفرت موجزن تھی۔ چنانچہ مختلف جنگوں میں اس نے اپنی منافقانہ سازش کے ذریعے لشکر اسلام کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔ جنگ احد میں اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ جنگ سے الگ ہو گیا۔ جب مدینہ منورہ کے یہودیوں کے ساتھ جنگ کی صورتحال پیدا ہو گئی تو اس نے یہودیوں کی حمایت کی۔ غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر اس کی منافقت کھل کر سامنے آگئی جب ایک انصاری اور مہاجر کے درمیان پانی کے مسئلہ میں بحث ہوئی تو اس وقت ان دونوں نے اپنی اپنی قوم کو مدد کے لئے پکارا۔ منافقین کے سربراہ عبداللہ ابن ابی نے اوس وخزرج کو پکارا، ادھر کچھ مہاجرین بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ معاملہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مداخلت پر ختم ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے زید ابن ارقم کی تائید

اس واقعہ کے بعد دیگر منافقین عبداللہ ابن ابی کے پاس جمع ہوئے۔ اس موقع پر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ روک لو۔ مدینہ منورہ پہنچ کر ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو نکال دے گا۔ اس بات کو زید ابن ارقم سن رہے تھے جو اس وقت کم عمر تھے۔ زید نے یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائیں۔ عبداللہ ابن اُبی نے انکار کیا، مگر زید کی تصدیق میں سورۂ منافقون نازل ہوا۔

منافقین کی علامات

☆ اس سورے میں منافقین کی دس صفتوں کا ذکر ہوا ہے جن سے ہر صاحب ایمان کو ہوشیار رہنا چاہیے کیونکہ جس طرح عقائد میں نفاق ہوتا ہے اسی طرح عمل میں بھی نفاق ہوتا ہے جیسا کہ روایات میں ہے کہ امانت میں خیانت کرنے والا بھی منافق ہے۔

وہ دس صفات جو اس سورے کی ابتدائی "سات" آیات میں بیان ہوئی ہیں ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ واضح اور آشکار جھوٹ بولنا۔

۲۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے جھوٹی قسموں سے استفادہ کرنا

۳۔ دین اسلام کو ترک کرنے کی وجہ سے حقیقت کو درک نہ کرنا۔

۴۔ باطن کے خالی ہونے کے باوجود ظاہر میں چکنی چپڑی باتیں کرنا۔

۵۔ معاشرے میں بے ہودگی اور حق سے عدم توجہی کی بنا پر لکڑی کے ایک خشک ٹکڑے کی مانند ہونا۔

۶۔ اپنی خیانت کی وجہ سے ہر شے کے بارے میں بدگمان اور خوف زدہ ہونا۔

۷۔ حق کا مذاق اڑانا۔

۸۔ گناہ اور فسق و فجور کا انجام دینا۔

۹۔ اپنے آپ کو ہر چیز کا مالک جاننا اور دوسروں کو اپنا محتاج سمجھنا۔

۱۰۔ اپنے آپ کو صاحب عزت اور دوسروں کو ذلیل تصور کرنا۔

منافقین کو مجسموں سے تعبیر کرنا

☆ آیت ۴ میں منافقین کو مجسموں سے تعبیر کیا گیا ہے جس طرح مجسمے دیکھنے میں بہت ہی اچھے لگتے ہیں لیکن ان کا کوئی عملی مصرف نہیں ہوتا اسی طرح منافقین بھی صرف اسلام کی ظاہری شان میں اضافے کا سبب تو بن سکتے ہیں لیکن عملی طور پر یہ لوگ اسلام کے لئے نقصان دہ ہیں۔

زمخشری لکھتے ہیں کہ عبداللہ ابن ابی ایک جسیم، بلند قد و قامت کا آدمی تھا اور ساتھ ہی بولنے میں بھی بہت تیز تھا۔ قرآن نے ان منافقوں کو ایسی بے جان و بے شعور لکڑیوں کے ساتھ تشبیہ دی جو کسی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی کھڑی ہوں، یعنی مجلس میں ایک بے جان، بے شعور لکڑی کی طرح دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ استغفار طلب کرنا

☆ آیت ۵ میں ہمارے لئے یہ ہدایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگنی چاہیے اور جو لوگ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ کے بغیر حاجات طلب کرتے ہیں ان کی روش منافقین کی اس بے رخی کی طرح ہے جب ان سے کہا جاتا تھا کہ آؤ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے حق میں استغفار کریں تو وہ لوگ منہ پھیر لیا کرتے تھے۔

مومن اور منافق میں فرق

☆ آیت ۹ اور ۱۰ کے مطابق مومن اور منافق کے درمیان ایک بنیادی فرق راہ خدا میں خرچ کرنا ہے کہ مومن پروردگار عالم پر بھروسہ کرتے ہوئے پروردگار کی طرف سے عطا کردہ مال کو راہ خدا میں خرچ کرتا ہے۔ یہ مال مومن کو

نہ یادِ خدا سے غافل کرتا ہے اور نہ اولاد راہِ خدا میں مال خرچ کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے بلکہ مومن ان دونوں کو نعمت الٰہی سمجھتے ہوئے اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ لیکن اگر یہی مال اور اولاد یادِ خدا سے غافل کردے تو ایسا انسان نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

راہِ خدا میں انفاق کا نتیجہ

آیت کے مطابق اللہ کے عطا کردہ رزق میں سے اس کی راہ میں خرچ کرنا باعث قربت الٰہی ہے اور اس عمل سے لاپرواہی موت کے وقت پچھتاوے کا باعث ہوگی۔ قیامت کے دن معلوم ہوجائے گا کہ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے والے کو کیا مقام و مرتبہ مل رہا ہے۔ راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے والا اس وقت حسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہے گا کہ کاش ایک موقع مل جاتا تو جی بھر کے راہِ خدا میں خرچ کرتا۔

موت کے لئے ایک وقت کا معین ہونا

☆ آیت ۱۱ کے مطابق موت کا ایک وقت معین ہے جب وہ وقت آپہنچے تو اللہ کسی کو مہلت نہیں دیتا۔ جب مقررہ وقت اجل آجائے تو اس کا ٹل جانا اور مزید مہلت ملنا اللہ تعالیٰ کے اٹل اور حتمی قانون میں ممکن نہیں ہے۔ اب عمل کا وقت ختم ہوگیا، جزائے عمل کا وقت آگیا ہے۔ جب عمل کا وقت تھا، مہلت بھی دے دی گئی تھی لیکن جزائے عمل کا مرحلہ آنے کے بعد پھر مہلت ملنا ممکن نہیں ہے۔

فضائل و خصوصیات:

منافقت سے دوری: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

وَمَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْمُنَافِقِينَ بَرِءَ مِنَ النِّفَاقِ[1]

جو شخص سورۂ منافقون کی تلاوت کرے گا وہ شک اور منافقت سے پاک ہوگا۔

☆☆☆☆☆

---

[1] مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۲

سورۂ تغابن کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ تغابن

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
تغابن	28	64	108	مدینہ منورہ	18	02	1019	242

☆ سورۂ تغابن موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا چونسٹھواں (۶۴) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے ایک سو آٹھواں (۱۰۸) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی نویں آیت کی مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ تغابن'' رکھا گیا ہے جس میں قیامت کے دن نقصان اٹھانے والوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور عربی میں ''تغابن'' کچھ لوگوں کا کچھ دوسرے لوگوں کو نقصان پہنچانے کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ تسبیح وتقدیس پروردگار کا بیان	۲۔ خلقت کائنات اور انسان کی بہترین صورت گری
۳۔ پروردگار عالم کے لامحدود علم کا بیان	۴۔ گذشتہ اقوام کی خبروں سے عبرت حاصل کرنے کا بیان
۵۔ روزِ قیامت نفع ونقصان اٹھانے والوں کا ذکر	۶۔ مومن کا مختلف مشکلات میں مبتلا ہونا
۷۔ اولاد وازواج میں سے بعض کا دشمن ہونا	۸۔ مال واولاد ذریعہ آزمائش وامتحان کا ذریعہ
۹۔ اللہ کو قرض حسنہ دینے کا بیان	۱۰۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

تسبیح وتقدیس پروردگار کا بیان

☆ آیت ۱ سے ۳ تک میں پروردگار عالم کی تعریف وتسبیح کو بیان کرنے کے بعد خلقت کائنات اور تخلیق انسان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سورے کا آغاز تسبیح وتقدیس پروردگار سے ہو رہا ہے کہ زمین وآسمان کی تمام موجودات اس

پروردگار کی تسبیح میں مصروف ہیں جس کے لیے بادشاہت ہے اور ہر قسم کی حمد وثنا کے قابل بھی صرف وہی ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ ایسا پروردگار ہے جس نے انسان کو اس طرح خلق کیا کہ وہ اپنے ارادے کا مالک ومختار ہے کیونکہ اگر انسان صاحب اختیار نہ ہوتا اور مجبور ہوتا تو خلقت کے بعد کچھ لوگ کفر اختیار کرنے والے اور کچھ صاحب ایمان نہ ہوتے، اللہ نے انسان کے سامنے کفر وایمان کے دونوں راستے رکھ دیئے پس چاہے تو کفر اختیار کرے اور چاہے تو ایمان کے راستہ کو اپنائے۔ اسی نے آسمان اور زمین کو خلق کیا، اسی نے ہی انسان کی بہترین صورت گری کی۔ پس یاد رکھو کہ سب کو اسی کی بارگاہ میں پلٹ کر جانا ہے۔

خلقت کائنات اور انسان کی بہترین صورت گری

ان آیات میں تخلیق کائنات کے ساتھ انسان کی اچھی صورت گری کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ہے، کیونکہ اس کائنات میں انسان اللہ کا عظیم معجزہ ہے۔ اللہ نے اسے عزت وتکریم سے نوازا ہے۔ اسے ظاہری اعضاء اور باطنی صلاحیتیں ایسی عطا فرمائیں کہ وہ جمال وکمال میں خلیفۃ اللہ فی الارض کے مرتبے کا اہل ہوگیا اور بہت سی موجودات اس کے لئے مسخر کردی گئیں اور اسے براہ راست اللہ کی عبودیت جیسے مقام کے لیے منتخب کیا گیا۔ اس انسان کے مقام ومنزلت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ قدرت کو اس مخلوق پر ناز ہے جیسا کہ فرمایا: اس نے تمہاری شکل بنائی تو عمدہ بنائی (۱)۔

پروردگار عالم کے لامحدود علم کا بیان

☆ آیت ۴ میں پروردگار عالم کے لامحدود علم کو تین مرحلوں میں سمجھایا گیا ہے:

- وہ زمین وآسمان کی تمام موجودات کے بارے میں علم رکھتا ہے۔
- وہ انسان کے تمام اعمال کو جانتا ہے چاہے وہ چھپا کر انجام دیتے ہوں یا آشکارا کرتے ہوں۔
- وہ انسان کی نیتوں اور جو کچھ اس کے دل پر گزر رہی ہے اس سے بھی آگاہ ہے۔

پس انسان اگر پروردگار عالم کے علم کی وسعت کا عقیدہ مضبوط کرلے تو کائنات میں کسی طرح کی بدنظمی نہیں ہوگی اور انسان اپنے تمام اعمال، کردار وگفتار میں ایک نگرانی کرنے والی ہستی کو حاضر وناظر جانے گا جس کی وجہ سے اس کی

۱۔ بلاغ القرآن، ص ۷۶۰

زندگی پاک و پاکیزہ اور مرضی پروردگار کے مطابق بسر ہو سکتی ہے۔

گذشتہ اقوام کی خبروں سے عبرت حاصل کرنے کا بیان

☆ آیت ۵ اور ۶ میں مشرکین سے خطاب ہے کہ کیا تم تک گذشتہ اقوام کی تباہی کی خبریں نہیں پہنچیں کہ انہوں نے ہمارے بھیجے ہوئے انبیاء کی تکذیب (یعنی ان کو جھٹلانے) کا نتیجہ مختلف قسم کے عذابوں کے ذریعے چکھ لیا تھا اور قیامت کا دردناک عذاب ان کا منتظر ہے۔ وہ عذاب الیم میں مبتلا اس لئے ہو گئے کہ رسولوں نے واضح دلیل کے ساتھ انہیں دعوت دی تو ان لوگوں نے اللہ کی طرف سے کسی رسالت کو قبول نہیں کیا۔ ان کا موقف یہ تھا کہ ہماری طرح کا ایک بشر ہدایت کے منصب پر کیسے فائز ہو سکتا ہے؟ اسی بے ہودہ دلیل کو بنیاد بنا کر ان لوگوں نے انبیاء کی تبلیغات سے منہ پھیر لیا جس کے نتیجے میں اللہ نے ان کی ہدایت پر توجہ دینا چھوڑ دیا۔ کس قدر دیوانے ہیں یہ کفار کہ ان کی سمجھ میں بشر کا ہادی ہونا نہیں آتا اور شجر و حجر (درخت و پتھر) کا ہادی ہونا سمجھ میں آتا ہے یہاں تک کہ ان کی خدائی کے قائل ہو جاتے ہیں۔

روزِ قیامت نفع و نقصان اٹھانے والوں کا ذکر

☆ آیت ۹ اور ۱۰ میں قیامت کے دن فائدہ اٹھانے والے اور خسارہ میں رہنے والوں کا ذکر ہے۔ اس دن فائدہ اٹھانے والا وہ شخص ہوگا جو ایمان کے ساتھ عمل صالح بجالائے۔ ایمان و عمل صالح بجالانے والے افراد کیلئے قیامت کے دن دو نتیجے سامنے آئیں گے:

ایک یہ ہے کہ اگر اس کی گردن پر گناہوں کا بوجھ ہو تو ایمان اور عمل صالح اس کے گناہوں کا کفارہ ہوں گے اور اس کے گناہ ختم ہو جائیں گے۔

دوسرا یہ کہ گناہ ختم ہونے کی وجہ سے وہ جنت میں داخل ہونے کا اہل ہوگا اور جنت میں داخل ہوگا اور وہ اس جنت میں ہمیشہ رہے گا۔ پس جو شخص اپنی ابدی زندگی کو سنوارنے میں کامیاب ہو جائے یہ اس کی بہت بڑی کامیابی ہے۔

دوسرا گروہ ان افراد کا ہے جو قیامت کے دن سراسر خسارے اور نقصان میں ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے آیاتِ الٰہی کو جھٹلایا تھا جس کے نتیجہ میں وہ جہنم کے مستحق قرار پائے۔ پس جن لوگوں نے اپنی ابدی زندگی کو جہنم کے

قابل بنایا وہ سب سے زیادہ ناکام اور نامراد ہوں گے۔

مومن کا مختلف مشکلات میں مبتلا ہونا

☆ آیت ۱۱ میں مصیبت سے مراد طبعی حادثات ہیں کہ وہ اذن الٰہی کے بغیر واقع نہیں ہوتے، ان کا مقصد انسان کا امتحان اور آزمائش کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے۔ روایت ہے کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی جب کافروں نے کہا: مسلمان اگر حق پر ہوتے تو وہ مصیبتوں سے دوچار نہ ہوتے۔

اولاد و ازواج میں سے بعض کا دشمن ہونا

☆ آیت ۱۴ کے مطابق بعض اوقات انسان کے دشمن اس کے اپنے قریبی لوگ ہوتے ہیں جن میں بیوی اور اولاد سرفہرست ہیں۔ انسان اگر غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ اکثر مشکلات اپنے خاندان کے افراد کی طرف سے پیش آتی ہیں کہ کبھی شوہر کیلئے بیوی، کبھی بیوی کیلئے شوہر، کبھی والدین کیلئے اولاد اور کبھی بھائی بہن ایک دوسرے کے لئے دیانتداری میں رکاوٹ یا خیانت کاری کے لئے معاون بن جاتے ہیں اور حقیقت میں دشمن کا کردار ادا کرتے ہیں۔

مال و اولاد ذریعہ آزمائش و امتحان کا ذریعہ

☆ آیت ۱۵ کے مطابق تمام اموال و اولاد کو فتنہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ گویا یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تمام اموال و اولاد ذریعہ آزمائش ہے اس کے بارے میں انسان کو ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے اور بعض اولاد اور ازواج دشمنی کی منزل پر ہوتی ہیں کہ وہ ماں باپ اور شوہر سے اپنی خواہشات کی پیروی کرا کے انہیں گمراہی کے راستہ پر لگا دیتی ہیں۔ ایسے حالات میں انسان کو ان دشمن اولاد و ازواج کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے اگر وہ قابل اصلاح نہ ہوں تو ان سے کنارہ کشی اختیار کر لینا چاہیے۔

اللہ کو قرض حسنہ دینے کا بیان

☆ آیت ۱۷ اور ۱۸ کے مطابق کسی ضرورت مند کو قرض دینا اللہ کو قرض دینے کے مترادف ہے اور اس کی جزا اسے کئی گنا اضافے کی صورت میں ملے گی اور اللہ کسی کے انفاق (خرچ کرنے) کو رائیگاں نہیں جانے دے گا کیونکہ وہ قدرداں اور حلم کا مالک ہے، اپنے احکام کی خلاف ورزی کرنے پر عذاب نازل کرنے میں عجلت سے کام نہیں لیتا۔ وہ

انفاق کے بارے میں پوشیدہ نیتوں کو بھی جانتا ہے کہ کس محرک کے تحت انفاق ہو رہا ہے اور انفاق کی مقدار کو بھی جانتا ہے۔ ''قرض حسنہ'' کی مزید تشریح کے لئے ''سورۂ حدید'' کی آیت گیارہ کی طرف رجوع فرمائیں۔

فضائل وخصوصیات:

ناگہانی موت سے نجات: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَمَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ التَّغَابُنِ دُفِعَ عَنْهُ مَوْتُ الْفُجْأَةِ[1]

جو شخص سورۂ تغابن کی تلاوت کرے گا اس سے ناگہانی موت دور ہو جائے گی۔

شفیع قیامت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ التَّغَابُنِ فِيْ فَرِيْضَتِهٖ كَانَتْ شَفِيْعَةً لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشَاهِدَ عَدْلٍ عِنْدَ مَنْ يُجِيْزُ شَهَادَتَهَا ثُمَّ لَا يُفَارِقُهَا حَتّٰى تُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ[2]

جو شخص واجب نماز میں سورۂ تغابن کی تلاوت کرے گا تو یہ سورہ قیامت والے دن اس کی شفاعت کرے گا اور جس کی بارگاہ میں شہادت قبول کی جائے گی اس کے نزدیک عادل شاہد ہوگا اور یہ شخص اس سورے سے اس وقت تک جدا نہیں ہوگا جب تک یہ سورہ اسے جنت میں نہ پہنچائے۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۲

۲۔ اعلام الدین، ص ۳۷۹

سورۂ طلاق کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ طلاق

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
طلاق	28	65	99	مدینہ منورہ	12	02	1203	289

☆ **سورۂ طلاق** موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا پینسٹھواں (۶۵) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے ننانوے واں (۹۹) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس کا نام "سورۂ طلاق" رکھا گیا ہے اور اس سورے میں طلاق کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ اس سورے کا دوسرا نام "سورۂ نساء قصریٰ (چھوٹا سورۂ نساء)" مشہور سورۂ نساء کے مقابلہ میں، جو "سورۂ نساء کبریٰ (بڑا سورۂ نساء)" ہے(۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ طلاق کے مختلف احکام کا بیان	۲۔ گذشتہ امتوں کے حالات سے درس عبرت
۳۔ صاحبان عقل کو اطاعت رسول ﷺ کی دعوت	۴۔ پروردگار عالم کا قادر مطلق ہونا
۵۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

طلاق کے مختلف احکام کا بیان

☆ طلاق جذبات کی پامالی، اجتماعی زندگی کی تباہی اور اولاد کی بربادی کا سبب ہوتا ہے اس لئے اسلام نے اسے مکروہ ترین مباح قرار دیا ہے۔ فریقین کی بے جا توقعات، عورت کی فضول خرچی، مرد کی حسن پرستی، اقربا کی دخل اندازی اور طرفین کی ایک دوسرے سے بے اعتنائی طلاق کے اسباب اور اہم ترین عوامل ہیں لہٰذا ان سے اجتناب کرنا ایک مؤمن کے لئے بہت ضروری ہے۔

۱۔ تسکین روح، ص ۳۳۰

طلاق اگر چہ اسلام میں جائز ہے مگر روایات اہل بیت علیہم السلام میں اسے بہت ہی ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے۔ طلاق کو جائز قرار دینے کے ساتھ ساتھ سخت شرائط بھی رکھی گئی ہیں تاکہ حتی الامکان طلاق کی نوبت نہ آئے مثلاً مرد بالغ ہو، عاقل ہو، اپنے ارادہ واختیار سے طلاق دے، دو عادل گواہوں کی موجودگی میں ہو، زوجہ حیض ونفاس وغیرہ سے پاک ہو وغیرہ۔ تفصیلی شرائط کے لئے فقہی کتابوں اور مراجعین کے رسالہ عملیہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

☆ آیت ا سے ۷ تک کی تمام آیات طلاق سے متعلق ہیں جن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے پروردگار عالم نے طلاق کے اہم مسائل کو بیان کیا ہے۔ جن احکام کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ طلاق ایسے زمانے میں دی جائے جس میں طلاق کی عدت شروع ہونے کا امکان ہو یعنی زمانہ طہارت میں طلاق دی جائے۔

۲۔ طلاق کی عدت کا مکمل حساب رکھا جائے۔

۳۔ مطلقہ عورت کو گھر سے نہ نکالا جائے کیونکہ ممکن ہے کہ پروردگار عالم میاں بیوی کے دلوں میں انقلاب پیدا کردے اور حالات پھر سے سازگار ہو جائیں اور مرد رجوع کرلے۔

۴۔ عدت کے خاتمہ پر مرد یا تو نکاح کرکے عورت کو دوبارہ زوجیت میں لائے یا گھر سے رخصت کردے۔

۵۔ طلاق دیتے وقت دو عادل گواہ موجود ہوں تاکہ تمام معاملات کے بارے میں گواہ ہوں۔

۶۔ طلاق کو عورت کی بے بسی نہ سمجھا جائے کیونکہ جو غیب سے رزق مہیا کرسکتا ہے وہ حصول رزق کے نئے راستے بھی بناسکتا ہے۔

۷۔ جن عورتوں کے یائسہ (وہ عورتیں جن کی عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے ماہواری نہ آتی ہو) ہونے میں شک ہو ان کی عدت تین ماہ ہے۔ پس اگر یقین ہو کہ عورت یائسہ ہے تو اس کے لئے طلاق کی کوئی عدت نہیں ہے۔

۸۔ جن عورتوں کو کسی وجہ سے حیض نہیں آتا ان کا زمانہ عدت بھی تین ماہ ہے۔

۹۔ حاملہ عورتوں کی عدت کا زمانہ وضع حمل کی مدت ہے۔

۱۰۔ عورت کو طلاق کی عدت کے دوران مناسب رہائش فراہم کی جائے۔

۱۱۔ عورت اگر حاملہ ہو تو وضع حمل تک اسے نان ونفقہ دیا جائے۔

۱۲۔ مطلقہ عورت اگر بچے کو دودھ پلائے تو اسے دودھ کی اجرت دی جائے۔

یہ قانون (دودھ پلانے کی اجرت دینا) طلاق کے علاوہ عام حالات میں بھی ہے اس لئے کہ اولاد کا نفقہ باپ پر واجب ہے اور دودھ نفقہ میں شامل ہے لہٰذا اس دودھ کا انتظام باپ کی ذمہ داری ہے ماں کی نہیں، ماں دودھ پلانے کے سلسلہ میں اجرت یا قیمت لینا چاہے تو لے سکتی ہے۔

۱۳۔ زمانہ عدت میں بھی اپنی حیثیت کے مطابق عورت کی رہائش کا انتظام کیا جائے۔

عدت کے ایام اس کا خیال رکھنا سابقہ شوہر کی ذمہ داری ہے۔ اللہ انسانوں پر طاقت وامکان سے زیادہ ذمہ داری عائد نہیں کرتا۔ یہ بات عقلاء کے نزدیک بھی قابل قبول نہیں ہے کہ جو کام انسان کے بس میں نہ ہو اسے انجام دینے کا حکم دیا جائے اور نہ کرنے پر اس سے مواخذہ کیا جائے۔

ان احکام کو بیان کرنے کے بعد پروردگار عالم نے نتیجہ بیان فرمایا کہ جو شخص بھی ان احکام وقوانین پر عمل پیرا ہوگا پروردگار عالم اس کے لئے تنگ دستی اور مشکلات کے بعد یقیناً کشائش اور حالات کو سازگار بنادے گا۔ اس بات میں تنگ دست لوگوں کے لئے تسلی ہے کہ حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے لہٰذا انسان کو کسی صورت بھی رحمت خداوندی سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

گذشتہ امتوں کے حالات سے درس عبرت

☆ آیت ۸ سے ۱۲ تک میں مسلمانوں کو سابقہ امتوں کی تباہی بیان کر کے متنبہ کیا جارہا ہے۔ قرآن مجید کا شیوہ یہ ہے کہ اکثر مواقع پر عملی احکام کے ایک سلسلہ کو بیان کرنے کے بعد گذشتہ امتوں کے حالات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان ان کی سرگذشت میں اطاعت اور سرکشی کا نتیجہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیں۔ اسی لئے اس سورے میں بھی طلاق وعلیحدگی کے موقع پر مردوں اور عورتوں کے وظائف اور ذمہ داریوں کو بیان کرنے کے بعد اسی طرف اشارہ کر کے گنہگاروں اور سرکشی کرنے والوں کو خبردار کیا گیا ہے۔

ان آیات کے مطابق بہت سی بستیاں ایسی تھیں جن میں رہنے والے خدا اور اس کے رسولوں کے فرامین کی نافرمانی کرتے تھے جس کے نتیجہ میں پروردگار عالم نے انہیں دردناک عذاب کا مزا چکھایا۔ پس انہوں نے اس کفر کا مزہ چکھ لیا اور ان کا انجام کار نقصان اور خسارہ تھا۔ یہ وہ عذاب ہے جس میں وہ دنیا میں مبتلا ہو گئے لیکن آخرت کا عذاب تو اس سے بھی شدید ہوگا۔ وہ ایسا عذاب ہوگا جو انہیں ذلیل ورسوا کرے گا اور وہ دوزخ میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ پس جب ایسا ہے تو اے صاحبان تقویٰ! تمہیں چاہیے کہ اللہ کے احکام کی مخالفت سے پرہیز کرتے ہوئے اسی سے ڈرتے رہو اور

سابقہ امتوں کی سرکشیوں کا نتیجہ دیکھ کر اس سے عبرت حاصل کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی ان کی صف میں شامل ہو جاؤ پھر خدا تمہیں اس جہان میں ہولناک عذاب میں گرفتار کرے اور آخرت کا شدید عذاب بھی تمہارے انتظار میں ہو۔

صاحبان عقل کو اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت

صاحبان عقل اور تفکر و تدبر کرنے والوں کو چاہیے کہ اس رسول کی اطاعت کریں جو آیات الٰہیہ کی تلاوت کرنے والا ہے۔ اس رسول کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ صاحبان ایمان اور نیک اعمال بجالانے والوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشنی کی طرف لائیں۔ ایسے صاحبان ایمان کے لئے پروردگار عالم نے بہت ہی بڑا اجر معین کیا ہے، وہ ایسی جنتوں میں رہیں گے جن کی نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

پروردگار عالم کا قادر مطلق ہونا

صاحبان ایمان کو مختلف نعمتیں اور سرکش افراد کو سزا دینے والا وہی قادر مطلق پروردگار ہے جس نے سات آسمان اور آسمانوں کے مانند زمین بنائی ہے۔ اسی زمین و آسمان کے درمیان اللہ کا حکم نازل ہوتا ہے۔ وہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور اس کے علم کی سرحدوں سے بچ کر نکلنا کسی کے اختیار میں نہیں ہے اور ہر چیز کو اس کے علم نے احاطہ کیا ہوا ہے۔

فضائل وخصوصیات:

سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موت: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الطَّلَاقِ مَاتَ عَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ (۱)

جو شخص سورۂ طلاق کی تلاوت کرے گا (اور اسے اپنی زندگی میں اپنائے اور اس میں بیان کئے ہوئے اصولوں پر کاربند رہے) وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر مرے گا۔

قیامت کے خوف وحزن سے محفوظ رہنا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الطَّلَاقِ وَالتَّحْرِيْمِ فِيْ فَرَائِضِهٖ اَعَاذَهُ اللهُ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِمَّنْ يَّخَافُ اَوْ يَحْزَنُ (۲)

جو شخص اپنی واجب نمازوں میں سورۂ طلاق اور سورۂ تحریم کی تلاوت کرے گا خدا اسے قیامت کے دن کے خوف اور حزن سے پناہ دے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۲

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۳۸

سورۂ تحریم کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ تحریم

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
تحریم	28	66	107	مدینہ منورہ	12	02	1105	254

☆ سورۂ تحریم موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا چھیاسٹھواں (۶۶) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے ایک سو ساتواں (۱۰۷) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس سورے کا نام "سورۂ تحریم" رکھا گیا ہے۔ عربی میں تحریم کسی چیز کے حرام قرار دینے کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ ازواج رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنبیہ	۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب
۳۔ ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو توبہ کا حکم	۴۔ بہترین شریک حیات کی صفات
۵۔ خود کو اور اپنے اہل کو آتش جہنم سے بچانے کا حکم	۶۔ خالص توبہ کی شرائط اور اس کے ثمرات
۷۔ مومن اور کافر عورتوں کی مثالیں	۸۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

ازواج رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنبیہ

اس سورے کی ابتدائی پانچ آیات کے شان نزول کے حوالے سے شیعہ اور اہل سنت کی تفسیر، حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں، ان میں سے جو زیادہ مشہور ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض اوقات اپنی زوجہ حضرت زینبؓ بنت جحش کے پاس جاتے تھے تو حضرت زینبؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس بٹھا لیتی تھیں اور جو شہد ان کے پاس موجود ہوتا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتی تھیں۔ یہ بات حضرت عائشہؓ کے کانوں تک پہنچی تو ان پر بہت گراں گزری۔ وہ کہتی ہیں "میں نے حفصہؓ کے ساتھ یہ

طے کیا کہ جب بھی پیغمبر ﷺ ہمارے قریب آئیں گے تو ہم فوراً یہ کہیں گے، کیا آپ نے ''مغافیر'' کھائی ہے۔ (مغافیر ایک گوند تھی جو حجاز کے ایک درخت سے نکلتی تھی اور اس کی بو خوشگوار نہیں ہوتی تھی)''۔ رسول خدا ﷺ اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ آپ کے دہن مبارک یا لباس سے ہرگز کوئی نامناسب بو نہ آئے بلکہ اس کے برعکس آپ ﷺ پابندی کے ساتھ خوشبو لگاتے اور معطر رہتے تھے۔

اس طرح ایک دن پیغمبر حضرت حفصہؓ کے پاس آئے تو اس نے پیغمبر ﷺ سے یہی بات کہی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''میں نے مغافیر نہیں کھائی بلکہ زینبؓ بنت جحش کے ہاں سے شہد نوش کیا ہے اور میں قسم کھاتا ہوں کہ اب اس کے بعد وہ شہد نہیں پیوں گا۔ لیکن تم یہ بات کسی سے نہ کہنا'' لیکن انجام کار یہ راز حضرت حفصہؓ نے فاش کردیا اور بعد میں معلوم ہوگیا کہ اصل میں یہ معاملہ تو ایک سازش تھی، اس پر رسول خدا ﷺ کو بہت رنج ہوا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں (۱)۔

ان آیات میں بیان ہونے والے بعض اہم نکات کی طرف ذیل میں اشارہ کیا گیا ہے:

رسول خدا ﷺ سے خطاب

پہلی آیت میں پروردگار عالم نے اپنے رسول ﷺ کو متنبہ کیا ہے کیونکہ رسول خدا ﷺ نے قسم کھائی تھی کہ آئندہ شہد استعمال نہیں کریں گے، ارشاد رب العزت ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ! اپنی ازواج کی مرضی کی خاطر اللہ کی حلال کردہ اشیاء کو اپنے اوپر کیوں حرام قرار دیتے ہو؟ اس خطاب سے خداوند عالم کا مقصد صرف حضور ﷺ ہی کو حلال کو حرام قرار دے دینے پر ٹوکنا نہیں تھا بلکہ ساتھ ساتھ ازواج مطہرات کو بھی اس بات پر متنبہ کرنا تھا کہ انہوں نے ازواج نبی ﷺ ہونے کی حیثیت سے اپنی نازک ذمہ داریوں کا احساس نہ کیا اور حضور ﷺ سے ایک ایسا کام کروادیا جس سے ایک حلال چیز کے حرام ہوجانے کا خطرہ پیدا ہوسکتا تھا۔ وہ حلال چیز جسے رسول خدا ﷺ نے اپنے اوپر حرام قرار دیا تھا ''شہد'' تھا اور اس کی تفصیل شان نزول کے ضمن میں بیان ہوچکی ہے۔

ازواج رسول ﷺ کو توبہ کا حکم

چوتھی آیت کے مطابق اگر یہ دونوں ازواج جن کے دل (رسول ﷺ کے خلاف سازش تیار کرکے) ٹیڑھے ہوگئے

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۴، ص ۲۷۲

ہیں۔ توبہ کریں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر رسول ﷺ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد اور پشت پناہی کرتی رہیں تو یاد رکھو کہ اللہ اپنے رسول کا سرپرست ہے اور جبرائیل علیہ السلام، صالح مومنین اور فرشتے بھی رسول کے پشت پناہ ہیں۔ بعض روایات کے مطابق صالح المومنین سے مراد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ذات ہے(۱)۔

بہترین شریک حیات کی صفات

پانچویں آیت میں پروردگار عالم نے واضح کردیا ہے کہ اگر رسول ﷺ تم دونوں کو طلاق دیں تو خداوند عالم انہیں تم سے بہتر بیویاں عطا فرمائے گا جو مسلمان، ایماندار، اطاعت گزار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار اور روزہ رکھنے والیاں ہوں۔ یہ چھ صفات ہیں جو ایک اچھی بیوی میں کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ پس مومن کو چاہیے کہ وہ اپنی شریک حیات کے انتخاب کے وقت ان صفات کو مدنظر رکھیں اگر زوجہ ان صفات کی حامل ہوئی تو یقیناً وہ ایک بہترین شریک حیات ثابت ہوگی۔

خود کو اور اپنے اہل کو آتش جہنم سے بچانے کا حکم

☆ آیت ۶ میں پروردگار عالم صاحبان ایمان کو حکم دے رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھیں۔ وہ جہنم کی ایسا ہوگا کہ اس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے اور اس پر سخت مزاج فرشتے نگہبان ہوں گے جو کسی صورت میں بھی حکم خدا کی مخالفت نہیں کرتے ہیں۔

ہر عاقل اور باشعور انسان اپنے آپ کو اور اپنے قریبی افراد کو ہر طرح کے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کرتا ہے اور اگر یہ خطرہ ایسی زندگی سے متعلق ہو جو، ابدی ہے اور خطرہ بھی آتش جہنم جیسا خطرناک عذاب ہو تو اسے حتمی طور پر چاہیے کہ اس سے محفوظ رہنے کے لئے اس دنیا میں اہتمام کرے۔ ابوبصیر نے اس آیت کے حوالہ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ میں ان (اہل وعیال کو) کو کیسے بچاؤں؟ فرمایا: ”امر خدا کا حکم دو اور نہیٔ خدا (پر عمل) سے روکو اگر انہوں نے تمہاری اطاعت کی تو تم نے ان کو جہنم سے بچالیا اور اگر نافرمانی کی تو تم نے تو اپنا فریضہ ادا کردیا(۲)۔“

خالص توبہ کی شرائط اور اس کے ثمرات

☆ آیت ۸ میں خالص توبہ کرنے کا حکم موجود ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی روایت کے مطابق توبہ کی چھ شرائط ہیں۔ جو

۱۔ شواہد التنزیل، ج ۲، ص ۲۵۲ ۔ تفسیر ابن کثیر تفسیر آیت مورد بحث

۲۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

شخص ان شرائط کو مدنظر رکھ کر توبہ کرے اس کی توبہ "توبہ نصوح" کہلائے گی، ایسے شخص کو پروردگار عالم کی بارگاہ سے رحمت کی امید رکھنی چاہیے لیکن جو شخص ان شرائط کو مدنظر نہ رکھے تو وہ توبہ قبولیت کی منزل سے بہت دور ہوگی۔ وہ شرائط جو قبولیت توبہ کے لئے مولا علیہ السلام نے بیان فرمائی ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

گزشتہ گناہوں پر ندامت اور دوبارہ نہ کرنے کا عزم، قضا شدہ اعمال کی بجا آوری، حقوق الناس کی ادائیگی، حرام کھانے سے بنا ہوا گوشت پگھل جائے اور اس کی جگہ تازہ گوشت آجائے اور اطاعت کی تلخی چکھادے جس طرح گناہ کی لذت چکھی ہے(۱)۔

اس "توبہ نصوح" کے نتیجہ میں پانچ ثمرات (فائدے) حاصل ہوں گے جو آیت میں ہی بیان ہوئے ہیں:

۱۔ سیات (برے افعال) اور گناہوں کی بخشش۔

۲۔ خدا کی نعمتوں والی جنت میں داخلہ۔

۳۔ اس دن رسوا نہ ہونا جس دن سب پردے ہٹ جائیں گے اور جھوٹے افراد تباہ ورسوا ہوں گے۔ ہاں اس دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین آبرومند ہوں گے کیونکہ جو کچھ انہوں نے کہا تھا وہ حقیقت بن جائے گا۔

۴۔ ان کے ایمان اور عمل کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں جانب چلے گا اور جنت کی طرف ان کی راہ کو روشن کردے گا۔

۵۔ ان کی توجہ خدا کی طرف زیادہ ہوجائے گی لہٰذا وہ بارگاہ خدا کی طرف رخ کر کے اس سے نور کی تکمیل اور اپنے گناہوں کی مکمل بخشش کا تقاضا کریں گے(۲)۔

مومن اور کافر عورتوں کی مثالیں

☆ آیت ۱۰ سے ۱۲ تک میں پروردگار عالم نے دو ایسی مثالیں بیان فرمائی ہیں جن پر توجہ دیں تو بہت سے شکوک وشبہات کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

پہلی مثال کفار کے لئے بیان کی گئی ہے، کافروں کے لیے مثال کا مطلب یہ ہے کہ کفر انسان کو جہنمی بنا دیتا ہے، خواہ کوئی بھی ہو۔ اس کے لیے مثال حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویاں ہیں۔ ان دونوں عورتوں کو جلیل القدر انبیاء کی

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۱۲، ص ۳۰۷

۲۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۴، ص ۲۵۷

ازواج ہونے کی نسبت نے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ ان دونوں بیویوں نے ان دونوں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خیانت کی۔ یہاں خیانت سے مراد اپنے نبی پر ایمان نہ لانا ہے، بے حیائی یا بے عفتی نہیں ہے۔ اس خیانت کی وجہ سے وہ دونوں جہنم کی مستحق قرار پائیں اور نبی سے نسبت انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکی۔

دوسری مثال حضرت آسیہؓ زوجہ فرعون اور حضرت مریم علیہا السلام مادر جناب عیسیٰ علیہ السلام کی بیان کی گئی ہے۔ یہ مثال ایمان والوں کے لیے بیان ہوئی ہے کہ ایک خاتون فرعون جیسے طاغوت کی بیوی ہونے اور کفر کے ستون سے نسبت ہونے کے باوجود دائرۂ ایمان میں داخل ہو جاتی ہے اور اللہ سے جنت میں اپنے لئے ایک گھر کی درخواست کرتی ہے اور آیت کے انداز بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعا قبول ہوئی جس طرح فرعون سے نجات کی دعا قبول ہوئی۔ حضرت مریم علیہا السلام نے اپنی عفت و پاکدامنی کی حفاظت کی تو پروردگار عالم نے قرآن مجید میں تیس سے زائد مرتبہ ان کا ذکر فرمایا۔ وہ عفت کے اس اعلیٰ درجہ پر فائز تھیں کہ وہ پروردگار عالم کے ایک اولوالعزم رسول کی والدہ گرامی ہونے کا شرف حاصل ہوا اور وہ ایسی فرمانبردار ہستی تھیں جس نے اپنی تمام زندگی اطاعت الٰہی میں بسر کی (۱)۔

اہل سنت کے مشہور مفسر قرآن علامہ فخر الدین رازی "تفسیر کبیر" میں ان آیات کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ "ان مثالوں میں دونوں امہات المومنین حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ کی طرف تعریض و اشارہ ہے اور یہ ان دونوں سے سرزد ہونے والی کوتاہی کی نہایت سنگین اور شدید طریقے سے تنبیہ ہے چونکہ مثال میں کفر کا ذکر ہے۔"

فضائل و خصوصیات:

خالص توبہ کی توفیق: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكَ أَعْطَاهُ اللهُ تَوْبَةً نَصُوحًا (۲)

جو شخص سورۂ تحریم کی تلاوت کرے گا اللہ اسے خالص توبہ کی توفیق عطا کرے گا (جس کے بعد گناہ کا تصور بھی نہ رہ جائے)۔

رسول خدا کے ساتھ مخصوص سورے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الطَّلَاقِ وَالتَّحْرِيمِ فِي فَرَائِضِهِ أَعَاذَهُ اللهُ مِنْ أَنْ يَكُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِمَّنْ يَخَافُ أَوْ يَحْزَنُ وَ

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۲

عُوفِيَ مِنَ النَّارِ وَ اَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِتِلَاوَتِهِ اِيَّاهُمَا وَ مُحَافَظَتِهِ عَلَيْهِمَا لِاَنَّهُمَا لِلنَّبِيِّ [1]

جو شخص سورۂ طلاق و تحریم کو واجب نماز میں پڑھے گا، خدا اسے قیامت میں خوف و ہراس سے پناہ دے گا اور جہنم کی آگ سے رہائی بخشے گا اور اسے ان سوروں کی تلاوت اور انہیں باقاعدگی سے پڑھنے پر جنت میں داخل کرے گا کیونکہ یہ دونوں سورے پیغمبر کے ساتھ مخصوص ہیں۔

☆☆☆☆☆

---

[1]۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۴۸

سورۂ ملک کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ ملک

الفاظ	حروف	رکوع	آیات	مقام نزول	ترتیب نزول	موجودہ ترتیب	پارہ نمبر	نام سورہ
335	1388	02	30	مکہ مکرمہ	77	67	29	ملک

☆ **سورۂ ملک** موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا سڑسٹھواں (۶۷) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے ستتر واں (۷۷) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کو پہلی آیت میں موجود لفظ کی وجہ سے ''سورۂ ملک'' کہا گیا ہے۔ عربی میں ''ملک'' حکومت و بادشاہت کو کہا جاتا ہے۔

اس سورے کے دوسرے ناموں میں ''سورۂ منجیہ'' یعنی نجات بخشنے والی، ''سورۂ واقیہ یا نافعہ'' ہے کیونکہ یہ سورہ اپنے تلاوت کرنے والے کو عذاب الٰہی یا عذاب قبر سے محفوظ رکھتا ہے(۱)۔ ایک نام ''سورۂ تبارک'' بھی بیان ہوا ہے(۲)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ سلطنت پروردگار کا منظم و محکم ہونا	۲۔ موت و حیات کی خلقت کا مقصد
۳۔ کفر کے ہولناک نتائج سے خبردار!	۴۔ پروردگار عالم کا مخلوق کے امور سے بے خبر نہ ہونا
۵۔ نظام کائنات پر غور و فکر کی دعوت	۶۔ بارگاہ خدا میں ہر مخلوق کی حاضری کا لازمی ہونا
۷۔ کفار کی باتوں کا جواب	۸۔ ایک سوال کے ذریعے کفار مکہ کو دعوت فکر
۹۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

سلطنت پروردگار کا منظم و محکم ہونا

☆ آیت ۱ سے ۵ تک میں انسان کو احساس دلایا گیا ہے کہ وہ جس کائنات میں رہتا ہے وہ ایک انتہائی منظم اور محکم

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۴، ص ۲۷۱

۲۔ تسکین روح، ص ۳۳۶

سلطنت ہے جس میں ڈھونڈے سے بھی کوئی عیب یا نقص یا خلل تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ اس سلطنت کو عدم سے وجود میں بھی اللہ تعالیٰ ہی لایا ہے اور اس کی تدبیر و انتظام اور فرمانروائی کے تمام اختیارات بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں اور اس کی قدرت لامحدود ہے۔

موت وحیات کی خلقت کا مقصد

اس کے ساتھ انسان کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس انتہائی حکیمانہ نظام میں وہ بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہاں اسے امتحان کے لیے بھیجا گیا ہے اور اس امتحان میں وہ اپنے حسنِ عمل ہی سے کامیاب ہو سکتا ہے۔

نگاہِ پروردگار میں کثرتِ عمل معیار نہیں ہے بلکہ حسنِ عمل معیار ہے، انسان کثرتِ عمل بہت آسانی سے پیدا کر سکتا ہے لیکن حسنِ عمل بہت مشکل کام ہے، اس لئے کہ کثرتِ عمل کا تعلق تکرارِ عمل سے ہے اور حسنِ عمل کا تعلق اخلاصِ عمل سے ہے اور اخلاصِ عمل پیدا کرنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں لیکن اگر اخلاصِ عمل پیدا ہو جائے تو ایک ضربت بھی ثقلین کی عبادت سے افضل ہو سکتی ہے۔(۱)

کفر کے ہولناک نتائج سے خبردار!

☆ آیت ۶ سے ۱۱ تک میں کفر کے ان ہولناک نتائج کو بیان کیا گیا ہے جو آخرت میں سامنے آنے والے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءؑ کو بھیج کر تمہیں اسی دنیا میں ان نتائج سے خبردار کر دیا ہے۔ اب اگر یہاں تم انبیاءؑ کی بات نہیں مانو گے تو آخرت میں تمہیں خود اعتراف کرنا پڑے گا کہ جو سزا تم کو دی جا رہی ہے درحقیقت تم اُس کے مستحق ہو۔

ان نتائج کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ انسان کے انجام کا دارومدار اس کی عقل اور بصیرت پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب اہل بیتؑ نے عقل کی اہمیت پر کافی زور دیا ہے۔ روایات کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے عقل، دین اور حیا میں سے عقل کا انتخاب کیا تو دین و حیا دونوں ساتھ آ گئے کیونکہ ان دونوں کا عقل سے الگ رہنا ممکن نہیں ہے۔

پروردگارِ عالم کا مخلوق کے امور سے بے خبر نہ ہونا

☆ آیت ۱۲ سے ۱۴ تک میں یہ حقیقت ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ خالق اپنی مخلوق سے بے خبر نہیں ہو سکتا۔ وہ مخلوق

۱۔ انوار القرآن، ص ۱۳۱

کی ہر کھلی اور چھپی بات، یہاں تک کہ دل کے خیالات تک سے واقف ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ خدا کی باز پرس سے ڈر کر برائی سے بچے، خواہ دنیا میں کوئی طاقت اُس پر گرفت کرنے والی ہو یا نہ ہو اور دنیا میں اس سے کسی نقصان کا امکان ہو یا نہ ہو۔ یہ طرزِ عمل جو لوگ اختیار کریں گے وہی آخرت میں بخشش اور اجرِ عظیم کے مستحق ہوں گے۔

نظامِ کائنات پر غور و فکر کی دعوت

☆ آیت ۱۵ سے ۲۳ تک میں ان حقیقتوں کی طرف مختلف اشارے کر کے اُن کے بارے میں سوچنے کی دعوت دی گئی ہے جنھیں انسان دنیا کے معمولات سمجھ کر قابلِ توجہ شمار نہیں کرتا۔ ارشاد رب العزت ہو رہا ہے کہ اس زمین کو دیکھو جس پر تم اطمینان سے چل پھر رہے ہو اور جس سے اپنا رزق حاصل کر رہے ہو، خدا ہی نے اسے تمہارے تابع کر رکھا ہے، ورنہ کسی وقت بھی اس زمین میں ایسا زلزلہ آسکتا ہے کہ تم خاک مل جاؤ یا ہوا کا ایسا طوفان آسکتا ہے جو تمھیں تہس نہس کر کے رکھ دے۔ اپنے اوپر اڑنے والے پرندوں کو دیکھو، خدا ہی تو ہے جو انہیں فضا میں تھامے ہوئے ہے۔ اپنے تمام ذرائع، وسائل اور فوج پر نگاہ ڈال کر دیکھو کہ کیا وہ خدا کے مقابلے میں تمہاری مدد کر سکتے ہیں؟ خدا اگر تمھیں عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو کون تمھیں اس سے بچا سکتا ہے اور خدا اگر تمہارے لئے رزق کے دروازے بند کر دے تو کون انہیں کھول سکتا ہے؟ یہ ساری چیزیں تمھیں حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے موجود ہیں مگر ان چیزوں کی طرف تم حیوانات کی طرح دیکھتے ہو جو مشاہدات سے نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اور اس سماعت و بینائی اور اس عقل سے کام نہیں لیتے جو انسان ہونے کی حیثیت سے خدا نے تمھیں دیئے ہیں، اسی وجہ سے راہِ راست تمھیں نظر نہیں آتی۔

ان آیات پر غور کریں تو عقل و شعور رکھنے والا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ پیغامِ ہدایت کو سننے والا کان اور بیدار عقل کا نہ ہونا، دھوکہ، فریب، ہٹ دھرمی، سرکشی اور حق سے دوری اختیار کرنا وہ اہم ترین عوامل ہیں جو دوزخیوں کو دوزخ کی طرف کھینچ کر لے جائیں گے اور یہی عوامل انسان کی بدبختی اور گمراہی کا سبب بن جاتے ہیں۔

بارگاہ خدا میں ہر مخلوق کی حاضری کا لازمی ہونا

☆ آیت ۲۴ سے ۲۷ تک میں بتایا گیا ہے کہ آخر کار تمھیں لازماً اپنے خدا کے حضور حاضر ہونا ہے۔ نبی کا کام یہ نہیں ہے کہ تمھیں اُس کے آنے کا وقت اور تاریخ بتائے۔ اس کا کام بس یہ ہے کہ تمھیں اُس آنے والے وقت سے

پیشگی خبردار کر دے۔ تم آج اُس کی بات نہیں مانتے ہو اور مطالبہ کرتے ہو کہ وعدہ کب پورا ہو گا؟ مگر جب وعدے کا دن آئے گا اور تم آنکھوں سے اسے دیکھ لو گے تو تمہارے ہوش اُڑ جائیں گے۔ اس وقت تم سے کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ چیز جسے جلدی لانے کا تم مطالبہ کر رہے تھے۔

کفار کی باتوں کا جواب

☆ آیت ۲۸ سے ۳۰ تک میں کفار مکہ کی اُن باتوں کا جواب دیا گیا ہے جو وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کے خلاف کرتے تھے۔ مشرکین مکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان کی ہلاکت کیلئے دعائیں مانگتے تھے۔ قرآن مجید کی آیات میں اس کا جواب دیا گیا کہ تمہیں راہ راست کی طرف بلانے والے خواہ ہلاک ہوں یا اللہ اُن پر رحم کرے، اس سے آخر تمہاری قسمت کیسے بدل جائے گی؟ تم اپنی فکر کرو کہ خدا کا عذاب اگر تم پر آجائے تو کون تمہیں بچائے گا؟ جو لوگ خدا پر ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے اُس پر توکل کیا ہے انہیں تم گمراہ سمجھ رہے ہو۔ ایک وقت آئے گا جب یہ بات کھل جائے گی کہ حقیقت میں گمراہ کون تھا۔

ایک سوال کے ذریعے کفار مکہ کو دعوت فکر

اس سورے کے آخر میں لوگوں کے سامنے یہ سوال رکھ دیا گیا ہے اور اسی پر سوچنے کے لیے انہیں چھوڑ دیا گیا ہے کہ عرب کے صحراؤں اور پہاڑی علاقوں میں، جہاں تمہاری زندگی کا سارا انحصار اُس پانی پر ہے جو کسی جگہ زمین سے نکل آتا ہے، وہاں اگر یہ پانی زمین میں اتر کر غائب ہو جائے تو خدا کے سوا کون تمہیں یہ آب حیات لا کر دے سکتا ہے؟

اصول کافی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے تیسویں آیت کی تفسیر کے ذیل میں مروی ہے کہ ''اگر تمہارا امام غائب ہو جائے تو کون ایسا ہے جو تمہارے لئے دوسرا امام لا سکے (۱)۔''

فضائل و خصوصیات:

احیاء شب قدر: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ تَبَارَكَ فَكَأَنَّمَا اَحْيَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ (۲)

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، حافظ فرمان علی، ص ۱۰۱۳

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۳

جو شخص "سورۂ تبارک" کی تلاوت کرے گا گویا اس نے شب قدر جاگ کر اعمال بجالائے۔

امان خدا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ فِي الْمَكْتُوْبَةِ قَبْلَ اَنْ يَنَامَ لَمْ يَزَلْ فِيْ اَمَانِ اللهِ حَتّٰى يُصْبِحَ وَ فِيْ اَمَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ(۱)

جو شخص سونے سے پہلے سورۂ ملک کی تلاوت کرے وہ صبح تک اللہ کی امان میں ہوگا اور قیامت کے دن بھی جنت میں داخل ہونے تک اللہ کی امان میں رہے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ ثواب الاعمال، ص ۱۱۹

سورۂ قلم کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ قلم

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
قلم	29	68	02	مکہ مکرمہ	52	02	1288	301

☆سورۂ قلم موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا اڑسٹھواں (۶۸) اور ترتیب نزول کے لحاظ سے دوسرا (۲) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس کا نام قلم رکھا گیا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔قلم کے ذریعہ قسم کا بیان	۲۔ذات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجسّم اخلاق
۳۔رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانے والوں کی پیروی نہ کرنے کا حکم	۴۔دولت کے نشے میں آیات الٰہی کو جھٹلانے والوں کی مذمت
۵۔جھٹلانے والوں کی قبیح صفات کی تصویر کشی	۶۔ولید ابن مغیرہ کی مذمت
۷۔کفار کی خام خیالی کا رد	۸۔مجرمین کو مہلت دینے کی حکمت
۹۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر کی تلقین	۱۰۔نظر بد سے بچاؤ کی ترکیب
۱۱۔فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

قلم کے ذریعہ قسم کا بیان

☆اس سورے کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم کھائی ہے اسی مناسبت سے اسے ''سورۂ قلم'' کہا گیا ہے۔ آغاز وحی یعنی سورۂ علق میں اللہ تعالیٰ نے قلم کو تعلیم کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اس سورے میں اس کے ذریعہ قسم کھائی ہے۔ اس سے انسان کی کامیابی میں قلم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

☆اس سورہ کے شان نزول کے بارے میں ''تفسیر نمونہ'' میں ایک حدیث بیان ہوئی ہے۔ ذیل میں ہم تفسیر نمونہ کی اسی

عبارت کو نقل کرتے ہیں: ''ایک مستند حدیث میں آیا ہے کہ جس وقت قریش نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کو دوسروں پر ترجیح دیتے اور ان کی تعظیم اور احترام کرتے ہیں تو انہوں نے امام علی علیہ السلام کی مذمت شروع کر دی اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا دیوانہ اور اس پر فریفتہ ہو گیا ہے۔ اس موقع پر خداوند عالم نے ''ن والقلم'' نازل فرمایا اور قسم کھا کر کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو دیوانہ اور مجنون نہیں ہے اور انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ دیوانہ اور مجنون کون ہے، یہاں تک فرمایا، خدا ان لوگوں کو بھی جانتا ہے جو گمراہ ہو گئے ہیں (یہ قریش کے اس گروہ کی طرف اشارہ ہے جو یہ باتیں کرتے تھے) اور خدا ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی بہتر طور پر جانتا ہے۔ (یہ امام علی علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے) (۱)۔''

ذات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجسّم اخلاق ہونا

☆ آیت ۴ کے مطابق اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجسّم اخلاق بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ مجھے اخلاق کو مکمل کرنے کیلئے بھیجا گیا ہے (۲)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی عظیم اخلاق کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں انتہائی نامناسب جسارت ہوتی تھی پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام جسارتوں کے مقابلہ میں ہمیشہ رحم و درگزر سے کام لیا جس کی مثالیں تاریخ کی تفصیلی کتابوں میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازش کرنے والوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچانے والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن عام معافی کا اعلان کر کے پروردگار عالم کے اس قول کی حقیقی تفسیر واضح کر دی کہ ''اے رسول! آپ اخلاق کے بلند ترین کے درجے پر فائز ہیں''۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلانے والوں کی پیروی نہ کرنے کا حکم

☆ آیت ۸ اور ۹ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکذبین کی پیروی نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے موقف میں لچک پیدا کریں تو وہ بھی اپنے موقف میں لچک پیدا کریں گے۔ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے توحیدی موقف میں کچھ لچک پیدا کر کے بتوں کے خلاف باتیں کرنا بند کر دیں، ان بتوں کو بے حس، بے شعور نہ کہیں، یہ نہ کہیں کہ یہ اصنام کسی قسم کا نفع و نقصان نہیں دے سکتے، یہ نہ کہیں کہ یہ اصنام تمہاری شفاعت نہیں کر سکیں گے تو ہم بھی آپ کے رب کے بارے میں نرم موقف اختیار کریں گے۔ خداوند عالم نے اپنے رسول کو آگاہ کر دیا کہ یہ جو

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۴، ص ۳۲۲

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۱۱، ص ۱۸۷

کچھ کہتے ہیں آپ ﷺ ان کی باتوں کو قبول نہ کریں کیونکہ خدا جانتا ہے کہ کون راہ ہدایت سے بھٹکا ہوا ہے اور کون ہدایت کے راستے پر ہے۔ خداوند عالم اس طرح اپنے رسول ﷺ کو اطمینان دلاتا ہے کہ وہ اور ان کے تمام ساتھی ہدایت کے راستے پر ہیں اور آپ ﷺ کے دشمن گمراہی کی راہ پر ہیں۔

مفسرین نے نقل کیا ہے کہ یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب مکہ کے سرداروں نے رسول خدا ﷺ کو اپنے بزرگوں کے دین، شرک اور بت پرستی کی دعوت دی تو خدا نے آپ ﷺ کو ان کی اطاعت سے منع کیا(۱)۔ بعض لوگوں نے یہ نقل کیا ہے کہ مشرکین کے بہت بڑے سردار ولید ابن مغیرہ نے بہت زیادہ مال رسول خدا ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور قسم کھائی کہ اگر آپ اپنے دین سے منحرف ہو جائیں تو یہ سارا مال آپ ﷺ کو دے دوں گا(۲)۔

دولت کے نشے میں آیات الٰہی کو جھٹلانے والوں کی مذمت

☆ آیت ۱۰ سے ۱۵ تک میں ایسے دولت مند شخص کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں جو دولت کے نشہ میں مست ہو کر آیات الٰہی کی تکذیب کرتا ہے اور آیات الٰہی کو قصہ پارینہ (گزری کہانیاں) کہتا ہے۔ رسول خدا ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے پروردگار عالم نے ایک عام دستور دیا کہ کوئی بھی شخص ایسے اوصاف کے حامل افراد کی کبھی بھی پیروی نہ کرے کیونکہ قرآن کا طرز خطاب یہ ہے کہ بعض مطالب کو اپنے رسول ﷺ سے خطاب کر کے ارشاد فرماتا ہے اور امت کو سمجھانا مقصود ہوتا ہے۔

جھٹلانے والوں کی قبیح صفات کی تصویر کشی

بعض روایات میں آیا ہے کہ ان اوصاف کا حامل شخص ولید ابن مغیرہ تھا اور یہ آیات اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ وہ صفات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ **حَلَّافٍ**: ایسے شخص کی باتوں میں نہ آئیں جو زیادہ قسمیں کھاتا ہو، جس کی باتوں میں حقیقت نہیں ہوتی۔ ایسا شخص اپنے وجود میں سچائی کا فقدان محسوس کرتا ہے اور احساس کمتری کا شکار ہوتا ہے۔ اسی کمی کو قسم کے ذریعہ ختم کرنا چاہتا ہے۔

۲۔ **مَّهِينٍ**: بے وقار شخص کی باتوں میں نہ آئیں کیونکہ اپنی قدر و قیمت کی پہچان نہ رکھنے والے انسان کو جھوٹ بولنے میں کوئی سبکی محسوس نہیں ہوتی۔ اگر اس کا جھوٹ واضح بھی ہو جائے تب بھی اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۱۔ تفسیر کبیر، فخر رازی، ج ۳۰، ص ۸۵، بحوالہ تفسیر نمونہ ج ۲۴، ص ۲۳۱

۲۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۰، ص ۶۷۱۰، بحوالہ تفسیر نمونہ ج ۲۴، ص ۲۳۲

۳۔ هَمَّازٍ: عیب جوئی کرنے والے کی باتوں میں نہ آئیں کیونکہ جو شخص دوسروں کی عیب جوئی میں لگا رہتا ہے وہ اپنے عیوب ونقائص سے بے خبر ہوتا ہے۔ ایسا شخص جب بات کرتا ہے تو اس کی بات حقائق پر مبنی نہیں ہوتی۔

۴۔ مَشَّآءٍ بِنَمِيمٍ: چغل خور کی باتوں میں نہ آئیں۔ رسول خدا ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "کیا میں تمہیں بتادوں کہ تم میں سے بدتر آدمی کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: فرمائیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تو فرمایا: تم میں بدتر شخص وہ ہے جو چغل خوری میں دوڑ دھوپ کرتا ہے اور دوستوں میں جدائی ڈالتا ہے(۱)۔"

۵۔ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ: ایسے شخص کی باتوں میں نہ آئیں جو نیکی اور بھلائی سے روکنے والا ہے۔ ایسا شخص توفیق خداوندی سے محروم اور بخیل ہے جسے خود تو توفیق نہیں ہوتی بلکہ وہ خیرات کرنے والے لوگوں کو بھی مختلف طریقوں سے روکتا ہے۔

۶۔ مُعْتَدٍ: خداوند عالم کی حدود وقوانین کی رعایت نہ کرنے والوں کی باتوں میں نہ آئیں کیونکہ وہ ایسا شخص ہے جو دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ اس کی بات ماننے کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ انسان خود بھی اس کے راستہ پر چل نکلے گا۔

۷۔ أَثِيمٍ: بدکردار کی باتوں میں بھی نہ آئیں۔ بدکردار شخص انسانی قدروں سے نا آشنا ہوتا ہے۔ اسی لئے اسے بدکرداری بری نہیں لگتی۔ اگر آپ اس کی باتوں میں آئیں گے تو وہ آپ کے سامنے بری باتوں کو خوبصورت بنا کر پیش کرے گا اور اچھے کردار کی تعریف نہیں کرے گا۔

۸۔ عُتُلٍّ: بدخو اور بدمزاج شخص کی باتوں سے پرہیز کریں۔ "عتل" ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو کینہ پرور، بدمزاج بے حیا اور بد خلق ہو(۲)۔

۹۔ زَنِيمٍ: بدذات کی باتوں میں نہ آئیں۔ "زنیم" ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جس کا حسب ونسب واضح نہ ہو۔

خلاصہ یہ کہ یہاں خدا نے مکذبین کی قبیح صفات اور اخلاقِ رذیلہ (پست اخلاق) کی ایسی تصویر کشی کی ہے کہ شاید پورے قرآن میں اس کی مثل ونظیر نہ ہو۔ اللہ یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ اسلام وقرآن کے مخالفین اور پیغمبر کی ذات کے مخالفین خود کس قسم کے لوگ تھے۔ اس قسم کے افراد کے علاوہ کسی دوسرے سے اس قسم کے عظیم مصلح اور اعلیٰ اخلاق کے حامل فرد کی مخالفت

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۲۲۵

۲۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۴، ص ۳۳۳

کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ یہ صفات ایسی ہیں جو انسان کو خدا سے دور کر دیتی ہیں، بدبختی کے گڑھے میں گرادیتی ہیں اور ان سے سچے مومنین کو بچ کے رہنا چاہیے اسی لئے اسلامی روایات میں ان بری صفات سے بچے رہنے کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے۔

ولید ابن مغیرہ کی مذمت

☆ آیت ۱۷ سے ۳۳ تک کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ولید ابن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں کیونکہ اس نے دولت کے نشے میں مست ہو کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑایا تھا۔ اس وقت اللہ نے فرمایا کہ ہم ایسے افراد کا پہلے بھی امتحان لے چکے ہیں جب ان کے اندر اپنے باغات کی وجہ سے غرور پیدا ہو گیا تھا اور انہوں نے اپنے مال میں غریبوں کو شامل کرنا چھوڑ دیا تھا تو ہم نے راتوں رات ان کے باغات کو جلا کر ختم کر دیا۔ ان آیات مجیدہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ قسمیں کھانے والا شخص اپنے وجود میں سچائی کی کمی محسوس کرتا ہے اور قسموں کے ذریعہ اس کی تلافی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اب اس بات کو مزید بہتر انداز میں سمجھنے کے لئے کہ قرآن مجید سابقہ امتوں کے واقعات کے ذریعے عبرت حاصل کرنے کا درس دے رہا ہے، ہم یہاں پر باغ والوں کے واقعہ کو مختصراً بیان کرتے ہیں۔

ایک شخص بڑا نیک اور سخی تھا، اس کا ایک باغ تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے حق کو ہمیشہ ادا کرتا تھا۔ اس باغ کی پیداوار میں سے اپنے بال بچوں اور باغ کے خرچ کو نکال کر باقی پیداوار کو اللہ تعالیٰ کی راہ پر خرچ کر ڈالتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے مال میں بڑی برکت دے رکھی تھی۔

اس کے انتقال کے بعد جب اس باغ کی وارث اس کی اولاد ہوئی، انہوں نے باپ کے اس خرچ کا حساب کیا تو بہت زیادہ ٹھہرا۔ ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ حقیقت میں ہمارا باپ بڑا ہی بے وقوف اور نادان تھا جو اتنی بڑی رقم مفت خوروں، غریبوں اور مسکینوں میں بلا وجہ دے دیا کرتا تھا لہٰذا ہم ان غریبوں کے حق کو روکیں گے اور ان کو کچھ نہیں دیں گے، اس وقت وہ ہمارے پاس بہت مال جمع ہو جائے گا اور ہم سب مال دار ہو جائیں گے۔

جب یہ مشورہ کر چکے اور باغ کے پھل پک گئے اور کھیتی تیار ہوگئی تو رات کو ان لوگوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے، رات کے وقت جائیں گے اور رات کو ہی پھل توڑ کر لائیں گے تاکہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ باغ کی طرف پھل توڑنے کیلئے جاتے وقت ایک دوسرے کو جگائیں گے اور چپکے چپکے دبے پاؤں چلیں گے تاکہ غریبوں کو خبر نہ ہونے پائے کہ آج پھل توڑنے کا دن ہے ورنہ اپنے باپ کے دستور کے مطابق مجبوراً کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑے گا۔

آخر باغ کی طرف جانے کا وقت آپہنچا اور یہ سب منصوبے بنا کر کانا پھوسی کرتے ہوئے باغ کی طرف چلے۔

ادھر اُن کے پہنچنے سے پہلے ہی اس باغ پر اللہ کا عذاب آیا اور آگ نے جلا کر اسے خاکستر کر دیا۔ وہاں کوئی درخت رہا اور نہ سرسبز لہلہلاتی کھیتیاں رہیں اور نہ پھل پھول رہے، راکھ کے جلتے جھلستے ڈھیروں کے سوا کچھ نہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی یہاں باغ تھا ہی نہیں۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے اور یہ ماجرا دیکھا تو ہکا بکا رہ گئے اور حیران و پریشان ہوئے۔ پھر آپس میں کہنے لگے کہ ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ پھر نشانات دیکھ کر سمجھ گئے اور کہنے لگے کہ ہماری بدنیتی اور بخیلی کے سبب یہ برے نتائج نکلے ہیں۔ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو ملامت کرتے ہیں۔ (۱)

یہ آیات دور حاضر کے ابن مغیرہ صفت افراد کے لئے بھی تنبیہ ہے جو دولت کے نشہ میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔ پروردگار عالم نے واضح کر دیا ہے کہ ہم جس وقت چاہیں ساری نعمتیں واپس لے سکتے ہیں اور یہ سارا مال و دولت تم سے چھین سکتے ہیں۔ یاد رکھو کہ برے انجام کے آنے میں دیر نہیں لگتی، اس وقت کوئی غرور کام آنے والا نہیں ہے اور سارا مال انسان کی جان کے لئے وبال بن جائے گا۔

کفار کی خام خیالی کا رد

☆ آیت ۳۵ سے ۴۱ تک میں کفار کی خام خیالی کو رد کیا گیا ہے جو وہ قیامت کے حوالے سے رکھتے تھے۔ اولاً تو وہ لوگ قیامت کے وجود کو ہی تسلیم نہیں کرتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ ان کا کہنا یہ تھا کہ بالفرض اگر قیامت واقع ہو جائے تو اس دن بھی ہم ہی کامیاب ہوں گے جیسے کہ دنیا میں ہم صاحب مال و ثروت ہیں اور مسلمان اس دن بھی ذلیل و رسوا ہوں گے جس طرح وہ دنیا میں ہیں۔ یہ باتیں سادہ لوح مسلمانوں کے عقیدہ و ایمان میں اضطراب پیدا کرنے کا سبب بن سکتی تھیں۔ اس لئے ان آیات میں اس نظریہ کے رد میں پوری وضاحت فرمائی۔

پروردگار عالم نے سوالیہ انداز میں ان کے نظریات کو رد کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تمہارے اعتقادات و نظریات کا ماخذ اور سند کیا ہے؟ کیا کوئی آسمانی کتاب و سند موجود ہے جس میں تمہارے پسند کے عقائد موجود ہوں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی ایسا معاہدہ ہوا ہے کہ اس معاہدے کے تحت تمہارے لئے وہی عقائد قابل قبول ہوں جن کا تم نے خود فیصلہ کیا ہے یعنی عقائد کا فیصلہ کرنے کا حق کیا اللہ نے تمہیں دیا ہے کہ تم جو عقائد اپنے لئے اختیار کرو وہی درست ہوں گے؟

تیسرا سوال یہ ہے کہ قیامت کے دن جس برابری کا تم دعویٰ کرتے ہو تو تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو اس بات کی ذمہ

۱۔ تفسیر ابن کثیر ج ۵، تفسیر آیات مورد بحث

داری لے اور ضمانت دے؟ اس قسم کے اختیار کا مالک اگر تم میں موجود ہو تو وہ اس کی سند پیش کرے۔
چوتھا سوال یہ ہے کہ اس برابری کے لئے اگر کوئی ایسے شریک کار ہیں تو انہیں آگے لے آؤ اور ان کی نشاندہی کرو؟
ان آیات سے یہ نتیجہ نکلا کہ مشرکین کو اپنے اس مدعا کو ثابت کرنے کے لئے کہ وہ مومنین کے مساوی بلکہ ان سے افضل ہیں چار میں سے کسی ایک دلیل کے ساتھ متمسک ہونا پڑے گا۔ یعنی یا عقل سے کوئی دلیل، یا آسمانی کتابوں میں سے کوئی کتاب، یا خدا کی طرف سے کوئی عہد و پیمان، یا شفاعت کرنے والوں کی شفاعت اور گواہوں کی گواہی۔ چونکہ ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے اس بنا پر مذکورہ دعویٰ کلی طور پر بے بنیاد اور بے قدر و قیمت ہے۔

مجرمین کو مہلت دینے کی حکمت

☆ آیت ۴۴ اور ۴۵ کے مطابق حکم خدا کو جھٹلانے والے مجرموں پر فوری طور پر عذاب نازل نہیں کیا جاتا بلکہ انہیں مہلت دی جاتی ہے، اگر وہ ہدایت خداوندی کو قبول کرنے پر آمادہ ہیں تو یہ ڈھیل اور مہلت ان کے لئے باعث رحمت ہے اور اگر قابل ہدایت نہیں ہیں تو یہ ڈھیل ان کے عذاب میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر کی تلقین

☆ آیت ۴۸ سے ۵۰ تک میں پروردگار عالم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر کی تلقین فرماتے ہیں کہ آپ مشرکین کی ایذا رسانیوں پر صبر کرتے رہیں اور حضرت یونس کی طرح بے صبری سے کام نہ لیں جنہوں نے اللہ کا فیصلہ آنے تک صبر سے کام نہیں لیا جس کے نتیجہ میں وہ مچھلی کے پیٹ میں پہنچ گئے، اگر پروردگار عالم کی رحمت ان کے شامل حال نہ ہوتی تو وہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے مگر پروردگار عالم نے انہیں برگزیدہ قرار دیا اور صالحین میں شامل کیا (اور مچھلی کے پیٹ کے اندر توبہ و استغفار کرنے کی وجہ سے رحمت خدا ان کے شامل حال ہوئی)۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی بے صبری سرزد ہو رہی تھی یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم کے خلاف بددعا کی تھی اور عذاب کے طلب کرنے میں عجلت سے کام لیا تھا۔ اس کے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوم کی طرف سے پہنچائی جانے والی اذیتوں پر دست مبارک دعا کے لئے بلند کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اے اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما۔ یہ جانتے نہیں ہیں[1]۔" یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ منکرین اور مکذبین کی طرف سے آپ کے لئے ایک صبر آزما اذیت اور تکلیف کا مقام ہے لہٰذا آپ صبر سے اس سخت مرحلے کو گزاریں۔

۱۔ مجمع البیان، ج ۱۰، ص ۳۴۱۔

نظر بد سے بچاؤ کی ترکیب

☆ آیت ۵۱ میں رسول خدا ﷺ کو مشرکین کی نظر بد سے بچانے کا تذکرہ ہے اور روایات کے مطابق اس آیت کی تلاوت کرنے سے انسان نظر بد سے محفوظ رہتا ہے۔ واضح رہے کہ نظر بد ایک حقیقت ہے اور اس کا توڑ تعویذ کے ذریعے بھی ایک حقیقت ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں بیان ہوا ہے کہ ''اسماء بنت عمیس'' نے پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: جعفر کے بچوں کو نظر لگ جاتی ہے، کیا میں ان کے لئے ''رقیہ'' لے لوں؟ (''رقیہ'' اس دعا کو کہتے ہیں جو نظر لگنے سے روکنے کے لئے لکھی جاتی ہے اور اس کا تعویذ بنایا جاتا ہے) تو پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی چیز قضا و قدر پر سبقت لینے والی ہوتی تو وہ نظر بد ہوتی (۱)۔''

نظر بد کی حقیقت اور اس کی تاثیر کو قبول کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ شریعت کے خلاف کام انجام دیئے جائیں جیسا کہ آج کے زمانہ میں بہت سے لوگ نظر بد سے بچنے کے لئے بہت ہی بے ہودہ اور عامیانہ اعمال، ٹونے ٹوٹکے وغیرہ کی پناہ لیتے ہیں۔

فضائل وخصوصیات:

حُسنِ اخلاق والوں کا ثواب: رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ نٓ وَالْقَلَمِ اَعْطَاهُ اللّٰهُ ثَوَابَ الَّذِيْنَ حَسَّنَ اَخْلَاقَهُمْ (۲)

جو شخص سورہ ''ن والقلم'' کی تلاوت کرے گا، خدا اس کو ان لوگوں کا ثواب دے گا جو حُسن اخلاق کے حامل ہیں۔

فقر سے نجات: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ نٓ وَالْقَلَمِ فِيْ فَرِيْضَتِهٖ اَوْ نَافِلَتِهٖ اٰمَنَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ اَنْ يُصِيْبَهٗ فَقْرٌ اَبَدًا (۳)

جو شخص واجب یا مستحب نماز میں سورۂ قلم کی تلاوت کرے گا اللہ اسے ہمیشہ کے لئے فقر سے نجات دے گا۔

☆☆☆☆☆
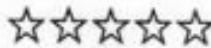
۱۔ مجمع البیان، ج ۱۰، ص ۳۴۱۔

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۳

۳۔ بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۳۷

سورۂ حاقہ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ حاقہ

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
حاقہ	29	69	78	مکہ مکرمہ	25	02	1133	561

☆ سورۂ حاقہ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا انہترواں (۶۹) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اٹھترواں (۷۸) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس سورے کا نام ''سورۂ حاقہ'' رکھا گیا ہے اور عربی میں حاقہ یقینی پیش آنے والی چیز کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قیامت کے واقع ہونے کا یقینی اور حتمی ہونا	۲۔ قیامت کو جھٹلانے والی بعض سرکش اقوام کا انجام
۳۔ حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت کا بیان	۴۔ وقوع قیامت کی کیفیت
۵۔ اصحاب یمین اور ان کو ملنے والی نعمتوں کا بیان	۶۔ اصحاب شمال اور ان کو ملنے والی سزاؤں کا بیان
۷۔ قرآن مجید کے متن پر اعراب اور حضرت علی علیہ السلام	۸۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شاعر و کاہن نہ ہونا
۹۔ حضرت عمرؓ کا قبول اسلام	۱۰۔ قرآن مجید کی چار صفات
۱۱۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

☆ قرآن مجید میں کئی مقامات پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ایک لفظ ''وَمَآ اَدْرٰىكَ'' استعمال ہوا ہے۔ ان مقامات میں سے ایک مقام یہ سورہ بھی ہے۔ یہ لفظ، ایک ضرب المثل کی طرح ہے جس کے معنی ہیں کہ ''آپ کیا جانیں کہ یہ کیا ہے؟'' اور کسی بھی ضرب المثل کی ترکیب میں تبدیلی نہیں لائی جاتی۔ اس جملہ میں جو ''مَا'' استعمال ہوا ہے وہ استفہامیہ (سوالیہ) ہے جو کسی بھی چیز کی اہمیت اور عظمت بتانے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ بھی

واضح رہے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی ''وَمَآ اَدْرٰىكَ'' کے ذریعہ سوال کیا گیا ہے وہاں اس کا جواب بھی بیان کیا گیا ہے۔

ضرب المثل میں کوئی خاص شخص مراد نہیں ہوتا ہے البتہ اکثر طور پر خطاب ایک شخص کی طرف ہوتا ہے جس میں مقصود مخاطب نہیں ہوتا، اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ مخاطب کو اس کا علم نہیں ہے لہٰذا یہ کہنا کسی بھی صورت درست نہیں ہے کہ رسول اللہ نہیں جانتے تھے اس لئے سوال کیا جارہا ہے۔

قیامت کے واقع ہونے کا یقینی اور حتمی ہونا

☆ آیت ۱ سے ۳ تک میں قیامت کو یقینی قرار دینے کے بعد تین مرتبہ تکرار اس کی عظمت اور ہولناکی کو بیان کرتا ہے یعنی قیامت ایک ایسا دن ہے جس کے وقوع کے بارے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ وقوع قیامت پر تاکید کی وجہ شاید یہ ہو کہ مشرکین مکہ نہ صرف قیامت کے منکر تھے بلکہ اسے ناممکن سمجھتے تھے اور اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ ایسے منکروں کے لئے یہ اسلوب کلام اختیار کیا گیا ہے کہ جس شدومد سے وہ منکر تھے اسی شدومد سے اسے بیان کیا گیا ہے۔

قیامت کو جھٹلانے والی بعض سرکش اقوام کا انجام

☆ آیت ۴ سے ۱۲ تک میں بعض ایسی اقوام کا تذکرہ ہے جنہوں نے قیامت کے دن (یا دنیا میں عذاب الٰہی کے نزول) کا انکار کیا۔ ان اقوام کی سرنوشت کو بیان کرنے کے بعد اس ان اقوام کے واقعات کو بیان کرنے کا مقصد بھی بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات میں مندرجہ ذیل اقوام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

قوم ثمود: قوم ثمود کو ایک چنگھاڑ کے ذریعہ ہلاک کیا گیا۔ قوم ثمود وہ قوم تھی جس کی طرف حضرت صالح مبعوث ہوئے۔ ان کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر ایک ایسی بجلی مسلط کی گئی جس نے چند لمحوں کے اندر سب کچھ تہس نہس کر دیا۔ ان کے تفصیلی واقعات کے لئے ''سورۂ ہود'' کی طرف رجوع فرمائیں۔

قوم عاد: قوم عاد سرزمین یمن میں آباد تھی، ان کے قد وقامت طویل، بدن قوی، شہر آباد، زمینیں سرسبز اور ہرے بھرے باغات تھے۔ ان کے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام تھے۔ اس قوم نے بھی اپنے نبی کی تکذیب کی تو خدا نے ایک تیز و

سرکش، سرد اور زہریلی ہوا کے ذریعہ ان کو نیست و نابود کر دیا۔ یہ ہوا سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلسل ان کی آبادیوں کی بنیادیں اکھاڑتی رہی اور پوری قوم منہ کے بل گر پڑی۔ ان کے واقعات بھی ''سورۂ ہود'' میں بیان کئے جا چکے ہیں۔

قوم لوط: قوم لوط اپنی بدکرداری کی وجہ سے ایک ایسے شدید زلزلہ کے عذاب میں مبتلا ہوئی جس نے ہر چیز کو تہ و بالا کر دیا۔ اسی طرح قوم لوط سے پہلے کی اقوام جیسے قوم شعیب اور قوم نمرود کو بھی اللہ کے رسول کی مخالفت کی وجہ سے شدید عذاب میں گرفتار کیا گیا۔

قوم فرعون: فرعون اور اس کی قوم کی سرکشی جب انتہا کو پہنچ گئی تو دریائے نیل کی موجوں نے ان کی زندگی چھین لی اور وہ سب اسی دریا کے پانی میں غرق ہو گئے۔

قوم نوح: حضرت نوح مسلسل ایک عرصہ تبلیغ دین مصروف رہے مگر قوم نے ہمیشہ آپ کو جھٹلایا اور آپ کا مذاق اڑایا، پس حکم خدا سے آپ علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے۔ ان کے کشتی میں سوار ہوتے ہی پانی میں طغیانی آ گئی اور زمین کے نیچے سے چشمے ابلنے لگے اور آسمان سے تیز بارش ہوئی جس کے نتیجہ میں ہر چیز ڈوب گئی اور تمام لوگ غرق ہو گئے صرف وہی افراد بچے جو حضرت نوح کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔

پروردگار عالم ان اقوام کی سرنوشت کی طرف اشارہ فرمانے کے بعد ان واقعات کو بیان کرنا کا مقصد بیان کر رہے ہیں کہ یہاں ان اقوام کا ذکر اس لئے کیا گیا تا کہ یاددہانی ہو اور محفوظ رکھنے والے کان اس کی حفاظت کر سکیں۔

حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت کا بیان

آیت میں جن حفاظت کرنے والے سمجھدار کانوں کا تذکرہ ہے ان کے بارے میں شیعہ سنی دونوں کے مصادر میں یہ روایت موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: ''میں نے اللہ سے دعا کی ہے اے علی! کہ یہ کان آپ کا ہو۔'' اور علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی بات میں نے سن لی ہو پھر میں اسے بھول گیا ہوں، بھولنا میرے لئے ناممکن ہے[1]۔''

1۔ روح المعانی، تفسیر ذیل آیت ۱۲

وقوعِ قیامت کی کیفیت

☆ آیت ۱۳ سے ۱۸ تک میں وقوعِ قیامت کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے کہ قیامت اس دن واقع ہوگی جب صور پھونکا جائے گا (یہ بات اس سے پہلے بھی بیان ہو چکی ہے کہ اس دنیا کے خاتمے اور دوسرے جہاں کے آغاز پر ایک عظیم آواز سنائی دے گی جس کے بعد دنیا کا خاتمہ ہوگا اور جہانِ ابدی کا آغاز ہوگا) زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، آسمان پھٹ جائے گا اور آسمانی اجرام کے درمیان موجود جذب وکشش کا نظام ڈھیلا پڑ جائے گا۔ عرشِ الٰہی کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے یعنی جب قیامت برپا ہوگی تو اللہ تعالیٰ کا عرش اٹھانے والے آٹھ فرشتے ہوں گے۔ اس دن تمام اولین وآخرین مخلوقات کو بارگاہِ خداوندی میں پیش کیا جائے گا اور کسی کا ذرہ بھر عمل بھی اللہ کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہوگا۔

اصحابِ یمین اور ان کو ملنے والی نعمات کا بیان

☆ آیت ۱۹ سے ۲۴ تک میں قیامت کے دن نجات پانے والے گروہ کا تذکرہ ہے جنھیں قرآن مجید نے ''اصحابِ یمین'' کے نام سے یاد کیا ہے۔ جب ان کا نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ خوشی سے اہلِ محشر کو اپنا نامۂ اعمال دیکھنے کی دعوت دیں گے اور اس میں کوئی ایسا راز نہ ہوگا جو پوشیدہ رکھا جائے گا۔ وہ اسی خوشی کے عالم میں کہیں گے کہ ہمیں یقین تھا کہ ہمیں اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اسی یقین اور پسندیدہ اعمال کی بنا پر وہ ایسی بلند وبالا جنتوں کے مستحق ہوں گے جن کے میوے ان کی دسترس میں ہونگے۔ واضح رہے کہ جنت میں اہلِ جنت کا ارادہ نافذ ہوگا، جونہی وہ کوئی پھل کھانے کا ارادہ کریں گے وہ خود حاضر ہو جائے گا۔ اس وقت ان سے مخاطب ہو کر کہا جائے گا کہ دنیا میں جو اعمالِ صالح تم نے انجام دیئے تھے ان کے بدلے میں آج کھانے پینے کی تمام لذتوں سے فائدہ اٹھاؤ۔

کئی روایات میں بیان ہوا ہے کہ وہ اشخاص جن کے نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، ان سے مراد حضرت علی علیہ السلام یا حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ ہیں (۱)۔

اصحابِ شمال اور ان کو ملنے والی سزاؤں کا بیان

☆ آیت ۲۵ سے ۳۷ تک کی آیات کا تعلق ایسے افراد سے ہے جن کا نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۴، ص ۳۹۲

جنہیں ''اصحاب شمال'' کہا جاتا ہے۔ جب ان کا نامہ اعمال ان کے ہاتھ میں دیا جائے گا تو اس وقت وہ افسوس کرتے ہی رہ جائیں گے کیونکہ یہ وہ افراد تھے جنہوں نے دنیا میں مال و دولت، اقتدار اور طاقت کے نشہ میں مست ہو کر ایمان کو ٹھکرایا، جو مال اسے اللہ نے عطا کیا تھا اسے غریبوں اور مسکینوں پر خرچ نہیں کیا اور نہ کسی کو ان پر خرچ کرنے کی ترغیب دی۔ کفر کے ذریعے یہ لوگ اللہ کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے تھے اور بخل کی وجہ سے وہ مخلوق سے لاتعلق تھے۔

آیات قرآنی کا یہ فقرہ ''نہ ہی مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا'' قابل توجہ ہے کیونکہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کو نہ صرف مسکینوں کا خیال رکھنا چاہیے بلکہ دوسروں کو بھی اس امر کی ترغیب دینی چاہیے۔ ایسے افراد کے بارے میں حکم ہوگا کہ انہیں طوق پہنایا جائے اور جہنم میں تپا دیا جائے اور انہیں ستر ہاتھ لمبی زنجیروں میں جکڑ لیا جائے گا۔

ان مجرموں کو ''ستر ہاتھ کی زنجیر'' میں جکڑنے کی تعبیر ممکن ہے کہ ''کثرت'' کو بیان کرنے کے لئے ہو کیونکہ عربی قوانین کے مطابق ''ستر'' کا عدد ایسے اعداد میں سے ہے جو کثرت (زیادتی) کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ''ستر'' کا عدد ہی مراد ہو۔ بہر حال اس قسم کی زنجیر کو مجرموں کے گرد اس طرح سے لپیٹ دیا جائے گا کہ وہ انہیں سر سے پاؤں تک گھیر لے گی (۱)۔ اسی سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا کہ اس دن ان کا کوئی دوست نہیں ہوگا جو ان کی دل جوئی کرے یا ان کے کام آئے، ان کی غذا پیپ اور خون ہوگی، اس غذا کو کھانے والے خطا کار افراد ہی ہوں گے۔

قرآن مجید کے متن پر اعراب اور حضرت علی علیہ السلام

☆ آیت ۳۷ کے ذیل میں بعض مورخین کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام کے سامنے لفظ ''اَلْخَاطِئُوْنَ'' یعنی (گنہگار) کو ''اَلْخَاطُوْنَ'' یعنی (چلنے والے) پڑھا۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے اپنے شاگرد ابوالاسود دوئلی کو حکم دیا کہ قرآن مجید پر اعراب لگائے تاکہ غیر عرب بھی صحیح تلاوت کرسکیں۔ یاد رہے کہ اس سے پہلے قرآن مجید میں اعراب (زبر، زیر پیش وغیرہ) نہیں لگے ہوئے تھے (۲)۔

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۴، ص ۴۰۱

۲۔ انوار القرآن، ص ۱۱۳۲

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کا شاعر و کاہن نہ ہونا

☆ آیت ۴۰ سے ۴۲ تک کی آیات میں رسول خدا کے شاعر، کاہن ہونے کی تردید کرتے ہوئے قرآن مجید کو رب العالمین کی طرف سے نازل کئے جانے کو بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

ان آیات کے بارے میں کتب اہل سنت میں ایک روایت بیان ہوئی ہے جسے مشہور مفسر قرآن علامہ مودودی نے بھی بیان کیا ہے، ذیل میں علامہ مودودی کی عبارت کا خلاصہ بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

''مسند احمد میں حضرت عمرؓ کی روایت ہے کہ اسلام سے پہلے ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستانے کے لئے گھر سے نکلا مگر آپ مجھ سے پہلے مسجد الحرام میں داخل ہو چکے تھے۔ میں پہنچا تو آپ نماز میں سورۃ الحاقہ پڑھ رہے تھے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور سننے لگا۔ قرآن کی شانِ کلام پر میں حیران ہو رہا تھا کہ میرے دل میں یکا یک خیال آیا کہ یہ شخص ضرور شاعر ہے جیسا کہ قریش کہتے ہیں۔ فوراً ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے "یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے کسی شاعر کا قول نہیں ہے"۔ میں نے اپنے دل میں کہا شاعر نہیں تو پھر کاہن ہے۔ اُسی وقت زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے "اور نہ کسی کاہن کا قول ہے۔ تم لوگ کم ہی غور کرتے ہو۔ یہ تو رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے"۔ یہ سن کر اسلام میرے دل میں گہرا اُتر گیا۔ حضرت عمرؓ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ اُن کے قبولِ اسلام سے بہت پہلے نازل ہو چکا تھا کیونکہ اس واقعہ کے بعد بھی ایک مدت تک وہ ایمان نہیں لائے تھے اور وقتاً فوقتاً متعدد واقعات اُن کو اسلام سے متاثر کرتے رہے، یہاں تک کہ اپنی بہن کے گھر میں اُن کے دل پر وہ آخری ضرب لگی جس نے ان کو ایمان کی منزل پر پہنچا دیا(۱)۔

حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کی سب سے زیادہ مشہور اور معتبر روایت یہ ہے کہ جب وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی نیت سے نکلے تو راستہ میں ایک شخص نے ان سے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو، تمہاری اپنی بہن اور بہنوئی اس نئے دین میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ سیدھے بہن کے گھر پہنچے۔ وہاں ان کی بہن فاطمہؓ بنت خطاب اور ان کے بہنوئی سعید ابن زیدؓ بیٹھے ہوئے حضرت خبابؓ ابن اَرت سے ایک صحیفے کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کے

۱۔ تفہیم القرآن، تفسیر سورۂ مورد بحث

آتے ہی ان کی بہن نے صحیفہ فوراً چھپالیا مگر حضرت عمرؓ اس کے پڑھنے کی آواز سن چکے تھے۔ انہوں نے پہلے کچھ پوچھ گچھ کی۔ اس کے بعد بہنوئی پر پل پڑے اور مارنا شروع کر دیا۔ بہن نے بچانا چاہا تو انہیں بھی مارا یہاں تک کہ ان کا سر پھٹ گیا۔ آخر کار بہن اور بہنوئی دونوں نے کہا کہ ہاں، ہم مسلمان ہو چکے ہیں، تم سے جو کچھ ہو سکے کرلو۔ حضرت عمرؓ اپنی بہن کا خون بہتے دیکھ کر کچھ پشیمان سے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اچھا مجھے بھی وہ چیز دکھاؤ جو تم لوگ پڑھ رہے تھے۔ بہن نے پہلے قسم لی کہ وہ اسے نہیں پھاڑیں گے۔ پھر کہا کہ تم جب تک غسل نہ کرلو، اس پاک صحیفے کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ حضرت عمرؓ نے غسل کیا اور پھر صحیفہ لے کر پڑھنا شروع کیا۔ اس میں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ پڑھتے پڑھتے یک لخت ان کی زبان سے نکلا "کیا خوب کلام ہے[۱]۔"

قرآن مجید کی چار صفات

☆ آیت ۴۸ سے ۵۲ تک میں قرآن مجید کی صفات میں سے چار اہم صفتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

- یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے تو عالمین کے لئے باعث ہدایت بھی ہے۔
- یہ قرآن متقین کے لئے یاد آوری اور تذکرہ ہے یعنی یہ وہ کتاب ہے جو اہل تقویٰ کی ہدایت کرتی ہے۔

اللہ جانتا ہے کہ کچھ لوگ مکذبین بھی ہیں جو کفر میں مبتلا ہیں ایسے لوگ قرآن کی حقانیت سے تذکر اور نصیحت حاصل نہیں کرتے بلکہ اسے جھٹلاتے ہیں، ایسے (کفار) لوگ قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے نہیں بچ پائیں گے۔

- یہ قرآن کافروں کے لئے حسرت وندامت کا باعث ہے یعنی قیامت کے دن کفار کے لئے ایمان نہ لانا ایک حسرت ہوگی کہ کاش دنیا میں اس قرآن پر ایمان لے آتے تو آج اس دائمی عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔
- یہ قرآن حق الیقین ہے یعنی اس قرآن کی حقانیت میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ یہ وہ حق ہے جس پر ایسا یقین حاصل ہے جو یقین کامل کا درجہ رکھتا ہے۔

ان صفات کو بیان کرنے کے بعد پروردگار عالم نے نتیجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے رسول ﷺ! اس اللہ کی تسبیح کرو جو کمال مطلق کا مالک ہے۔ جس میں کوئی نقص وعیب نہیں ہے اور جس نے قرآن جیسی کتاب ہدایت نازل فرمائی ہے۔

---

[۱] تفہیم القرآن، ج ۳، تفسیر سورۂ مریم

فضائل وخصوصیات:

آسان حساب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْحَاقَّةِ حَاسَبَهُ اللّٰهُ حِسَاباً يَسِيراً (۱)

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا اس سے قیامت کے دن آسان حساب لیا جائے گا۔

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

أَكْثِرُوا مِنْ قِرَاءَةِ الْحَاقَّةِ فَإِنَّ قِرَاءَتَهَا فِي الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ مِنَ الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (۲)

سورۂ حاقہ کی زیادہ تلاوت کیا کرو کیونکہ فرائض ونوافل میں اس کی قرائت خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کی نشانی ہے۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۳

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۴۲

سورۂ معارج کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ معارج

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
معارج	29	70	79	مکہ مکرمہ	44	02	972	271

☆ سورۂ معارج موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا سترواں (۷۰) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے اناسیواں (۷۹) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس کی تیسری آیت کی مناسبت سے اس کا نام "سورۂ معارج" رکھا گیا ہے۔ عربی میں معارج بلندی کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ سائل (نعمان فہری) کا اپنے لئے عذاب طلب کرنا	۲۔ قیامت کی خصوصیات اور کفار کی حالت
۳۔ آتش جہنم کے مستحقین کا ذکر	۴۔ انسان کا جلد مایوسی کا شکار ہونا
۵۔ آتش جہنم سے نجات پانے والوں کی صفات	۶۔ کفار کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچانا
۷۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی	۸۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

سائل (نعمان فہری) کا اپنے لئے عذاب طلب کرنا

☆ آیت ۱ سے ۳ تک کی آیات غدیر خم میں اعلان ولایت کے بعد اس وقت نازل ہوئیں جب حارث ابن نعمان فہری نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان ولایت کی مخالفت کی تھی۔ بہت سے مفسرین اور ارباب حدیث نے ان آیات کی شان نزول کچھ یوں بیان کی ہے کہ جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقعہ پر حاجیوں کی کثیر تعداد میں بحکم پروردگار مقام غدیر پر رُک کر حضرت علی علیہ السلام کو اپنے خلیفہ و جانشین ہونے کا اعلان فرمایا تو "حارث ابن نعمان فہری" نامی شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکرم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خدا کی وحدانیت اور اپنی نبوت کے اقرار کا حکم دیا، ہم نے مانا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دستور جہاد دیا، ہم نے تسلیم کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز، روزہ اور حج وغیرہ کا فرمان جاری کیا، ہم نے قبول کیا

مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اکتفا نہیں کیا اور اپنے بھائی علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کر دیا اور کہا: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سچ بتائیے یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی عمل ہے یا خدا کا فیصلہ؟ پھر اس کے بعد یہ کہتا ہے: "خدایا اگر یہ تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ دیر نہ گزری تھی کہ آسمان سے ایک پتھر اس پر گرا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیتیں نازل ہوئیں "ایک سائل نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا جس کا کافروں کے حق میں کوئی دفع کرنے والا نہیں ہے"۔

علامہ امینی نے اپنی کتاب "الغدیر" میں اہل سنت کے "تیس" جلیل القدر علماء، محدثین، مفسرین اور مورخین کے ناموں کو ان کی کتابوں اور عبارتوں کے ساتھ ذکر کیا ہے جنہوں نے حدیث غدیر کو نقل کرنے کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کا بھی اعتراف کیا ہے کہ سورہ معارج کی مذکورہ آیتوں کا تعلق واقعہ غدیر سے ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے مذکورہ بالا کتاب کی طرف رجوع کیا جائے۔

ان آیات کے سلسلے میں بعض افراد کی طرف سے یہ اعتراض بیان کیا جاتا ہے کہ واقعہ غدیر حجۃ الوداع سے لوٹنے کے بعد سن دس ہجری میں واقع ہوا جبکہ سورۂ معارج مکی سوروں میں سے ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوا ہے لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ آیات واقعہ غدیر کے بعد نازل ہوئی ہوں؟

اس اعتراض کے جواب میں عرض ہے کہ قرآن مجید میں بہت سے سورے ایسے ہیں جو مکی ہیں اور ان کی بعض آیات مدنی ہیں اسی طرح بہت سے سورے ایسے ہیں جو مدنی ہیں اور ان کی آیات مکی ہیں اور ایسی مثالیں قرآن مجید میں بہت پائی جاتی ہیں جیسے کہ سورۂ عنکبوت مکی ہے لیکن اس کی ابتدائی دس آیات مدنی ہیں۔ سورۂ کہف مکی ہے جبکہ اس کی ابتدائی سات آیات مدنی ہیں۔ بعض مفسرین کے نزدیک ستره مکی سورے ایسے ہیں جن کی بعض آیات مدنی ہیں (۱)۔

قیامت کی خصوصیات اور کفار کی حالت

☆ آیت ۴ سے ۱۶ تک میں قیامت کی خصوصیات اور قیامت کے دن کفار کی حالت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ گذشتہ آیات میں ایک سائل کے دنیاوی عذاب کے واقعہ کو بیان کرنے کے بعد ان آیات میں قیامت کے دن مجرمین کو جو عذاب دیا جائے گا اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

قیامت کی خصوصیت یہ ہوگی کہ اس کے ایک دن کی مقدار دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔ اس سلسلے

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر سورۂ مورد بحث

میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت بیان ہوئی ہے جس میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "تمہارا محاسبہ ہونے سے پہلے آگاہ رہو! تمہارا محاسبہ ہونے سے پہلے تم خود اپنا محاسبہ کرو۔ قیامت کے دن پچاس مراحل ہوں گے اور ہر مرحلہ ہزار سال کے برابر ہوگا۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی (۱)۔"

آخرت کا زمان و مکان دنیا کے زمان و مکان سے مختلف ہوگا، چنانچہ غیر مومن کے لیے قیامت کا حساب، زمان و مدت اور شدت و کیفیت، ہر اعتبار سے سخت ہوگا جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت نقل ہوئی ہے جس میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "قیامت کے دن پچاس مراحل ہوں گے اور ہر مرحلہ ایک ہزار سال کا ہوگا مگر مؤمنین کے لئے تو ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کے برابر لگے گا (۲)۔"

اس دن کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مجرمین اس دن کے آنے کو بعید سمجھتے ہیں یعنی ان کا خیال یہ ہے کہ بوسیدہ ہڈیاں اور مٹی کے ذرات جمع ہو کر دوبارہ زندگی کی صورت اختیار کرنا کیسے ممکن ہے؟ یقیناً جس دن کو وہ دور تصور کرتے ہیں وہ آئے گا تو آسمان پگھلی ہوئی دھات کی طرح اور پہاڑ اون کی طرح نرم ہو جائیں گے۔

اس دن ان مجرمین کی کیفیت یہ ہوگی کہ کوئی ان کی مدد کرنے والا نہ ہوگا اور ان کی خود غرضی کا یہ عالم ہوگا کہ دنیا میں جن کی خاطر یہ قربانی دے رہے تھے آج چاہیں گے کہ سب ان کے بدلے قربان کئے جائیں اور خود بچ جائیں چاہے بیٹا ہو، بیوی ہو، بھائی ہو بلکہ ساری دنیا کے لوگ ان کے بدلے قربان کر دیئے جائیں اور وہ خود بچ جائیں۔ ان کی خود غرضی کا جواب یہ ملے گا کہ ہرگز نہیں! آج تمہاری جگہ تمہارے بیٹے قربانی میں لئے جا سکتے ہیں نہ کوئی دوسرا بلکہ یہ ایک بھڑکتی ہوئی آگ ہے، یہ آگ خود تمہارے لئے ہے یہ تمہیں ہی جلائے گی۔ اس آگ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ جسم کے اطراف کو جلا کر کھال ادھیڑنے والی ہے۔

آتش جہنم کے مستحقین کا ذکر

☆ آیت ۱۷ اور ۱۸ میں سابقہ آیات میں جو عذاب (آگ کے شعلوں) کے مستحقین کا ذکر ہے کہ یہ عذاب ایسے افراد کو جلائے گی جنہوں نے حق کو پیٹھ دکھائی اور اس سے منہ موڑا ہو اور مال جمع کرنے کے بعد اسے خرچ نہ کیا ہو۔ اس آگ کے مستحق وہ افراد ہیں جو ایک طرف ایمان کی طرف پشت کئے ہوئے ہیں اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۱۲، ص ۱۵۵

۲۔ زبدۃ التفاسیر ج ۷، ص ۱۷۹

سرتابی کئے ہوئے ہیں اور دوسری طرف ہمیشہ حلال و حرام دونوں طریقوں سے مال جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور اس مال میں سے فقراء و مساکین کے حقوق اور پروردگارِ عالم کی طرف سے مقرر کردہ مالی واجبات کو ادا نہیں کرتے۔

انسان کا جلد مایوسی کا شکار ہونا

☆ آیت ۱۹ سے ۳۵ تک کے مطابق انسان بہت ہی کم حوصلہ ہے کیونکہ جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو مایوسی کا شکار ہو کر حالات کے آگے ہتھیار ڈال دیتا ہے اور شکست سے دوچار ہوتا ہے لیکن اگر اسی انسان کو آسائش مل جائے تو اسے دوسروں تک پہنچانے میں بخل سے کام لیتا ہے۔

آتشِ جہنم سے نجات پانے والوں کی صفات

البتہ بعض افراد ایسے بھی ہیں جو سابقہ آیات میں بیان کئے گئے عذابِ جہنم سے محفوظ رہتے ہیں اور دنیاوی مشکلات کا مقابلہ بھی دیدہ دلیری سے کرتے ہیں اور جب آسائش اور مال و دولت کے مالک ہوتے ہیں تو اسے خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتے بلکہ الٰہی احکام و قوانین کے مطابق صرف کرتے ہیں۔ ان افراد کی صفات مندرجہ ذیل ہیں:

ہمیشہ نماز کا خیال رکھنے والے: یعنی وہ اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں اور نماز کو کسی بھی حال میں ترک نہیں کرتے۔

غرباء میں مال تقسیم کرنے والے: یعنی ایسے لوگ جو مضبوط شخصیت کے مالک، مال و زر کے غلام نہیں ہوتے اور بخل جیسی صفتِ رذیلہ سے پاک ہوتے ہیں، مال پر ان کی ایمانی قدروں کی گرفت ہوتی ہے، خواہشات کی نہیں۔ مومن مضبوط شخصیت کا مالک ہوتا ہے، ایک طرف اللہ سے بندگی کے ذریعے تعلق استوار رکھتا ہے، دوسری طرف مخلوق پر رحم کر کے لوگوں کے ساتھ بھی تعلق برقرار رکھتا ہے۔

روزِ قیامت کی تصدیق کرنے والے: قیامت کے فزعِ اکبر (بڑی ہولناکی) کے مقابلے میں انہیں دنیا کی ہر مصیبت آسان اور مال و دولت ہیچ نظر آتی ہے۔ قیامت کی ہولناک صورتِ حال سے دوچار ہونے کا تصور دنیا کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کی جرأت و قوت دیتا ہے۔

دل میں خوفِ خدا کو جگہ دینے والے: یہ لوگ عذابِ الٰہی کے بارے میں لاپرواہی نہیں برتتے بلکہ معصیت اور نافرمانی کی صورت میں عذاب کا خوف دل میں رکھتے ہیں کیونکہ کوئی ضمانت ایسی نہیں ہے، جو عذابِ الٰہی سے محفوظ رکھ سکے۔

پاک دامنی کی حفاظت کرنے والے: یہ وہ لوگ ہیں جو جنسی بے راہ روی سے اجتناب کرتے ہوئے جائز اور حلال

طریقہ سے اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرتے ہیں لہٰذا جو شخص حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے اپنی خواہشات کو پوری کرے اس پر کوئی حد اور گناہ نہیں ہے البتہ حدودِ الٰہی سے تجاوز کرنے والے یقیناً دردناک عذاب کے مستحق ہوں گے۔

امانت اور عہد و پیمان کا خیال رکھنے والے: امانت و عہد و پیمان کی پاسداری کرنا ایک مکمل انسان کی صفات میں سے ہیں کیونکہ احادیث میں بیان ہوا ہے کہ ''جو امانتداری نہیں کرتا اس کا ایمان نہیں، جو عہد کی پاسداری نہیں کرتا اس کا دین نہیں(۱)۔''

گواہیوں پر قائم رہنے والے: گواہ بننے اور گواہی دینے میں بہت سے حقوق کا تحفظ ہے اور عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے یہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے جھوٹی گواہی دینا اسلامی عدل اجتماعی کے قانون میں بہت بڑا جرم ہے۔

نماز کی حفاظت کرنے والے اور اسے ضائع ہونے سے بچانے والے: نماز کی محافظت کا مطلب یہ ہے کہ نماز کی شکل و صورت میں خلل نہیں آنے دیتے اور ہر عمل اپنی جگہ درست انجام دیتے ہیں۔ اجزاء و شرائط میں کمی نہیں آنے دیتے اور اذکار و قرائت صحیح ادا کرتے ہیں۔ رکوع و سجود اطمینان سے بجالاتے ہیں۔

مذکورہ صفات کے حامل افراد قیامت کے دن ایسی جنتوں میں ہوں گے جہاں پر وہ قابلِ احترام ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں اس جنت میں مادی اور معنوی دونوں نعمتیں حاصل ہوں گی یعنی مادی اعتبار سے باغات میں ناز و نعمت کے ساتھ ہوں گے اور معنوی اعتبار سے محترم ہوں گے۔ احترام میں روحانی لذت بھی ہے اور نفسانی لذت بھی۔

کفار کا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچانا

☆ آیت ۳۶ سے ۴۱ تک میں موضوعِ بحث دوبارہ کفار و مشرکین ہیں۔ ان آیات کے شانِ نزول کے بارے میں بعض تفاسیر میں بیان ہوا ہے کہ روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھتے اور قرآن کی تلاوت فرماتے تھے تو مشرکین ٹولیوں میں آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے'' جو محمد کہتا ہے اگر وہ برحق ہے تو ہم جنت میں ان مسلمانوں سے پہلے داخل ہو جائیں گے۔ کفار کے ان بے ہودہ کلمات کے جواب میں ان آیاتِ قرآنی میں پروردگارِ عالم نے واضح کر دیا کہ ان کافروں کو کیا ہو گیا ہے؟ حواس باختہ ہو گئے ہیں اور انہوں نے بیوقوفانہ حرکتیں کرنا شروع کر دی ہیں کہ وہ آپ کے سامنے اور دائیں بائیں طرف سے ٹولیوں میں گردنیں دراز کر کے دوڑتے ہوئے آتے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ ان کی عقل ٹھکانے پر نہیں ہے۔ کیا ان کا خیال یہ ہے

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۱۶، ص ۹۶

کہ انہیں بھی جنت میں داخل کیا جائے گا؟ ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم کھاتا ہوں کہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لائیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی

☆ آیت ۴۲ سے ۴۴ تک میں پروردگار عالم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی حرکتوں سے رنجیدہ نہ ہوں آپ انہیں اسی طرح لہو ولعب میں مشغول رہنے دیں یہاں تک کہ وہ دن آپہنچے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس دن ان کی کیفیت یہ ہوگی کہ وہ اس طرح قبروں سے نکل کر دوڑ رہے ہوں گے جس طرح دوڑ کے مقابلے میں دوڑنے والے جیت کی نشانی کی طرف دوڑ رہے ہوں، نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ذلت ورسوائی ان پر مسلط ہوگی۔ یہ ہولناک دن وہی دن ہوگا جس کا ان کافروں سے وعدہ کیا گیا تھا اور وہ اس دن کی تکذیب کرتے تھے۔

فضائل وخصوصیات:

قید سے رہائی: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

مَنْ قَرَأَهَا وَكَانَ مَأْسُوْرًا اَوْ مَسْجُوْنًا مُقَيَّدًا فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ وَرَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ سَالِمًا (۱)

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے اور وہ اسیر یا قید وبند میں ہو تو اللہ اسے آزادی عطا کرے گا اور وہ صحیح وسالم اپنے اہل وعیال کے پاس لوٹ آئے گا۔

بہشت میں مقام: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَكْثِرُوْا مِنْ قِرَاءَةِ سَأَلَ سَائِلٌ فَاِنَّ مَنْ اَكْثَرَ قِرَاءَتَهَا لَمْ يَسْئَلْهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْ ذَنْبٍ عَمِلَهٗ وَاَسْكَنَهُ الْجَنَّةَ مَعَ مُحَمَّدٍ (وَاَهْلِ بَيْتِهٖ) اِنْ شَاءَ اللّٰهُ (۲)

سورۂ معارج کی کثرت سے تلاوت کیا کرو کیونکہ اللہ قیامت کے دن اس سورے کو زیادہ پڑھنے والے سے گناہوں کے متعلق سوال نہیں کرے گا اور بہشت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اور ان کے اہل بیت علیہم السلام) کے ساتھ ہوگا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تسکین روح، ص ۳۵۸

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۷

سورۂ نوح کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ نوح

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
نوح	29	71	71	مکہ مکرمہ	28	02	965	227

☆ سورۂ نوح موجودہ ترتیب اور ترتیب نزول دونوں کے لحاظ سے قرآن مجید کا اکہترواں (۷۱) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ ہے اسی مناسبت سے اسے ''سورۂ نوح'' کہا گیا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام	۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت کا مقصد
۳۔ عمر میں کمی کا سبب	۴۔ حضرت نوح علیہ السلام کا شکوہ
۵۔ قوم نوح کی ہٹ دھرمی	۶۔ استغفار کے اثرات و نتائج
۷۔ حضرت نوح کا قوم کو نظام کائنات میں غور و فکر کی دعوت	۸۔ حضرت نوح علیہ السلام کی شکایت
۹۔ عربوں کے معبودوں (بتوں) کے نام	۱۰۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا اور دعا کا بیان
فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

حضرت نوح علیہ السلام

☆ حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام عبد الغفار یا عبد الملک یا عبد الاعلیٰ تھا۔ تقویٰ الٰہی کی بنا پر شدت گریہ کی وجہ سے ''نوح'' لقب پایا اور نوح زیادہ گریہ کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے تقریباً ''۲۵۰۰'' سال عمر پائی۔ ''۹۵۰'' سال تبلیغ کی اور طوفان کے بعد ۵۰ یا ۶۰ سال زندہ رہے۔ ان کی نسل ان کے بیٹوں حام، سام اور یافث سے آگے بڑھی (۱)۔

۱۔ انوار القرآن، ص ۷ ۱۱۳

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے سامنے علانیہ اور خفیہ دونوں طرح سے تبلیغ کی لیکن قوم مسلسل راہ فرار اختیار کرتی رہی۔ آخر میں آپ نے خدا سے عذاب کی دعا کی اور ان کی قوم کے افراد طوفان میں غرق ہوئے۔

☆ اس سورے میں حضرت نوح علیہ السلام کے واقعات کو بیان کرنے کا مقصد کفار مکہ کو متنبہ کرنا تھا کیونکہ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بالکل وہی رویہ اختیار کیا ہوا تھا جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم نے اختیار کیا تھا لہٰذا پروردگار عالم نے حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کو بیان کر کے واضح کر دیا کہ اگر کفار مکہ اپنے رویہ سے باز نہ آئے تو انہیں اسی انجام سے دوچار ہونا پڑے گا جس کا شکار قوم نوح ہو گئی تھی۔

☆ اس سورے میں حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کے اس حصہ کو بیان کیا گیا ہے جس میں وہ اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس ہو چکے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہٹ دھرمی کی انتہا اس بات سے معلوم ہوتی ہے جو بعض تفاسیر میں مذکور ہے کہ ''بعض لوگ اپنے بیٹوں کا ہاتھ پکڑ کر حضرت نوح علیہ السلام کے سامنے لے جاتے تھے اور ان سے کہتے تھے کہ اس شخص سے ڈرتے رہنا کہیں یہ تمہیں گمراہ نہ کر دے، یہ وہ وصیت ہے جو میرے باپ نے مجھے کی تھی اور اب میں وہی وصیت تمہیں کر رہا ہوں تاکہ میں وصیت اور خیر خواہی کا حق ادا کر دوں (۱)۔''

قوم کی اسی ہٹ دھرمی اور سرکشی کا نتیجہ تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ساڑھے نو سو سالہ تبلیغی مدت میں صرف اسی (۸۰) افراد آپ پر ایمان لائے۔ اگر ۹۵۰ (برس) کو ۸۰ (افراد) پر تقسیم کریں تو واضح ہوتا ہے کہ ایک شخص کی ہدایت کے لئے آپ علیہ السلام نے اوسطاً ''۱۲'' سال تبلیغ کی۔ اگر مبلغین اسلام اس قسم کی استقامت کا مظاہرہ کریں تو کیا اسلام عالم گیر صورت اختیار نہیں کرے گا؟

حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت کا مقصد

☆ پہلی آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کو قوم کی طرف مبعوث کرنے کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ انہیں پروردگار عالم نے رسالت پر فائز کر کے مبلغ کے طور پر بھیجا تاکہ قوم کو عذاب الٰہی میں مبتلا ہونے سے پہلے تنبیہ کریں۔ پروردگار عالم کی طرف سے جتنے بھی انبیاء واوصیاء انسانوں کی ہدایت کے لئے مقرر ہوئے ان سب کی پہلی ذمہ داری اپنی اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے تنبیہ کرنا تھی تاکہ قوم گمراہی کے دلدل سے نکل کر نجات کی شاہراہ پر چلتے ہوئے ابدی کامیابی سے ہمکنار ہو۔

۱۔ تفسیر مجمع البیان، ج ۱۰، ص ۳۶۱

☆ آیت ۲ سے ۴ تک کے مطابق حضرت نوح نے اپنی دعوت کے آغاز میں ہی واضح کر دیا تھا کہ وہ پروردگار عالم کی طرف سے نذیر (یعنی عذاب الٰہی سے ڈرانے والے) کے عنوان سے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس کے بعد حضرت نوح نے قوم کو اللہ کی اطاعت کرنے، اس سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی دعوت دی۔ حضرت نوح علیہ السلام سمیت تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت تبلیغ انہی تین بنیادی اصولوں پر مشتمل تھی کہ:

- اللہ کی بندگی کی جائے اور اللہ کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔
- تقوائے الٰہی اختیار کرتے ہوئے ان تمام افعال واعمال سے پرہیز کیا جائے جو غضب الٰہی کا باعث بن جائیں۔
- اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی جائے کیونکہ اللہ تک پہنچنے اور اللہ کی بندگی اختیار کرنے کے لئے رسول کی اطاعت ضروری ہے۔

پس انبیاء کی ان تعلیمات پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان کے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جائیں گے کیونکہ ایمان اور عمل صالح سے گزشتہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور حتمی موت کے آنے تک انسان عذاب الٰہی سے محفوظ رہے گا اور جب حتمی اجل آجائے گی تو اس میں کسی قسم کی تاخیر اور مہلت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

عمر میں کمی کا سبب

ان آیات میں سے آخری آیت پر توجہ دی جائے تو معلوم ہوگا کہ عمر کے کم ہونے میں گناہوں کا عمل دخل ہے کیونکہ آیت میں ارشاد ہو رہا ہے اگر تم ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو خدا تمہیں مہلت دے گا اور تمہاری موت کو تاخیر میں ڈال دے گا۔ اس بات کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہ گناہ ہمیشہ انسان کے جسم اور روح پر ہولناک ضربیں لگایا کرتے ہیں، اس مطلب کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے[۱]۔

اسی مطلب پر امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث دلالت کرتی ہے جس کا مفہوم یہ ہے:

''وہ لوگ جو گناہ کے اثر سے مرتے ہیں ان کی تعداد ایسے افراد سے بہت زیادہ ہے جو طبعی موت کی وجہ سے دنیا سے رخصت ہوتے ہیں اور اسی طرح بہت سے افراد نیک اعمال کی وجہ سے طولانی عمر پاتے ہیں، ان کی تعداد ایسے افراد سے زیادہ ہے جو طبعی عمر پاتے ہیں[۲]۔''

---

[۱]۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۵، ص ۶۸

[۲]۔ مستدرک الوسائل، ج ۱۱، ص ۳۲۷

حضرت نوح علیہ السلام کا شکوہ

☆ آیت ۵ سے ۹ تک میں حضرت نوح علیہ السلام نے پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں اپنا شکوہ بیان کیا ہے کہ پروردگار! میں نے اس قوم کو مختلف طریقوں سے نجات کی طرف بلایا مگر یہ لوگ اپنے کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ ان آیات میں جو طریقہ بیان ہوا ہے وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مکہ میں قلیل تعداد میں موجود مومنین کے لئے دلی تسلی کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ راہ خدا میں تبلیغ کے فرائض انجام دینے والے تمام مبلغین کے لئے ایک عمومی پروگرام پیش کیا گیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے حالات کا جو شکوہ بارگاہ خداوندی میں پیش کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

پروردگار! میں نے دن رات ایک کر کے مسلسل اپنی قوم کو دعوت دی، مگر میری دعوت کے مقابلہ میں انہوں نے ہمیشہ میری مخالفت کی اور اسے قبول کرنے سے گریز کیا۔

پروردگار! میں نے جب بھی انہیں بلایا تا کہ تو ان کی مغفرت کرے تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور کپڑوں سے اپنے منہ کو ڈھانپ لیا اور غرور و تکبر کا شکار ہو کر میری مخالفت کی۔

خدایا! پھر میں نے انہیں بلند آواز سے، علانیہ طور پر اور خفیہ طریقہ سے دعوت دی اور انہیں اپنے گناہوں سے معافی مانگنے کا کہا پھر بھی میری کسی بات کا کوئی اثر اُن پر نہ ہوا۔ اس طرح میں نے دعوت کے تمام اسلوب اپنائے لیکن میری دعوت کو پذیرائی نہیں ملی۔

قوم نوح کی ہٹ دھرمی

ان آیات سے اس قوم کی ہٹ دھرمی کا اندازہ ہوتا ہے کہ:

- وہ اتنے ہٹ دھرم تھے کہ اس دعوت کو سننا تک گوارا نہیں کرتے تھے، غور کرنے کی نوبت سننے کے بعد آتی ہے۔
- وہ حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھنا تک گوارا نہیں کرتے تھے، جب حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھتے تھے تو منہ پر کپڑا ڈال کر ان سے اظہار بیزاری کرتے تھے۔
- اتنے عرصے تبلیغ کرنے کے باوجود اُن کے کفر پر ڈٹ جانے میں کوئی فرق نہیں پڑا۔
- ان کے تکبر کا یہ عالم تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس لائق بھی خیال نہیں کرتے تھے کہ تھوڑی دیر کے لئے ان کی بات سن لیں یا ان کے روبرو ہو جائیں۔

استغفار کے اثرات و نتائج

☆ آیت ۱۰ سے ۱۲ تک کے مطابق حضرت نوح نے اپنی قوم پر واضح کر دیا کہ اگر اللہ کی بارگاہ میں طلب مغفرت

کرو گے تو یقیناً اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور تم دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ یہاں سے واضح ہوتا ہے کہ استغفار کا نتیجہ صرف جنت کا حصول اور قیامت کی مشکلات سے نجات پر منحصر نہیں ہے بلکہ دنیا میں بھی بہت سے فائدے اور برکات حاصل ہوتے ہیں۔ استغفار کے ذریعہ پانی برستا ہے، استغفار کے ذریعہ اموال و اولاد میں اضافہ ہوتا ہے، استغفار کے ذریعہ باغات میں شادابی آتی ہے اور استغفار کے ذریعہ نہریں جاری ہوتی ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا قوم کو نظام کائنات میں غور وفکر کی دعوت

☆ آیت ۱۳ سے ۲۰ تک کی آیات پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح نے پہلے قوم کو ڈرایا، پھر انہیں عذاب الٰہی سے نجات امید دلائی، اب انہیں نظام کائنات میں غور وفکر کی دعوت دے رہے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی اس مسلسل جدوجہد سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی نبی کسی بھی صورت اپنی قوم کی گمراہی نہیں چاہتا بلکہ نبی مختلف طریقوں سے قوم کو گمراہی سے نجات دینے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

ان آیات کے مطابق حضرت نوح نے اپنی قوم کو جن امور میں غور وفکر کی دعوت دی تھی ان میں سے پہلا امر خود ان کا اپنا وجود تھا کہ اے میری قوم! تمہیں کیا ہو گیا ہے اس اللہ کی عظمت کو تسلیم کیوں نہیں کرتے جس نے تمہیں مختلف شکلوں اور رنگوں میں خلق کیا ہے، اللہ نے ہی سات آسمان یکے بعد دیگرے خلق کئے ہیں اور ان آسمانوں میں چاند اور سورج کو چراغ بنایا ہے۔ قوم نوح چاند اور سورج کا مشاہدہ کرتی تھی اور آسمان کے ستاروں کا بھی مشاہدہ کرتی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: اس طرح کے سات آسمان ہیں۔ کیا تم اس خالق کی عظمت کا اعتراف نہیں کرتے؟ اسی اللہ نے تمہاری نشو ونما کی ہے پھر اسی مٹی کی طرف تمہیں لوٹائے گا، پھر دوبارہ اسی سے تمہیں باہر نکالے گا یعنی اس انسان کو اسی زمین کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر اسی کا حصہ بن جانا ہے، اسے انسانی تشخص سے ہاتھ اٹھا کر دوبارہ مٹی کے ذرات میں شامل ہونا ہے، اس کے بعد ایک وقت ایسا آئے گا کہ جس طرح پہلی بار، تدریجاً زمین کے عناصر سے پیدا کیا تھا، اب کے مرتبہ "اخراج" ہوگا یعنی دفعتاً تمہیں زمین سے اٹھایا جائے گا۔ اسی اللہ نے ہی زمین کو تمہارے لئے کشادہ اور ہموار بنایا ہے تاکہ تم اسکے راستوں پر آرام سے چل سکو۔

حضرت نوح علیہ السلام کی شکایت

☆ آیت ۲۱ سے ۲۵ تک کے مطابق جب حضرت نوح علیہ السلام صدیوں کی تبلیغ کے بعد اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس ہو گئے تو اس ذات کی طرف رخ کیا جس سے مایوس نہیں ہوا جاتا۔ یہاں پر حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے ان

رئیسوں اور سرکردہ افراد کی شکایت کی ہے جنہوں نے قوم کو حضرت نوح کے خلاف اکسایا تھا اور مختلف مکروفریب کے ذریعہ اپنی قوم کو خودساختہ معبودوں کی پیروی کرتے رہنے کی ہدایت کی تھی۔ حضرت نوح فرماتے ہیں: ان سرکردہ افراد نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے لہٰذا پروردگار! تو ان کی گمراہی میں اضافہ فرما۔ حضرت نوح کی اسی بددعا کا نتیجہ تھا کہ پوری قوم (سوائے مومنین کے) عذاب الٰہی میں غرق ہوگئی اور آتش جہنم کی مستحق قرار پائی۔

عربوں کے معبودوں (بتوں) کے نام

یہاں ان معبودوں کے نام مذکور ہیں جنہیں عربوں نے اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ ممکن ہے کہ ان معبودوں کے نام حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ نجات پانے والوں کے ذریعے آنے والی نسلوں تک منتقل ہوگئے ہوں اور بعد کے بھٹکے ہوئے لوگوں نے انہی ناموں کو دوبارہ زندہ کیا ہو۔

وَدّ: اس نام کا بت ایک قوی ہیکل مرد کی شکل میں تھا۔ قریش کے لوگ بھی اسے معبود سمجھتے تھے۔ ان کے ایک نامور شخص کا نام "عمرو ابن عبدود" تھا جو حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں مارا گیا۔

سُوَاع: اس کی مورتی ایک حسین عورت کی شکل میں تھی۔ قبیلہ ھبیل اس کی پوجا کرتا تھا۔

یَغُوث: اس کی شکل بیل اور شیر کی طرح ہوتی تھی۔ یمن میں اس کی پوجا ہوتی تھی اور عبد یغوث نام رائج تھا۔

یَعُوق: یہ بت گھوڑے کی شکل کا تھا اور قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ اس بت کی پوجا کرتی تھی۔

نَسْر: اس بت کی شکل گدھ کی سی ہوتی تھی۔ حمیر کے علاقے میں قبیلہ حمیر کی ایک شاخ اس کی پوجا کرتی تھی (۱)۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا اور دعا کا بیان

☆ آیت ۲۶ سے ۲۸ تک میں حضرت نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کے لئے بددعا اور اپنے والدین اور مومنین کے حق میں دعا کا بیان ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے کی بددعا یہ ہے کہ: پروردگار! روئے زمین پر بسنے والے کفار میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑ، کیونکہ تو اگر انہیں مہلت دے گا تو وہ یقیناً تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور یہ لوگ صرف بدکار اولاد ہی پیدا کریں گے۔ حضرت نوح کی اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی الٰہی کے ذریعہ انہیں معلوم تھا کہ ان کی اصلاب میں کوئی مومن پیدا ہونے والا نہیں ہے۔

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

اس کے بعد اپنے لئے اور اپنے والدین اور مومنین کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کی ہے۔ اس دعا پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں انسان کو دعا کا سلیقہ سکھایا گیا ہے کہ جب بھی دعا کرنی ہو اپنے والدین، مومنین و مومنات اور جاننے والوں کے حق میں دعا کی جائے۔

یہاں پر کسی کے ذہن میں یہ سوال نہ آئے کہ انبیاء تو معصوم ہوتے ہیں تو وہ اپنے لئے طلب مغفرت کیوں کرتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے ذہن میں لفظ مغفرت سے گناہ آجاتا ہے یعنی گناہ ہوگا تو مغفرت ہوگی۔ جبکہ یہ سوچ درست نہیں ہے بلکہ انبیاء الٰہی اللہ کی بارگاہ میں اس طرح پیش ہوتے ہیں جیسے ایک خطا کار پیش ہوتا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے بندگی کا حق ادا نہ ہوا اور یہی آداب بندگی ہیں۔

فضائل وخصوصیات:

حاجت کا پورا ہونا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِذَا قُرِئَتْ فِي وَقْتِ طَلَبِ حَاجَةٍ قُضِيَتْ بِإِذْنِ اللّٰهِ تَعَالَىٰ [1]

کسی حاجت کے طلب کرتے وقت اس سورے کی تلاوت کی جائے تو اللہ کے حکم سے وہ حاجت پوری کی جائے گی۔

جنت کے باغات کا مستحق: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيَقْرَأُ كِتَابَهُ لَا يَدَعُ قِرَاءَةَ سُورَةِ إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَأَيُّ عَبْدٍ قَرَأَهَا مُحْتَسِبًا صَابِرًا فِي فَرِيضَةٍ أَوْ نَافِلَةٍ أَسْكَنَهُ اللّٰهُ تَعَالَىٰ مَسَاكِنَ الْأَبْرَارِ وَأَعْطَاهُ ثَلَاثَ جِنَانٍ [2]

جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور اس کی کتاب کی تلاوت کرتا ہو اسے چاہیے کہ سورۂ نوح کی تلاوت ترک نہ کرے۔ پس جو شخص اس سورے کو صبر و استقامت کے ساتھ واجب یا مستحب نماز میں پڑھے گا اللہ اسے نیک افراد کی منازل میں جگہ دے گا اور اس کے احترام میں اس کے اپنے باغ کے علاوہ، جنت کے باغوں میں سے تین باغ اسے عطا فرمائے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۵، ص ۶۳

۲۔ ثواب الاعمال، ص ۱۲۰
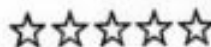
سورۂ جن کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ جن

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
جن	29	72	40	مکہ مکرمہ	28	02	1109	286

☆سورۂ جن موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا بہترواں (۷۲) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے چالیسواں (۴۰) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ

اس سورے کی پہلی آیت میں جنات کا تذکرہ ہے اس کی مناسبت سے اس کا نام "سورۂ جن" رکھا گیا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ جنات کا ایمان لانا	۲۔ جنات کی حقیقت
۳۔ جنات کی ایک جماعت کا قرآن مجید سننا	۴۔ جنات کا اپنی قوم کو دعوت ایمان دینا
۵۔ صاحبان ہدایت کے لئے نعمتوں میں اضافہ	۶۔ مساجد (یعنی اعضائے سجدہ کا) صرف اللہ کے لئے ہونا
۷۔ مشرکین، رسول ﷺ کی عبادت میں رکاوٹ	۸۔ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا بیان
۹۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

جنات کا ایمان لانا

☆اس سورے میں جنات کا ایمان لانے کا تذکرہ ہے۔ حضرت ابوطالب علیہ السلام کی وفات کے بعد رسول خدا ﷺ طائف گئے اور واپسی میں ایک باغ میں قرآن مجید کی تلاوت فرمارہے تھے تو جنات کے ایک گروہ نے سن لیا جس کی وجہ سے وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ البتہ ان آیات سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ رسول خدا ﷺ نے جنات کا مشاہدہ کیا ہو بلکہ آیات سے اتنا ہی واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کی تلاوت سنی۔

مجمع البیان میں ابن عباس سے نقل کیا گیا ہے کہ "رسول خدا ﷺ نے جنات کے لئے کسی آیت کی تلاوت نہیں کی اور

ان کو نہیں دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ایک گروہ کے ہمراہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے بازار عکاظ سے گزر رہے تھے تو راستے میں آپ کے قریب سے جنات کا ایک گروہ گزرا جس نے قرآنی آیات کی تلاوت سنی اور وہ آپ پر ایمان لے آئے۔"

جنات کی حقیقت

☆ "جن" ایک مخلوق ہے جسے آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور اسے مختلف شکلیں اختیار کرنے کی طاقت دی گئی ہے۔ وہ عام طور پر نظر نہیں آتے لیکن جب کوئی شکل اختیار کر لیتے ہیں تو نظر بھی آسکتے ہیں۔ "جن" کے اصل وجود سے انکار نہیں البتہ یہ اور بات ہے کہ اس سلسلے کے اکثر واقعات بے بنیاد اور توہم پرستی کا نتیجہ ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔

قرآنی تصریحات پر مشتمل جنات کے بارے میں جناب علامہ سید علی اکبر قرشی نے اپنی تفسیر "احسن الحدیث" میں ایک جامع بیان تحریر فرمایا ہے۔ ذیل میں اسی کا خلاصہ درج ہے:

۱۔ "جن" قرآن کی نظر میں ایک باشعور و بااراده موجود ہے جو اپنی طبیعی تقاضوں کے مطابق انسان کے حواس سے پوشیدہ ہے لیکن وہ انسان کی طرح مکلف ہے اور آخرت میں اٹھایا جائے گا۔ ان میں فرماں بردار اور گنہگار دونوں ہوتے ہیں جیسا کہ اس سورے کی آیات پر غور کرنے سے یہ سمجھا جا سکتا ہے۔

۲۔ جن و انس روئے زمین کی قابل توجہ موجودات میں سے ہیں، یہ مورد توجہ خدا ہیں: جیسا کہ سورۂ رحمٰن کی کئی آیات سے ان کا مکلف ہونا سمجھ میں آتا ہے۔

۳۔ جن آتشی مخلوق ہے جیسا کہ انسان خاکی مخلوق۔ یہ مطلب سورۂ حجر کی آیت ۲۶ اور ۲۷ سے سمجھ میں آتا ہے۔

۴۔ جن انسان کی طرح مکلف ہیں: سورۂ ذاریات کی آیت ۵۶ سے ان کا مکلف ہونا سمجھ میں آتا ہے۔

۵۔ جنوں میں سے گنہگار اور کفار، انسانوں کی طرح جہنم میں جائیں گے۔ سورۂ اعراف آیت ۱۷۹ میں اس مطلب کو بیان کیا گیا ہے۔

۶۔ جنات بھی انسانوں کی طرح موت کا شکار ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ ان کی جگہ لیتے ہیں۔ سورۂ احقاف آیت ۲۶ سے جنات کے لئے بھی موت کا ہونا سمجھ میں آتا ہے۔

۷۔ جن ہمیں دیکھ لیتے ہیں لیکن ہم جن کو نہیں دیکھ پاتے۔ سورۂ اعراف کی آیت ۲۷ میں اس مطلب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۸۔ جن انسانوں کی طرح کام کرتے ہیں۔ سورۂ سبا میں واقعہ حضرت سلیمان کے ذیل میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

۹۔ جنوں کے لئے فرشتوں کی طرح انسانی شکل یا کسی اور شکل میں آنا ممکن ہے۔ فرشتے جوانوں کی شکل میں حضرت لوط اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں آئے تھے اور جب تک فرشتوں نے خود نہیں بتایا وہ انہیں انسان سمجھتے رہے۔

۱۰۔ جنات کی نسل بھی ازدواجی مقاربت سے پھیلتی ہے۔ سورۂ رحمٰن آیت ۷۴ سے یہ مطلب سمجھ سکتے ہیں۔

۱۱۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں۔ سورۂ احقاف آیات ۲۹ سے ۳۱ تک اور سورۂ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے۔

۱۲۔ جنوں میں مرد و زن ہوتے ہیں جیسا کہ اسی سورے کی آیت ۶ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔

جنات کی ایک جماعت کا قرآن مجید سننا

☆ آیت ۱ سے ۱۵ تک کی آیات جنات کے ایک گروہ کے اقوال کو بیان کر رہی ہیں۔ جس گروہ نے قرآن مجید کی ان آیات کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا تھا وہ ان آیات کو سننے کے بعد ایمان لایا اور انہوں نے اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ ان آیات میں اسی گروہ کی باتوں کو نقل کیا گیا ہے۔ ذیل میں اس گروہ کی باتوں کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

- ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جنات کے اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنات بھی انسانوں کی طرح کلام کی فصاحت و بلاغت اور اسلوب کلام کے نادر ہونے کی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔
- یہ قرآن سب کو راہ راست کی ہدایت کرتا ہے، لہٰذا ہم ایمان لے آئے ہیں اور ہم ہرگز کسی کو اپنے پروردگار کا شریک قرار نہیں دیتے۔
- ہمارے پروردگار کا باعظمت مقام بلند ہے اور اس نے اپنے لئے بیوی اور اولاد کا انتخاب نہیں کیا ہے۔ ان کے اس جملہ سے ایسا لگتا ہے کہ جنات میں سے بھی ایک گروہ اس بات کا معتقد تھا کہ اللہ کے لئے ہمسر اور اولاد ہے۔
- ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہم میں سے کچھ بے وقوف لوگ خدا کے بارے میں حق سے دور بات کیا کرتے تھے۔
- انہوں نے کہا کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں سے پناہ طلب کرتے ہیں اور وہ ان کی گمراہی میں زیادتی کا سبب بنتے تھے۔

عرب جاہلیت میں لوگ دوران سفر جب کسی وادی میں پڑاؤ ڈالتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ میں اس وادی کے سربراہ جن کی پناہ مانگتا ہوں کہ اپنے بے وقوف لوگوں سے مجھے محفوظ رکھے۔ یا خانہ بدوش کسی نئی جگہ پانی چارہ ملنے پر رہنا چاہتے تھے تو پکار کر کہتے تھے کہ: میں اس وادی کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں (عرب کے لوگ اس وادی کو جنات کی ملکیت سمجھتے ہوئے ان سے پناہ مانگتے تھے)(۱)۔"

- ان کا کہنا تھا کہ انسانوں کا ایک گروہ تمہاری طرح ہی یہ گمان کرتا تھا کہ خدا کسی بھی انسان کو (موسیٰ علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام کے بعد) نبوت پر فائز نہیں کرے گا۔
- ہم نے آسمانوں میں جستجو کی تو وہاں نگہبانوں اور قوی محافظوں کی شدید حفاظت دیکھی۔

رسول خدا کی بعثت سے پہلے جنات آسمانوں پر جایا کرتے تھے اور وہاں کی خبریں معلوم کرتے تھے لیکن اچانک ان کا آسمان میں جانا ممنوع ہوگیا تو وہ ان حالات کی وجوہ واسباب تلاش کرنے لگے۔ اسی دوران ایک گروہ نے قرآن مجید کی تلاوت سنی تو انہیں معلوم ہوا کہ ایک رسول مبعوث ہوئے ہیں۔ اور وہ سمجھ گئے کہ آسمان پر جانا ممنوع اسی وجہ سے ہوا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق ایک حدیث میں فرماتے ہیں کہ "اس وقت شیاطین چوری سے سننے کے لیے بعض مقامات پر بیٹھا کرتے تھے کیونکہ اس وقت رکاوٹ نہیں ڈالی جاتی تھی اور ستاروں سے مارے نہیں جاتے تھے(۲)۔"

- ہم نہیں جانتے کہ آسمان پر جانے کی ممانعت کیوں ہوئی ہے؟ یا اہل زمین کے لئے کسی برائی کا ارادہ ہوا ہے یا خدا چاہتا ہے کہ اس طرح ان کی ہدایت کرے؟
- ہمارے درمیان صالح اور غیر صالح افراد ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں کی طرح جنات میں بھی اخلاقاً ومذہباً اچھے برے دونوں ہیں اور بالکل انسانوں کی طرح جنات بھی مختلف مذاہب میں بٹے ہوئے ہیں۔
- ہمیں یقین ہے کہ زمین میں خدا کے ارادہ پر ہم ہرگز غالب نہیں آسکتے اور نہ اس کی قدرت سے فرار اختیار کرسکتے ہیں۔
- ہم نے جب قرآنی تعلیمات کو سنا تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ بس جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا تو اسے نہ

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن

۲۔ بحار الانوار، ج ۱۰، ص ۱۶۸

کسی نقصان کا ڈر ہے اور نہ ہی وہ ظلم کا شکار ہوگا۔

- ہم قرآن کی ہدایت کے ذریعہ یہ جانتے ہیں کہ ایک گروہ مسلمان اور ایک گروہ منحرف (کافر) ہوگا۔

جنات کا اپنی قوم کو دعوت ایمان دینا

آیات قرآنی سننے کے بعد جب ان مسلمان جنوں نے اپنی قوم میں اسلامی تعلیمات کی پیروی کرنے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ایمان لانے کی تبلیغ کی تو کچھ مسلمان ہوگئے اور کچھ حق سے منحرف ہوگئے۔

صاحبان ہدایت کے لئے نعمتوں میں اضافہ

☆ آیت ۱۶ اور ۱۷ کے مطابق جو افراد ہدایت یافتہ ہیں اور اس پر ثابت قدم رہتے ہیں پروردگار عالم انہیں وافر پانی سے سیراب کرے گا تاکہ ان کا امتحان لے سکے۔ یہاں پر پانی کا خاص ذکر اس لئے ہے کیونکہ دنیا کی تمام نعمتوں کا دارومدار پانی پر ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان کے ثمرات صرف آخرت سے مخصوص نہیں ہیں اس دنیا کی زندگی میں بھی بہت سے ثمرات ہیں اور ان نعمتوں کے ذریعہ پروردگار عالم اپنے بندوں کو آزمائے گا پس جو خدا کے ذکر سے منہ پھیرے گا وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوگا۔

مساجد (یعنی اعضائے سجدہ کا) صرف اللہ کے لئے ہونا

☆ آیت ۱۸ میں مساجد کا اللہ کے لئے ہونا بیان ہوا ہے۔ روایات کے مطابق مساجد سے مراد اعضائے سجدہ ہیں اور اعضائے سجدہ سات ہیں: پیشانی، ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں کے انگوٹھوں کے سرے۔

مشرکین، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت میں رکاوٹ

☆ آیت ۱۹ سے ۲۵ تک کے مطابق جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد ہجوم لگاتے تھے تاکہ آپ عبادت نہ کرسکیں۔ پروردگار عالم نے اپنے رسول کو مخاطب کرکے واضح کردیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اللہ کی عبادت کرتا ہوں اور کسی دوسرے کو اپنے رب کی عبادت میں شریک نہیں کرتا اور اللہ کی مدد سے ہٹ کر نہ میں کوئی نقصان پہنچا سکتا ہوں اور نہ کسی کی ہدایت کرسکتا ہوں۔ یاد رکھو کہ اگر میں بھی اللہ کی نافرمانی کروں تو (مجھے بھی) اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا، میں تو صرف اللہ کی پناہ میں ہوں لہٰذا تمہیں بھی اسی کی پناہ کی طرف بلا رہا ہوں۔ پس جو بھی اس ہدایت سے انحراف

کرتے ہوئے سرکشی کرے گا ان کے لئے ایک وعدہ خاص ہے جس کا علم صرف پروردگار عالم کو ہے، یہ وعدہ کب وفا ہوگا صرف اللہ جانتا ہے۔ اس وقت معلوم ہوگا کہ کس کا مددگار کمزور اور کس کی جماعت طاقت ور ہے۔ جو وعدہ ان کفار سے کیا گیا ہے وہ ایسا جہنم ہے جس میں کفار و مشرکین ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا بیان

☆ آیت ۲۶ اور ۲۷ واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ غیب کا ذاتی علم صرف اللہ کے پاس ہے اور بندے کو عطائے پروردگار سے ہی حاصل ہوسکتا ہے لہٰذا جب تک عطائے پروردگار کا ثبوت نہ مل جائے بندہ کو صاحب علم غیب تسلیم نہیں کیا جاسکتا ہے اور جو علم پروردگار عالم کی طرف سے عطا ہو وہ انسان کا ذاتی علم نہیں ہوگا بلکہ اللہ کی طرف سے تعلیم شدہ علم ہوگا۔

فضائل و خصوصیات:

بے حساب ثواب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْجِنِّ أُعْطِيَ بِعَدَدِ كُلِّ جِنِّيٍّ وَ شَيْطَانٍ صَدَّقَ بِمُحَمَّدٍ وَ كَذَّبَ عِتْقَ رَقَبَةٍ (۱)

جو شخص سورۂ جن کی تلاوت کرے گا اسے ہر جن اور شیطان کی تعداد کے برابر، جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی ہو یا تکذیب، غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا کیا جائے گا۔

مناظرہ میں غلبہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ شَرِبَهَا وَعَى كُلَّ شَيْءٍ يَسْمَعُهُ وَ غَلَبَ مَنْ يُنَاظِرُهُ (۲)

جو شخص اس سورے کو لکھ کر پی لے تو جو کچھ کسی سے سنے گا وہ یاد رہے گا اور اگر کسی سے مناظرہ کرے تو غالب رہے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۴

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۱۲

سورۂ مزمل کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ مزمل

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
مزمل	29	73	03	مکہ مکرمہ	20	02	853	300

☆سورۂ مزمل موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا تہتروان (۷۳) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے تیسرا (۳) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ مزمل'' رکھا گیا ہے۔ مزمل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے القاب میں سے ایک لقب ہے جس کا مطلب ہے ''چادر، کمبل یا کوئی کپڑا اپنے جسم کے گرد لپیٹنے والا''۔

منتخب موضوعات:

۱۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لقب ''مزمل'' کا بیان	۲۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشکلات میں عبادت سے مدد کا حکم
۳۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز تہجد کا حکم	۴۔قرآن مجید کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنے کا حکم
۵۔دشمن کے مقابلہ میں صبر واستقامت کی ہدایت	۶۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشخبری
۷۔چار دردناک عذابوں کا بیان	۸۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ
۹۔قیامت کے دن کی ہولناکی کا بیان	۱۰۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبادت میں تخفیف کا حکم
۱۱۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عبادت میں شامل گروہ	۱۲۔رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کر[illegible]ں کی صفات
۱۳۔فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

☆اس سورے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کا تذکرہ ہے کیونکہ آپ علیہ السلام بہت زیادہ عبادت الٰہی میں مصروف ہوتے تھے اس لئے اللہ نے عبادت کے دورانیہ کو کم کرنے کا حکم دیدیا۔

☆اس سورے کی ابتدائی آیات اور آخری آیات کے لب ولہجہ میں نمایاں فرق یہ بتاتا ہے کہ ان آیات کے درمیان

(زمانہ نزول کے اعتبار سے) کافی عرصے کا فاصلہ تھا (جیسا کہ ابتدائی آیات میں نماز تہجد کے واجب ہونے کا ذکر ہے اور آخری آیات میں اس وجوب میں تخفیف کو بیان کیا گیا ہے)، جسے بعض مفسرین نے "آٹھ ماہ" بعض نے "ایک سال" اور بعض نے "دس سال" تک لکھا ہے(۱)۔

☆ یہ سورہ بعثت کے ابتدائی سالوں میں نازل ہوا ہے بلکہ آیت "عنقریب آپ پر ہم ایک بھاری حکم (کا بوجھ) ڈالنے والے ہیں" سے عندیہ ملتا ہے کہ یہ سورہ بعثت کے تیسرے سال کے بعد نازل ہوا جب رسول اللہ ﷺ کے لئے اپنی رسالت کا اعلان کرنے کا حکم نازل ہوا تھا۔ اعلان رسالت میں مشرکین کے معبودوں کے خلاف اور ان کے آبائی مذہب کے باطل ہونے کا اعلان کرنا تھا جو ایک نہایت سنگین اور بھاری ذمہ داری تھی۔ اس کے لئے ایک نہایت روحانی طاقت اور قوت کی ضرورت تھی جو عبادت سے حاصل ہو سکتی ہے(۲)۔

رسول خدا ﷺ کے لقب "مزمل" کا بیان

اس سورے کا پہلی آیت میں لفظ "مزمل" آیا ہے جو رسول خدا ﷺ کے القاب میں سے ایک لقب ہے جس کے معنی چادر اوڑھنے والا ہے۔

رسول خدا ﷺ کو مشکلات میں عبادت سے مدد کا حکم

☆ آیت ۱ سے ۱۰ تک کی آیات رسول خدا ﷺ کو عبادت اور تلاوت کے لئے رات کو قیام کی دعوت دیتی ہیں اور آپ ﷺ کو تبلیغ دین کے مرحلہ میں پیش آنے والی ہر مشکل کیلئے تیار رہنے کی تلقین کرتی ہیں۔ ان آیات کے ذریعہ پروردگار عالم اپنے حبیب کو مادی وسائل اور اسلحوں سے نہیں بلکہ باطنی طاقت اور روحانی قوت سے لیس کرنا چاہتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کے کاندھوں پر ایک وحشی قوم کو انسان بنانے، ایک ناخواندہ قوم کو مہذب بنانے، ایک تاریک معاشرے کو روشن کرنے، ایک ہٹ دھرم قوم کو حق سمجھانے اور گمراہوں کو راہ حق دکھانے کی سنگین اور بھاری ذمہ داری ہے۔ چونکہ اس ذمہ داری کا تعلق ایک مشرک قوم کے معبودوں اور ان کے مقدسات کو یکسر مسترد کرنے کے ساتھ مربوط تھا اس لئے اس کا ردعمل بھی نہایت شدید اور سخت ہونے والا تھا۔ آپ ﷺ کو اس ذمہ داری کا حق ادا کرنے کے لئے

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۵، ص ۱۳۳۔ تفسیر در منثور، ج ۶، ص ۲۷۶

۲۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر سورۂ مبارکہ

کتنی تکلیفوں اور اذیتوں سے گزرنا پڑا وہ آپ ﷺ کے ہی ایک ارشاد سے واضح ہوتا ہے جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں ''جتنی اذیت مجھے دی گئی ہے کسی نبی کو نہیں دی گئی (۱)''۔ اس ذمہ داری کو ادا کرنے میں تین چیزیں انتہائی اہمیت کی حامل تھیں:

رسول خدا ﷺ کو نماز تہجد کا حکم

عبادت: رسول خدا کو حکم دیا گیا کہ رات کو تہجد کے لیے اٹھا کریں اور تہجد رسول اللہ ﷺ پر واجب ہے جبکہ امت پر مستحب ہے۔ قرآن مجید میں رات کو اٹھ کر اللہ کی عبادت کرنا خواہشات نفسانی کو کچلنے کا باعث قرار دیا گیا ہے کیونکہ رات کے وقت اپنے خالق سے تنہائی میں خضوع وخشوع کے ساتھ راز و نیاز کا موقع میسر آتا ہے۔ پس یادِ الٰہی کا انداز یہ بتایا گیا ہے کہ ہر طرف سے بے نیاز ہو کر اسی کے ہو کر رہ جاؤ اور اسی کو اپنا کارساز بنالو اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

قرآن مجید کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنے کا حکم

تلاوت: قرآن مجید کی تلاوت ایک ایسا روحانی نسخہ ہے جس سے استفادہ کرنے والے افراد ہمیشہ مطمئن رہتے ہیں۔ ان آیات میں رسول خدا کو ٹھہر ٹھہر کر قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے محض ذریعہ ثواب سمجھ کر سرسری طور پر نہ پڑھا جائے بلکہ اسے سمجھیں اور اس سے ہدایت حاصل کریں کیونکہ قرآن مجید کتاب ہدایت ہے لہٰذا اسے سمجھ کر اور تفکر و تدبر کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

یہاں قرآن کی تلاوت ''ترتیل'' یعنی ''ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے'' کا ذکر ہے۔ ترتیل کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اس طرح کی جائے کہ حروف اپنے مخارج سے پوری وضاحت کے ساتھ نکلیں اور حروف کا تلفظ بھی واضح طریقے سے ہو۔ اس طرح تلاوت کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ قرآن کے مفاہیم ذہن میں اترتے جاتے ہیں اور کلام الٰہی کا اثر شعور کی تہہ تک پہنچ پاتا ہے۔

ان آیات میں عبادت یعنی نماز تہجد اور تلاوت قرآن مجید کے لئے رات کو اٹھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ حکم اس لئے ہے کہ دن کو آپ ﷺ کی بہت سی مصروفیات ہیں۔ ایک عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے رات کی تاریکی اور

۱۔ بحار الانوار، ج ۳۹، ص ۵۵

پرسکون لمحات زیادہ مناسب ہیں جن میں دنیا کے تمام مشاغل سے بے نیاز ہو کر اپنے خالق سے رابطہ قائم کرنے کا موقع میسر آتا ہے۔ دن کے اوقات میں لوگوں سے ملاقات اور زندگی کے دوسرے امور میں مشغول رہنا پڑتا ہے اس لئے عبادت و تلاوت میں یکسوئی میسر نہیں آتی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ البتہ دن کے وقت اپنے رب کا ذکر کرتے رہیے اور صرف اسی اللہ کی عبادت کریں اور اپنی زندگی کے تمام امور کو صرف اللہ ہی کے حوالہ کریں جو مشرق و مغرب یعنی تمام کائنات کا پروردگار ہے، وہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وکیل ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سارے کام وہی آسانی سے انجام دے گا چونکہ وہ کل کائنات کا مالک اور صاحب اختیار ہے۔

دشمن کے مقابلہ میں صبر و استقامت کی ہدایت

صبر: جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے تمام امور کو اللہ کے سپرد کر دیا تو اب کفار و مشرکین کی طرف سے جو توہین آمیز جملے آپ کو سننے کو ملتے ہیں ان پر صبر کریں یعنی ان کی بدتمیزی کے مقابلہ میں آپ کا ردعمل یہ ہو کہ ان بدتمیزیوں کو خوبصورت انداز میں نظر انداز کریں اور پروقار انداز میں ان سے دوری اختیار کریں، ان کی جاہلیت و نادانی سے دور رہیں اور جو افراد آپ کی تکذیب کرتے ہوئے آپ کو مجنون، ساحر اور کاہن جیسے خطابات دیتے ہیں ان کا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اوپر چھوڑ دیں اور انہیں تھوڑی مہلت دے دیجئے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشخبری

☆ آیت ۱۱ سے ۱۴ تک میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پروردگار عالم ایک عظیم خوشخبری دے رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر عذاب نازل ہونے تک صبر کریں۔ اس مہلت کے ختم ہونے کے بعد ان کا انجام یہ ہوگا کہ وہ ہمارے پاس موجود بیڑیوں اور آتش جہنم سے دوچار ہوں گے اور ان کا واسطہ اس طعام سے پڑے گا جو حلق میں پھنس جائے گا، نہ اگلا جائے گا، نہ ہی نگلا جائے گا۔ یہ عذاب انہیں اس دن ملے گا جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے اور پہاڑ ریتی کے مانند ہو جائیں گے یعنی قیامت کے دن ان کو اپنے تمام انجام دیئے ہوئے اعمال کی سزا مذکورہ بالا سزاؤں کی صورت میں ملے گی۔

چار دردناک عذابوں کا بیان

ان آیات میں مغرور اور مال دولت کے نشے میں مست آیات الٰہی کو جھٹلانے والوں کے لئے چار دردناک عذاب

بیان کئے گئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ طوق اور زنجیریں۔

۲۔ جہنم کی جلانے والی آگ۔

۳۔ حلق میں پھنسنے والا کھانا۔

۴۔ انواع واقسام کے دردناک عذاب جو انسانی فکر میں بھی نہیں آسکتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ

☆ آیت ۱۵ سے ۱۹ تک کی آیات کا آغاز حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے ذکر سے ہو رہا ہے۔ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب آئے تھے۔

قیامت کے دن کی ہولناکی کا بیان

اسی طرح ہمارا رسول بھی دنیا میں تم پر غالب آئے گا اور آخرت میں تمہارے اعمال وافعال پر گواہ ہوگا لہٰذا اگر تم نے کفر اختیار کیا تو دنیا میں ذلیل وخوار ہو جاؤ گے اور آخرت کے دن ایسے مراحل سے گزرنا پڑے گا جن کے نتیجہ میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ اس دن کی شدت اور ہولناکی کا یہ عالم ہوگا کہ اس سے آسمان بھی پھٹ جائے گا اور یہ نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس طرح اللہ نے جس دن کا وعدہ کیا ہے وہ آکر رہے گا۔

آخر میں ان تمام باتوں کو بیان کرنے کا مقصد ذکر ہوا ہے کہ ان باتوں کو اس لئے بیان کیا گیا ہے تاکہ نصیحت حاصل کرنے والے فرعون کے انجام اور قیامت کی ہولناکی کے تصور سے نصیحت حاصل کریں۔ خداوند عالم نے ان آیات کے ذریعہ راستہ واضح دکھا دیا ہے اس کے بعد اس راستہ کا انتخاب انسان کے اپنے ارادہ واختیار میں ہے کہ چاہے تو اللہ کی قربت اور خوشنودی کا راستہ اختیار کرے یا گمراہی وضلالت کی تاریکی میں سرگرداں رہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبادت میں تخفیف کا حکم

☆ آیت ۲۰ اس سورے کی طویل ترین آیت ہے جو ایک رکوع پر مشتمل ہے۔ سورے کے شروع میں جس تہجد کا حکم دیا گیا تھا کہ ”آدھی رات یا اس سے کم یا اس سے زیادہ جاگ کر عبادت کی جائے“ اس آیت میں تہجد اور تلاوت قرآن کے حکم میں رعایت دیتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ جتنی عبادت کر سکتے ہو کرو۔ اس عبادت میں تخفیف کی

وجوہات کو بھی خداوند عالم نے بیان فرمایا کہ انسان کبھی مریض ہوتا ہے یا رزق خدا کی تلاش میں نکل پڑتا ہے یا راہ خدا میں جہاد میں مصروف رہتا ہے ایسے حالات میں آدھی رات کو عبادت کرنا ممکن نہیں ہوتا لہٰذا جس قدر قرآن پڑھنا ممکن ہو پڑھ لیا کرو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عبادت میں شامل گروہ

اس آیت کے مطابق اس عبادت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک خاص گروہ میں شامل ہے جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی حاصل ہے اسی ہمراہی میں وہ گروہ اوقات شب میں یاد الٰہی میں مصروف ہوتا ہے اور جس قدر بھی تلاوت قرآن مجید ممکن ہوتی ہے تلاوت کرتا ہے، مشکلات اور مختلف آزمائشیں بھی اس گروہ کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع سے نہیں روک سکتی ہیں۔ یہ گروہ بے سروسامانی کے عالم میں فضل الٰہی کی تلاش میں مصروف رہتا ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے والوں کی صفات

اس کے علاوہ اس گروہ کے افراد راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور شہادت کی سعادت حاصل کرتے ہیں، نماز قائم کرتے، زکوٰۃ ادا کرتے اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے ہیں یعنی معاشرے کو کفر و شرک کی نجاست سے پاک و پاکیزہ کرنے کے لئے اپنا کل سرمایہ اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پس اس گروہ کی طرف سے جو کچھ راہ خدا میں خدمات انجام دی گئیں ہیں اس کا اجر پروردگار عالم کی بارگاہ میں محفوظ ہے اور اللہ اس گروہ کو بہترین اجر دینے والا ہے۔ قرآن مجید کی ابتدا سے لے کر اب تک سات مرتبہ قرض حسنہ دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ مسلسل کار خیر اور قرض حسنہ کی طرف بندوں کو متوجہ کر رہا ہے کیونکہ روز قیامت یہی کام آنے والا ہے اور دنیاداری اور ذخیرہ اندوزی کام آنے والی نہیں ہے۔

اہل سنت کے مشہور عالم دین علامہ حسکانی نے اپنی تفسیر ''شواہد التنزیل'' میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اس گروہ سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور حضرت ابوذرؓ ہیں (۱)۔

شواہد التنزیل میں حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت بھی درج ہے کہ ''رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے جس

۱۔ شواہد التنزیل، ج ۲، ص ۳۸۷

نے نماز پڑھی اور آپ ﷺ کے ساتھ رات کو نماز تہجد کے لیے کھڑے رہے وہ علی علیہ السلام ہیں (۱)۔"

فضائل وخصوصیات:

دنیا وآخرت کی سختیوں سے نجات: رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْمُزَّمِّلِ دُفِعَ عَنْهُ الْعُسْرُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (۲)

جو شخص سورۂ مزمل کی تلاوت کرے گا اس سے دنیا وآخرت کی سختیاں اٹھالی جائیں گئیں۔

پاک وپاکیزہ زندگی وموت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْمُزَّمِّلِ فِي الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ أَوْ فِي اٰخِرِ اللَّيْلِ كَانَ لَهُ اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ شَاهِدَيْنِ مَعَ سُوْرَةِ الْمُزَّمِّلِ وَأَحْيَاهُ اللهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَأَمَاتَهُ مِيتَةً طَيِّبَةً (۳)

جو شخص سورۂ مزمل کو دوسری نماز عشا (اس سے نماز عشاء ہی مراد ہے کیونکہ بعض اوقات مغرب کو پہلی عشاء کہا جاتا ہے) یا آخر شب میں پڑھے تو رات اور دن اس سورے کے ساتھ قیامت کے دن اس کے گواہ ہوں گے اور خدا اسے پاکیزہ زندگی اور پاکیزہ موت دے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ شواہد التنزیل، ج ۲، ص ۳۸۷

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۴

۳۔ ثواب الاعمال، ص ۱۲۰

سورۂ مدثر کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ مدثر

الفاظ	حروف	رکوع	آیات	مقام نزول	ترتیب نزول	موجودہ ترتیب	پارہ نمبر	نام سورہ
255	1010	02	56	مکہ مکرمہ	04	74	29	مدثر

☆ سورۂ مدثر موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا چوہترواں (۷۴) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے چوتھا (۴) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا ہے۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کو اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے ''سورۂ مدثر'' کہا گیا ہے۔ ''مدثر'' رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے القاب میں سے ایک لقب ہے جس کا مطلب ہے ''کپڑا اوڑھنے والا''۔

منتخب موضوعات:

۱۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلانیہ تبلیغ کے لئے قیام کا حکم	۲۔ مبلغ کے لئے تبلیغ کے بنیادی عناصر کا بیان
۳۔ حق کا انکار کرنے والوں کو دھمکی	۴۔ ولید ابن مغیرہ کی مذمت
۵۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازشیں	۶۔ اللہ تعالیٰ کی مختلف قسموں کے ذریعہ رسول کی ضمانت
۷۔ جیسے اعمال ویسی جزا	۸۔ مجرمین سے اصحاب یمین کا سوال
۹۔ شفاعت کا بیان	۱۰۔ مجرمین کا اصل مرض، آخرت کی زندگی سے بے خوفی
۱۱۔ قرآن مجید کا نصیحت پر مشتمل ہونا	۱۲۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

☆ اس سورے کی ابتدائی آیات میں ان چیزوں کا بیان ہے جن کی ضرورت تبلیغ کی راہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے مثلاً پروردگار کی بڑائی، لباس کی پاکیزگی، لوگوں پر تبلیغ کا احسان نہ جتلانا وغیرہ۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلانیہ تبلیغ کے لئے قیام کا حکم

☆ آیت ۱ سے ۷ تک کی آیات مکہ مکرمہ کے ابتدائی دور میں نازل ہونے والی آیات میں سے ہیں بلکہ بعض مفسرین

اس بات کے معتقد ہیں کہ یہ پورا سورہ پہلی وحی ہے جو رسول خدا پر نازل ہوئی جبکہ بعض دیگر مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ سورہ رسول خدا ﷺ کی تین سالہ خفیہ تبلیغ کے بعد اعلانیہ تبلیغ کے مرحلہ کی پہلی وحی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو قیام کرتے ہوئے قوم کو ڈرانے کا حکم دیا ہے یعنی خفیہ تبلیغ کا وقت ختم ہوا اور اعلانیہ قیام کا وقت آ گیا ہے۔

مبلغ کے لئے تبلیغ کے بنیادی عناصر کا بیان

ان آیات میں قیام کیلئے جن عناصر و ارکان کی ضرورت ہے ان کا بھی ذکر آیا ہے۔ وہ عناصر و ارکان یہ ہیں:

- انذار و تنبیہ: سب سے پہلے شرک و کفر سے لاحق ہونے والے خطرات سے تنبیہ۔
- تکبیر: اللہ کی کبریائی کا ذکر کرنا کہ وہ: ''اکبر من ان یوصف، یعنی وصف و بیان کی حد سے بڑا ہے''۔
- تطہیر: یعنی لباس پاکیزہ رکھے تاکہ دشمن متنفر نہ ہو اور اس کے نفس کو پاکیزہ بنانے میں آسانی ہو۔
- ہجر: تمام ناپاکیوں سے دوری اختیار کرنا تاکہ تبلیغ کی تاثیر میں اضافہ ہو سکے۔
- احسان نہ جتلانا: یعنی لوگوں کو نجات کی راہ دکھانے پر احسان جتلا کر اپنے عمل کو کثیر تصور نہ کریں اور اپنے اعمال کو زیادہ تصور کرنا بندگی کے شایان شان نہیں ہے بلکہ یہ خود پسندی ہے۔ احادیث میں بیان ہوا ہے کہ ''احسان جتلانے سے نیکی برباد ہو جاتی ہے[1]''۔
- صبر: صبر و حوصلہ کے ساتھ رب کو خاطر میں رکھیں کیونکہ صبر کے بغیر کوئی کام بہتر انداز میں اپنے انجام تک نہیں پہنچ پاتا ہے۔

یہ تعلیمات صرف رسول خدا ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ ہر مبلغ اور معاشرہ کے ذمہ دار شخص کے لئے ضروری ہیں۔ درحقیقت یہ تعلیمات اس شخص کے لئے آئین کی حیثیت رکھتی ہیں جو فریضہ تبلیغ کو ادا کرنا چاہتا ہے اور راہ خدا میں اس عظیم خدمت کو انجام دینے کا خواہش مند ہے۔

حق کا انکار کرنے والوں کو دھمکی

☆ آیت ۸ سے ۱۰ تک میں حق کا انکار کرنے والوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس کا انجام بہت ہی برا ہونے والا ہے جس کا مشاہدہ قیامت کے دن واضح طور پر کر سکیں گے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو کافروں کی

---

[1] اصول کافی، ج ۳، ص ۲۲، باب المن (احسان)

مشکلات میں نمایاں اضافہ ہو جائے گا اور وہ بہت ہی دردناک دن ہوگا۔

ان آیات میں "صور پھونکے" جانے کا بیان ہے۔ قرآن مجید کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی انتہا اور قیامت کی ابتدا دونوں میں صور پھونکا جائے گا جن میں سے پہلی صدا موت کی ہوگی اور دوسری بیداری اور حیات کی صدا ہوگی جنہیں "نَفخہ صُورِ اَوّل" اور "نَفخہ صُورِ دُوُم" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہاں جس صور کی بات کی گئی ہے وہ دوسری قسم ہے جس سے قیامت برپا ہو جائے گی اور وہ کافروں پر سخت اور سنگین دن ہوگا۔

ولید ابن مغیرہ کی مذمت

☆ آیت ۱۱ سے ۳۱ تک کی آیات ولید ابن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی رسالت کا علی الاعلان آغاز کیا اور قرآن مجید کا پیغام مسلسل لوگوں تک پہنچانا شروع کیا تو قریش کی مخالفتیں بھی تیز تر ہو گئیں۔ انہی حالات میں حج کے ایام قریب آئے۔ انہیں یہ پریشانی لاحق ہوگئی کہ محمد ﷺ حج کے موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس لیے قریش کے سرداروں نے ایک اجتماع میں طے کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف ایک تحریک شروع کی جائے۔ ولید ابن مغیرہ نے حاضرین سے کہا کہ ہمیں ایک بات پر اتفاق کرنا چاہیے ورنہ مختلف باتوں سے ہمارا اعتبار چلا جائے گا۔

اس کے بعد ان کے درمیان بحث و مباحثہ شروع ہو گیا، کچھ لوگوں نے کہا ہم سب اتفاق کر کے انہیں کاہن کہیں گے۔ ولید نے کہا یہ کاہن نہیں ہیں، نہ ان کی باتیں کاہنوں سے ملتی ہیں، کچھ لوگوں نے کہا ہم انہیں مجنون کہیں گے۔ ولید نے کہا وہ مجنوں بھی نہیں ہیں، کچھ اور لوگوں نے کہا ہم انہیں شاعر کہیں گے۔ ولید نے کہا ہم شعر کو اچھی طرح جانتے ہیں، محمد کا کلام شعر بھی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بات بھی محمد کیلئے مناسب نہیں ہوگی۔ کچھ نے کہا انہیں ساحر کہا جائے۔ ولید نے کہا یہ ساحر بھی نہیں ہیں۔ ساحروں کی کوئی بات ان میں نہیں ہے۔ اس شخص کے کلام میں بڑی شیرینی ہے اور اثر گہرا ہے۔

قریش کے سرکردہ اور سربرآوردہ لوگ کسی بھی نتیجہ پر نہیں پہنچے جس پر ابو جہل برہم ہوا اور کہا تمہاری قوم اس وقت تک تم سے راضی نہ ہوگی جب تک محمد ﷺ کی طرف کسی بات کی نسبت نہ دے دو۔ اس پر ولید نے کہا مجھے سوچنے دو۔ اس نے دیر تک سوچ کر کہا قریب ترین بات یہ ہے کہ تم اسے ساحر کہو۔ اس پر سب نے اتفاق کیا اور حج کے موقع پر قریش کے لوگوں نے باہر سے آنے والوں میں یہ بات پھیلانا شروع کی کہ یہاں ایک جادوگر شخص کھڑا ہوتا ہے جو خاندانوں میں جدائی ڈالتا ہے، اس کی باتیں نہ سننا۔ اسی طرح خود کفار قریش نے رسول ﷺ کا نام سب لوگوں میں مشہور کر دیا۔

ان آیات میں پروردگار عالم نے اپنے رسول کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے اس شخص سے نمٹنے دیں جس نے قریش کو مشورہ دیا ہے کہ آپ کو ساحر کہا جائے، اس شخص کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیجئے جسے میں نے اکیلا خلق کیا ہے۔ اسے خلق کرنے میں میرے ساتھ کوئی شریک نہ تھا۔ اور اس شخص کو میں نے وسیع دولت اور ہمیشہ اس کے پاس حاضر رہنے والے بیٹے دے رکھے ہیں۔ بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ ولید ابن مغیرہ کے پاس مکہ اور طائف کے درمیان، بہت سے اونٹ، گھوڑے اور زرعی زمینیں تھیں۔ اس مالی قوت کے ساتھ ہمیشہ خدمت میں رہنے والی اولاد بھی کثیر تعداد میں تھی، ان میں سب سے زیادہ مشہور خالد ابن ولید ہے۔ بعض مفسرین نے اس کے بیٹوں کی تعداد بارہ لکھی ہے اور بعض نے دس بیان کی ہے (۱)۔

یہ شخص پروردگار عالم کی طرف سے مال و اولاد کی نعمت رکھنے کے باوجود مزید کی لالچ رکھتا تھا کہ پروردگار اس کے مال میں مزید اضافہ کرے لیکن پروردگار عالم اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی بنا پر اب دنیا میں اس کے مال میں کبھی بھی اضافہ نہیں ہوگا اور آخرت کے دن اسے ایک کٹھن چڑھائی چڑھنے پر مجبور کیا جائے گا۔

مال میں اضافہ کی لالچ "ولید ابن مغیرہ" تک محدود نہیں ہے بلکہ تمام دنیا پرست افراد ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کی دولت کی پیاس کبھی نہیں بجھتی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف سازشیں

اللہ تعالیٰ کی ان تمام نعمتوں سے مالا مال ہونے کے باوجود ولید ابن مغیرہ نے سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف مہم میں کیا نعرہ استعمال کیا جائے، کاہن کہا جائے یا مجنون، شاعر کہا جائے یا ساحر؟ آخر میں اس نے کافی سوچ بچار کے بعد قوم کو مطمئن کرنے کی خاطر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساحر قرار دیا اور قرآن مجید کی آیات کو انسانی کلام قرار دیا۔

ولید ابن مغیرہ کی مکاری کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت میں ملنے والے عذاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے میں (اللہ) آگ سے جھلسا دوں گا، یہ آگ ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دے گی، یہ آگ کھال کو بھی جھلسا دینے والی ہے۔ کھال کا ذکر خاص طور پر اس لئے آیا ہے کہ کھال سے انسان کی شکل و صورت بنتی ہے اور انسان کی شناخت ہوتی ہے۔ جسم پر کھال نہ ہو اور تمام اندرونی شکل نمایاں ہو جائے تو شکل نہایت بدنما اور ڈراونی ہو جاتی ہے۔

جھلسا دینے والی آگ کے اوپر انیس فرشتے (۱۹) موکل ہیں۔ فرشتوں کی یہ تعداد بیان کرنے کا مقصد اولاً تو یہ ہے کہ

۱۔ تفسیر نمونہ۔ الکوثر فی تفسیر القرآن

اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہوجائے اور ثانیاً یہ بھی ثابت ہوجائے کہ قرآن کے بیان کردہ حقائق توریت وانجیل کے بیان کردہ حقائق کے مطابق ہیں کیونکہ توریت وانجیل میں بھی موکلین جہنم کی تعداد انیس ہی بیان ہوئی ہے۔ البتہ ایسا نہیں ہے کہ اللہ کا لشکر صرف انہی پر منحصر ہے اس کے لشکروں کی تعداد اور ان کی طاقت وقوت اس قدر کثیر اور عظیم ہے کہ خود اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان پر کوئی احاطۂ علمی نہیں رکھتا۔ ان تمام باتوں کو بیان کرنے کا مقصد خواب غفلت میں سوئے ہوئے انسان کو بیدار کرنا تھا تاکہ وہ نصیحت حاصل کرتے ہوئے اس جھلسا دینے والی آگ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے اطاعت الٰہی میں اپنی زندگی بسر کرے۔

ابن عباسؓ راوی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جہنم پر انیس فرشتے موکل ہیں تو ابوجہل نے مذاق اڑانے کیلئے قریش سے کہا: کیا تم میں سے دس افراد ایک داروغہ کو قابو نہیں کرسکیں گے۔ ان میں ایک طاقتور شخص ابوالاسد جمحی نے کہا: ان میں سے سترہ کو تو میں اکیلا قابو کرلوں گا۔ باقی دو کو تم قابو کرلو۔

اللہ تعالیٰ کی مختلف قسموں کے ذریعہ رسول کی ضمانت

☆ آیت ۳۲ سے ۳۷ تک کی آیات کی ابتدا میں خداوند عالم نے چاند، رات اور صبح کی قسم کھا کر ضمانت دی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں جادو پر مشتمل نہیں ہیں۔ جن لوگوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو جادو سے تعبیر کیا ہے پروردگار عالم نے انہیں جہنم کی آگ سے خبردار کیا ہے۔

جیسے اعمال ویسی جزا

☆ آیت ۳۸ اور ۳۹ کے مطابق اصحاب یمین کے علاوہ ہر شخص اپنے کردار کی قید میں بند ہے یعنی قیامت کے دن اسے ایسی ہی جزا ملے گی جیسے اس کے اعمال ہوں گے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے عمل صالح کے ذریعہ گناہ کے طوق وزنجیر کو توڑ دیا ہے لہٰذا وہ بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ اہل سنت کے مشہور مفسر قرآن ''علامہ قرطبی'' نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''ہم اور ہمارے شیعہ اصحاب یمین ہیں اور جو شخص ہم اہل بیت علیہم السلام کو دشمن رکھتا ہے وہ اپنے اعمال کی قید میں ہے(۱)۔''

۱۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۰، بحوالہ تفسیر نمونہ، ج ۲۵، ص ۲۱۱

مجرمین سے اصحاب یمین کا سوال

☆ آیت ۴۰ سے ۴۷ تک کے مطابق اصحاب یمین مجرمین سے پوچھ رہے ہوں گے کہ کس کام کی وجہ سے تم جہنم کے مستحق قرار پائے؟ اہل جہنم اس سوال کے جواب میں جو کچھ کہیں گے وہ انسان کے ضمیر کو جھنجوڑنے کے لیے کافی ہے، وہ کہیں گے کہ:

پہلی بات: ہم نماز گزاروں میں سے نہ تھے یعنی ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

دوسری بات: ہم بھوکوں کو کھلاتے نہیں تھے یعنی ترک نماز کی وجہ سے خالق سے دور اور ترک اطعام کی وجہ سے مخلوق سے دور ہونے کی وجہ سے ہم جہنم کے نزدیک ہو گئے۔

تیسری بات: بے ہودہ گوئی میں مصروف رہتے تھے یعنی اسلام، قرآن، مذہبی تعلیمات کے خلاف بیہودگی کرنے والوں کی محافل میں بیٹھ کر دین اور دین داروں کا مذاق اڑاتے تھے۔ نمازیوں کا تحقیر آمیز لفظوں میں ذکر کرتے تھے اور غریب پروری کو حماقت تصور کرتے تھے۔

چوتھی بات: ہم روزِ جزا کو جھٹلاتے تھے۔ قیامت اور آخرت کو ایک واہمہ قرار دیتے تھے درحالانکہ اسی دوران ہمیں موت نے آلیا اور موت آنے پر ہم پر یہ راز کھل گیا کہ آخرت برحق تھی اور ہم گمراہی میں تھے۔

ان آیات کے ذیل میں علامہ شیخ محسن علی نجفی نے اپنی مایہ ناز تفسیر "الکوثر فی تفسیر القرآن" میں بیان فرمایا ہے کہ "ان آیات سے ایک تو یہ بات بظاہر سامنے آتی ہے کہ کافر آخرت میں صرف شرک اور انکار آخرت کے منکر ہونے یعنی صرف اصول کے انکار پر جہنم نہیں جائیں گے بلکہ فروعِ دین پر عمل نہ کرنے پر بھی عذاب ہوگا چونکہ اس آیت میں نماز نہ پڑھنا عذاب کی وجہ بتائی ہے۔ اس کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جب اہل جہنم نماز پڑھنے اور غریبوں کو کھلانے کی وجہ سے اہل جنت کے درجات دیکھیں گے تو کہہ اٹھیں گے: ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور غریب پروری نہیں کرتے تھے۔"

شفاعت کا بیان

☆ آیت ۴۸ میں سابقہ آیات میں بیان کیے گئے مجرمین کے جرائم کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے قیامت کے دن کسی شفاعت کرنے والے کی کوئی شفاعت بھی کام نہیں دے گی جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "ہم اہل بیت علیہم السلام کی شفاعت نماز کو کم اہمیت دینے والوں کو نہیں مل سکتی (۱)۔"

۱۔ تہذیب الاحکام، ج ۹، ص ۱۰۷

شفاعت کا موضوع بہت ہی اہم موضوع ہے۔ اس موضوع پر مسلمان فرقوں میں سے بعض نے بہت سے اعتراضات کئے ہیں۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر شفاعت کا موضوع بیان ہوا ہے آیات اور روایات کی بنیاد پر شفاعت ہونے والوں کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ شفاعت کرنے والے سے اللہ کا راضی ہونا

۲۔ شفاعت ہونے والے شفاعت کے قابل ہوں

۳۔ ایمان کی حفاظت۔

۴۔ دستورات دینی پر عمل

۵ شفاعت کرنے والے اور شفاعت ہونے والوں کے درمیان معنوی رابطہ

قیامت کے دن شفاعت کرنے والے

۱۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

۲۔ انبیائے کرام علیہم السلام۔

۳۔ ملائکہ علیہم السلام۔

۴۔ ائمہ معصومین علیہم السلام۔

۵۔ مؤمنین۔

۶۔ قرآن کریم۔

۷۔ توبہ وعمل صالح۔

۸۔ صالح علماء۔

۹۔ راہ حق کے شہداء۔

شفاعت سے محروم جماعتیں اور افراد:

۱۔ کفار اور مشرکین۔

۲۔ ظالمین۔

۳۔ خاندان رسالت علیہم السلام کے دشمن۔

۴۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد وذریت کو آزار واذیت پہنچانے والے۔

۵۔ شفاعت کو جھٹلانے والے۔

۶۔ خیانت کار (اور غدار) افراد۔

۷۔ نماز سے بے اعتنائی برتنے والے۔

۸۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کی ولایت کے منکرین۔ ۹۔ منافقین۔

۱۰۔ نماز کو ترک کرنے والے۔

مجرمین کا اصل مرض، آخرت کی زندگی سے بے خوفی

☆ آیت ۴۹ سے ۵۶ تک میں مجرمین کے اصل مرض کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم کے دردناک عذاب کے مستحق ٹھہرے۔ ان آیات کے مطابق یہ مجرمین دنیا میں آخرت کی زندگی سے بے خوف تھے اور دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ قرآن سے اس طرح بھاگتے تھے جیسے شیر سے ڈر کر جنگلی گدھے بھاگ جاتے ہیں۔ وہ اس لئے بھاگتے تھے کہ ان کی خواہش تھی کہ یہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے ان پر نازل ہو یا ان پر بھی ایسی کتاب نازل ہو جیسی اللہ کے رسولوں پر نازل ہوتی ہے۔ ان کی آرزو کو پروردگار عالم نے کھلے الفاظ کے ساتھ رد کر دیا کہ ان کے پاس کتاب آ ہی نہیں سکتی کیونکہ وہ آخرت سے بے خوف ہیں۔

قرآن مجید کا نصیحت پر مشتمل ہونا

دوسری بات یہ ہے کہ یہ قرآن ایک نصیحت ہے لہٰذا اس نصیحت سے وہ شخص فائدہ اٹھائے گا جو نصیحت کا خواہاں ہے اور جو شخص نصیحت کا دشمن ہے اسے نہ نصیحت مل سکتی ہے نہ ہی اس سے کسی کو نصیحت ملتی ہے بلکہ اس نصیحت سے وہ فائدہ اس وقت اٹھا سکتے ہیں جب اللہ کی مشیت میں آئے۔ اللہ کی مشیت یہ ہے کہ یہ خود اپنے ارادہ واختیار سے نصیحت حاصل کریں کیونکہ اللہ جبراً نصیحت دینا نہیں چاہتا۔ اور اللہ کی ذات ہی اس لائق ہے کہ دل میں اس کا خوف رکھا جائے اور وہی بخشنے والا ہے لہٰذا اسی سے ہی گناہوں کی مغفرت کی امید رکھی جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو ہر وقت خوف اور مغفرت کی امید کے درمیان رہنا چاہیے اور یہی عین بندگی ہے۔

فضائل و خصوصیات:

بہت زیادہ ثواب کا مستحق: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْمُدَّثِّرِ أُعْطِيَ مِنَ الْأَجْرِ عَشْرَ حَسَنَاتٍ بِعَدَدِ مَنْ صَدَّقَ بِمُحَمَّدٍ وَ كَذَّبَ بِهِ بِمَكَّةَ (۱)

جو شخص سورۂ مدثر کی تلاوت کرے گا اسے ان لوگوں کی تعداد میں جنہوں نے مکہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق یا تکذیب کی تھی، دس نیکیاں دی جائیں گی۔

قیامت کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ فِي الْفَرِيضَةِ سُورَةَ الْمُدَّثِّرِ كَانَ حَقّاً عَلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ أَنْ يَجْعَلَهُ مَعَ مُحَمَّدٍ فِي دَرَجَتِهِ وَ لَا يُدْرِكُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا شَقَاءٌ أَبَداً إِنْ شَاءَ اللهُ (۲)

جو شخص سورۂ مدثر کو واجب نماز میں پڑھے تو خدا پر حق ہے کہ اس کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ان کے جوار میں اور ان کے درجہ میں قرار دے اور دنیاوی زندگی میں کبھی بھی بدبختی اور رنج و تکلیف اسے دامن گیر نہ ہو، انشاء اللہ۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۵

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۴۸

سورۂ قیامت کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ قیامت

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
قیامت	29	75	31	مکہ مکرمہ	40	02	652	199

☆ سورۂ قیامت موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا پچھترواں (۷۵) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے اکتیسواں (۳۱) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت میں قیامت کی قسم کھائی گئی ہے اور یہ لفظ استعمال ہوا ہے اسی مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ قیامت'' رکھا گیا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قیامت اور ''نفس لوامہ'' کی قسم	۲۔ قیامت اور نفس کی وضاحت
۳۔ منکرین قیامت کے شبہات اور ان کے جوابات	۴۔ وقوع قیامت کی بعض نشانیاں
۵۔ انسان کو اُس کے اعمال سے باخبر کیا جانا	۶۔ قرآن مجید کی تلاوت یا حفظ کا کافی نہ ہونا
۷۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی وصول کرنے کے سلسلے میں ہدایت	۸۔ انکار قیامت کی وجہ
۹۔ سکرات موت کا بیان	۱۰۔ مغرور شخص کے غرور کا انجام، عذاب الٰہی
۱۱۔ قیامت کے بارے میں یاد دہانی	۱۲۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

قرآن مجید میں ''تقریباً ایک ہزار سات سو آیات'' ایسی ہیں جو قیامت کے واقع ہونے اور اس دن کے دیگر امور کو بیان کرتی ہیں اور سب سے زیادہ ''ستر'' مرتبہ لفظ قیامت استعمال ہوا ہے۔

قیامت اور ''نفس لوامہ'' کی قسم

☆ آیت ۱ اور ۲ میں پروردگار عالم نے قیامت اور نفس لوامہ کی قسم ایک ساتھ کھائی ہے۔ نفس لوامہ ملامت اور

سرزنش کرنے والا نفس ہے۔ جسے ہم ضمیر اور وجدان بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کسی جرم کے ارتکاب کی صورت میں انسان کو اپنے ضمیر کی عدالت میں حاضر کیا جاتا ہے جہاں نہ کسی کی سفارش چلتی ہے، نہ کسی کا زور کیونکہ جرم کا ارتکاب اسی ضمیر کے سامنے ہوا ہے جس نے فیصلہ سنانا ہے۔ چنانچہ ضمیر کی یہ عدالت قیامت کے دن کی عدالت عظمیٰ کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ ممکن ہے اسی مناسبت سے قیامت کے ساتھ نفس لوامہ کی قسم کھائی گئی ہے۔ ان دونوں قسموں سے دو باتیں یقینی طور پر ثابت ہوتی ہیں کہ دنیا کا خاتمہ یقینی ہے اور موت کے بعد دوسری زندگی ضروری ہے۔

قیامت اور نفس کی وضاحت

سورے کی ان ابتدائی آیات میں دو الفاظ ''قیامت'' اور ''نفس'' کا ذکر ہے۔ ذیل میں ان دونوں الفاظ کی مختصر تشریح پیش خدمت ہے:

۱:۔ قیامت: قرآن مجید میں اس عظیم دن کے لئے جو نام منتخب کئے گئے ہیں ان کی تعداد بہت ہیں۔ علامہ فیض کاشانیؒ نے اپنی کتاب ''محجۃ البیضاء'' میں بیان فرمایا ہے کہ ''ان ناموں میں سے ہر ایک کے نیچے کوئی نہ کوئی راز چھپا ہوا ہے لہٰذا ان معانی کا ادراک کرنا چاہیے۔'' انہوں نے قیامت کے ''سو'' سے زیادہ نام بیان فرمائے ہیں۔ قیامت کے مشہور اسماء میں سے بعض یہ ہیں:

روزِ قیامت: دوبارہ کھڑا کئے جانے کا دن۔ قرآن مجید میں سب سے زیادہ آخرت کے لئے یہی نام استعمال ہوا ہے۔

روزِ حسرت: پچھتاوے کا دن، کیونکہ جس انسان نے دنیا میں نیک اعمال انجام نہیں دیئے وہ بہت پچھتائے گا۔

روزِ ندامت: شرمندگی کا دن، جس انسان کا نامہ اعمال سیاہ ہوگا اس کے لئے بہت بڑی شرمندگی کا دن ہوگا۔

روزِ محاسبہ: حساب و کتاب کا دن، جس میں انسان کی زندگی کے ذرہ بھر اعمال کا حساب بھی نہیں چھوڑا جائے گا۔

روزِ مسائلہ: سوال کا دن، جس دن انسان سے زندگی میں انجام دیئے گئے نیک اور برے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

روزِ مسابقہ: مقابلہ کا دن، وہ دن جس میں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے والوں کو ان کا انجام معلوم ہوگا۔

روزِ زلزلہ: زلزلہ کا دن، وہ دن جس میں شدید زلزلہ کے نتیجہ میں دنیا کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔

روزِ لقاء: ملاقات کا دن، وہ دن جو بارگاہ خداوندی میں حاضر ہونے اور پروردگار کی ملاقات کا دن ہوگا۔

روزِ جزا: پاداش حاصل کرنے کا دن، یعنی دنیا میں انجام دیئے گئے تمام اعمال کا اچھا یا برا بدلہ وصول کرنے کا دن ہوگا۔

روز معلوم: وہ دن جس کے واقع ہونے کے بارے میں ہر کوئی آگاہ ہے کہ یقینی طور پر وہ دن ضرور آئے گا۔

روز موعود: وعدہ کا دن، جس دن پروردگار عالم اپنے وعدہ کے مطابق جزا وسزا دے گا۔

روز مشہود: مشاہدہ کا دن، یعنی جس دن اولین وآخرین میں تمام مخلوقات کا مشاہدہ ہوگا۔

روز خلود: ہمیشہ رہنے کا دن، یعنی جس دن نیک عمل کرنے والے جنت میں اور برے افراد جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔

روز وعید: وہ دن جس میں مجرمین کو سزا دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

روز خروج: جس دن اولین وآخرین تمام کو قبروں سے نکالا جائے گا۔

روز وزن: جس دن اعمال کا وزن کیا جائے گا۔

روز جمع: جس دن تمام مخلوقات کائنات کو اکٹھا کیا جائے گا۔

روز عسیر: وہ دن جو اللہ کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے بہت ہی سخت ہوگا۔

روز عظیم: بہت ہی بڑا اور بزرگ دن۔

روز حق: وہ دن جو حق وصداقت پر مبنی ہوگا اور اس کا واقع ہونا ایک امر حق ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔

۲:۔ **نفس:** دوسرا اہم مطلب یہ ہے کہ قیامت کی قسم کھانے کے بعد نفس کی قسم کھائی گئی ہے۔ قرآن مجید میں انسانی نفس کی تین قسمیں بیان ہوئی ہیں:

نفس امارہ: یعنی سرکش نفس، یہ وہ نفس ہے جو انسان کو برائیوں کا حکم یا ان کی طرف دعوت دیتا ہے۔

نفس لوامہ: یہ وہ نفس ہے جو انسان کو برے اعمال کی انجام دہی پر ملامت کرتا ہے۔

نفس مطمئنہ: یہ وہ نفس ہے جو اطمینان کے مرحلے اور درجے تک پہنچا ہوا ہوتا ہے لہٰذا خدا کے ہر حکم کے سامنے سرنگوں اور سراپا تسلیم نظر آتا ہے۔

منکرین قیامت کے شبہات اور ان کے جوابات

☆ آیت ۳ سے ۱۵ تک میں منکرین آخرت کو خطاب کرکے ان کے تمام شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔ ابتدا میں پروردگار عالم نے منکرین کے اس اعتراض کو ایک سوالیہ انداز میں پیش کیا ہے کہ کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم (اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کریں گے؟ کیونکہ کفار ومشرکین کا یہ گمان تھا کہ جب ہڈیاں خاک میں مل جائیں یا کسی دوسرے جانور کی غذا بن جائیں تو اللہ کیسے انہیں جدا کرکے دوبارہ زندہ کرے گا؟ پروردگار عالم نے ان کے باطل

عقیدہ کے مقابلہ میں ایک سادہ مثال پیش فرمائی کہ جو ذات ہاتھ کی پور پور کو جدا کر کے بنا سکتی ہے وہ ذات ہڈیوں کے ذرات کو بھی پہچان سکتی ہے اور ان کو جمع کر کے دوبارہ زندہ کر سکتی ہے۔ اس کے بعد منکرین قیامت کے انکار کرنے کی علت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بیان کیا گیا کہ ان کا قیامت کے واقع ہونے سے انکار کا مقصد یہ ہے کہ وہ ساری زندگی گناہ کرتے رہیں۔ اس طریقہ سے وہ ہر طرح کی شہوانی خواہشات کی تکمیل اور ہر قسم کے ظلم و جبر، جھوٹ اور مکر وفریب میں مصروف رہنا چاہتا ہے۔

وقوع قیامت کی بعض نشانیاں

کفار کا دوسرا سوال قیامت کے واقع ہونے کے بارے میں تھا۔ اس سوال کا مقصد اسلام اور رسول خدا ﷺ کا مذاق اڑانا تھا کہ جس دن کے آنے سے ہمیں ڈرا رہے ہو آخر وہ کب آئے گا؟ ان کے اس سوال کے جواب میں پروردگار عالم نے قیامت کے واقع ہونے کی بعض نشانیوں کی نشاندہی فرمائی کہ وہ دن اس وقت واقع ہوگا:

جب کائنات کا نظام درہم برہم ہوتے دیکھ کر آنکھیں پتھرا جائیں گی۔

جب چاند بے نور ہو جائے گا اور جب چاند اور سورج جمع ہو جائیں گے۔ چاند اور سورج کے جمع ہونے کے بارے میں مفسرین نے مختلف تفسیریں بیان کی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ چاند اور سورج ایک ساتھ مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب کریں گے۔ بعض کے مطابق دونوں اپنا نور کھو بیٹھیں گے۔ مزید اقوال کو دیکھنے کے لئے تفسیر کا مطالعہ کیا جائے۔

اس کے ساتھ ہی کائنات کا خاتمہ ہو جائے گا جس کے بعد دوسرا مرحلہ انسان کا دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ اس وقت انسان کہے گا کہ فرار کا راستہ کہاں ہے؟ اس سوال کا جواب انہیں یہ ملے گا کہ اب یہ یوم الحساب ہے یہاں اللہ تعالیٰ کی براہ راست حکومت ہے لہٰذا اللہ کی حکومت سے فرار ممکن نہیں اور اللہ کی پناہ گاہ صرف اس کی بارگاہ میں حاضری ہی ہے۔

انسان کو اُس کے اعمال سے باخبر کیا جانا

اس دن انسان جو کچھ آگے بھیج چکا ہے یا پیچھے چھوڑ آیا ہے اس کے بارے میں بتایا جائے گا یعنی زندگی میں کئے ہوئے تمام اعمال چاہے اچھے ہوں یا برے، سب کے بارے میں اسے خبر دی جائے گی۔ لہٰذا اگر اچھے اعمال انجام دیئے ہیں اور دنیا میں اچھے آثار چھوڑ کر آیا ہے جیسے اولاد صالح، علمی سرمایہ وغیرہ تو ثواب کا مستحق ٹھہرے گا اور اگر زندگی میں کوئی برائی انجام دی ہے یا دنیا میں برے آثار چھوڑ گیا ہے تو وہ اس کی سزا پائے گا۔

انسان اگر دنیا میں اچھے آثار چھوڑ کر چلا جائے تو جب تک وہ عمل اور اثر باقی رہتا ہے اسے جزا ملتی رہے گی اور اگر بدی

کے آثار چھوڑ کر گیا ہے تو اس اثر کے ختم ہونے تک گناہ کا حصہ اس کے نامہ اعمال میں شامل ہوتا رہے گا۔ اس مطلب کو ایک حدیث میں بہترین انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ "جو کسی اچھی روایت کو رواج دے گا اس کے لئے اس کو رواج دینے کا ثواب ہے اور جو لوگ اس پر بعد میں عمل کریں گے ان سب کے عمل کا بھی اسے ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کے ثواب میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی اور جو کسی بری روایت کو رواج دے گا تو اسے رواج دینے کا وبال بھی اس کے سر ہوگا اور اس پر عمل کرنے والوں کا وبال بھی اس کے سر ہوگا بجائے اس کے کہ اس کے وبال میں کوئی کمی ہو(۱)۔"

اس سلسلے کا آخری مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگرچہ اللہ اور اس کے فرشتے انسان کو اس کے تمام اعمال سے آگاہ کریں گے لیکن اس اطلاع کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ انسان خود اپنی حالت سے آگاہ ہوگا اور اس دن اس کے اعضا خود اس کے اعمال کی گواہی دیں گے چاہے وہ اپنے لئے جتنے بھی بہانے اور عذر تراشے۔

قرآن مجید کی تلاوت یا حفظ کا کافی نہ ہونا

☆ آیت ۱۶ سے ۱۹ تک میں قیامت کا تذکرہ کرتے کرتے اچانک اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی صرف تلاوت کرنا یا حفظ کر لینا کامیابی کی ضمانت نہیں ہے جب تک دل کی گہرائیوں میں اس کے مطالب اور مفاہیم کو جگہ نہ دی جائے اور ان پر عمل نہ کیا جائے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی وصول کرنے کے سلسلے میں ہدایت

ان آیات میں رسول خدا کو وحی کے وصول کرنے میں عجلت اور جلد بازی سے روکا گیا ہے یعنی جب ہم اس قرآن کو بذریعہ وحی پڑھ چکیں تو اس کے بعد آپ بھی اسی پیروی کریں، یعنی جب ہم (اللہ تعالیٰ) جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ قرآن مجید پڑھوا دیں تو آپ اس کی تلاوت دہرائیں۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یاد رکھیں کہ آیات کی وضاحت کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

انکار قیامت کی وجہ

☆ آیت ۲۰ سے ۳۰ تک میں دوبارہ قیامت کے مسائل کو بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے انکار قیامت کی وجہ

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۵، ص ۲۴، باب اقامۃ السنن۔ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں

یہ بیان کی گئی ہے کہ انہیں دنیا کی محبت نے اندھا کر دیا ہے ورنہ قیامت پر دلائل نا قابل تردید ہیں لہٰذا اس دنیا کی محبت اور ہوس کے نتیجے میں وہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔

کفار کے اعتراضات کا جواب اور قیامت کے دن سے فرار کا مقصد بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اس دن کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے چہرے خوشی سے کھل رہے ہوں گے اور اپنے رب کی (رحمت کی) طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ یعنی یہ لوگ اللہ کی رحمتوں پر نگاہ کیے ہوئے ہوں گے ورنہ خدا کو کبھی نہیں دیکھا جاسکتا۔ ان کے مقابلہ میں دوسرا گروہ ایسے افراد کا ہوگا جن کا چہرہ بگڑا ہوا ہوگا اور انہیں یقین ہوگا کہ اب ان کے ساتھ بہت ہی سخت رویہ اختیار کیا جانے والا ہے۔

سکرات موت کا بیان

پروردگار عالم نے قیامت سے متعلق مباحث کو بیان کرتے ہوئے موت کے دردناک لمحات کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے جسے ''حالتِ احتضار'' یا ''سکرات موت'' کہا جاتا ہے، یعنی انسان یہ تصور نہ کرے کہ اس کو اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے، بلکہ جب اس کی جان گلے تک پہنچ جائے گی تو اس سے سوال ہوگا کہ اب تمہیں بچانے والا کون ہوگا؟ اس دن اس کی آنکھیں کھل جائیں گی، حجاب اور پردے ہٹ جائیں گے اور وہ عذاب کی نشانیوں کو دیکھے گا تو ایمان لے آئے گا لیکن اس وقت اس ایمان کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس وقت وہ مکمل مایوس ہوجائے گا اور دنیا سے جانے کے بارے میں اسے یقین حاصل ہوگا اور اس کے پاؤں کی پنڈلیاں ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ جائیں گی۔ پنڈلیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ جانا یا تو جان کنی کی تکلیف کی شدت کی وجہ سے ہوگا یا ہاتھ پاؤں کے بیکار ہوجانے اور ان سے روح کے نکل جانے کے نتیجہ میں ہوگا لہٰذا یہ وہ دن ہوگا جس میں کائنات کی تمام مخلوقات کی بازگشت پروردگار عالم کی عدالت کی طرف ہوگی۔

مغرور شخص کے غرور کا انجام، عذاب الٰہی

☆ آیت ۳۱ سے ۳۵ تک میں ایسے شخص کا ذکر ہے جس نے نہ ان باتوں کی تصدیق کی جن پر دلیل قائم تھی جیسے رسالت، وحی، قرآن اور قیامت اور نہ اللہ کی بندگی سے مربوط کوئی عمل کیا جیسے نماز و روزہ وغیرہ بلکہ تصدیق و عمل کے بجائے تکذیب اور روگردانی کی۔ اس نے ان آیات کو سن کر تکبر و غرور کا اظہار کرتے ہوئے اپنے گھر کی راہ لی پس ایسے شخص کے لئے تباہی ہی تباہی ہے یعنی وہ پروردگار عالم کے شدید عذاب اور غضب کا سزاوار ہوگا۔

مفسرین کے مطابق یہ آیات ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو نہ ایمان لایا اور نہ اس نے نماز پڑھی بلکہ مسلسل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرتا رہا اور مذاق اڑاتا رہا اور عذاب الٰہی کا مستحق قرار پایا۔

قیامت کے بارے میں یاددہانی

☆ آیت ۳۶ سے ۴۰ تک میں ایک بار پھر انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ کیا یہ انسان اس خیال میں ہے کہ اسے ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا یعنی قیامت نہیں ہوگی اور دنیا میں انجام دیئے گئے اعمال کا کوئی حساب و کتاب نہیں ہوگا؟ یہ اس کی خام خیالی ہے یقیناً قیامت واقع ہوگی اور ظالم کو اس کے ظلم کا اور احسان کرنے والے کو اس کے احسان کا بدلہ ضرور دیا جائے گا۔

آخری آیات میں منکرین قیمت کے سامنے ایک اور واضح دلیل پیش کی گئی ہے کہ جو ہستی ایک چھوٹے سے حقیر و ناچیز نطفہ کو رحم مادر میں پرورش کرنے کے بعد ایک نیا لباس پہناتی ہے جس کے نتیجہ میں وہ ایک مکمل انسان کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو کیا ایسی ذات مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟ دوسرے لفظوں میں جو ذات پہلی بار حیات کو عدم سے وجود میں لائی ہے، کیا وہ اُسی قدرت و طاقت سے حیات کو دوبارہ وجود میں لانے پر قادر نہیں ہے؟

فضائل وخصوصیات:

روشن چہرہ: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْقِيَامَةِ شَهِدْتُ اَنَا وَ جَبْرَئِيْلُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَّهُ كَانَ مُؤْمِنًا بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ جَاءَ وَ وَجْهُهُ مُسْفِرٌ عَلٰى وُجُوْهِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۱)

جو شخص سورۂ قیامت کی تلاوت کرے گا میں اور جبرائیل اس کے لئے قیامت کے دن گواہی دیں گے کہ وہ قیامت کے دن ایمان پر رکھتا تھا اور اس دن جب وہ آئے گا تو اس کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ روشن ہوگا۔

وسعت رزق: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

جو شخص اس سورے کی باقاعدگی کے ساتھ تلاوت کرے گا اس کا رزق وسیع ہوگا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۵

سورۂ دہر کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ دہر

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
دہر	29	76	98	مدینہ منورہ	30	02	340	1054

☆ سورۂ دہر موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا چھہترواں (۷۶) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے اٹھانوے واں (۹۸) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

سورۂ دہر: اس کی پہلی آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان ایک زمانے میں قابل ذکر ہی نہیں تھا اور عربی میں ''دہر'' زمانہ کو کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اس سورے کو ''سورۂ دہر'' کا نام دیا گیا ہے۔

سورۂ انسان: اس سورے کا ایک نام ''سورۂ انسان'' بھی ہے۔ لفظ انسان بھی پہلی آیت میں استعمال ہوا ہے اسی وجہ سے اسے ''سورۂ انسان'' بھی کہا جاتا ہے اور سورے کا اصل مضمون ہی ''انسان'' ہے۔

سورۂ ھل اتیٰ: اس سورے کے ناموں میں سے ایک ''ھل اتیٰ'' ہے کیونکہ سورے کا آغاز اسی عبارت سے ہوا ہے۔

سورۂ ابرار: اس سورے کا چوتھا نام ''سورۂ ابرار'' ہے کیونکہ یہ لفظ چوتھی پانچویں آیت میں آیا ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ ابرار (نیک لوگ) جنت میں کن کن نعمتوں سے لطف اندوز ہونگے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ اہل بیت علیہم السلام کی شان کا بیان	۲۔ انسان کا ابتدائے خلقت میں نا قابل ذکر ہونا
۳۔ کفران نعمت و شکر نعمت کا انسان کے اختیار میں ہونا	۴۔ نیکو کار لوگوں کو ملنے والی نعمتیں!
۵۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین اہم باتیں	۶۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر کی تلقین اور نماز و روزہ کا حکم
۷۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

اہل بیت علیہم السلام کی شان کا بیان

☆ سورۂ دہر اہل بیت علیہم السلام کی شان میں اس وقت نازل ہوا جب حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام بیمار

ہوئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو نذر کرنے کی دعوت دی اور انہوں نے جناب سیدہ علیہا السلام اور فضہ کے ساتھ تین تین روزہ کی نذر کر لی اور شفا پانے کے بعد روزے رکھنے شروع کئے اور جب افطاری کا وقت قریب ہوتا تھا تو کبھی مسکین، کبھی یتیم اور کبھی اسیر آ جاتا اور پنجتن پاک اور جناب فضہ اپنی افطاری کو ان کے حوالے کر دیتے اور پانی سے افطار کر لیتے تھے۔ اہل بیت علیہم السلام کے اس ایثار کی وجہ سے تیسرے دن جبرئیل امین علیہ السلام ان کی شان میں یہ سورہ لے کر نازل ہوئے۔

☆اس سورے کی ابتدا میں انسان کی اصلیت سے آگاہ کیا گیا ہے کہ یہ انسان ایک دور میں کوئی قابل ذکر شے ہی نہیں تھا لیکن اس کے بعد ہم نے اسے خلق کیا، سماعت اور بصارت دی، اپنے راستہ کی طرف ہدایت بھی کی۔ اب اس کی مرضی ہے چاہے تو ہدایت حاصل کرے چاہے تو گمراہی قبول کرے۔

انسان کا ابتدائے خلقت میں نا قابل ذکر ہونا

☆ آیت ۱ سے ۴ تک میں پروردگار عالم نے انسان کو راہ راست پر لانے، امتحان میں کامیاب بنانے اور اسے شکر گزار بنانے کے لئے اپنے مختلف احسانات کا ذکر کیا ہے کہ:

- ابتدا میں انسان عدم محض تھا اس کا دور دور تک کوئی وجود اور ذکر نہیں تھا۔
- ہم نے اسے ایک ملے جلے نطفہ سے پیدا کیا، جس میں دو مختلف مادے ٹکرا کر فنا ہونے کے بجائے ایک نئے وجود کا آغاز بن گئے۔
- ہم نے انسان کو سماعت و بصارت کی نعمت سے نواز کر اسے جمادات و نباتات سے بلند مرتبہ پر فائز کیا۔

کفران نعمت و شکر نعمت کا انسان کے اختیار میں ہونا

- ہم نے ہی اسے ہدایت دے کر حیوانات سے بھی اونچا بنا دیا۔ اب اس انسان کا اختیار ہے کہ جس راستہ کی ہم نے ہدایت کی ہے اس کی پیروی کرتے ہوئے اشرف المخلوقات کی منزل تک پہنچتا ہے یا کفران نعمت کا مرتکب ہوتے ہوئے حیوانات سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ یہاں سے انسان کا صاحب اختیار اور صاحب ارادہ ہونا سمجھ میں آتا ہے کہ انسان ہدایت اور گمراہی میں سے جس کو چاہے اختیار کرے۔

ان نعمتوں کے باوجود انسان کی حالت یہ رہی کہ وہ ہمارا شکر گزار بندہ نہ بن سکا اور بہت سے افراد کفرانِ نعمت والے پیدا ہو گئے، اس طرح انسان جمادات ونباتات اور حیوانات سے بھی بدتر مرحلہ تک جا پہنچا۔ اس کی اسی سرکشی اور بغاوت کے نتیجہ میں ہم نے مجرمین کے لئے زنجیریں، طوق اور بھڑکتے ہوئے شعلے تیار کر رکھے ہیں۔

نیکوکار لوگوں کو ملنے والی نعمتیں!

☆ آیت ۵ سے ۲۲ تک میں ابرار (نیک لوگ) کے اوصاف اور ان کی علامتیں بیان ہوئی ہیں۔ اس سورے کی یہی آیات ہیں جو درحقیقت اہل بیت علیہم السلام کی عظمت کو بیان کرتی ہیں۔ ان آیات میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص اور بندگی کے اعلیٰ ترین مراتب کا ذکر ہو رہا ہے۔ ذیل میں ابرار کو ملنے والی جنت کی نعمتوں اور ابرار کی علامات کو اسی ترتیب کے ساتھ بیان کریں گے جس ترتیب کے ساتھ قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں:

- وہ ایسا مشروب پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش (ملاوٹ) ہوگی۔
- ان کے لئے ایک خاص چشمہ ہوگا جس سے وہ نوش فرمائیں گے۔
- اس چشمے کو خود ابرار شگافتہ کریں گے یعنی یہ چشمہ اہل جنت کے ارادہ کرتے ہی پھوٹ پڑے گا۔
- ان ابرار کی صفت یہ ہے کہ یہ جو نذر کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔
- اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی۔
- اپنی خواہش کے باوجود مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔
- یہ لوگ ایثار وقربانی کی لازوال مثالیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے قائم کرتے ہیں اس میں کسی قسم کی جزا یا شکریہ کی لالچ نہیں ہوتی۔
- اللہ تعالیٰ ان ہستیوں کو قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے گا۔
- ان ہستیوں کے چہروں پر شادابی اور رونق ہوگی۔ محشر کے دن وحشت کے عالم میں ان کے چہروں پر شادابی ان کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔
- اپنی کامیابی پر مسرت اور خوش ہوں گے۔

- ان کے صبر کے عوض انہیں جنت اور ریشمی لباس عنایت کیا جائے گا۔
- وہ جنت میں مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے جہاں نہ دھوپ کی گرمی ہوگی اور نہ سردی کی شدت۔
- جنت میں درخت سایہ فگن ہوں گے اور ساتھ ساتھ ان درختوں کے پھل بھی دسترس میں ہوں گے یعنی پھل توڑنے کی زحمت بھی نہیں کرنی پڑے گی۔ جنت کی زندگی میں اہل جنت کا ارادہ نافذ ہوگا چنانچہ پھل کھانے کا ارادہ کرتے ہی پھل ان کی دسترس میں ہوگا۔
- ایسے پیالوں کے دور چلیں گے جو چاندی کے بنے ہوں گے اور شیشے کے پیالے ہوں گے اور جنت کے خادم بھی ایسے ہوں گے جنہیں اہل جنت کی خواہش اور اس خواہش کی مقدار کا علم ہوگا۔
- وہاں انہیں ایک ایسا جام پلایا جائے گا جس میں زنجبیل (سونٹھ) ملا ہوا گا۔
- یہ شراب ایک ایسے چشمے سے ہوگی جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔ سلسبیل لذیذ شراب کو کہا جاتا ہے۔
- ان کے گرد خدمت گزاری کے لیے ایسے نوعمر لڑکے پھر رہے ہوں گے جو ہمیشہ نوعمر رہیں گے۔ ان میں سن و سال کی وجہ سے کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئے گی۔ یہ نوعمر لڑکے محفل میں ہر جگہ خدمت کیلئے موجود ہوں گے اس لئے وہ بکھرے ہوئے ہوں گے اور حسن و جمال، صفائی اور چمک میں موتی کی طرح ہوں گے۔
- جہاں بھی نگاہ ڈالیں گے بڑی نعمت اور عظیم سلطنت نظر آئے گی۔
- ان کے بدن پر دیباج و اطلس کے نرم و نازک کپڑے ہوں گے اور ہاتھوں میں چاندی کے کنگن ہوں گے۔
- ان کا پروردگار انہیں پاکیزہ مشروب پلائے گا۔

آیات کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان پاکیزہ ذوات سے خطاب کر کے فرمایا ہے: یہ سب تمہارے لیے جزا اور ثواب کے طور پر ہے۔ یہ سب کچھ بلا استحقاق نہیں ملا کرتا بلکہ تمہاری ان محنتوں کے صلے میں ہے جنہیں تم نے دنیا میں تحمل کیا ہے اور یہ اجر، یہ ثواب ان زحمتوں کی قدردانی کے طور پر ہے جو رضائے رب کے لیے تم نے دنیا میں برداشت کی ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین اہم باتیں

☆ آیت ۲۳ سے ۳۱ تک میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے تین اہم باتیں بیان کی گئی ہیں:

ایک یہ کہ دراصل یہ "ہم" ہی ہیں جو اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے تم پر نازل کر رہے ہیں اور اس سے مقصود کفار کو خبردار کرنا ہے کہ یہ قرآن محمد ﷺ اپنے دل سے نہیں گھڑ رہے ہیں بلکہ اس کے نازل کرنے والے "ہم" ہیں اور ہماری حکمت ہی اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اسے یک بارگی نہیں بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کریں۔

رسول خدا ﷺ کو صبر کی تلقین اور نماز و روزہ کا حکم

دوسری بات یہ ہے کہ اے رسول ﷺ! تمہارے رب کا فیصلہ صادر ہونے میں خواہ کتنی ہی دیر لگے اور اس دوران تم پر خواہ کچھ بھی گزر جائے، بہر حال تم صبر کے ساتھ اپنا فریضہ رسالت انجام دیئے چلے جاؤ اور کبھی ان بدعمل اور منکرِ حق لوگوں میں سے کسی کے دباؤ میں نہ آؤ۔

تیسری بات آپ ﷺ سے یہ فرمائی گئی ہے کہ شب و روز اللہ کو یاد کرو، نماز پڑھو اور راتیں اللہ کی عبادت میں گزارو، کیونکہ یہی وہ چیز ہے جس سے کفر کی طغیانی کے مقابلہ میں اللہ کی طرف بلانے والوں کو ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے۔

پھر ایک فقرے میں کفار کے غلط رویئے کی اصل وجہ بیان کی گئی ہے کہ وہ آخرت کو بھول کر دنیا پر فریفتہ ہو گئے ہیں اور دوسرے فقرے میں ان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ تم خود وجود میں نہیں آئے ہو ہم نے تمہیں بنایا ہے، یہ چوڑے چکلے سینے اور مضبوط ہاتھ پاؤں تم نے خود اپنے لئے نہیں بنائے، ان کے بنانے والے بھی ہم ہی ہیں اور یہ بات ہر وقت ہماری قدرت میں ہے کہ جو کچھ ہم تمہارے ساتھ کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، تمہاری شکلیں بگاڑ سکتے ہیں، تمہیں ہلاک کر کے کوئی دوسری قوم تمہاری جگہ لا سکتے ہیں، تمہیں مار کر دوبارہ جس شکل میں چاہیں تمہیں پیدا کر سکتے ہیں۔

آخر میں کلام اس بات پر ختم کیا گیا ہے یہ کہ ایک کلمہ نصیحت ہے، اب جس کا جی چاہے اسے قبول کر کے اپنے رب کا راستہ اختیار کر لے۔ دنیا میں انسان کی چاہت ہی سب کچھ نہیں ہے، کسی کی بھی چاہت پوری نہیں ہو سکتی جب تک اللہ نہ چاہے، اور اللہ کی چاہت اندھا دھند نہیں ہے، وہ جو کچھ بھی چاہتا ہے اپنے علم اور اپنی حکمت کی بنا پر چاہتا ہے۔ اس علم اور حکمت کی بنا پر جسے وہ اپنی رحمت کا مستحق سمجھتا ہے اسے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور جسے وہ ظالم پاتا ہے اس کے لئے اس نے دردناک عذاب کا انتظام کر رکھا ہے۔

فضائل و خصوصیات:

مستحق جنت و حریر: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ هَلْ اَتٰى كَانَ جَزَاؤُهُ عَلَى اللّٰهِ جَنَّةً وَحَرِيْرًا(۱)

جو شخص سورۂ ھل اتی کی تلاوت کرے گا اللہ تعالی جزا کے طور پر اسے جنت اور ریشم عطا کرے گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ فِيْ كُلِّ غَدَاةِ خَمِيْسٍ زَوَّجَهُ اللّٰهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَكَانَ مَعَ مُحَمَّدٍ(۲)

جو شخص ہر جمعرات کی صبح سورۂ ھل اتی کی تلاوت کرے گا تو اللہ تعالی حور العین کے ساتھ اس کی تزویج کرے گا اور اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی نصیب ہوگی۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۵

۲۔ اعلام الدین، ص ۳۸۱

سورۂ مرسلات کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ مرسلات

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
مرسلات	29	77	33	مکہ مکرمہ	50	02	816	181

☆سورۂ مرسلات موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ستترواں (۷۷) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے تینتیسواں (۳۳) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اسی سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے "سورۂ مرسلات" رکھا گیا ہے جس میں اللہ کی طرف سے مسلسل بھیجے جانے والے فرشتوں کی قسم کھائی گئی ہے اور عربی میں مرسلات "کسی کی طرف سے بھیجی گئی چیز" کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ مکذبین کو بار بار تنبیہ	۲۔ قیامت کے واقع ہونے پر کئی قسموں کے ذریعہ تاکید
۳۔ قیامت برپا ہونے کی منظر کشی	۴۔ گذشتہ اقوام کا تذکرہ
۵۔ انسان کی خلقت کی حقیقت	۶۔ زمین کو جائے قرار (ٹھہرنے کی جگہ) بنانے کا بیان
۷۔ قیامت کو جھٹلانے والوں کے لئے حکم پروردگار	۸۔ جہنم کی سختیوں کا بیان
۹۔ متقین کا تذکرہ	۱۰۔ رکوع نہ کرنے (نماز نہ پڑھنے) والوں کی مذمت
۱۱۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

مکذبین کو بار بار تنبیہ

☆اس سورے کے امتیازات میں سے ایک یہ ہے کہ آیہ "وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ، اس دن تکذیب کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے" کا دس مرتبہ تکرار ہوا ہے اور ہر مرتبہ نئے مطالب کے بعد ہوا ہے۔ یہ تکرار سورۂ رحمٰن میں موجود

تکرار ''تم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' کے مشابہ ہے البتہ سورۂ رحمٰن کی تکرار اور اس سورے میں جس آیت کی تکرار ہوئی ہے ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ وہاں گفتگو پروردگار عالم کی نعمتوں سے متعلق تھی اور یہاں زیادہ تر آیات الٰہی اور پروردگار کی نعمتوں کی تکذیب کرنے والوں کے عذاب کے بارے میں ہیں۔

☆اس سورے میں قیامت سے پہلے کا منظر بیان ہوا ہے۔ وہ کیسا ہولناک منظر ہوگا جب ستارے ماند پڑ جائیں گے، آسمان ٹوٹ جائیں گے اور پہاڑ اڑنے لگیں گے، اولین و آخرین سب جمع کر لئے جائیں گے، حساب و کتاب شروع ہو جائے گا اور فیصلہ کا وقت قریب آئے گا۔ انسان اس ہولناک منظر کا تصور بھی کرے تو گناہ کی ہمت نہ کرے اور آج کے مسلمان کی حالت اس بات کی نشانی ہے کہ اس نے قیامت کا اقرار تو کر لیا ہے لیکن کبھی اس کی ہولناکی کا تصور نہیں کیا۔ اسی لئے قرآن مجید نے یہ نقشہ کھینچا تاکہ انسان راہ راست پر آجائے۔

قیامت کے واقع ہونے پر کئی قسموں کے ذریعہ تاکید

☆آیت ۱ سے ۷ تک میں ایک ایسے دن کے واقع ہونے کے بارے میں کئی قسمیں کھائی گئی ہیں جس کے واقع ہونے کا وعدہ کیا گیا ہے اور وہ حتمی اور یقینی واقع ہونے والا دن، ''قیامت'' کا دن ہے۔ اس دن کے واقع ہونے پر جو قسمیں کھائی گئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- قسم ہے ان کی جنہیں حکم خدا دے کر اطراف کائنات کی طرف روانہ کیا جاتا ہے۔
- قسم ہے ان کی جو حکم الٰہی کی اطاعت میں تیزی دکھاتے ہیں۔
- قسم ہے ان کی جو اطراف کائنات میں اللہ تعالیٰ کے احکام پھیلاتے ہیں یا اللہ کی رحمتیں پھیلانے والے ہیں۔
- قسم ہے ان کی جو حق کو باطل سے جدا کرنے والے ہیں۔
- قسم ہے ان کی جو ذکر کو نازل کرنے والے ہیں۔

ان قسموں کے ساتھ ہی پروردگار عالم نے اس ذکر کو نازل کرنے کا مقصد بھی بیان فرمایا ہے کہ ہم اس ذکر کو عذر اور تنبیہ کے طور پر دلوں پر نازل کرتے ہیں تاکہ قرآن مجید کی نصیحت کو قبول نہ کرنے والوں کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے اور ان پر حجت تمام ہو جائے۔

قیامت برپا ہونے کی منظر کشی

☆ آیت ۸ سے ۱۵ تک میں قیامت کے واقع ہونے کی منظر کشی کی گئی ہے کہ قیامت اور وعدہ کا دن ایسا ہولناک ہوگا کہ ستارے ماند پڑ جائیں گے، آسمان ٹوٹ جائیں گے، پہاڑ اڑنے لگیں گے، اولین و آخرین کو جمع کیا جائے گا اور رسولوں کو مقررہ وقت پر لایا جائے گا یعنی قیامت کے دن رسولوں کو اپنی اپنی امت پر گواہی دینے کیلئے لایا جائے گا۔ ان آیات میں اس بات کی صراحت ہے کہ موجودہ کائنات اور اس کا زوال پذیر نظام ختم ہوجائے گا اور ایک ایسی کائنات تخلیق ہوگی یا ایسی کائنات موجود رہے گی جو زوال پذیر نہیں ہوگی۔

انسان اس ہولناک منظر کا تصور بھی کرے تو جرم و گناہ کرنے کی ہمت نہ کرے مگر انسان کا مسلسل گناہ و جرائم کا مرتکب ہوتے رہنا اس بات کی گواہی ہے کہ انسان نے قیامت کا اقرار تو کرلیا ہے لیکن اس کا تصور نہیں کیا ہے، اسی لئے قرآن مجید نے قیامت کی منظر کشی کی تاکہ انسان راہ راست پر آجائے اور بھڑکتی ہوئی آگ سے بچے کیونکہ پروردگار عالم اپنے بندوں کو نعمتوں والی جنتوں میں بھیجنا چاہتا ہے آتش جہنم میں جلانا نہیں چاہتا۔

قیامت کے آنے کی کیفیت کی ہلکی جھلک دکھانے کے بعد، اس دن میں تاخیر کی اہمیت کو بتلانے کے لئے سوالیہ انداز میں بیان فرمایا ہے کہ یہ وقتِ مقرر (جس کا وعدہ کیا گیا ہے)، کس دن کے لئے ملتوی رکھا ہوا ہے؟ جواب میں فرمایا کہ اس دن میں تاخیر اس لئے کی گئی ہے تاکہ مؤمن کو کافر سے، اطاعت گزاروں کو فاسقوں سے، حق والوں کو باطل والوں سے، ظالموں کو مظلوموں سے اور اہل ثواب کو اہل عذاب سے جدا کیا جائے۔

گذشتہ اقوام کا تذکرہ

☆ آیت ۱۶ سے ۲۸ تک میں چند اہم مطالب کے ذریعہ منکرین قیامت کو خبردار کیا گیا ہے اور غفلت کی نیند میں مدہوش انسانوں کے ضمیر کو جھنجھوڑا گیا ہے۔

سب سے پہلے منکرین قیامت کو سوالیہ انداز میں متوجہ کیا گیا ہے کہ کیا ہم نے سابقہ اقوام کو ہلاک نہیں کیا؟ یعنی جن قوموں نے ہمارے رسولوں کی تکذیب کی انہیں ہم نے ہلاک کردیا اسی طرح ان لوگوں کو بھی ہلاک کریں گے جو آئندہ جھٹلائیں گے یعنی کائنات میں جو بھی شخص چاہے وہ سابقہ انبیاء کی قوموں میں سے ہو جیسے قوم عاد، قوم ثمود اور قوم

نوح وغیرہ، یا آئندہ آنے والی اقوام ہوں سب کو ہلاکت سے دوچار ہونا پڑے گا کیونکہ ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ جرم ایک جیسا ہو جبکہ بعض کو سزا ملے اور بعض کو نہ ملے لہٰذا اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے کے جرم میں جس طرح سابقہ اقوام کو سزا ملی ہے اسی جرم میں آنے والی قوموں کو بھی سزا ملے گی اور وہ دن ''مکذبین'' کے لئے بربادی وتباہی کا دن ہوگا۔

انسان کی خلقت کی حقیقت

اس کے بعد اللہ کی نشانیوں اور قیامت کو جھٹلانے والوں ان ہی لوگوں سے ایک اور سوال کیا گیا ہے کہ کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی کی بوند سے خلق نہیں کیا؟۔ اس حقیر بوند (نطفہ) کو ایک معین مدت (یعنی نو ماہ) رحم مادر میں ٹھہرایا اور اس حقیر بوند سے ایک توانا انسان بنانے پر ہم قادر ہیں اور قدرت کے اعتبار سے ہم بہترین قدرت مند ہیں۔ ہمارے لئے اس انسان کا بوسیدہ ہونے کے بعد دوبارہ بنانا مشکل نہیں ہے۔

حقیر پانی کی تعبیر یہ بتانے کیلئے ہے کہ اے انسان! تم اپنے ماضی پر نظر رکھو اور اپنی حیثیت اور اپنی قیمت کا اندازہ لگاؤ کہ ابتدا میں تم ایک معمولی اور حقیر چیز تھے جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اولاد آدم کو فخر سے کیا سروکار، جس کی ابتدا نطفہ (نجس پانی) اور انتہا مردار ہے[1]۔

رحم مادر اس کائنات کی عجیب ترین چیزوں میں سے ہے کہ ایک بوند جب اس گوشت کے تھیلے کے حوالے ہوجاتی ہے تو وہ اپنے دامن میں اسے جگہ دیتا ہے۔ اس کے لئے حیات آفرین فرش بچھاتا ہے جس سے تحفظ بھی ملتا ہے اور غذا بھی اور اس ایک بوند کو انسان بننے کے لئے ضرورت کی تمام چیزیں فراہم کرتا ہے[2]۔

زمین کو جائے قرار (ٹھہرنے کی جگہ) بنانے کا بیان

تیسرا اہم مطلب سوالیہ انداز میں ان آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کے لئے جائے قرار (ٹھہرنے کی جگہ) نہیں بنایا؟ اسی زمین میں اونچے پہاڑ بنائے اور میٹھے پانی سے تمہیں سیراب کیا۔ یہ زمین زندوں کے لئے جائے قرار اس طرح ہے کہ یہ زمین مہربان ماں کی طرح اپنے دامن میں انسان کو پالتی ہے، زندگی

۱۔ نہج البلاغہ، کلمات قصار ۴۵۴

۲۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

کے سارے وسائل فراہم کرتی ہے۔ اور یہ زمین مُردوں کے لئے جائے قرار اس طرح ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو زمین انسان کو اپنے شکم میں لے لیتی ہے اور اسے اپنے میں چھپا کر اس کے مرنے کے بعد احترام کو برقرار رکھتی ہے۔ ورنہ اگر زمین اپنے شکم میں انسان کو چھپا نہ لیتی تو مرنے کے بعد اس کا احترام برقرار نہ رہتا۔

ان آیات کی تفسیر کے ذیل میں مفسر قرآن علامہ شیخ محسن علی نجفی نے اپنی تفسیر میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے جو بہت ہی عبرتناک ہے:

''سنہ ۲۰۰۵ء میں جب کشمیر میں زلزلہ آیا تو افواج پاکستان مرنے والوں کو دفن کررہی تھی۔ مولانا سبحانی صاحب ناقل ہیں کہ ان کے برادر بزرگ فوج میں آفیسر ہیں۔ مُردوں کو دفن کررہے تھے، ایک جنازے کو دفن کیا گیا تو زمین نے اسے قبول نہ کیا، قبر سے باہر پھینک دیا، دوبارہ قبر میں رکھا گیا پھر باہر پھینک دیا۔ انہوں نے اس جنازے کو دریا میں پھینک دیا تو دریا نے بھی قبول نہ کیا۔ پاس ایک عورت رو رہی تھی۔ اس سے پوچھا: یہ جنازہ کس کا ہے؟ اس عورت نے بتایا: یہ میرا باپ ہے، اس کے میرے ساتھ ناجائز تعلقات تھے اور اس سے تین بچے ہیں۔ اس واقعہ کے مطابق زمین اس شخص کو احترام دینے کے لئے آمادہ نہ تھی (۱)۔''

قیامت کو جھٹلانے والوں کے لئے حکم پروردگار

☆ آیت ۲۹ اور ۳۴ کے مطابق مکذبین کو قیامت کے دن حکم دیا جائے گا کہ چل پڑو اس جہنم کی طرف جسے تم مانتے نہیں تھے اور رسولوں نے جب جہنم کی خبر دی تو تم نے اسے جھٹلا دیا تھا۔ یہاں ''چل پڑو'' کا حکم تکوینی ہے۔ یعنی جانے یا نہ جانے کے بارے میں ان کا اختیار نہیں ہوگا، اس وقت اللہ تعالیٰ کا ارادہ فوری نافذ ہوگا اور جہنمی لوگ محشر سے جہنم کی طرف چل پڑیں گے۔

اس کے ساتھ ہی یہ حکم بھی ہوگا کہ چلو اس دھویں کی طرف جس کے تین گوشے ہیں۔ تین گوشے والے سائے سے مراد یہ ہے کہ جہنم کا دھواں مجرمین کو تین طرف سے گھیرے گا، سامنے، دائیں طرف اور بائیں طرف سے۔ پھر اس دھویں کی صفات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دھواں دنیاوی دھویں کی طرح نہیں ہوگا جو سایہ دار ہوتا ہے اور نہ ہی یہ دھواں آگ کے شعلوں سے بچائے گا بلکہ یہ دھواں خود ایک عذاب ہوگا۔ پھر اس کے بعد اس دھویں کا حجم بیان فرمایا

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات سورۂ بحث

کہ یہ دھواں اس قدر شدید ہوگا جس کے اندر آتش جہنم کی چنگاریاں ہوں گی جو ایک محل کے برابر بڑی ہوں گی۔ حجم بیان کرنے کے بعد اس کی رنگت کو بھی واضح کر دیا کہ گویا کہ یہ محل اپنی آتشی رنگت میں زرد رنگ کے اونٹوں کی طرح ہوں گے۔ پس اس دن اللہ کی آیات کو جھٹلانے والوں کے لئے تباہی اور ہلاکت ہے۔

جہنم کی سختیوں کا بیان

☆ آیت ۳۵ سے ۴۰ تک میں اہل جہنم پر کی جانے والی سختیوں کا بیان ہے کہ نہ تو وہ بول سکیں گے، یعنی ان کے خلاف حجت پوری ہونے کی وجہ سے ان کے منہ بند ہو جائیں گے، نہ کوئی عذر پیش کر سکیں گے۔ یہ دن فیصلہ کا دن ہے جس میں تمام اولین و آخرین جمع ہوں گے۔ یہ دن مکذبین اور مؤمنین کو جدا کر کے ان میں سے ہر ایک کی ابدی قسمت کا فیصلہ کرنے کا ہے۔ پس اے ہمارے آخری رسول کی تکذیب کرنے والو! تمہیں اور سابقہ امتوں میں سے تکذیب کرنے والوں کو ہم ایک جگہ جمع کریں گے اور تمام تکذیبی عناصر کی ایک ہی قسمت کا فیصلہ سنا دیا جائے گا۔ ہمارے اس فیصلہ کے مقابلہ میں تمہارا کوئی حیلہ اور بہانہ قیامت کے دن کام نہیں آئے گا، اگر تمہارے بس میں کوئی حیلہ گری کرنا باقی ہے تو کر کے دکھاؤ، یقیناً آج کا دن جھٹلانے والوں کے لئے تباہی و بربادی کا دن ہے

متقین کا تذکرہ

☆ آیت ۴۱ سے ۴۴ تک میں متقین کا تذکرہ ہے کہ قیامت کے دن اہل تقویٰ جن سایوں اور چشموں سے لطف اندوز ہوں گے ان سایوں کے مقابلے میں تین شاخوں والا سایہ ہوگا جس سے چنگاریاں اٹھ رہی ہوں گی۔ یہاں اہل جنت اپنی خواہش کے میووں سے لطف اندوز ہوں گے۔ پروردگار عالم اہل جنت کو ان کے سابقہ اعمال و کردار کی بنا پر حکم دے گا کہ خوشگواری کے ساتھ کھاؤ اور پیو کیونکہ ہم نیکی کرنے والوں کو ان کا صلہ دیتے ہیں۔

اس دن اللہ کے رسول کی تصدیق کر کے تقویٰ کی منزل پر فائز ہونے والوں کو جنت کی نعمتوں سے محظوظ ہوتے دیکھ کر تکذیب کرنے والے اپنی ہلاکت پر کس قدر کفِ افسوس مل رہے ہوں گے۔ اس سورے میں ان چند آیات کے علاوہ باقی تقریباً پورا سورہ اللہ اور انبیائے الٰہی کی تکذیب کرنے والوں سے متعلق ہیں۔

رکوع نہ کرنے (نماز نہ پڑھنے) والوں کی مذمت

☆ آیت ۴۸ کے مطابق جب ان مجرمین کو رکوع کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو رکوع نہیں کرتے۔ یہاں رکوع سے

مراد نماز ہے جو دین کا ستون ہے۔ نماز کو قرآن نے متعدد مقامات پر رکوع کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔

اس آیت کے ذیل میں بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ جب ابوسفیان کی بیوی اسلام لائی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پوچھا کہ تو نے اسلام کو کیسا پایا؟ اس نے کہا: بہت عمدہ ہے صرف تین خرابیاں ہیں۔ ایک رکوع اور سجدہ، دوسرا پردہ اور تیسرا حبشی غلام کا بامِ کعبہ پر اذان دینا۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک رکوع و سجدے کا تعلق ہے تو اس کے بغیر نماز، نماز نہیں ہوتی لہٰذا یہ ضروری ہے اور جہاں تک پردہ کا تعلق ہے تو یہ بہترین حجاب ہے لہٰذا ضروری ہے اور جہاں تک حضرت بلالؓ حبشی کے مؤذن ہونے کا تعلق ہے تو یہ بہترین غلام ہے لہٰذا اس کے ہوتے ہوئے غیر کے مؤذن بننے کا سوال نہیں ہے(۱)۔

فضائل و خصوصیات:

شرک سے محفوظ: رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں:

وَمَنْ قَرَأَهَا كُتِبَ اَنَّهُ لَيْسَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۲)

جو شخص اس سورہ (مرسلات) کی تلاوت کرے گا تو (اس کے نامۂ اعمال میں) لکھا جائے گا کہ یہ مشرکین میں سے نہیں ہے۔

بوڑھاپے کا باعث: رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں:

شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ (۳)

مجھے سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات اور سورۂ عم یتساءلون (سورۂ نبا) نے بوڑھا کر دیا ہے۔

☆☆☆☆☆

۱۔ انوار القرآن، ص ۱۱۶۹

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۵

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۷۴

سورہ نبا کا مختصر جائزہ

جدول سورہ نبا

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
نبا	30	78	80	مکہ مکرمہ	40	02	770	173

☆ سورہ نبا موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا اٹھہتر واں (۷۸) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے اسّیواں (۸۰) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

سورہ نبا: اس سورے کا مشہور نام "سورۂ نبا" ہے، اس کا یہ نام اس کی دوسری آیت سے لیا گیا ہے اور "نبا" عربی زبان میں "خبر" کو کہا جاتا ہے۔ اس سورے کے کچھ دیگر نام بھی ہیں:

سورۃ عمّ یتساءلون: یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کیونکہ سورے کا آغاز انہی الفاظ سے ہو رہا ہے۔

سورۃ تساؤل: یعنی ایک دوسرے سے سوال کرنا۔ بعض مفسرین نے اس سورے کے لئے یہ نام بھی بیان کیا ہے۔

سورۃ مُعْصِرَات: عربی زبان میں 'معصرات' بارش برسانے والے بادل کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

ا۔ عظیم خبر کے بارے میں سوال	۲۔ سوال کا جواب
۳۔ فیصلے کے دن کا وقت مقرر ہونا	۴۔ جہنمیوں کے جرائم کا ذکر
۵۔ متقین کی کامیابی	۶۔ قیامت کے دن کی سختی
۷۔ کافر کی خواہش کا بیان	۸۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

عظیم خبر کے بارے میں سوال

☆ سورے کا آغاز ایک عظیم خبر کے بارے میں سوال سے کیا گیا ہے، جو کفار و مشرکین آپس میں کرتے تھے۔ روایات

میں "نبا عظیم یعنی عظیم خبر" کے بارے میں بہت سی باتیں نقل ہوئی ہیں کچھ لوگوں نے اس سے مراد روز قیامت کو لیا ہے اور کچھ لوگوں نے اس سے مراد قرآن مجید کو لیا ہے اور بعض نے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کو لیا ہے کہ قیامت کے دن ہر انسان سے ولایت علی علیہ السلام کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا۔

سوال کا جواب

☆ آیت ۶ سے ۱۶ تک میں قیامت کے منکرین کو جواب دیتے ہوئے نظام زندگی کے ان گوشوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو انسان کی زندگی میں بہت ہی اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان چیزوں کو بیان کرنے کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ یہ نظام فضول اور عبث نہیں ہے بلکہ اس نظام کا ایک مقصد ہے اور ایک دن فیصلہ کا آنے والا ہے۔ منکرین قیامت سے پوچھا گیا ہے کہ کیا تمہیں یہ زمین نظر نہیں آتی جسے ہم نے تمہارے لئے فرش بنا رکھا ہے؟ کیا یہ بلند و بالا پہاڑ تمہیں نظر نہیں آتے جنہیں ہم نے زمین میں گاڑ رکھا ہے؟ کیا تم اپنے آپ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح ہم نے تمہیں مردوں اور عورتوں کے جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا ہے؟ کیا تم اپنی نیند کو نہیں دیکھتے جس کے ذریعہ سے ہم نے تم کو دنیا میں کام کرنے کے قابل بنائے رکھنے کے لئے ہر چند گھنٹوں کی محنت کے بعد چند گھنٹے آرام لینے پر مجبور کر رکھا ہے؟ کیا تم رات اور دن کی آمد و رفت کو نہیں دیکھتے جسے ٹھیک تمہاری ضرورت کے مطابق ہم باقاعدگی کے ساتھ مسلسل جاری رکھے ہوئے ہیں؟ کیا تم اپنے اوپر آسمانوں کے مضبوط بندھے ہوئے نظام کو نہیں دیکھتے؟ کیا یہ سورج تمہیں نظر نہیں آتا جس کی بدولت تمہیں روشنی اور حرارت میسر آ رہی ہے؟ کیا تم اُن بارشوں کو نہیں دیکھتے جو بادلوں سے برس رہی ہیں اور اُن کے ذریعہ سے غلے، سبزیاں اور گھنے باغ اُگ رہے ہیں؟

فیصلے کے دن کا وقت مقرر ہونا

☆ آیت ۱۷ سے ۲۰ تک کے مطابق یقیناً فیصلے کا دن اپنے مقرر وقت پر آئے گا۔ اس دن کے آنے کے لئے صرف ایک صور کے پھونکنے کی دیر ہے، جب یہ صور پھونکا جائے گا تو سب کچھ سامنے آ جائے گا، اس وقت تم جہاں جہاں بھی مرے پڑے ہوگے وہاں سے اپنا حساب دینے کے لئے ہماری بارگاہ کی طرف نکل پڑو گے۔ ایسا اس دن ہوگا جس دن آسمان کے دروازے کھل جائیں گے اور پہاڑ نیست و نابود کر دیئے جائیں گے جس کے نتیجہ میں پہاڑ ریت کے مانند ہو جائیں گے۔

جہنمیوں کے جرائم کا ذکر

☆ آیت ۲۱ سے ۳۰ تک کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ حساب کتاب کی توقع نہیں رکھتے اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا ہے، ان کا ایک ایک عمل ہمارے ہاں لکھا ہوا ہے اور ان کی خبر لینے کے لئے جہنم گھات لگائے ہوئے تیار ہے جہاں ان کے اعمال کا بھرپور بدلہ انہیں دیا جائے گا۔

متقین کی کامیابی

☆ آیت ۳۱ سے ۳۶ تک میں متقین کے لئے بہترین جزا بتائی گئی ہے اور انہیں اطمینان دلایا گیا ہے کہ انہیں ان کی خدمات کا صرف اجر ہی نہیں دیا جائے گا بلکہ اس سے زیادہ کافی انعام بھی دیا جائے گا۔ ان نعمتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ:

- ان کے لئے قیامت کے دن کامیابی ہوگی۔
- باغات اور انگور ہوں گے۔
- نوعمر ہم سن بیویاں ہوں گی۔
- چھلکتے ہوئے جام ہوں گے البتہ دنیا کے جام میں منفی اثرات رہتے ہیں جبکہ جنت کے جام میں مثبت اثرات پائے جاتے ہیں۔
- جنت کی زندگی میں لغویات اور کذب کی کوئی جگہ نہ ہوگی، حقیقت پر مبنی ایک زندگی ہوگی۔

ان نعمتوں کو عطا کرنے کے بعد پروردگار عالم اہل جنت سے مخاطب ہو کر کہیں گے کہ یہ نعمتیں تمہارے رب کی طرف حساب کی ہوئی عطا اور تمہارے اعمال کی جزا ہے۔

قیامت کے دن کی سختی

☆ آیت ۳۸ کے مطابق روز قیامت سخت ترین دن ہوگا جہاں کسی کو بھی بات کرنے کی اجازت نہیں ہوگی سوائے چند مخصوص افراد کے جو پروردگار عالم کی بارگاہ میں گنہگاروں کے حق میں سفارش کریں گے جن کی پہچان یہ ہے کہ وہ حق بات کہیں گے۔ اس کے نمایاں مصداق معصومین علیہم السلام ہیں جو مرضی الٰہی کے بغیر زبان نہیں کھولتے اور وہی کہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔

کافر کی خواہش کا بیان

☆ آیت ۳۹ اور ۴۰ کے مطابق قیامت کا دن ہی برحق دن ہے جس میں ہمیشہ کی زندگی کا فیصلہ ہوگا۔ پس انسان کو چاہیے کہ دنیا کی زندگی میں فرصت کے ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے اپنے رب کے پاس اپنا مقام بنالے کیونکہ جو کچھ اس نے دنیا میں انجام دیا ہے وہ اسے حاضر پائے گا اور یہی وہ چیز ہے جس سے تمہارے رب نے تمہیں ڈرایا ہے۔ اس دن کی سختی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس دن کافر کہے گا کہ اے کاش! میں خاک ہوگیا ہوتا یعنی کاش میں انسان ہونے کے بجائے مٹی ہوتا۔

فضائل وخصوصیات:

خانہ کعبہ کی زیارت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ لَمْ تَخْرُجْ سَنَتُهُ إِذَا كَانَ يُدْمِنُهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ حَتَّى يَزُورَ بَيْتَ اللَّهِ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (۱)

جو شخص ہر روز باقاعدگی سے "عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ" کی تلاوت کرے گا اسے ایک سال کے اندر خانہ کعبہ کی زیارت نصیب ہوگی انشاءاللہ۔

بہشت کے ٹھنڈے پانی سے سیراب: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ سَقَاهُ اللَّهُ بَرْدَ الشَّرَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۲)

جو شخص سورہ نبا کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن اللہ اسے ٹھنڈے شربت سے سیراب کرے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۷

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۳، ص ۳۵۵

سورۂ نازعات کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ نازعات

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
نازعات	30	79	81	مکہ مکرمہ	46	02	753	139

☆ **سورۂ نازعات** موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا اناسیواں (۷۹) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے اکیاسیواں (۸۱) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے ''سورۂ نازعات'' رکھا گیا ہے جس میں ان فرشتوں کی قسم کھائی گئی ہے جو کفار کی روح کو دردناک انداز میں قبض کرنے والے ہیں اور نازعات عربی میں کھینچ لینے والے کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ موضوع قیامت کو اہمیت دینے کی وجہ	۲۔ قیامت کے واقع ہونے پر پانچ قسمیں
۳۔ قیامت کے حالات اور اس دن کی سختی کا بیان	۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ
۵۔ بعثت انبیاء علیہم السلام کا مقصد	۶۔ موت کے بعد کی زندگی کے دلائل
۷۔ اعمال کی بنیاد پر جنت و دوزخ کا مستحق ہونا	۹۔ قیامت کب ہوگی؟ منکرین قیامت کا سوال!
۱۰۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

موضوع قیامت کو اہمیت دینے کی وجہ

☆ اس سورے میں بھی قیامت اور آخرت کے موضوع پر زیادہ توجہ دلائی گئی ہے اور اس پر کائنات کے نظام خلقت سے استدلال کیا گیا ہے۔ مکی سوروں میں مسئلہ قیامت کو زیادہ موضوع گفتگو قرار دیا ہے چونکہ ایک تو تصور قیامت سے ہی انسان کی زندگی اور کائنات کے وجود کا، مقصد سمجھ میں آتا ہے ورنہ زندگی اور کائنات کا وجود عبث اور لغو ہو جاتا۔

دوسری بات یہ کہ مشرکین اس اہم ترین اور تقدیر ساز عقیدے کے منکر تھے۔ ان دو باتوں کی وجہ سے موضوع قیامت کو قرآن نے سب سے زیادہ تاکید اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

قیامت کے واقع ہونے پر پانچ قسمیں

☆ آیت ۱ سے ۵ تک میں ملائکہ کے پانچ اوصاف کی قسم کھائی گئی ہے اور جس بات پر قسم کھائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ قیامت ضرور آئے گی۔ فرشتوں کے جن اوصاف کے ساتھ قسم کھائی گئی ہے وہ یہ ہیں:

- قسم ہے ان (فرشتوں) کی جو گھس کر کھینچ لیتے ہیں۔ یہ وہ فرشتے ہیں جو انسان کی روح نکالتے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ آیت ان فرشتوں کے بارے میں ہے جو کفار کی ارواح نکال لیتے ہیں [1]۔ یعنی کفار کی روح کو شدت سے کھینچ لیتے ہیں۔
- قسم ہے ان فرشتوں کی جو آسانی سے نکال لیتے ہیں۔
- قسم ہے ان فرشتوں کی جو تیزی سے لپکتے ہیں۔
- قسم ہے ان فرشتوں کی جو تیزی سے سبقت کرنے والے ہیں۔
- قسم ہے ان فرشتوں کی جو امور کی تدبیر کرنے والے ہیں۔

قیامت کے حالات اور اس دن کی سختی کا بیان

☆ آیت ۶ سے ۱۴ تک میں قیامت کے آنے کی کیفیت اور اس دن کی سختی کی شدت کو بیان کیا گیا ہے۔ وہ دن بہت ہی سخت ہوگا جس دن زمین کو جھٹکا دیا جائے گا۔ اس سے مراد وہ پہلا صور ہے جس کے بعد پوری کائنات تباہ ہو جائے گی۔ اس کے بعد دوسرا جھٹکا دیا جائے گا۔ یہ دوسرے صور کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے جس سے تمام مردے زندہ ہو جائیں گے۔ وہ دن اتنا سخت ہوگا کہ دل لرز جائیں گے اور آنکھیں خوف سے جھکی ہوں گی۔

منکرین قیامت جب قیامت کے واقع ہونے کے حالات اور اس کی کیفیت کو سنتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ کیا ہم دوبارہ بھیجے جائیں گے؟ جبکہ ہم کھوکھلی ہڈیوں میں تبدیل ہو چکے ہوں گے؟ اگر ایسا ہوا تو یہ بہت گھاٹے والی واپسی

۱۔ مجمع البیان، ذیل تفسیر آیات

ہوگی۔ کفار یہ باتیں مذاق اڑانے کیلئے کہتے تھے: اگر ہمیں دوبارہ زندہ ہونا پڑا تو ہم گھاٹے میں ہوں گے، ہم نے اس کی کوئی تیاری نہیں کی ہے۔ ان کے اس تمسخر کے جواب میں پروردگار عالم نے فرمایا کہ قیامت ایک چیخ ہوگی جس کے بعد تمام مخلوقات میدان محشر میں جمع ہو جائیں گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ

☆ آیت ۱۵ سے ۲۶ تک کی آیات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہیں۔ آیات کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام وادی طویٰ میں جب پہنچے تو حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جا کر اسے تبلیغ کریں کیونکہ فرعون سرکشی پر اتر آیا ہے۔ دیکھو کہ وہ سرکشی کو چھوڑ کر پاکیزگی اختیار کرنے پر آمادہ ہے یا نہیں؟ اس سے کہو کہ اگر تم طغیانی اور سرکشی چھوڑ دو تو ہدایت کے لائق ہو جاؤ گے اور ہدایت ملنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غضب سے ڈرنے کا مقام بھی آجائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پروردگار عالم کا حکم ملنے کے بعد فرعون کے دربار میں گئے اور اسے اللہ کی بڑی نشانیاں (عصا، اور ید بیضا وغیرہ) دکھایا، ان تمام نشانیوں کے باوجود فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کی تکذیب کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف لوگوں کو ورغلانا شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں اس نے لوگوں کو جمع کر کے اپنے رب ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کی سرکشی جب حد سے بڑھ گئی تو اس کی گستاخی کی سزا اللہ نے اسے آخرت میں جہنم کے عذاب اور دنیا میں غرق آب کے ذریعہ دیا اور سمندر میں اسے غرق کر کے دنیا کو بتا دیا کہ یہ معبود یا رب کا فرزند نہیں ہے، پس جو شخص اس واقعہ میں غور و فکر کرے گا اس کے لئے اس میں عبرت کا سامان موجود ہے۔

بعثت انبیاء علیہم السلام کا مقصد

ان آیات پر غور و فکر کریں تو معلوم ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد سرکش قوم کی ہدایت کرنا ہے اور طریقہ ہدایت یہ ہے کہ پہلے نرمی سے پاکیزگی کی طرف دعوت دی جائے تا کہ وہ ایمان لائے اور اس کے دل میں خوف خدا پیدا ہو جائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: ''رب سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان یہ یاد رکھے کہ خدا اس کے ہر عمل کو

دیکھ بھی رہا ہے اور سن بھی رہا ہے اور اسی کے مطابق جزا یا سزا بھی دے گا۔ یہ مقام نگرانی و مراقبت ہے[1]۔"

، پھر نرمی سے بات نہ مانیں تو دلائل کا سلسلہ شروع کیا جائے تا کہ منکرین کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہم دعویٰ بلا دلیل بات کو قبول نہیں کرتے ہیں۔

موت کے بعد کی زندگی کے دلائل

☆ آیت ۲۵ سے ۳۲ تک میں آخرت اور موت کے بعد کی زندگی کے دلائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں پہلے منکرین سے پوچھا گیا ہے کہ تمہیں دوبارہ پیدا کر دینا زیادہ سخت کام ہے یا اس عظیم کائنات کو پیدا کرنا جو عالم بالا میں اپنے بے حد حساب ستاروں اور سیاروں کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے؟ جس خدا کے لئے یہ کام مشکل نہ تھا اس کے لئے تمہاری دوبارہ تخلیق آخر کیوں مشکل ہوگی؟ صرف ایک فقرے میں امکانِ آخرت کی دلیل پیش کرنے کے بعد زمین اور اُس سروسامان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو زمین میں انسان اور حیوان کی زندگی گزارنے کے لئے فراہم کیا گیا ہے اور جس کی ہر چیز اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ وہ بڑی حکمت کے ساتھ کسی نہ کسی مقصد کو پُورا کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔

اعمال کی بنیاد پر جنت و دوزخ کا مستحق ہونا

☆ آیت ۳۴ سے ۴۱ تک میں بیان کیا گیا کہ جب قیامت واقع ہوگی تو اس وقت انسان کے سارے اعمال اس کے سامنے آجائیں گے۔ پس جس شخص نے دنیا میں سرکشی کرتے ہوئے حدود الٰہی سے تجاوز کیا ہے اس کے لئے جہنم قریب کر دیا جائے گا اور وہی اس کا ٹھکانہ ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں جس شخص نے دنیا میں اطاعت الٰہی کرتے ہوئے تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرتے ہوئے خواہشات نفسانی پر کنٹرول حاصل کیا ہوگا وہ بہشت کا مستحق ہوگا۔

قیامت کب ہوگی؟ منکرین قیامت کا سوال!

☆ آیت ۴۲ سے ۴۶ تک کے مطابق منکرین قیامت وقوع قیامت کے لئے وقت کا تعین چاہتے تھے۔ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتے تھے کہ اگر کوئی قیامت آنے والی ہے تو اس کا وقت کب آئے گا؟ پروردگار عالم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اُس وقت کا تعین آپ کی ذمہ داری نہیں ہے اس کا علم صرف پروردگار عالم

---

[1] انوار القرآن، ص ۱۱۷۳

کو ہے۔ آپ کی ذمہ داری صرف لوگوں کو ڈرانا اور ان کے گناہوں اور سرکشیوں پر متنبہ کرنا ہے لیکن جب یہ لوگ قیامت کا مشاہدہ کریں گے تو انہیں محسوس ہوگا کہ قیامت بہت جلد آ گئی اور ہم نے دنیا میں صرف ایک شام یا ایک صبح کا وقت گزارا تھا۔

فضائل وخصوصیات:

دشمنوں سے محفوظ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَهَا عِنْدَ مُوَاجِهَةِ أَعْدَائِهِ انْحَرَفُوا عَنْهُ وَسَلِمَ مِنْهُمْ وَلَمْ يَضُرُّوهُ[1]

جو شخص اس سورے کو دشمن کے مقابلہ میں پڑھے تو دشمن کی توجہ اس کی طرف سے ہٹ جائے گی اور وہ دشمنوں سے محفوظ رہے گا اور اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

دنیا وآخرت کی سیرابی: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ وَالنَّازِعَاتِ لَمْ يَمُتْ إِلَّا رَيَّانَ وَلَمْ يَبْعَثْهُ اللهُ إِلَّا رَيَّانَ وَلَمْ يُدْخِلْهُ الْجَنَّةَ إِلَّا رَيَّانَ[2]

جو شخص سورۂ نازعات کی تلاوت کرے گا وہ سیراب ہو کر مرے گا اور سیراب اٹھایا جائے گا نیز سیراب ہو کر جنت میں داخل ہوگا۔

☆☆☆☆☆

---

[1]۔ تفسیر برہان، ج ۸، ص ۲۰۳

[2]۔ بحار الانوار، ج ۷، ص ۲۹۷

سورۂ عبس کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ عبس

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
عبس	30	80	24	مکہ مکرمہ	42	01	533	133

☆سورۂ عبس موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا اسیواں (۸۰) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے چوبیسواں (۲۴) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

پہلی آیت کی مناسبت سے اس کا نام "سورۂ عبس" رکھا گیا ہے۔ عبس عربی میں منہ پھیر لینے کو کہا جاتا ہے۔

موضوعات:

۱۔ حضرت عبداللہ ابن مکتوم ؓ کی مدح اور بعض صحابہ کو تنبیہ	۲۔ قرآن مجید کے اوصاف
۳۔ ناشکر لوگوں کا بیان	۴۔ پروردگار عالم کے احسانات کا تذکرہ
۵۔ قیامت کی سختیوں کا ذکر	۶۔ اہل جہنم اور اہل جنت کے چہروں کی کیفیت کا بیان
۷۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

حضرت عبداللہ ابن مکتوم ؓ کی مدح اور بعض صحابہ کو تنبیہ

☆ آیت ۱ سے ۱۰ تک کی آیات کے شان نزول کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ سرداران قریش کے مطالبہ پر رسول خدا ﷺ ان سے علیحدگی میں دعوت اسلام کے موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ ان کے اسلام قبول کر لینے کی صورت میں ان کے ماتحت افراد بھی مشرف بہ اسلام ہو جائیں گے۔ اتنے میں ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کسی قرآنی آیت کے بارے میں معلومات کے لئے حاضر خدمت ہوئے وہ نابینا ہونے کی بنا پر صورتحال سے ناواقف تھے۔ رسول خدا ﷺ کی محفل میں موجود لوگوں کو ان کا آنا پسند نہیں آیا اور انہوں نے منہ بسور کر رخ موڑ لیا جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ اللہ نے ان کی مذمت کر کے یہ بتلا دیا کہ

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل سب کے لئے ہے لہٰذا کسی کے آنے پر ناک منہ چڑھانے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح کر دیا کہ جو لوگ تکبر کرتے ہیں اور اپنی اصلاح کے خواہاں نہیں ہیں آپ ان کی فکر نہ کریں اور جو اپنی اصلاح کی خاطر آپ کے پاس آتا ہے آپ اس سے بے رخی نہ برتیں۔ یہاں بظاہر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن حقیقت میں تمام مسلمانوں پیغام دیا گیا ہے کہ کسی بھی شخص کو کم اہمیت سمجھ کر اس سے بے رخی نہ برتی جائے۔ اس قسم کا طرز خطاب قرآن میں بہت زیادہ ہے کہ مخاطب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا گیا ہے جب کہ دوسروں کو سنانا مقصود ہے۔

قرآن مجید کے اوصاف

☆ آیت ۱۱ سے ۱۶ تک میں قرآن مجید کے اوصاف بیان ہوئے ہیں:

- یہ قرآن ایک نصیحت ہے پس جو چاہے اس کی آیات سے ہدایت حاصل کرے۔
- یہ محترم صحیفوں میں ہے یعنی یہ قرآن مجید لوح محفوظ میں ثبت کیا ہوا ہے۔
- یہ قرآن بہت ہی بلند مرتبہ ہے یعنی ہر قسم کے شبہ اور تضاد گوئی سے بالاتر ہے۔
- یہ قرآن بہت ہی پاک و پاکیزہ ہے۔ ایسی پاکیزہ کتاب ہے جس تک کسی کے ناپاک ہاتھ نہیں پہنچ سکتے کہ اس میں تحریف کریں اور تبدیلی لائیں۔
- یہ قرآن ایسے فرشتوں کے ہاتھوں میں ہے جو صاحب عزت اور نیک ہیں۔

ناشکر لوگوں کا بیان

☆ آیت ۱۷ سے ۲۳ تک میں ان لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو ٹھکرایا، ایسے لوگ ناشکرے ہیں جو اپنی حقیقت کو فراموش کر چکے ہیں اور نہیں سوچتے کہ اللہ نے انہیں کس چیز سے خلق کیا ہے؟ انہیں اللہ نے ایک نطفہ سے خلق کیا ہے جو نہایت حقیر اور ناتواں تھا، اس کے بعد اس کی تقدیر بنائی، اس تقدیر کے ساتھ اس کی ہدایت کا راستہ آسان بنا دیا، پھر اسے موت کا مزہ چکھایا اور قبر میں پہنچا دیا۔ پھر جب اللہ چاہے گا تو اسے دوبارہ اٹھائے گا۔ اس وقت انسان تمنا کرے گا کہ اے کاش دوبارہ دنیا میں بھیجا جاتا تو میں نیک اعمال بجالاتا لیکن جواب آئے گا کہ ہرگز نہیں اب نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے کیونکہ دنیا میں تم نے اوامر الٰہی کی پیروی نہیں کی۔ ان تمام مرحلوں کا بیان دلیل ہے کہ انسان کس قدر اللہ کی قدرت کے آگے بے بس ہے اس کے باوجود وہ سرکشی اور تکبر کا شکار ہو کر نعمات الٰہی کا انکار کرتا ہے۔ آخر میں ان کو

خبردار کیا گیا ہے کہ قیامت کے روز وہ اپنی اس روش کا کیسا ہولناک انجام دیکھنے والے ہیں۔

پروردگارِ عالم کے احسانات کا تذکرہ

☆ آیت ۲۴ سے ۳۲ تک میں پروردگارِ عالم نے انسان اور جانوروں کی زندگی کے لئے ضروری نعمتوں میں سے بعض کی طرف مختصر اشارہ کر کے صاحبِ عقل و شعور کو دعوت دی ہے کہ کون ہے جو ان تمام چیزوں کو مہیا کرتا ہے تا کہ مخلوقات کی زندگی باقی رہے اور یہ تمام چیزیں عظیم احسانِ الٰہی ہیں جو اس نے اپنی مخلوقات پر کی ہیں۔

انسان اگر انہی نعمتوں پر غور کرے تو معلوم ہو جائے گا کہ یقیناً کوئی ایسا مدبر ہے جس کے قبضہ میں ان تمام امور کی باگ ڈور ہے۔ ان آیات میں طعام کی فراہمی کے ان اسباب و علل کا ذکر ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے خلق فرمایا ہے اور ان سے کام لیا گیا ہے:

- اللہ نے سب سے پہلے آسمان سے پانی برسایا۔
- اس پانی کے ذریعہ زمین کو شگافتہ کیا۔
- زمین کے شگافتہ ہونے کے بعد اس میں دانے اگائے۔
- ان دانوں کے ذریعہ مختلف قسم کے پھل اور سبزیاں اگائی، جیسے انگور، زیتون، کھجور وغیرہ۔
- اسی شگافتہ زمین میں گھنے باغات بنائے۔
- پھر اسی زمین میں مختلف میوے اور جانوروں کے لئے چارا بھی خلق کیا۔

ان آیات کی تفسیر کے ذیل میں مفسرِ قرآن علامہ شیخ محسن علی نجفی صاحب نے بہت ہی لطیف نکتے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ذیل میں ان کی عبارت کو بعینہٖ نقل کرتے ہیں:

''قدرت کی ایک اہم ترین نشانی یہ ہے کہ دانہ جب زیرِ زمین جاتا ہے اور پانی میسر آنے پر ماحول سازگار ہو جاتا ہے تو اس دانے میں عجیب قسم کا شعور موجود ہے کہ زمین میں موجود مختلف عناصر میں سے صرف ان عناصر کو جذب کرتا ہے جن سے اس دانے کی مطلوبہ چیز ترکیب پاتی ہے۔ اگر یہ بیج گندم کا ہے تو یہ دانہ صرف ان عناصر کو جذب کرتا ہے جن سے گندم کا دانہ وجود میں آتا ہے۔ اگر یہ بیج انگور کا ہے تو اس بیج میں یہ شعور موجود ہے کہ صرف ان عناصر کو جذب کرے جن کی ترکیب سے انگور وجود میں آتا ہے۔ اسی طرح زیتون، کھجور و دیگر ہزار قسم کے میوہ جات اور دانے عناصر کی

ترکیب سے وجود میں آتے ہیں۔ یعنی عناصر کی ترکیب مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف نباتات وجود میں آتے ہیں (۱)۔

قیامت کی سختیوں کا ذکر

☆ آیت ۳۳ سے ۴۲ تک کے مطابق قیامت کا دن اتنا شدید اور سخت ہوگا کہ اس دن کان کے پردے پھٹ جائیں گے، کسی کو کسی کا خیال نہیں ہوگا۔ اس دن بھائی بھائی سے، اولاد ماں باپ سے، شوہر بیوی اور بچوں سے بھاگ رہا ہوگا کہ کہیں کوئی مدد کیلئے نہ پکارے یا اپنے گناہوں کی ذمہ داری اس پر نہ ڈالے۔

اہل جہنم اور اہل جنت کے چہروں کی کیفیت کا بیان

اس دن ہر شخص اپنی فکر میں ہوگا اس دن کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے چہرے روشن ہوں گے اور وہ مسکراتے اور کھلے ہوئے چہروں کے ساتھ اس دن کا سامنا کریں گے اور کچھ چہرے ایسے ہوں گے جو غبار آلود ہوں گے ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ پس یہی لوگ کافر و فاجر ہوں گے اور انہی کے لئے ہی ذلت و خواری ہے۔

فضائل و خصوصیات:

سفر کی مشکلات سے نجات: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِذَا قَرَأَهَا الْمُسَافِرُ فِیْ طَرِیْقِهٖ یَكْفِیْ مَا یَلِیْهِ فِیْ طَرِیْقِهٖ وَذَالِكَ السَّفَرِ (۲)

اگر مسافر اپنے سفر کے دوران اس سورے کی تلاوت کرے تو سفر کی مشکلات سے نجات پائے گا۔

رحمت خدا کے سایہ میں اور خیانت سے محفوظ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ عَبَسَ وَ تَوَلّٰی وَاِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ كَانَ تَحْتَ جَنَاحِ اللّٰهِ مِنَ الْجِنَانِ وَ فِیْ ظِلِّ اللّٰهِ وَ كَرَامَتِهٖ فِیْ جِنَانِهٖ وَلَا یَعْظُمُ ذَالِكَ عَلَی اللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ (۳)

جو شخص سورۂ عبس اور سورۂ تکویر کی تلاوت کرے گا، وہ (رحمت) خدا کے زیر سایہ ہوگا اور دوسروں کی خیانت سے محفوظ رہے گا اور سایہ خدا اور کرامت خدا کا حقدار ہوگا اور جنت میں جائے گا اگر خداوند عالم چاہے تو یہ اس کی ذات کے لئے کوئی بڑا کام نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

۲۔ تفسیر برہان، ج ۸، ص ۲۱۱

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۸

سورۂ تکویر کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ تکویر

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
تکویر	30	81	07	مکہ مکرمہ	29	01	434	114

☆ سورۂ تکویر موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا اکیاسیواں (۸۱) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے ساتواں (۷) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی وجہ سے "سورۂ تکویر" رکھا گیا ہے جس میں سورج کے لپیٹ دیئے جانے کو بیان کیا گیا ہے یعنی قیامت سے پہلے سورج کی شعاعیں زائل کی جائیں گی۔ "تکویر" عربی زبان میں گولائی میں لپیٹ دینے کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قیامت کے حالات	۲۔ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے والوں سے سوال -
۳۔ جبرائیل امین علیہ السلام کی مدح	۴۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرشتے (جبرائیل) کو عرش الٰہی پر دیکھنا
۵۔ قرآن مجید کا الٰہی کتاب ہونا	۶۔ قرآن مجید کا عالمین کے لئے ہدایت ہونا
۷۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

قیامت کے حالات

☆ آیت ۱ سے ۱۴ تک میں اعلان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کو معلوم ہوگا کہ اس نے ابدی زندگی کے لئے کیا انتظام کیا ہے اور بارگاہ خداوندی میں کیا لے کر حاضر ہوا ہے۔ ابدی زندگی کا آغاز اس وقت ہوگا کہ جب:

- سورج کی چادر شعاع لپیٹ دی جائے گی۔
- ستارے ٹوٹ کر گریں گے۔

- پہاڑ حرکت میں آجائیں گے۔
- حاملہ اونٹنیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔
- وحوش (چرند و پرند وغیرہ) جمع کیے جائیں گے۔
- دریاؤں میں بے پناہ جوش ہوگا۔
- جسم و روح کو دوبارہ جوڑ دیا جائے گا۔
- زندہ درگور لڑکیوں کے قتل کا سبب پوچھا جائے گا۔
- نامۂ اعمال منتشر ہو جائیں گے۔
- آسمان کا چھلکا اتر جائے گا۔
- جہنم بھڑکا دیا جائے گا۔
- جنت قریب کر دی جائے گی۔

ایسے حالات میں اپنے اعمال کے بارے میں کوئی بھی شخص کیا کر سکے گا؟ اس کا علم پروردگار عالم کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو کچھ کرنا ہے دنیا میں کر کے جانا ہے اور جو کچھ دنیا میں انجام دیا ہے وہ سامنے آنے والا ہے۔

بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے والوں سے سوال

ان آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا۔ قیامت کے دن یہ سوال کیا جائے گا کہ انہیں کس جرم میں قتل کیا گیا ہے؟ یہ سوال ہر اس شخص کے بارے میں بھی کیا جائے گا جسے بغیر کسی جرم و خطا کے قتل کیا گیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بیٹی کا پیدا ہونا ننگ و عار تصور کرتے ہوئے معصوم بچیوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ اسلام نے اس نظریہ کو بدل ڈالا اور بیٹی کو اللہ کی رحمت قرار دے کر اس کی عظمت کو بیان کر دی کہ بیٹی باعث ننگ و عار نہیں بلکہ اللہ کی رحمت کا ذریعہ ہے۔

جبرائیل امین علیہ السلام کی مدح

☆ آیت ۱۴ سے ۲۲ تک میں سب سے پہلے تین قسمیں کھائی گئی ہیں یعنی سب سے پہلے ستارے، رات اور دن کی قسم کھانے کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کو جبرائیل امین علیہ السلام نے نازل کیا ہے یعنی قرآن مجید کو عرش الٰہی سے

قلب رسول تک پہنچانے کا فریضہ جبرائیل امین علیہ السلام نے انجام دیا اور وہ بہت ہی محترم فرشتہ ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیوانہ نہیں ہیں۔ مذکورہ ''قسم'' کا اس موضوع (جبرائیل کا قرآن نازل کرنا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیوانہ نہ ہونا) کے ساتھ کیا ربط ہے یہ ایک قابل غور مسئلہ ہے اور غالباً یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح رات، دن اور ستاروں کا نظام دقیق ہے اسی طرح جبرئیل امین کا نازل ہونا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذہن دونوں اپنے مقام پر بالکل صحیح کام کر رہے ہیں اور ان کے بارے میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اور اسی طرح یہ قرآن مجید بھی بالکل صحیح اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

ان آیات میں جبرائیل کے پانچ اوصاف بیان کئے گئے ہیں:

- وہ معزز فرشتہ ہے۔
- وہ صاحب قوت وطاقت ہے۔
- وہ عرش بریں کا مکین ہے۔
- وہ قابل اطاعت فرشتہ ہے۔
- وہ امانت دار ہے یعنی پیغام رسالت کو پہنچانے میں خیانت کا مرتکب نہیں ہوتا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرشتے (جبرائیل) کو عرش الٰہی پر دیکھنا

☆ آیت ۲۳ سے ۲۹ تک کے مطابق رسول خدا نے جبرائیل علیہ السلام کو روشن افق پر دیکھ لیا ہے۔ ممکن ہے اس سے مراد یہ ہو کہ افق اعلیٰ میں جبرائیل علیہ السلام کو اپنی مقتدر حیثیت میں دیکھ لیا ہو۔ اس دیکھنے کی حقیقت ظاہری دیکھنے کی طرح نہیں بلکہ اس حقیقت کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پورے وجود کے ساتھ دیکھ لیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ رسول غیب کی باتیں پہنچانے میں بخل سے کام نہیں لیتا یعنی انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور کسی پیغام وحی کو چھپا کر خیانت نہیں کرتے۔

قرآن مجید کا الٰہی کتاب ہونا

ان باتوں کے باوجود اہم بات یہ ہے کہ یہ قرآن، شیطانی کلام نہیں ہے۔ اس کلام میں کوئی ایسا شائبہ نہیں ہے جس میں کاہنوں کے کلام کی طرح حقیقت سے عاری کوئی لفظ ہو یا اس کی کسی آیت سے اپنے مفاد کی بو آتی ہو۔ شیطان انسانی

قدروں کی طرف دعوت نہیں دیتا، نہ ہی اسے اللہ کی بندگی سے کوئی دلچسپی ہے لہٰذا جبرائیل بھی امین ہے، پیغمبر دیوانہ بھی نہیں، قرآن مجید شیطان کا کلام بھی نہیں ہے۔

قرآن مجید کا عالمین کے لئے ہدایت ہونا

تو اب تم حق کی پیروی نہیں کر کے کہاں جا رہے ہو؟ اس قرآن کی طرف آؤ جو سارے عالمین کے لئے پیغام نصیحت لے کر آیا ہے البتہ یہ ہدایت و نصیحت ہے اس شخص کے لئے جو ہدایت کے راستے پر چلنا چاہتا ہو یعنی جن میں نصیحت و ہدایت قبول کرنے کی اہلیت ہے وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس ہدایت کو قبول کرنے کے بارے میں انسان خود مختار ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کے مطابق انسان کو ہدایت عنایت فرمائی اور اپنے ارادے اور مشیت کے مطابق انسان کو خود مختار رکھا۔ اللہ کی مشیت کے بغیر اس کائنات میں کوئی پر نہیں مار سکتا یعنی اللہ کی مشیت سے ہٹ کر اور اللہ کی مشیت کے مقابلے میں کسی کی مشیت موثر نہیں ہے۔

فضائل و خصوصیات:

آنکھ کے درد سے نجات: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَهَا عَلَى أَرْمَدِ الْعَيْنِ أَوْ مُطَرِّفِهَا أَبْرَأَهَا بِإِذْنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ [1]

اس سورے کو آنکھ کے درد سے نجات کے لئے پڑھا جائے تو اللہ کے حکم سے شفا ملے گی۔

زیارت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيَقْرَأْ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ [2]

جو شخص قیامت کے دن میرے دیدار کا مشتاق ہو اسے چاہیے کہ وہ سورۂ تکویر پڑھے۔

☆☆☆☆☆

---

[1] تفسیر برہان، ج ۸، ص ۲۱۸

[2] مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۶

سورۂ انفطار کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ انفطار

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
انفطار	30	82	82	مکہ مکرمہ	19	01	327	80

☆ سورۂ انفطار موجودہ ترتیب اور ترتیب نزول دونوں کے اعتبار سے قرآن مجید کا بیاسیواں (۸۲) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس کا نام ''سورۂ انفطار'' رکھا گیا ہے جس میں قیامت سے پہلے آسمان کے پھٹ جانے کو بیان کیا گیا ہے اور عربی میں انفطار شگافتہ ہونے کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ آغاز قیامت کی وحشت ناک کیفیت	۲۔ مرنے کے بعد بھی انسانی اعمال کے اثرات کا باقی رہنا
۳۔ انسان کی غفلت اور احسان فراموشی	۴۔ انسان کے اعمال پر اللہ کی طرف سے نگہبانوں کا مقرر ہونا
۵۔ نیک اور برے لوگوں کا انجام	۶۔ پروردگار عالم کی حکومت
۷۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

اس سورے کی ابتدا بھی اس سے پہلے والے سورے کی طرح قیامت کے حالات اور واقع ہونے کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔

آغاز قیامت کی وحشت ناک کیفیت

☆ آیت ۱ سے ۵ تک میں بعض ایسے وحشت ناک حوادث کو بیان کیا جارہا ہے جو آغاز قیامت میں سارے جہاں کو گھیر لیں گے۔ ان حوادث کے واقع ہونے کے بعد قیامت کے دن انسان کو معلوم ہوگا کہ وہ کیا کچھ کرکے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہے اور اس نے آگے کیا بھیجا ہے اور پیچھے کیا چھوڑ آیا ہے، سب پتہ چل جائے گا۔ ان آیات میں

جن امور کی طرف اشارہ ہوا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- آسمان میں شگاف پڑ جائیں گے۔
- ستارے پراگندہ ہو کر گرنے لگیں گے اور عالم بالا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔
- سمندر اور دریا آپس میں مل جائیں گے۔
- قبریں زیروزبر ہو جائیں گی یعنی مردے قبروں سے باہر آ کر حساب و کتاب کے لئے آمادہ ہونگے۔

مرنے کے بعد بھی انسانی اعمال کے اثرات کا باقی رہنا

مذکورہ آیات میں ذکر شدہ واقعات پیش آنے کے بعد انسان کو جب حساب گاہ میں کھڑا کیا جائے گا اور اسے اپنے نامہ عمل کا سامنا کرنا پڑے گا، اس وقت انسان کو پتہ چلے گا کہ اس نے آگے کیا بھیجا تھا اور وہ پیچھے کیا چھوڑ آیا تھا۔ انسان کے اعمال خیر و بد دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک وہ اعمال ہیں جو اس نے اپنی زندگی میں بجالائے تھے، دوسرے وہ اعمال ہیں جنہیں وہ پیچھے چھوڑ آیا تھا جیسے مساجد و مدارس تعمیر کرنے والے کو مرنے کے بعد بھی ان کا ثواب ملتا رہے گا۔

پس ثابت ہوا کہ انسان کے اعمال کے اثرات مرنے کے بعد بھی باقی رہتے ہیں لہٰذا دنیا میں اگر کوئی نیک عمل کر جائے جس پر اس کے مرنے کے بعد بھی عمل ہوتا رہے تو اس کی جزاء اسے مسلسل ملتی رہے گی لیکن اگر کوئی برے کام کو چھوڑ جائے تو جب تک اس پر عمل ہوتا رہے گا اس کے نامہ اعمال میں گناہ لکھا جاتا رہے گا۔

انسان کی غفلت اور احسان فراموشی

☆ آیت ۶ سے ۱۲ تک کے مطابق انسان اللہ کے کرم کو فراموش کر چکا ہے کیونکہ اللہ نے اسے کسی جانور کے بجائے انسانی صورت میں پیدا کیا لیکن اس نے انسانی شرف اور مرتبے کو بھلا کر جانوروں جیسا کردار اپنایا اور انسانیت کی آبرو کا تحفظ نہیں کیا۔ ایسے انسان کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ فرما رہا ہے: وہ رب جو صاحب احسان و انعام ہے، جو تجھ پر لگاتار احسان کر رہا ہے، تجھ پر تیری ضرورت سے زیادہ احسان فرما رہا ہے۔ اسی کریم رب نے تجھے خلق کرنے کے بعد تمہیں متوازن بنایا یعنی اس نے ہر عضو کو اس کی مناسب جگہ پر رکھا۔ پھر ان اعضاء میں سے کوئی عضو کسی اور عضو سے متصادم نہیں ہے بلکہ ہر عضو دوسرے عضو کے لئے معاون ہے مثلاً ایک لقمہ شکم تک پہنچانے میں بیرونی و داخلی اعضاء، ایک محیر العقل ہم آہنگی کے ساتھ

ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔ کوئی عضو ایسا نہیں جو اس لقمے کو اپنے مقصد تک پہنچنے میں رکاوٹ بنتا ہو، چنانچہ داخلی اعضا ایک دوسرے سے مل کر اس لقمے کو خون اور خون کو خلیے (Cell) کی تعمیر کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

انسان کے اعمال پر اللہ کی طرف سے نگہبانوں کا مقرر ہونا

ان تمام احسانات کے باوجود اے انسان! تم مسلسل انکار کرتے رہے۔ یاد رکھو تمہاری یہ احسان فراموشیاں ہماری طرف سے مقرر کردہ نگہبان لکھتے جا رہے ہیں اور وہ تمہارے اعمال کو خوب جانتے ہیں۔

کتاب سعد السعود میں بیان کیا گیا ہے کہ: "ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے ہیں۔ ایک اعمال خیر دوسرا اعمال شر لکھتا رہے گا۔ موت قریب آنے پر فرشتہ نیک مؤمن سے کہے گا: تجھے خدا جزائے خیر دے تو نے کتنے صالح اعمال ہمیں دکھائے اور کتنی اچھی محفلوں میں ہمیں بٹھایا۔ آج ہم تیری پسند کے مطابق تیری شفاعت کریں گے۔ اور اگر یہ شخص نافرمان رہا ہے تو یہ فرشتہ اس سے کہے گا: خدا تجھے نہ بخشے۔ برے اعمال سے تو نے ہمیں کتنی اذیت دی۔ کتنی بری باتیں تو نے ہمیں سنائیں اور کتنی بری محفلوں میں تو نے ہمیں بٹھایا۔ آج تیری خواہش کے خلاف رب کے سامنے گواہ ہوں گے۔ (۱)"

نیک اور برے لوگوں کا انجام

☆ آیت ۱۳ سے ۱۹ تک میں بیان کیا گیا ہے کہ نیک لوگ اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے اور بدکار افراد جہنم کے مستحق قرار پائیں گے۔ اس دن جہنم کے مستحق افراد آگ میں جھونک دیئے جائیں گے اور اس دن کوئی بچ کر نہیں جا سکے گا۔

پروردگار عالم کی حکومت

اس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، نہ کسی کا بس چلے گا بلکہ حکومت صرف اللہ کی حکومت ہو گی اور صرف اسی کا حکم چلے گا۔ ابوحمزہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا "ان آیات میں ابرار اور نیکوکار افراد ہم (اہل بیت علیہم السلام) ہیں اور بدکاروں سے مراد ہمارے دشمن ہیں (۲)۔"

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن

۲۔ تفسیر برہان، ج ۹، ص ۳۳۷

فضائل وخصوصیات:

قیامت کے دن رسوائی سے محفوظ: رسول خداؐ سے مروی ہے:

مَنْ قَرَأَهٰذِهِ السُّوْرَةَ (اَلْاِنْفِطَارَ) اَعَاذَهُ اللهُ تَعَالٰى اَنْ يَّفْضَحَهُ حِيْنَ تُنْشَرُ صَحِيْفَتُهُ (۱)

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا اللہ اسے اس وقت رسوائی بچائے گا جب اس کا نامہ عمل کھولا جائے گا۔

نیکیاں ہی نیکیاں: رسول خداؐ فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَهَا اَعْطَاهُ اللهُ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ كُلِّ قَبْرٍ حَسَنَةً وَبِعَدَدِ كُلِّ قَطْرَةٍ مِأَةَ حَسَنَةٍ (۲)

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا اللہ اسے قبروں کی تعداد کے برابر اور پانی کے ہر قطرے کی تعداد میں سو نیکیاں اور ثواب دے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر برہان، ج ۸، ص ۳۳۹

۲۔ تفسیر مجمع البیان، ج ۵، ص ۳۳۷

سورۂ مطففین کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ مطففین

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
مطففین	30	83	86	مکہ مکرمہ	36	01	730	177

☆ سورۂ مطففین موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا تیراسیواں (۸۳) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے چھیاسیواں (۸۶) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اسے ''سورۂ مطففین'' کہا جاتا ہے جس میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ہلاکت کی خبر دی گئی ہے اور مطففین عربی میں ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں۔

منتخب موضوعات:

۱۔ ناپ، تول میں کمی کرنے والوں کی مذمت	۲۔ قیامت کے دن بدکار اور فاجر لوگوں کی سرنوشت
۳۔ نیکوکار لوگوں کا تذکرہ	۴۔ مجرمین اور منافقین کی مذمت
۵۔ حضرت علی علیہ السلام کی مدح	۶۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

☆ بعض مفسرین کے مطابق مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والے سوروں میں سے آخری سورہ یہی سورہ ہے۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ میں کوئی سورہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل نہیں ہوا[۱]۔

ناپ، تول میں کمی کرنے والوں کی مذمت

☆ اس سورے کی ابتدائی آیات کے مطابق ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو قیامت کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ اعمال بھی ناپے اور تولے جائیں گے۔ اگر خدا بھی ان سے ایسا ہی برتاؤ کرے جیسے یہ لوگ دنیا میں لوگوں کے ساتھ

---

[۱] تفسیر برہان، ج۹، ص ۴۳۹

کرتے تھے تو ان کا کیا بنے گا؟

☆ آیت ۱ سے ۶ تک میں اُس عام بے ایمانی کی مذمت کی گئی ہے جو کاروباری لوگوں میں بکثرت پھیلی ہوئی تھی کہ جب انہیں دوسروں سے کچھ لینا ہوتا تھا تو پورا ناپ کر اور تول کر لیتے تھے، مگر جب دوسروں کو دینا ہوتا تھا تو ناپ تول میں ہر ایک کو کچھ نہ کچھ کم دیتے تھے۔ معاشرے کی اس خرابی کی قباحت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن بے شمار خرابیوں میں سے بطورِ مثال اس خرابی کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ آخرت سے غفلت کا لازمی نتیجہ ہے۔ جب تک لوگوں کو یہ احساس نہ ہو کہ ایک روز خدا کے سامنے پیش ہونا ہے اور کوڑی کوڑی کا حساب دینا ہے اُس وقت تک یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے معاملات میں سچائی اختیار کریں۔ کوئی شخص دیانت داری کو "اچھی پالیسی" سمجھ کر بعض چھوٹے چھوٹے معاملات میں دیانت برت بھی لے تو ایسے مواقع پر وہ کبھی دیانت نہیں برت سکتا جہاں بے ایمانی ایک "مفید پالیسی" ثابت ہوتی ہو۔ آدمی کے اندر سچی اور مستقل دیانت داری اگر پیدا ہو سکتی ہے تو صرف خدا کے خوف اور آخرت پر یقین ہی سے ہو سکتی ہے کیونکہ اِس صورت میں دیانت ایک "پالیسی" نہیں بلکہ "فریضہ" قرار پاتی ہے اور آدمی کا دیانت پر قائم رہنے یا نہ رہنے کا انحصار دنیا میں اس کے مفید یا غیر مفید ہونے پر نہیں رہتا۔

قیامت کے دن بدکار اور فاجر لوگوں کی سرنوشت

☆ آیت ۷ سے ۱۷ تک میں ناپ تول میں کمی کرنے والے اور بدکار افراد کے نامہ اعمال اور ان کے انجام بد کے متعلق ہے۔ ابتدا میں واضح کیا گیا کہ ان کا نامہ اعمال "سجین" نامی کتاب میں بند ہے۔ نامہ عمل پر مشتمل اس کتاب کو "سجین" اس لئے کہا گیا ہوگا کہ یہ ایسی جگہ مقید اور بند ہے جہاں تک کسی کی رسائی ممکن نہیں۔ پس ان لوگوں کے لئے ویل اور ہلاکت ہے جنہوں نے روز جزا کو جھٹلایا ہے۔ روز جزا کو صرف وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حدود الٰہی سے تجاوز کرنے والا اور گناہ گار ہے کیونکہ جرائم کے ارتکاب میں حد سے تجاوز کرنے والے اور گنہگار روز قیامت قائم ہونے والی عدل و انصاف پر مبنی عدالت سے گریز کرتے ہیں اور اپنے آپ کو جھوٹی تسلی دینے کے لئے قیامت کی نشاندہی پر مبنی آیات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ جب ان کے سامنے آیات الٰہی کی تلاوت کی جاتی ہے تو اسے "پرانے لوگوں کی کہانی" قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ روز جزا کو اس لئے جھٹلاتے ہیں کیونکہ مسلسل گناہوں کی وجہ سے ان کے دل زنگ آلود ہو چکے ہیں۔

یہ بدکار افراد اس دن رحمت خدا سے مایوس ہوں گے، رحمت الٰہی سے دور ہونے کے بعد آتش جہنم میں جھلسنے کے علاوہ

اور کوئی صورت نہ ہوگی۔ جب وہ آتش جہنم میں جھلس جائیں گے، سوزش آتش کا مزہ چکھ لیں گے، قیامت اور عذاب برحق ہونے پر انہیں حق الیقین حاصل ہو جائے گا تو اس وقت ان سے ازراہ تمسخر کہا جائے گا: یہ ہے وہ حقیقت جس کی تم دنیا میں تکذیب کرتے رہے۔

نیکوکار لوگوں کا تذکرہ

☆ آیت ۱۸ سے ۲۸ تک میں ''ابرار'' یعنی نیک کردار افراد کا ذکر کیا گیا ہے اور نیک کردار افراد کے نمایاں مصداق اہل بیت علیہم السلام ہیں۔

ان ابرار کا نامہ اعمال ''علیین'' میں ہوگا۔ یہ نیکی کے مقام پر فائز لوگوں کا نامہ اعمال ہے یا ان کے بارے میں اللہ کا حتمی فیصلہ ہے۔ بہر حال ''علیین'' ایک تحریر ہے اور اللہ کے مقرب لوگ اس کتاب کا مشاہدہ کریں گے۔ یہ ابرار قیامت کے دن اللہ کی نعمتوں کے زیر سایہ ہوں گے یعنی اللہ کے نیک بندے فراوان نعمتوں کے درمیان ہوں گے۔ ان نعمتوں میں سے ایک اہم نعمت یہ ہے کہ وہ مسندوں پر بیٹھ کر نظارہ کر رہے ہوں گے چنانچہ وہ نظر کی لذت سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے اور جنت کی رونق و جمال، نعمتوں کی فراوانی اور باغات و ازواج کے حسن و جمال کا نظارہ کر رہے ہوں گے، ساتھ دشمنان اسلام کو جہنم کے عذاب میں بھی دیکھیں گے۔ یہ نظارہ دل چسپ ہوگا۔ جو لوگ دنیا میں ان کا مذاق اڑاتے تھے انہیں عذاب میں تڑپتے دیکھیں گے اور ان کی نظروں کے سامنے کوئی حجاب نہ ہوگا۔

ابرار کو ملنے والی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ ہوگی کہ ان کی شادابی ان کے چہروں پر نمایاں ہوں گی۔ تیسری نعمت یہ ہے کہ ایسی شراب سے ان کی پذیرائی ہوگی جو ''مختوم'' ہوگی، یعنی اس شراب پر ''مشک'' کی مہر لگی ہوگی۔ بس اس گراں بہا نعمت کے حصول کے لئے سبقت کرنی ہوگی یعنی اللہ کی رضا جوئی اور قرب کے حصول کو تمام دیگر امور پر ترجیح دینی ہوگی تاکہ بروز قیامت ان نعمتوں سے مستفید ہونے کا مستحق ٹھہرا جا سکے۔ اس شراب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ''تسنیم'' کی آمیزش ہوگی اور خالص ''تسنیم'' صرف مقرب افراد ہی پئیں گے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ ابرار کے مقام سے بھی بلند مقام ''مقربین'' کا ہے۔ ''تسنیم'' کے لغوی معنی بلندی کے ہیں۔ شاید جنت کے اعلیٰ درجہ کی نہر یا شراب ہونے کی وجہ سے اسے ''تسنیم'' کہا گیا ہے۔ اس ''تسنیم'' کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک روایت مروی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''تسنیم جنت کی بہترین شراب ہے جسے محمد و آل محمد علیہم السلام خالص

نوش فرمائیں گے اور اصحاب یمین اور دوسرے اہل جنت کو تسنیم کے ساتھ مخلوط شراب دی جائے گی (۱)۔"

مجرمین اور منافقین کی مذمت

☆ آیت ۲۹ سے ۳۶ تک میں بعض ایسے مجرمین کا تذکرہ ہے جو اہل ایمان کو دیکھتے تھے تو ان کا مذاق اڑاتے تھے، مومنین کو دیکھ کر اشارے کرتے تھے اور جب آپس میں مل بیٹھتے تھے تو مومنین کی توہین کرنے پر خوش ہوتے تھے۔ مومنین جب قیامت کے دن مجرمین اور کفار کو آتش جہنم میں تڑپتے ہوئے دیکھیں گے تو وہ مسندوں پر بیٹھ کر خوش ہوں گے۔

حضرت علی علیہ السلام کی مدح

روایات میں ان "مجرمین" سے مراد منافقین قریش اور "صاحبان ایمان" سے مراد حضرت علی علیہ السلام کو لیا گیا ہے (۲)۔

فضائل وخصوصیات:

شراب طہور سے سیراب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَهَا أَيْ سُورَةَ الْمُطَفِّفِينَ سَقَاهُ اللهُ مِنَ الرَّحِيقِ الْمَخْتُومِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۳)

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا اسے قیامت کے دن مُہر بند شرابِ طہور سے سیراب کیا جائے گا۔

آخرت میں امن: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ فِي الْفَرِيضَةِ وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ أَعْطَاهُ اللهُ الْأَمْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ النَّارِ وَلَمْ تَرَهُ وَلَا يَرَاهَا (۴)

جو شخص اپنی فریضہ نمازوں میں سورۂ مطففین پڑھے گا، خدا قیامت میں اسے عذاب جہنم سے محفوظ رکھے گا نہ جہنم کی آگ اسے دیکھے گی اور نہ وہ جہنم کی آگ کو دیکھے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تاویل الآیات، ص ۷۵۳۔ بحار الانوار، ج ۸، ص ۱۵۰

۲۔ تفسیر کبیر، روح المعانی، شواہد التنزیل بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن

۳۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۷

۴۔ بحار الانوار، ج ۸۹، ص ۳۲۱

سورۂ انشقاق کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ انشقاق

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
انشقاق	30	84	83	مکہ مکرمہ	25	01	430	109

☆ سورۂ انشقاق موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا چوراسیواں (۸۴) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے تیراسیواں (۸۳) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس کا نام "سورۂ انشقاق" رکھا گیا ہے جس میں قیامت سے پہلے آسمان کے پھٹ جانے کا ذکر ہے اور انشقاق عربی میں پھٹ جانے کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قیامت کے واقع ہونے کی کیفیت	۲۔ انسان کا اللہ کی بارگاہ میں پلٹ کر جانا
۳۔ اصحاب یمین اور ان کو ملنے والی خوشی	۴۔ وہ لوگ جن کو نامہ اعمال پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا
۵۔ انسان کا مبتلائے معصیت ہونا	۶۔ تلاوت قرآن مجید میں سجدہ کا حکم
۷۔ کفار کے لئے دردناک عذاب کی بشارت	۸۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

قیامت کے واقع ہونے کی کیفیت

☆ آیت ۱ سے ۵ تک میں قیامت کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ: اس دن آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل کرے گا اور آسمان کیلئے حکم کی تعمیل کرنا ضروری بھی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جن ستاروں کو ہم آسمان میں دیکھتے ہیں وہ ایک کہکشاں ہیں اور قیامت کے دن یہ ستارے کہکشاں سے جدا ہو جائیں گے (۱)۔ حضرت علی علیہ السلام سے پہلے کس کو گمان تھا کہ یہ آسمان کہکشاں کا حصہ ہے۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۵۵

اس دن زمین پھیلا دی جائے گی اور جو کچھ اس کے اندر ہے وہ اسے اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی یعنی زمین کے شکم میں کچھ موجود ہے اسے باہر نکال دے گی۔ اس کے بعد زمین اپنے پروردگار کے آگے سرِ تسلیم خم کرے گی۔ مفسرین کے درمیان مشہور یہ ہے کہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ تمام مردے جو قبروں میں آرام کر رہے ہیں اچانک باہر پھینک دیے جائیں گے اور وہ لباس زندگی زیب کئے ہوئے دوبارہ زندہ ہوں گے۔ پس جب یہ حوادث رونما ہو جائیں گے تو اس وقت انسان اپنے نیک اور بد اعمال کو دیکھے گا۔

انسان کا اللہ کی بارگاہ میں پلٹ کر جانا

☆ آیت ۶ کے مطابق انسان مشقت اٹھانے کے بعد اللہ کی طرف پلٹ کر جائے گا۔ انسان اپنی زندگی گزارنے کے لیے جو "مشقت" اٹھاتا، مشکلات کا مقابلہ کرتا اور لوازمِ حیات کے حصول میں دن رات ایک کرتا ہے، یہ سب کچھ انسان اپنے خیال میں آسودہ زندگی اور عیش و آرام کے لیے کرتا ہے لیکن فی الواقع وہ زندگی کے اس سفر کو جاری رکھنے اور اس عمر کو گزارنے کے لیے کرتا ہے جس (عمر) کو بالآخر اس انسان کو اپنے رب کی بارگاہ تک لے جانا ہے۔

انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ زندگی گزار رہا ہے لیکن وہ فی الواقع ایک پر مشقت سفر طے کر رہا ہے جو اسے اللہ کی بارگاہ میں پیش دے گا۔ وہ چاہے یا نہ چاہے اس کو یہ سفر طے کرنا ہے اور اپنے رب کو حساب دینا ہے۔

پس انسان کو اس دنیا میں عیش و عشرت اور کھیل کود کیلئے نہیں بھیجا گیا ہے بلکہ انسان کو اللہ کا خلیفہ بنا کر رضائے پروردگار کے حصول کے لئے بھیجا گیا ہے اور اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ کردار میں بلندی کے بغیر کسی بھی شخص کو کوئی مقام عطا نہیں کرتا بلکہ انسان کا کردار ہی اسے اللہ کے نزدیک مقام و منزلت کا مستحق بناتا ہے۔

اصحاب یمین اور ان کو ملنے والی خوشی

☆ آیت ۷ سے ۹ تک میں ایک بار پھر اصحاب یمین کا تذکرہ ہے۔ یعنی وہ افراد جن کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جس کے نتیجہ میں ان کا حساب آسان ہوگا اور وہ خوش و خرم اپنے اہل و عیال کی طرف پلٹیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب راوی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آیت میں "اہل" سے کیا مراد ہے؟ اس وقت امام علیہ السلام نے فرمایا "جو دنیا میں اس کے اہل (گھر والے) ہیں وہی جنت میں اس کے اہل ہوں گے بشرطیکہ وہ مومن ہوں[1]۔"

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۷، ص ۳۲۴

وہ لوگ جن کو نامہ اعمال پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا

☆ آیت ۱۰ سے ۱۵ تک میں ان افراد کا تذکرہ ہے جن کا نامہ اعمال ان کی پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا۔ جب انہیں اپنا نامہ اعمال ملے گا تو وہ دوبارہ موت کی خواہش کریں گے۔ یہ وہ بدبخت افراد ہیں جو آخرت کی فکر سے بے فکر ہو کر دنیا میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ خوش تھے، انہیں نہ حلال کی فکر تھی نہ حرام کی، جائز و ناجائز کا خیال رکھتے تھے اور نہ ہی ظلم وزیادتی سے باز آتے تھے بلکہ وہ اخلاق کی تمام حدوں کو پار کر کے بھی خوش رہتے تھے کیونکہ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ انہیں اللہ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہونا ہے۔ لیکن پروردگار عالم ان کی ان تمام حرکات اور اعمال کو دیکھ رہا تھا لہٰذا انہیں دنیوی اعمال کے نتیجہ میں آج بدبختی و نامرادی کے شکار ہیں اور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کا ایندھن بنیں گے۔

انسان کا مبتلائے مصیبت ہونا

☆ آیت ۱۶ سے ۲۵ تک میں تین قسمیں کھائی گئی ہیں تاکہ ان کے بعد بیان کئے جانے والے معاملہ کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے: پروردگار عالم فرماتا ہے کہ:

مجھے قسم ہے "شفق" کی: سورج کے غروب کے وقت جب سورج کی روشنی رات کی تاریکی کے ساتھ مخلوط ہو جاتی ہے تو ہلکی سی سرخی چھا جاتی ہے اسے شفق کہا جاتا ہے۔

مجھے قسم ہے "رات" کی جسے وہ سمیٹ لیتی ہے: یہاں سمیٹ لینے کے لئے لفظ "وسق" استعمال ہوا ہے اور وسق کے معنی متفرق چیزوں کو یکجا کرنے کے ہیں۔ چنانچہ رات کے وقت انسان اپنے گھروں میں، پرندے اپنے گھونسلوں میں اور دیگر جانور اپنے بلوں میں چلے جاتے ہیں اس لئے اسے سمیٹنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مجھے قسم ہے "چاند" کی جب وہ کامل ہو جائے۔

ان قسموں کو بیان کرنے کے بعد پروردگار عالم نے واضح کیا ہے کہ یقیناً تم (انسان) ایک مصیبت کے بعد دوسری مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے یعنی انسان مسلسل آیات الٰہی کو جھٹلانے اور کفران نعمت کرنے کے نتیجہ میں ہمیشہ مبتلائے مصیبت رہے گا چاہے دنیا میں ہو یا آخرت میں۔

انسان کی سرکشی دیکھئے کہ ان تمام دلائل اور شواہد کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی ایمان نہیں لاتا یعنی اتنے دلائل اور شواہد کا مشاہدہ کرنے کے بعد اس کے پاس کوئی عقلی جواز باقی نہیں ہے کہ وہ ایمان نہ لائے، اسے ضرور ایمان لانا چاہیے۔

تلاوت قرآن مجید میں سجدہ کا حکم

اسی طرح جب اس کے سامنے قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتا ہے۔ یہاں پر مفسرین نے

لفظ "یسجدون، یعنی سجدہ نہیں کرتے"، کی تفسیر "یخضعون، یعنی خضوع اختیار نہیں کرتے" سے کی ہے، چونکہ ہمیشہ تلاوت قرآن کے وقت سجدہ واجب نہیں ہے، صرف چار مقامات پر واجب ہے۔ قرآن سن کر زندہ ضمیر لوگوں کے دلوں میں خضوع آجاتا ہے اور وہ ایمان لے آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی سرکشی کی تصویر کشی کرتے ہوئے مزید فرمایا ہے کہ: یہ لوگ نہ فقط ایمان نہیں لاتے اور قرآن کے مقابل خضوع اختیار نہیں کرتے بلکہ آیات الٰہی کی تکذیب بھی کرتے ہیں۔ پس جن اسباب کی وجہ سے یہ ایمان نہیں لاتے ہیں اللہ ان کو خوب جانتا ہے۔ انہیں خوف یہ ہے کہ اگر اسلام لائیں گے تو دنیوی مفادات ان کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔

کفار کے لئے دردناک عذاب کی بشارت

پس اب جب حجت پوری ہوگئی اور تمام واضح دلائل کے آنے کے باوجود بھی یہ لوگ اگر ایمان نہیں لاتے تو اے رسول ! ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب کی بشارت دیجئے۔ بشارت دینے کا لفظ عذاب کے ساتھ روحانی تکلیف کی طرف اشارہ ہے جس میں کفار کو مبتلا ہونا ہے۔ عذاب الیم (دردناک عذاب) سے بچنے کی واحد صورت ایمان اور عملِ صالح ہیں۔ اسے ایمان نہیں کہا جا سکتا جس کی وجہ سے کردار پر کوئی اثر ظاہر نہ ہو اور اعمالِ صالحہ بجا نہ لائے جائیں چنانچہ اس شخص کے اعمال کو صالح نہیں کہا جا سکتا جس کے دل میں ایمان نہ ہو۔

☆ آیت ۲۱ میں قرآن مجید کا گیارہواں اور آخری مستحب سجدہ ہے۔

فضائل وخصوصیات:

خدا کی پناہ میں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ انْشَقَّتْ اَعَاذَهُ اللّٰهُ اَنْ يُعْطِيَهُ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ (۱)

جو شخص سورۂ انشقاق کی تلاوت کرے گا خدا قیامت کے دن نامہ اعمال کو پس پشت سے دینے سے امان میں رکھے گا۔

ولادت میں آسانی: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اس سورے کو درد زہ والی عورت کے سامنے تلاوت کی جائے تو ولادت آسان ہو جائے گی (۲)۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۷

۲۔ تفسیر برہان، ج ۹، ص ۳۶۳

سورۂ بروج کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ بروج

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
بروج	30	85	27	مکہ مکرمہ	22	01	458	109

☆ سورۂ بروج موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا پچاسیواں (۸۵) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے ستائیسواں (۲۷) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس کا نام "سورۂ بروج" رکھا گیا ہے جس میں خدا نے برجوں والے آسمان کی قسم کھائی ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ برجوں والے آسمان کا ذکر	۲۔ بعض قسموں کا بیان
۳۔ شاہد و مشہود سے مراد	۴۔ اصحاب اخدود
۵۔ بدکاروں اور نیکوکاروں کے لیے سزا و جزا کا بیان	۶۔ گناہ گاروں کے لئے اللہ کی پکڑ کا شدید ہونا
۷۔ قوم فرعون اور قوم ثمود کا ذکر	۸۔ قرآن مجید کی عظمت و بزرگی کا بیان
۹۔ لوح محفوظ	۱۰۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

برجوں والے آسمان کا ذکر

☆ اس سورے کی ابتدا برجوں والے آسمان کی قسم کھا کر کی جارہی ہے اور آسمانی بروج سے مراد ستاروں کا مجموعہ ہے جن کی تعداد بارہ ہے۔ بارہ برج ایسی فلکی صورت ہے جو سورج کے سالانہ گردش کے راستے میں آتے ہیں اور ہر ماہ ان میں سے ایک برج سورج کے مقابل قرار پاتا ہے۔ بارہ برج کے نام یہ ہیں: حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت۔

بعض قسموں کا بیان

☆ آیت ۱ سے ۳ تک میں چار قسمیں کھائی گئی ہیں۔ ان قسموں کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ اصحاب اخدود مار دیئے گئے۔ اصحاب اخدود کے بارے میں تفصیل بعد میں آئے گی۔

ان آیات میں سب سے پہلے برجوں والے آسمان کی قسم کھائی گئی ہے۔ دوسری قسم اس دن کی کھائی گئی ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے یعنی روز قیامت کا۔ س طرح واضح کیا گیا کہ قیامت کا واقع ہونا یقینی اور حتمی ہے اور یہ وعدہ پروردگار عالم کی طرف سے ہے جو کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ تیسری اور چوتھی قسم شاہد اور مشہود کی کھائی گئی ہے۔ یعنی قسم ہے گواہ اور اس کی جس کی گواہی دی جائے گی۔ 'شاہد و مشہود' کے بارے میں مفسرین کے درمیان بہت ہی اختلاف ہے۔

شاہد و مشہود سے مراد

بعض روایات کے مطابق ''شاہد'' (گواہ) سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ''مشہود'' (جس کی گواہی دی جائے) سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی ذات ہے[1]۔

اصحاب اخدود

☆ آیت ۴ سے ۹ تک میں اصحاب اخدود کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ یمن کے بادشاہ کی قوم کو اخدود کہا جاتا ہے۔

اصحاب اخدود کے واقعہ کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ یمن کا یہودی بادشاہ حمیری خاندان کا تھا۔ اس کا نام ''ذونواس'' تھا۔ اس نے نجران پر (جو اس وقت نصاریٰ کا مرکز تھا) حملہ کر دیا اور وہاں کے لوگوں کو یہودیت قبول کرنے کی دعوت دی مگر انہوں نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا اور قتل ہونا قبول کیا۔ اس ظالم بادشاہ کے حکم سے ایک گڑھا کھودا گیا جس میں آگ بھڑکائی گئی اور پھر توحید پرستوں کو اس گڑھے کے سامنے لاکر کہا جاتا تھا کہ اللہ کی توحید کا انکار کرو۔ اس طرح جو لوگ توحید کا انکار کرتے تھے وہ نجات حاصل کرتے تھے اور جو توحید کا انکار نہیں کرتے تھے وہ اس گڑھے کی بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیئے جاتے تھے۔ اس طرح بیس ہزار افراد کو قتل کیا گیا۔ روایت ہے کہ وہاں سے ذوثعبان نامی

۱۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۴۲۵

ایک شخص نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے قیصر روم یا دوسری روایت کے مطابق حبش کے بادشاہ نجاشی سے یہ واقعہ بیان کیا تو حبش کے بادشاہ نے یمن پر حملہ کر کے ذونواس کو قتل کیا۔ یہودی حکومت ختم ہونے کے بعد یمن حبشی عیسائی سلطنت کا حصہ بن گیا۔

بعض سیاحوں نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ نجران کے لوگوں میں اب تک وہ جگہ معروف ہے جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا(۱)۔ علامہ مودودی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ: "یہ ۵۲۳ء میں پیش آیا اور حبش کے بادشاہ نے ۵۲۵ھ میں یمن پر حملہ کر دیا۔ لکھتے ہیں: اس کی تصدیق حصین غراب کے کتبے سے ہوتی ہے جو یمن میں موجودہ زمانے کے محققین آثار قدیمہ کو ملا ہے(۲)۔"

اس واقعہ کو قرآن مجید میں بیان کر کے مومنین اور کفار کے لئے چند باتیں ذہن نشین کرائی گئی ہیں کہ:

اولاً: جس طرح "اصحاب اخدود" خدا کی لعنت کے مستحق ہوئے اسی طرح سردارانِ مکہ بھی اس کے مستحق بن رہے ہیں۔

ثانیاً: جس طرح ایمان لانے والوں نے اس وقت آگ کے گڑھوں میں گر کر جان دے دینا قبول کر لیا تھا لیکن ایمان سے پھرنا قبول نہیں کیا تھا، اسی طرح اس وقت بھی اہل ایمان کو چاہیے کہ ہر سخت سے سخت عذاب کا سامنا کر لیں مگر ایمان کی راہ سے نہ ہٹیں

ثالثاً: جس خدا کے ماننے پر کافر بگڑتے ہیں اور اہل ایمان اس کی توحید کا اصرار کرتے ہیں وہ سب پر غالب ہے، زمین و آسمان کی سلطنت کا مالک ہے، صرف اس کی ذات قابل حمد و ستائش ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

بدکاروں اور نیکوکاروں کے لئے سزا و جزا کا بیان

☆ آیت ۱۰ اور ۱۱ میں پروردگار عالم نے مومنین کو ستانے والوں کا عذاب اور صاحبان ایمان کو ملنے والے جزا کو بیان کیا ہے۔ پس جن لوگوں نے مومنین کو ستایا ہے چاہے وہ مرد ہوں یا عورت، اور انہوں نے اپنے برے اعمال سے اب تک توبہ نہ کی ہو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور اس جہنم میں ان کے لئے (آگ میں) جلنے کا عذاب بھی ہے۔ البتہ ان کے مقابلہ میں صاحبان ایمان اور نیک اعمال انجام دینے والے ہیں، ان کے لئے جزا یہ ہے کہ وہ ایسی جنتوں

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

۲۔ تفہیم القرآن، تفسیر آیات مورد بحث

میں ہوں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور یہ ان کی بہت بڑی کامیابی ہوگی۔

گناہ گاروں کے لئے اللہ کی پکڑ کا شدید ہونا

☆ آیت ۱۲ سے ۱۶ تک کے مطابق گنہگاروں کے لئے اللہ کی پکڑ شدید ہے لیکن اگر گنہگار صدق دل سے توبہ کریں تو اللہ ان کے حق میں غفور بھی ہے اور نیک افراد سے محبت کرنے والا بھی ہے اور انسان کے حق میں جو چاہے کر سکتا ہے۔ واضح رہے کہ خدا اپنے اختیار میں مکمل صاحب اختیار ہے لیکن اس کے ہرگز معنی یہ نہیں کہ وہ عدل کے خلاف بھی کام کر سکتا ہے۔ ان آیات میں رسول خدا ﷺ کیلئے بڑی تسلی پائی جاتی ہے کہ کفار و مشرکین کی اذیتوں کے مقابلہ میں آپ پریشان نہ ہوں بلکہ آپ کا پروردگار ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

قوم فرعون اور قوم ثمود کا ذکر

☆ آیت ۱۷ سے ۲۰ تک میں دو ایسی قوموں (قومِ فرعون اور قومِ ثمود) کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن کی سرکشی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ وہ اپنے وقت کے رسولوں سے مقابلہ پر تیار ہو گئی تھیں لیکن ان رسولوں نے بھی صبر استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمام مشکلات کو برداشت کیا۔ پھر اللہ نے ان طاغوت و سرکش قوموں پر اپنی گرفت مضبوط کر لی اور قوم فرعون کو دریا کے پانی میں غرق کر دیا اور قوم ثمود کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔ ان دونوں اقوام کی طرف اشارہ کرنے کا مقصد شاید یہ ہو کہ پروردگار عالم اپنے رسول ﷺ کو تسلی دینا چاہتے ہیں کہ اے رسول ﷺ! آپ صبر سے کام لیں آپ کے دشمنوں کا انجام بھی فرعون و ثمود کی قوم کی طرح ہوگا۔

ان آیات میں دوسرا اہم مطلب یہ بیان ہوا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کی نشانیوں کی تکذیب کی ہے ایسے لوگوں کو اللہ نے اپنے احاطہ قدرت میں لیا ہوا ہے ان کے لئے کوئی راہ فرار ممکن ہی نہیں ہے۔

قرآن مجید کی عظمت و بزرگی کا بیان

☆ آیت ۲۱ اور ۲۲ میں قرآن مجید کی عظمت و بزرگی کو بیان کرتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ یہ قرآن لوح محفوظ پر محفوظ کیا گیا ہے۔ لوح محفوظ سے مراد علم الٰہی ہے جس میں تمام حقائق محفوظ ہیں۔ یہ کتاب یا یہ لوح ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہے اور اس میں ہر چیز کا بیان اس کے وجود میں آنے سے پہلے ہے، اس لئے لوح محفوظ کو مبین بھی کہا گیا ہے

اور تمام کائنات کے معاملات کا ذکر اسی میں کیا گیا ہے اس لئے اسے ام الکتاب کہا گیا ہے۔

لوحِ محفوظ

قرآن مجید اس لوح محفوظ میں موجود آئین کی دفعات میں سے ایک اہم ترین شق ہے۔ لوح محفوظ کی وسعت کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ''اس کا طول (لمبائی) زمین سے آسمان تک ہے اور عرض (چوڑائی) مشرق سے مغرب تک ہے[۱]۔''

فضائل وخصوصیات:

خوف اور مشکلات سے نجات: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ أَعْطَاهُ اللهُ مِنَ الْأَجْرِ بِعَدَدِ كُلِّ مَنِ اجْتَمَعَ فِيْ جُمُعَةٍ وَكُلِّ مَنِ اجْتَمَعَ يَوْمَ عَرَفَةَ عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَقِرَاءَتُهَا تُنْجِيْ مِنَ الْمَخَاوِفِ وَالشَّدَائِدِ[۲]

جو شخص اس سورے کو پڑھے گا خداوند عالم اسے ان تمام افراد کی تعداد کے برابر جو نماز جمعہ میں جمع ہوتے ہیں اور ان لوگوں کی تعداد کے برابر جو یوم عرفہ عرفات میں جمع ہوتے ہیں دس گنا نیکیاں عطا کرتا ہے اور اس کی تلاوت انسان کو خوف وہراس اور مصائب سے رہائی بخشتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا سورہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ فِيْ فَرَائِضِهِ فَإِنَّهَا سُوْرَةُ النَّبِيِّيْنَ كَانَ مَحْشَرُهُ وَمَوْقِفُهُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالصَّالِحِيْنَ[۳]

جو شخص اپنی واجب نمازوں میں سورۂ بروج کی تلاوت کرے گا (کیونکہ یہ انبیاء کا سورہ ہے) لہٰذا وہ پیغمبروں، رسولوں اور صالحین کے ساتھ محشور ہوگا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ انوار القرآن، ص ۱۱۸۶

۲۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۶، ص ۲۷۳

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۳۹

سورۂ طارق کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ طارق

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
طارق	30	86	36	مکہ مکرمہ	17	01	254	61

☆سورۂ طارق موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا چھیاسیواں (۸۶) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے چھتیسواں (۳۶) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کو اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے "سورۂ طارق" کہا جاتا ہے اور طارق عربی میں اول شب میں ظاہر ہونے والے ستارے کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ ہر نفس کے لئے نگہبان مقرر ہونے پر قسم	۲۔ انسان کو دعوت فکر
۳۔ دوبارہ زندگی دینے پر اللہ کا قادر ہونا	۴۔ قرآن مجید کی حقانیت
۵۔ کفار کی چالیں اور رسول خدا کو استقامت کا حکم	۶۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

☆اس سورے کے مطالب پر غور کریں تو سمجھ میں آتا ہے کہ انسان کی بغاوت کا سب سے بڑا راز یہ ہے کہ انسان اپنی حقیقت کو بھول چکا ہے کہ اسے ایک نجس پانی سے خلق کیا گیا ہے اور وہ اللہ کی نافرمانی کرنے لگا ہے۔

ہر نفس کے لئے نگہبان مقرر ہونے پر قسم

☆آیت ۱ سے ۴ تک میں آسمان اور طارق (ستارہ) کی قسم کھا کر یہ بیان کیا گیا ہے کہ کائنات کی کوئی ایسی چیز (نفس) نہیں ہے جس کے اوپر کوئی نگہبان مقرر نہ ہو۔ اس نگہبان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اعمال کو لکھے اور حساب و کتاب اور جزاوسزا کے دن کے لئے ان اعمال کو محفوظ رکھے۔ پھر طارق ستارے کی اہمیت واضح کرنے کے لیے وہی محاورہ استعمال فرمایا جو ہر اہم چیز کے بارے میں استعمال کیا گیا ہے کہ "آپ کیا جانیں کہ طارق کیا ہے؟" اس کے بعد جواب دیا کہ وہ ایک روشن ستارہ ہے کہ جس چیز پر اس کی کرنیں پڑ جائیں اس میں سوراخ کرکے اس کی روشنی پار کرے کیونکہ یہاں لفظ

"ثاقب" استعمال ہوا ہے، جو "ثقب" کے مادے سے ہے، جس کے معنی کسی چیز میں "سوراخ" کرنے کے ہیں۔

انسان کو دعوت فکر

☆ آیت ۵ سے ۱۰ تک میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ پروردگار عالم مخلوقات کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ یہ ایک استدلال قوی ہے ان لوگوں کے خلاف جو قیامت کو غیر ممکن سمجھتے ہیں۔ ان آیات میں سب سے پہلے انسان کو دعوت فکر دی گئی ہے، اسے دیکھنا چاہیے کہ وہ کس شے سے خلق کیا گیا ہے؟ اس طرح قرآن نے انسان کو اس کی خلقت اولی کی طرف متوجہ کروادیا ہے۔ اس کے بعد خود قرآن نے انسان کی خلقت اول کو واضح کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ اس کی خلقت ایک اچھلنے والے پانی سے ہوئی ہے (یہ مرد اور عورت کے نطفہ کی صفت ہے جو باہر آتے وقت اچھل کر نکلتا ہے) اور یہ اچھلنے والا پانی پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔ اس پانی کی حقیقت کے بارے میں "تفسیر مراغی" میں بیان ہوا ہے: "اچھلنے والا پانی مرد اور عورت دونوں کی طرف سے ہوتا ہے، چنانچہ عورت کا تخم بھی تخم دان سے اچھلنے والے پانی کے ساتھ نکلتا ہے اور رحم سے پرے نالی میں جرثومہ پدر کا انتظار کرتا ہے۔ جرثومہ پدر اور تخم مادر دونوں کا سرچشمہ، دونوں کی غذا، دونوں کی تشکیل کا منبع صلب و ترائب کے درمیان ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے قرآن نے بیان کیا ہے[1]۔"

دوبارہ زندگی دینے پر اللہ کا قادر ہونا

پس جو خالق انسان کو ان مراحل سے گزارنے کے بعد ایک نئی مخلوق کی شکل میں ایجاد کرنے پر قادر ہے وہ یقیناً دوبارہ اس کو پلٹانے پر بھی قادر ہے اور جب دوبارہ سب کو زندہ کیا جائے گا تو اس روز سب کے راز فاش ہو جائیں گے جبکہ انسان کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی جس کے ذریعہ سے راز کو فاش ہونے سے بچائے اور نہ ہی کوئی دوست و مددگار ہوگا جو اس سخت مرحلہ میں اس کی مدد کرتے ہوئے اس کو رسوائی و ذلت سے نجات دے سکے۔

قیامت کے دن انسان کے تمام راز فاش کئے جائیں گے۔ دنیا میں تو اللہ بہت سے لوگوں کے رازوں کو پوشیدہ رکھتا ہے کیونکہ دنیا امتحان کی جگہ ہے لیکن آخرت کے دن راز فاش ہو جائیں گے کیونکہ وہ جزاء کی جگہ ہے۔ دنیا میں نیک اور صالح بن کر لوگوں کو دھوکہ دینے والے قیامت کے دن ذلیل اور رسوا ہوں گے۔

قرآن مجید کی حقانیت

☆ آیت ۱۱ سے ۱۷ تک میں قرآن مجید کی عظمت اور حقانیت پر دو قسمیں کھاتے ہوئے قرآن اور رسول کے خلاف کفار کے مکر و فریب اور ان کی سازشوں کو بیان کیا گیا ہے۔ سابقہ آیات میں منکرین قیامت کو جواب دینے کے بعد ان

1۔ تفسیر مراغی، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیات سورہ بحث

آیات میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ: قسم ہے آسمان کی جو بارش برساتا ہے اور قسم ہے زمین کی جو (دانے کو) شگافتہ کرنے والی ہے کہ قرآن بے شک ایک حق اور فیصلہ کن کلام ہے۔ یہ ایسی کتاب نہیں جو ہنسی مذاق پر مشتمل ہو بلکہ اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ ناقابل تردید حقیقت ہے۔

کفار کی چالیں اور رسول خدا کو استقامت کا حکم

پس کفار کو اس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ ان کی چالیں اور مکر و فریب دعوت قرآن کے لئے مانع ہوں گی کیونکہ پروردگار عالم بھی اپنی تدبیر کرنے میں لگا ہوا ہے اور اس کی تدبیر کے آگے ہر چال ناکام ہے لہٰذا ان کی چالوں پر اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے مقابلہ میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کریں اور ان کو مزید کچھ مدت اپنی کوششیں کرنے دیں کیونکہ عنقریب انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ جس دعوت کو دبانے کے لئے انہوں نے چالیں چلی تھیں وہ غالب آ کر رہے گی۔

فضائل و خصوصیات:

ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ ثواب کا مستحق: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الطَّارِقِ اَعْطَاهُ اللّٰهُ بِعَدَدِ كُلِّ نَجْمٍ فِي السَّمَآءِ عَشْرَ حَسَنَاتٍ (۱)

جو شخص سورۂ طارق کی تلاوت کرے گا اللہ اسے تمام ستاروں کی تعداد کے دس گنا برابر ثواب عطا کرے گا۔

اللہ کے نزدیک مقام و منزلت کا مستحق: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَتْ قِرَائَتُهُ فِيْ فَرَائِضِهٖ بِالسَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ كَانَتْ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَاهٌ وَ مَنْزِلَةٌ وَ كَانَ مِنْ رُفَقَاءِ النَّبِيِّيْنَ وَ اَصْحَابِهِمْ فِي الْجَنَّةِ (۲)

جو شخص فریضہ نماز میں سورۂ "والسماء والطارق" کی تلاوت کرے گا وہ روز قیامت اللہ کے ہاں عظیم مقام و منزلت کا حامل ہوگا اور جنت میں پیغمبروں کے ساتھیوں اور ان کے اصحاب میں سے ہوگا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۷

۲۔ بحار الانوار، ج ۸۲، ص ۳۸

سورۂ اعلیٰ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ اعلیٰ

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
اعلیٰ	30	87	08	مکہ مکرمہ	19	01	296	72

☆سورۂ اعلیٰ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے ستاسیواں (۸۷) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے آٹھواں (۸) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

پہلی آیت کی مناسبت سے اس سورے کو "سورۂ اعلیٰ" کہا گیا ہے۔ اور اعلیٰ عربی میں بلند ترین کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

ا۔ رب اعلیٰ کی تسبیح کرنے کا حکم	۲۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان
۳۔ حفاظت قرآن کی ذمہ داری	۴۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری کا بیان
۵۔ نجات پانے والوں کا ذکر	۶۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

رب اعلیٰ کی تسبیح کرنے کا حکم

☆آیت ا سے ۵ تک میں پروردگار عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسبیح کرنے کا حکم دینے کے بعد اپنا تعارف کرایا ہے یعنی خداوند عالم کے اسم کو ہر نقص وعیب سے پاک قرار دو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی ذات کے علاوہ کسی دوسرے کی تسبیح اور عبادت نہ کریں بلکہ اس رب اعلیٰ کی تسبیح کریں جس کی بلندی کی حد بندی ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان

تسبیح کا حکم دینے کے بعد اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا رب وہ ہے جس نے کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا ہے، نہ صرف خلق کیا بلکہ کائنات کی تمام اشیاء کے درمیان تناسب کو مدنظر رکھا جس کے نتیجہ میں کائنات کا نظام بہترین انداز میں چل رہا ہے۔ اشیاء کے درمیان تناسب قائم کرنے کے بعد اس کی تقدیر بنائی یعنی ہر مخلوق کی حدود کو معین کیا اور ہر ایک

کے لئے قانون اور دستور مرتب کیا۔ پھر ہر مخلوق کے لئے آئندہ کی منصوبہ بندی اور زندگی کو باقی رکھنے کے لئے اصول وضوابط کی طرف ہدایت بھی فرمائی۔

اسی نے ہی زمین سے چارہ اگایا یعنی وہی ہے جو زمین سے نباتات اگاتا ہے اور پھر وہی ہے جو اس سبزے کو خس وخاشاک میں تبدیل کرتا ہے۔ یہ اللہ کی قدرت وتدبیر کا ایک نمونہ ہے کہ جس چیز کو زرخیزی بخشی ہے وہی چیز دوسرے وقت خس وخاشاک اور بے قیمت ہو جاتی ہے۔ پس قیمتی بنانے اور بے قیمت کرنے والی ذات اللہ کی ہے۔

حفاظت قرآن کی ذمہ داری

☆ آیت ۶ سے ۱۳ تک کی آیات رسول خدا کی رسالت اور قرآن مجید کے بارے میں بحث کر رہی ہیں کہ: اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ یہ فکر نہ کریں کہ قرآن کیسے یاد رہے گا ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنقریب ایسے پڑھائیں گے کہ پھر آپ کبھی نہیں بھولیں گے۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدا نے اپنے ذمے لی ہے لہٰذا حفاظت کی اولین شرط یہ ہے کہ جس ہستی کے سینے میں قرآن نازل کیا جا رہا ہے اس سینے میں وہ محفوظ ہو جائے اسی لئے روایات میں ملتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی صرف اپنے ظاہری حواس کے ذریعے وصول نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے پورے وجود کے ساتھ وصول فرماتے تھے۔ پس اگر اللہ اس وحی کو قلب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہٹانا چاہے تو پھر آپ بھول سکتے ہیں مگر اللہ نے ایسا نہیں کیا اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنے فضل وکرم کا سلسلہ برقرار رکھا یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کے ہوتے ہوئے یہ وحی قلب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہٹ نہیں سکتی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری کا بیان

اس کے بعد واضح فرمایا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم تبلیغ کی راہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے آسان بنائیں گے لہٰذا لوگوں کو سمجھاؤ اگر انہیں سمجھانے کا فائدہ ہو، عنقریب خوف خدا رکھنے والا سمجھ جائے گا اور بدبخت اس سے کنارہ کشی اختیار کرے گا۔ ہم آپ کو تبلیغ رسالت کے بارے میں پیش آنے والی حوصلہ شکن مشکلات کو آسان طریقہ سے حل کرنے کے لیے راہ ہموار کریں گے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے افراد کو نصیحت کریں جو نصیحت کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور نصیحت صرف وہی افراد حاصل کر سکتے ہیں جو دل میں خوف خدا رکھتے ہوں اور جن کے دل بدبختی کے دلدل میں پھنس چکے ہوں وہ ہدایت کو قبول کرنے سے اجتناب کریں گے، ایسے لوگ جہنم کی بہت بڑی آگ میں جلنے والے ہوں گے۔ اس جہنم میں وہ اس طرح وقت گزاریں گے کہ نہ وہ مردہ ہوں گے کہ

عذاب کا احساس نہ ہو یعنی وہ عذاب کی سختی کو محسوس کریں گے۔ نہ ہی زندگی کے آثار میں سے کوئی ایک ان میں ہوگا کہ اپنے عزم وارادے کے مالک ہوں۔ ان کی حیثیت زندہ لاش کی ہوگی۔

نجات پانے والوں کا ذکر

☆ آیت ۱۴ سے ۱۹ تک میں نجات اور کامیابی حاصل کرنے والے افراد کی خصوصیات کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ انسان کی دنیا پرستی کا بھی ذکر کیا گیا ہے یعنی نجات ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے عقائد، اخلاق اور اعمال میں پاکیزگی اختیار کریں اور اپنے رب کو یاد کرتے ہوئے نماز پڑھیں لیکن اکثر کی حالت یہ ہے کہ ان کی تمام فکر صرف دنیاوی آرام و آسائش کے حصول میں مصروف ہے حالانکہ دنیا سے کئی گناہ زیادہ آخرت کی زندگی بہترین ہے اور وہی باقی رہنے والی ہے۔ پس انسان کی تباہی کا راز دو چیزیں ہیں: ایک دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر مقدم سمجھنا اور دوسری آخرت سے بے خبر اور غافل رہنا۔ آخرت کی زندگی کا دنیا کی زندگی سے بدرجہا بہتر ہونا صرف قرآن مجید میں ہی بیان نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ باتیں اس سے پہلے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں بھی بیان کر کے انسان کو حقیقت حال سے آگاہ کیا گیا ہے۔

فضائل وخصوصیات:

کان کے درد کا علاج: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

اِذَا قُرِئَتْ عَلَى الْاُذُنِ الوجعة زَالَ ذَالِكَ عَنْهَا (۱)

کان کے درد والے مریض کے پاس اس سورے کی تلاوت کی جائے تو کان کا درد ٹھیک ہو جائے گا۔

ابواب جنت پر اختیار: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى فِيْ فَرِيْضَةٍ اَوْ نَافِلَةٍ قِيْلَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اُدْخُلِ الْجَنَّةَ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ (۲)

جو شخص واجب یا مستحب نماز میں سورۂ اعلیٰ کی تلاوت کرے تو قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا کہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا (انشاء اللہ)۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر برہان، ج ۹، ذیل تفسیر سورۂ مورد بحث

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۳۳

سورۂ غاشیہ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ غاشیہ

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
غاشیہ	30	88	68	مکہ مکرمہ	26	01	330	72

☆ سورۂ غاشیہ موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا اٹھاسیواں (۸۸) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے اڑسٹھواں (۶۸) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے غاشیہ رکھا گیا ہے جس میں قیامت کے چھا جانے کا تذکرہ کیا گیا ہے اور غاشیہ عربی میں چھا جانے والی چیز کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قیامت کے ایک نام غاشیہ کا بیان	۲۔ دوزخیوں کی حالت
۳۔ اہلِ جنت کی حالت	۴۔ مخلوقاتِ الٰہی کے بارے میں غور و فکر کی دعوت
۵۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری	۶۔ ہر شخص کا بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونا
۷۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

قیامت کے ایک نام غاشیہ کا بیان

☆ اس سورے کے آغاز میں ہی ہمارا سامنا قیامت کے ایک نئے نام "غاشیہ" سے ہو رہا ہے۔ اور غاشیہ کے معنی ہیں ڈھاپنا۔ قیامت کے لئے یہ نام اس لئے منتخب کیا گیا ہے کہ وحشت ناک حوادث اچانک تمام مخلوقات کو ڈھانپ لیں گے۔ اس روز کی اہمیت کے پیش نظر سوالیہ جملے میں اللہ تعالیٰ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے کہ "کیا آپ کے پاس (ہر چیز پر) چھا جانے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے؟"

دوزخیوں کی حالت

☆ آیت ۱ سے ۱۶ تک کی آیات قیامت کی سختی اور قیامت کے دن ذلت و خواری کا سامنا کرنے والے افراد سے

متعلق ہیں یعنی قیامت کے دن کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن پر ذلت وخواری کے آثار نمایاں ہوں گے اور کچھ ایسے چہرے ہوں گے جو اس دن بہت ہی خوشحال اور شاداب ہوں گے۔ ان آیات میں دونوں گروہوں کی کچھ تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

وہ چہرے جن پر قیامت کے دن ذلت وخواری چھائی ہوئی ہوگی: یہ ایسے لوگ ہوں گے جو مصیبت اور تکالیف سہہ کر تھک چکے ہوں گے یعنی باطل نظریات کے پیروکار جو عبادت کرتے ہیں اس سے انہیں سوائے تھکاوٹ کے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور وہ دہکتی ہوئی آگ میں جھلس رہے ہوں گے، اس آگ کی تپش کی وجہ سے جب پیاس شدید ہوگی تو انہیں حد سے زیادہ کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلایا جائے گا۔ اور جب انہیں بھوک کا احساس ہوگا تو انہیں کھانے کے لئے ''ضریع'' (خاردار جھاڑی) دی جائے گی اور یہ ایک زہریلی گھاس ہے جسے جانور تک منہ نہیں لگاتے۔ ابن عباس کا کہنا ہے کہ یہ آتش جہنم کا ایک درخت ہے جو اگر دنیا میں ہو تو زمین اور جو کچھ اس میں ہے ان سب کو جلا کر خاکستر کردے[1]۔ یہ غذا نہ ان کی جسمانی کیفیت کو تبدیل کرے گی اور نہ ان کی بھوک کو مٹائے گی یعنی جہنم والوں کو بھوک کا بھی عذاب دیا جائے گا جس کی وجہ سے وہ کھانے کی کوئی چیز تلاش کریں گے تو انہیں ایسی غذا دی جائے گی جس سے عذاب میں اضافہ ہو اور بھوک بھی نہ مٹے۔

اہلِ جنت کی حالت

اس گروہ کے مقابلہ میں وہ افراد ہیں جن کے چہرے اس دن شاداب ہوں گے۔ یہ لوگ دنیا میں اپنے کیے ہوئے اعمال صالحہ کے نتیجہ کو دیکھ کر خوش ہوں گے کیونکہ وہ دنیا میں انجام دی ہوئی اپنی محنت کا پھل کاٹ رہے ہوں گے، کسی نیکی کا ثواب دس گنا ہوگا، کسی کا سات سو گنا اور کچھ نیکیاں تو ایسی ہوں گی جن کا ثواب بے حساب عطا کیا جائے گا، اس طرح وہ بہت ہی خوشحال ہوں گے۔ یہ لوگ قیامت کے دن بہشت بریں میں قیام پذیر ہوں گے جس کی خصوصیات میں سے بعض یہ ہیں کہ:

- جہاں پر کوئی بے ہودہ اور لغویات نہ ہوگی۔

---

[1] تفسیر نمونہ، ج ۲۶، ص ۳۳۱

- اس جنت میں رواں دواں پانی کے چشمے ہوں گے۔ یہ چشمے اہل جنت کے ارادہ سے پھوٹ پڑیں گے۔
- اس جنت میں اونچی مسندیں ہوں گی جہاں پر یہ جلوہ افروز ہوکر نعمات الٰہی سے لطف اندوز ہورہے ہوں گے۔
- ان کیلئے پیالے تیار و آمادہ رکھے ہوں گے یعنی جنتی ساغر تیار رکھے ہوئے ہوں گے تاکہ جب چاہیں پی لیں۔
- ترتیب سے تکیے رکھے ہوئے ہوں گے۔ تکیوں کا ترتیب سے رکھا ہوا ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ محفل بجی ہوگی اور ان تکیوں سے ٹیک لگائے اہل جنت آپس میں ہم کلام ہوں گے۔
- بہت ہی نفیس قسم کے فرش بچھے ہوئے ہوں گے جو ان کی شان و شوکت کی علامت ہے۔

مخلوقات الٰہی کے بارے میں غور و فکر کی دعوت

☆ آیت ۱۷ سے ۲۰ تک میں اللہ انسان کو کائنات کی مختلف چیزوں کی تخلیق میں غور کرنے کی دعوت دے رہا ہے تاکہ انسان سمجھ سکے کہ کائنات کا خالق بے مثال قدرت کا مالک ہے۔ سابقہ آیات میں اہل جنت اور اہل جہنم کا تعارف کرانے کے بعد ان آیات میں منکرین توحید کو دعوت دی گئی ہے تاکہ وہ ان اشیاء پر غور و فکر کرکے معرفت الٰہی حاصل کرسکیں۔ ان آیات میں پروردگار عالم نے اپنی بے پناہ قدرت کے چار مظاہر بیان کرکے انسان کو ان کے مطالعہ کی دعوت دی ہے:

سب سے پہلے "اونٹ" کی خلقت پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ اونٹ کی خلقت میں غور و فکر کی دعوت دینے کی وجہ شاید یہ ہو کہ عرب معاشرے میں اونٹ کو اہم مقام حاصل تھا کیونکہ ان کی زندگی کے بہت سے کام اونٹ سے ہی وابستہ تھے، اس لئے انہیں اونٹ کی خلقت پر غور و فکر کی دعوت دی گئی۔ واقعاً اگر انسان اس جانور کی خلقت اور اس کی خصوصیات پر توجہ دے تو اسے معلوم ہوگا کہ انسانی زندگی میں اس کی کیا خصوصیات اور فوائد پائے جاتے ہیں:

- اس کا گوشت، دودھ، سواری اور بار برداری سب کار آمد ہیں۔
- بھوک اور پیاس کو سات سے دس دن تک برداشت کرتا ہے۔
- اسے صحرائی کشتی اور جہاز بھی کہا جاتا ہے۔ ایک دن میں طویل مسافت طے کرتا ہے۔
- تھوڑے سے چارے سے سیر ہوجاتا ہے۔
- سخت موسمی حالات کا مقابلہ کرسکتا ہے۔

ایسا فرماں بردار ہے کہ ایک بچہ بھی اونٹوں کے پورے قافلہ کو قابو کر سکتا ہے۔

دوسری چیز جس میں انسان کو توجہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے وہ ''آسمان'' ہے۔ آسمان اپنی اس عظمت کے ساتھ اور اپنے ان تمام عجائبات کے ساتھ، ستاروں اور کہکشاؤں کے ساتھ بغیر کسی ستون کے اپنی جگہ پر برقرار ہے۔ اس کے علاوہ نظام شمسی کے ''مَحوروں'' کو لاکھوں سال گزر چکے ہیں لیکن ان کے محور اصلی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ پس کیا اس عالم عظیم کے خالق و مدبر کے بارے میں غور و فکر نہیں کرنا چاہیے اور اس کے بلند مقاصد کے قریب نہیں جانا چاہیے؟

تیسری چیز جس کی طرف دعوت تفکر دیا جا رہا ہے ''پہاڑ'' ہے۔ پہاڑ کی جڑیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں اور اطراف زمین کو حلقوں کی مانند گھیرے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا میں موجود تمام دریاؤں کا منبع پہاڑ ہیں۔ پہاڑوں پر موجود گلیشیئر، برف اور چشمے انسان کے لئے زندگی کے وسائل فراہم کرتے ہیں۔ کیا یہ سب بغیر کسی خالق کی تدبیر کے وجود میں آئے ہیں؟

اور آخری چیز جس کی طرف توجہ دینے کی دعوت دی گئی ہے وہ ''زمین'' ہے۔ یعنی انسان کو غور کرنا چاہیے کہ زمین کیسے بچھائی گئی ہے؟ انسان کو غور کرنا چاہیے کہ جس زمین پر وہ رہتا ہے اور جس کی پیداوار اس کی تمام ضروریات زندگی کو پوری کرتی ہے، جس کے چشموں اور کنوؤں پر اس کی زندگی کا انحصار ہے۔ کیا یہ سب کچھ کسی قادر مطلق اور صانع حکیم کی حکمت کے بغیر وجود میں آئے ہیں؟

رسول خدا ﷺ کی ذمہ داری

☆ آیت ۲۱ سے ۲۶ تک میں روئے سخن رسول خدا ﷺ کی طرف ہے، یعنی سابقہ آیات میں آسمان، زمین، پہاڑ اور جانوروں کی خلقت کی طرف غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ اب اے رسول ﷺ! آپ کی ذمہ داری صرف اسلام کی طرف نصیحت اور ہدایت کرنا ہے، کسی پر جبری اسلام کو نافذ نہیں کرنا ہے۔

ہر شخص کا بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا

البتہ یہ یاد رہے ان تمام مظاہر قدرت کو بیان کرنے اور آپ ﷺ کی مسلسل تبلیغ کے باوجود بھی جو شخص تکبر اور سرکشی کا مظاہرہ کرے تو اسے ایک بہت بڑے عذاب کی سزا دی جائے گی۔ اور ان سب کی بازگشت ہماری بارگاہ میں ہی ہے اور ان کا حساب لینا ہماری ذمہ داری ہے۔

یہ حقیقت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک قسم کی تسلی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافروں کی ہٹ دھرمی سے پریشان نہ ہوں اور اپنے کام کو جاری رکھیں۔ ساتھ ہی کافروں کے لئے تہدید ہے کہ ہماری بارگاہ سے فرار ممکن ہی نہیں ہے، سب کو ہمارا سامنا کرنا ہے اس وقت ہماری عدالت میں حاضر ہو کر اپنے جرائم کا حساب دینا ہے اور یہ حساب لینا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

فضائل وخصوصیات:

عذاب جہنم سے نجات: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ اَدْمَنَ قِرَاَةَ هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ فِيْ فَرِيْضَةٍ اَوْ نَافِلَةٍ غَشَّاهُ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهِ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْاَمْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ (۱)

جو شخص واجب یا مستحب نماز میں سورۂ غاشیہ کی باقاعدگی سے تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے دنیا اور آخرت میں اپنی رحمت سے ڈھانپے گا اور قیامت کے دن جہنم کی آگ سے امان دے گا۔

صحت وسلامتی کا باعث: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَهَا عَلٰى مَا يَأْكُلُهُ اَمِنَ مَا فِيْهِ وَرَزَقَهُ اللّٰهُ السَّلَامَةَ فِيْهِ (۲)

جو اس سورے کو کھانے کی چیزوں پر پڑھے گا وہ اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہے گا اور اللہ اس رزق میں سلامتی قرار دے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ بحار الانوار، ج ۸۹، ص ۳۲۳

۲۔ تفسیر برہان، تفسیر سورۂ مورد بحث
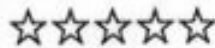
سورۂ فجر کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ فجر

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
فجر	30	89	10	مکہ مکرمہ	30	01	577	137

☆سورۂ فجر موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا نواسیواں (۸۹) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے دسواں (۱۰) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

پہلی آیت کی مناسبت سے اس سورے کا نام "سورۂ فجر" رکھا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فجر کی قسم کھائی ہے اور فجر سے مراد صبح صادق ہے۔ مفسرین نے اس سورے کے ناموں میں سے ایک نام "سورہ امام حسین" بھی ذکر کیا ہے۔[1]

منتخب موضوعات:

۱۔ چند قسموں کے ذریعہ قیامت سے غافل انسان کو تنبیہ	۲۔ قوم عاد، قوم ثمود اور قوم فرعون کا تذکرہ
۳۔ آزمائش و امتحان کے وقت انسان کی حالت	۴۔ آزمائش میں مبتلا کیے جانے کے بعض اسباب
۵۔ قیامت کا تذکرہ	۶۔ قیامت کے دن کافروں کی حسرت و ندامت
۷۔ نفس مطمئنہ والے لوگ	۸۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

چند قسموں کے ذریعہ قیامت سے غافل انسان کو تنبیہ

☆آیت ۱ سے ۵ تک میں چند قسمیں کھا کر قیامت سے غافل انسان متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ گزشتہ اقوام کے عبرت انگیز انجام سے سبق کیوں نہیں سیکھتا۔ پروردگار عالم ارشاد فرما رہا ہے کہ:

قسم ہے فجر کی: عربی لغت میں "فجر" شگاف کو کہا جاتا ہے پس صبح کو فجر اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ روشنی رات کی تاریکی کو چیرتے ہوئی نکلتی ہے اور یہ ایک جدید دن کے آغاز کی نشانی ہے جو عظمت پروردگار کو واضح کرتی ہے۔ البتہ بعض

۱۔ تسکین روح، ص۳۱۹

مفسرین نے لفظ ''فجر'' سے مخصوص فجر کو مراد لیا ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس سے مراد عید الاضحیٰ کی فجر ہے اور کچھ علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ماہ محرم کی پہلی فجر ہے(۱)۔

قسم ہے دس راتوں کی: ابن عباسؓ کی ایک روایت کے مطابق دس راتوں سے مراد ''ذوالحج'' کی پہلی دس راتیں ہیں۔ بعض اس سے محرم کی پہلی دس راتیں بھی مراد لیتے ہیں۔

قسم ہے شفع اور وتر (جفت اور طاق) کی: یہاں پر جفت اور طاق سے مراد کیا ہے؟ اس بارے میں اقوال و روایات مختلف ہیں۔ ان مختلف روایات میں ان کے مصادیق کا ذکر ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ''شفع'' (جفت) سے مراد قربانی کا دن اور ''وتر'' (طاق) سے مراد عرفہ کا دن قرار دیا گیا ہے۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ دونوں سے مراد نماز ہے۔ کچھ نمازیں الشَّفع یعنی جفت ہیں اور کچھ نمازیں الْوَتْرِ یعنی طاق ہیں۔ تیسری روایت میں آیا ہے الشَّفع ترویہ (آٹھ ذی الحجہ) کا دن ہے اور الْوَتْرِ (نو ذی الحجہ) عرفہ کا دن ہے۔

ایک حدیث کے مطابق شفع سے مراد حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام ہیں اور وتر سے مراد حضرت امیر المومنین کی ذات گرامی ہیں۔ (۲)

قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے: رات میں ٹھہراؤ نہیں ہے، ہر لمحہ رات گزر رہی ہوتی ہے تا کہ دن اس کی جگہ لے لے۔ اسی لئے رات کا وجود اور اس کا جانا دونوں آیات الٰہی میں سے اہم آیات ہیں۔

پس اگر غور کریں تو صاحب عقل و شعور کیلئے یہ قسمیں بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ ان قسموں کا جواب بعد میں آنے والی آیات ہیں جن میں سے بعض سرکش اقوام کی سرنوشت اور ان پر نازل ہونے والے عذاب کو بیان کر رہی ہیں۔

قوم عاد، قوم ثمود اور قوم فرعون کا تذکرہ

☆ آیت ۶ سے ۱۴ تک میں تین طاقتور اقوام کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہوں نے پروردگار عالم کے احکام کی مخالفت اور پروردگار عالم کے نمائندوں کی مسلسل تکذیب کی جس کے نتیجہ میں یہ اقوام عذاب الٰہی کا شکار ہو کر آنے والی نسلوں کے لئے باعث عبرت بن گئیں۔ ان اقوام کے واقعات کی طرف اشارہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مشرکین مکہ اور دوسری اقوام جو ان کے مقابلہ میں بہت کمزور ہیں، اپنی حالت دیکھ لیں اور خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔

سب سے پہلے قوم عاد کا ذکر کیا گیا ہے۔ ''عاد'' خدا کے عظیم پیغمبر حضرت ہودؑ کی قوم ہے۔ عاد ''سامی'' اقوام میں سے

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل سورہ

۲۔ تفسیر قمی، ج ۲، ص ۴۱۹، ذیل آیہ

ایک قوم کے جد اعلیٰ کا نام ہے۔ اس قوم کا سلسلہ نسب حضرت نوح کے بیٹے سام سے ملتا ہے یعنی عاد ابن عوض ابن ارم ابن سام ابن نوح۔ عاد کا ایک بیٹا تھا جس کا نام شداد تھا۔ جب شداد کو جنت کی خصوصیات کا علم ہوا تو اس نے ایک جنت بنوا کر اپنے دادا ''ارم'' کے نام پر اسے باغ ارم کا نام دیا۔ جنت کی تکمیل کے بعد جب نظارے کیلئے گیا تو دروازے پر اس کی روح قبض کی گئی اور وہ باغ کے نظارے سے محروم رہ گیا۔

دوسری قوم جو اپنی سرکشی کی بنا پر عذاب الٰہی کی مستحق ٹھہری ''قوم ثمود'' تھی۔ ان کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام تھے اور وہ القریٰ نامی سرزمین میں رہتے تھے جو مدینہ اور شام کے درمیان تھی۔ وہ لوگ بڑے بڑے پتھروں کو کاٹ کر ان کے اندر گھر اور قصر بناتے تھے۔ مفسرین کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ انہوں نے ایک ہزار سات سو شہر بنائے تھے، جو سب کے سب پتھروں سے تعمیر ہوئے تھے۔ ان کا تفصیلی تذکرہ ''سورۂ ہود'' میں ہو چکا ہے۔

اس کے بعد تیسری قوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے میخوں والے فرعون کے ساتھ کیا کیا؟ فرعون کو میخ والا اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ وہ لوگوں کے ہاتھوں اور پیروں میں میخیں ٹھونک کر ان کو عذاب دیا کرتا تھا۔

ان اقوام کا تذکرہ کرنے کے بعد بیان فرمایا کہ یہ لوگ وہ تھے جنہوں نے سرکشی کی اور فساد پھیلایا۔ اس کے بعد ایک مختصر جملہ میں ان تمام سرکش قوموں کی دردناک سزا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''لہٰذا اللہ نے ان کو عذاب کا تازیانہ لگایا''۔ ان سرکش اقوام میں سے قوم عاد قرآن مجید کے بقول تیز، ٹھنڈی اور جلانے والی ہوا اور آندھی سے ہلاک ہوئی، قوم ثمود آسمانی چیخ کے ذریعے نیست و نابود ہوئی اور قوم فرعون دریائے نیل کی موجوں میں غرق اور دفن ہوگئی۔

پس یاد رکھو کہ یہ لوگ جتنی چاہے سرکشی کریں اللہ ان کی تاک میں گھات لگائے ہوئے ہے۔ صاحبان ایمان کو ہمیشہ یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ ظالم کس قدر کیوں نہ آگے بڑھ جائیں قدرت ان کی تاک میں رہتی ہے۔ اس نے جب فرعون، شداد اور ثمود جیسے صاحبان ثروت وقدرت کو نیست و نابود کیا ہے تو آج کل کے ظالموں کو کیسے چھوٹ دے گا اور یہی بات خود ظالم کو سمجھنی چاہیے۔

آزمائش وامتحان کے وقت انسان کی حالت

☆ آیت ۱۵ سے ۲۰ تک میں انسان سے امتحان لینے کو بیان کیا گیا ہے اور یہی امتحان ثواب اور عقاب الٰہی کا

معیار ہے اور انسانی زندگی کا اہم مسئلہ شمار ہوتا ہے۔

پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے کہ جب اللہ انسان کو عزت سے نوازتا ہے تو وہ مغرور ہو جاتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ کا پسندیدہ بن گیا ہے اس لئے اللہ نے اسے یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں، اس طرح وہ غرور میں آ کر سرکشی پر اتر آتا ہے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بجالانے اور ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ خدائی آزمائش کبھی نعمت کے ذریعہ اور کبھی انواع واقسام کی مصیبتوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ نہ نعمت کا حصول سبب غرور بننا چاہیے اور نہ مصائب مایوسی اور ناامیدی کا سبب بنیں۔ لیکن یہ کم ظرف انسان دونوں حالتوں میں مقصد آزمائش کو بھول جاتا ہے، نعمت ملتے وقت یہ خیال کرتا ہے کہ وہ مقرب بارگاہ خدا ہو گیا ہے اور یہ نعمت اس قرب کی دلیل ہے۔

لیکن جس وقت امتحان لینے کے لئے اس کی روزی تنگ کر دی جاتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے اور کہتا ہے: "میرے پروردگار نے مجھے ذلیل وخوار کر دیا ہے" ناامیدی اسے ہر طرف سے گھیر لیتی ہے اور وہ اپنے پروردگار سے رنجیدہ و ناخوش ہو جاتا ہے۔ وہ اس بات سے غافل ہے کہ یہ سب چیزیں تو اس کی آزمائش اور امتحان کے ذرائع ہیں۔ وہ امتحان جو انسان کی پرورش اور ارتقاء کا رمز ہے اور اس کے استحقاق ثواب کا سبب اور مخالفت کی صورت میں استحقاق عذاب کا باعث ہے۔

یہ آیتیں خبر دار کرتی ہیں کہ نہ تو نعمت کا ملنا تقرب خدا (بارگاہِ خداوندی سے نزدیکی) کی دلیل ہے اور نہ اس کا سلب ہو جانا حق سے دوری کی دلیل۔ یہ تو امتحان کی مختلف صورتیں ہیں کہ خدا اپنی حکمت کے مطابق ہر گروہ کی کسی نہ کسی چیز سے آزمائش کرتا ہے۔ یہ کم ظرف انسان ہیں کہ جو کبھی مغرور ہو جاتے ہیں اور کبھی مایوس ہو جاتے ہیں۔

آزمائش میں مبتلا کئے جانے کے بعض اسباب

اس کے بعد ان اسباب کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

ایسا نہیں ہے جیسا تم خیال کرتے ہو (کہ تمہارے اموال پروردگار کے نزدیک تمہارے قرب ومنزلت کی دلیل ہیں، بلکہ تمہارے اعمال تو خدا سے تمہاری دوری کی کیفیت کو بیان کرتے ہیں کیونکہ تم یتیموں کا احترام نہیں کرتے ہو۔ اسی لئے احادیث میں بیان ہوا ہے کہ "جو شخص یتیم کے سر پر مہربانی کا ہاتھ پھیر دے تو قیامت کے دن ہر بال کے مقابلے میں اللہ ایک نور عنایت فرمائے گا (۱)۔"

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ، ج۱، ص ۱۸

اللہ کی رحمت سے دوری کا دوسرا سبب یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کو فقراء و مساکین کو کھانا کھلانے کا شوق نہیں دلاتے۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ اللہ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو یتیموں کی عزت نہیں کرتے اور فقیروں کو کھانا نہیں کھلاتے۔ یتیم کے سلسلہ میں صرف بھوک کا مسئلہ درپیش نہیں ہوتا بلکہ اسے احترام سے محرومی کا سامنا کرنا ہوتا ہے اور وہ یہ احساس کرنے لگتا ہے کہ چونکہ اس کا باپ مرگیا ہے، لہٰذا وہ ذلیل وخوار ہوگیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کی عزت کی جائے تاکہ وہ باپ کے نہ ہونے کا احساس نہ کرے۔

اس کے بعد ان کے تیسرے غلط کام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں مورد مذمت و ملامت قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے: "یتیموں کی میراث سمیٹ کر کھاتے ہو اور انہیں اپنے باپ کی میراث سے محروم کرتے ہو"۔

تمہارا چوتھا قابل مذمت کام یہ ہے کہ تم دولت و ثروت کو زیادہ عزیز رکھتے ہو۔ تم دنیا پرست اور مال و متاع دنیا کے عاشق افراد ہو اور یقیناً وہ شخص جو مالِ دنیا سے ایسا لگاؤ رکھے وہ اس کو جمع کرتے وقت جائز و ناجائز، حلال و حرام کا خیال نہیں رکھتا۔ اس قسم کا شخص حقوق الٰہی کو بالکل تسلیم نہیں کرتا، یا ان میں کمی کا مرتکب ہوتا ہے، جس شخص کو محبت دنیا نے گھیر رکھا ہو، اس کے دل میں یادِ خدا کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوتی۔

یہ تمام آزمائشیں مالی و اقتصادی پہلو رکھتی ہیں، اگر کوئی شخص مالی آزمائشوں سے عہدہ برآمد ہو جائے تو پھر اس کے لئے دوسری آزمائشیں آسان ہو جائیں گی۔ یہ دنیا کا مال ہی ہے جو ایمان کو خراب کر دیتا ہے اور انسان کی عظیم ترین لغزشیں اسی سے تعلق رکھتی ہیں۔

قیامت کا تذکرہ

☆ آیت ۲۱ سے ۲۶ تک میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے واقع ہونے کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے واضح کر دیا کہ جب زمین ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور فرشتے صف در صف اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور جہنم ان کے لئے آمادہ کی جائے گی تو اس وقت یہ کافر ان باتوں کی طرف متوجہ ہونگے جو انبیاء علیہم السلام ان سے کہتے رہے ہیں، ان کو اب معلوم ہوگا کہ وہ تمام باتیں حق پر مبنی تھیں لیکن آج متوجہ ہونے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

قیامت کے دن کافروں کی حسرت و ندامت

پس جب ان پر حقیقت حال واضح ہو جائے گی تو اس وقت وہ حسرت و ندامت کا اظہار کریں گے کہ کاش دنیا کی زندگی

سے اس دن کے لئے کچھ بھیجا ہوتا اور آخرت کی کچھ تیاری کی ہوتی۔ لہٰذا قیامت کے دن ان کی انہی نافرمانیوں کی بنا پر پروردگار عالم انہیں ایسا عذاب دے گا کہ اس جیسا عذاب دینے والا کوئی نہ ہوگا اور ایسی زنجیروں میں جکڑے گا کہ اس جیسا جکڑنے والا کوئی نہ ہوگا۔

نفسِ مطمئنہ والے لوگ

☆ آیت ۲۷ سے ۳۰ تک میں سرکش اور نافرمان گروہ کے مقابلہ میں اس گروہ کا تذکرہ ہو رہا ہے جن کا کردار خدا کے نزدیک لائق تحسین ہے اس لئے اللہ ان سے راضی ہے اور وہ بھی اللہ سے راضی ہیں۔ ایسے لوگ دنیا سے مطمئن اور سکون روح کے ساتھ جاتے ہیں۔ ان لوگوں کی زیارت کے شوق میں بہشت میں بندگان خدا اور خود بہشت بری بے چین رہتے ہیں۔ روایات کے مطابق ان صفات کے کامل ترین مصداق حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات ہے جنہوں نے رضائے الٰہی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

فضائل وخصوصیات:

اولادِ نرینہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ كَتَبَهَا وَعَلَّقَهَا عَلٰى زَوْجَتِهٖ رَزَقَهُ اللّٰهُ وَلَدًا ذَكَرًا مُبَارَكًا قُرَّةَ عَيْنٍ (۱)

جو شخص اس سورے کو لکھ کر اپنی بیوی کے گلے میں پہنائے اللہ اسے ایسا بیٹا عطا کرے گا جو اس کے لئے باعث برکت اور اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا سورہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ الْفَجْرِ فِيْ فَرَائِضِكُمْ وَنَوَافِلِكُمْ فَاِنَّهَا سُوْرَةٌ لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ مَنْ قَرَأَهَا كَانَ مَعَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ دَرَجَتِهٖ مِنَ الْجَنَّةِ (۲)

سورۂ فجر اپنی فریضہ اور نفل نمازوں میں پڑھا کرو چونکہ یہ حسین ابن علی علیہ السلام کا سورہ ہے۔ جو اسے پڑھے گا وہ قیامت کے دن حسین علیہ السلام کے ساتھ جنت میں انہی کے درجے میں ہوگا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر برہان، ج ۹، تفسیر سورۂ مورد بحث

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۴۳

سورۂ بلد کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ بلد

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
بلد	30	90	35	مکہ مکرمہ	20	01	343	82

☆ سورۂ بلد موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا نوے واں (۹۰) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے پینتیسواں (۳۵) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اسے "سورۂ بلد" کہا گیا ہے جس میں اللہ نے مکہ مکرمہ کی قسم کھائی ہے اور بلد عربی میں شہر کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ شہر مکہ، باپ اور بیٹے کی قسم کھانا	۲۔ انسان کا مشقت والا ہونا
۳۔ اللہ کی قدرت کا بیان	۴۔ پروردگار کی عطا کی ہوئی جسمانی نعمتیں
۵۔ راہ خدا میں مال خرچ کرنے کے حقیقی مصارف	۶۔ صبر کی وصیت اور رحم کی تلقین کرنے والوں کی مدح
۷۔ قیامت کے دن نقصان اٹھانے والے گروہ کا بیان	۸۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

☆ مجموعی طور پر اس سورے کی آیات کو غور سے پڑھیں تو سمجھ میں آتا ہے کہ اگر انسان اللہ کی خوشنودی ورضا کی خاطر دولت کے ذریعے لوگوں کو آزادی دلوائے، غریبوں کو کھانا کھلائے، یتیم کی پرورش کرے، مسکین کا خیال رکھے، صبر ورحمت کی وصیت ونصیحت کرتا رہے تو قیامت کے دن وہ کامیاب ہوگا اور اگر ان امور کو خدا کی خوشنودی ومرضی کے حصول کی خاطر انجام نہ دیئے جائیں بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے انجام دیئے جائیں تو ایسے اعمال کی اللہ کے نزدیک کوئی قدر وقیمت نہیں ہے۔

شہر مکہ، باپ اور بیٹے کی قسم کھانا

☆ آیت ۱ سے ۳ تک میں چند پُرمعنی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ ان قسموں کے ذریعہ انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ اس دنیا

میں صرف عیش و آرام کے لئے نہیں آیا بلکہ اس کی زندگی کا مقصد کچھ اور ہے۔ وہ قسمیں مندرجہ ذیل ہیں:

قسم ہے اس شہر کی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بسر کرتے ہیں: یہاں شہر سے مراد "شہر مکہ" ہے۔ یقیناً مکہ کی شرافت اور عظمت اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ اس کی قسم کھائی جائے کیونکہ توحید و عبادت پروردگار کا پہلا مرکز یہیں بنایا گیا اور عظیم انبیاء نے اس مرکز کے گرد طواف کیا اور اس کی عظمت کی بلندی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس شہر میں پروردگار عالم کی محبوب ترین ہستی موجود ہے جن کے وجود کے فیض و برکت سے یہ شہر اس عظمت کا حامل ہو گیا ہے۔

قسم ہے باپ اور بیٹے کی: یہاں پر مفسرین نے بہت اختلاف کیا ہے کہ اس "باپ اور بیٹے" سے کون مراد ہیں۔ ان سب سے بہتر تفسیر یہ ہے کہ باپ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بیٹے سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ اس بات کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہ اس سے پہلے شہر مکہ کی قسم کھائی گئی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ کعبہ اور شہر مکہ کی بنیاد رکھنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ اس کے علاوہ بھی تفاسیر ہیں، کسی نے اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بیٹے مراد لئے ہیں۔ بعض نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت میں سے جو انبیاء مبعوث ہوئے انہیں مراد لیا ہے اور بعض نے ہر باپ اور بیٹے کو مراد لیا ہے۔

انسان کا مشقت والا ہونا

☆ آیت ۴ سے ۱۰ تک کی آیات میں سابقہ آیات میں کھائی جانے والی قسموں کا نتیجہ بیان کیا ہے، یعنی قسم ہے اس شہر مکہ کی اور قسم ہے باپ اور بیٹے کی، ہم نے انسان کو مشقت میں رہنے والا بنایا ہے۔ دنیا و آخرت میں انسان کی کامیابی کا دارومدار جفاکشی اور محنت و مشقت میں ہے کیونکہ دنیا کی زندگی کو اللہ نے عیش و آرام حاصل کرنے کیلئے عطا نہیں کی ہے بلکہ اس دنیا کو حقوق الٰہی اور حقوق العباد کی انجام دہی کے ذریعہ آخرت کو سنوارنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

یہ آیت انسانی زندگی کا دستور حیات اور نظام زندگی کو واضح طور پر بیان کر رہی ہے جس میں پروردگار عالم نے انسان کو مشقت میں پیدا کئے جانے کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی انسان کی بقا و ارتقا کا سامان بیٹھے بٹھائے میسر نہیں آتا۔ اس کی دنیاوی اور اخروی حیات دونوں محنت اور مشقت کی مرہون منت ہیں۔ چنانچہ انسان کی جسمانی (ساخت) بناوٹ بھی اس بات کی گواہ ہے کہ اگر انسان محنت نہ کرے اور اپنے اعضا کو حرکت میں نہ رکھے تو اس کے اعصاب کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں، صحت گرنا شروع ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں وہ زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہ سکتا۔

اللہ کی قدرت کا بیان

یہ مشقت میں خلق کیا گیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اس پر کسی کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ وہ غرور وتکبر کا شکار ہو کر سمجھتا ہے کہ وہ جو چاہے کر سکتا ہے لیکن یہ اس کی غلط فہمی ہے کیونکہ اس کی زندگی ہر قسم کے دکھ، درد اور تکالیف پر مشتمل ہے، یہ دلیل ہے کہ وہ قادر مطلق نہیں ہے بلکہ ایک اور ہستی ہے جو قدرت وحکومت کا اختیار رکھتی ہے اس ذات کی مرضی کے بغیر اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

اس سرکش انسان کا کہنا ہے کہ میں نے بہت سارا مال تباہ کیا۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں جب کار خیر کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو دولت وثروت کے نشہ میں مست ہو کر کہتے ہیں کہ ''ہم نے بہت زیادہ مال ان کاموں میں صرف کیا ہے'' حالانکہ انہوں نے کوئی مال خرچ نہیں کیا اور اگر کچھ دیا بھی ہے تو وہ دکھاوے اور ریاکاری اور شخصی اغراض ومقاصد کو حاصل کرنے کی غرض سے دیا ہے۔ اس آیت کے بارے میں مفسرین نے مختلف تفاسیر بیان کی ہیں کہ بعض کے نزدیک اس سرکش انسان سے مراد وہ شخص ہے جس نے اسلام کے خلاف سازشوں میں اپنا مال صرف کیا۔ بعض نے اس سے مراد قریش کے ایک سردار ''حارث ابن عامر'' کو لیا ہے جو ایک گناہ کا مرتکب ہوا تھا، اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس گناہ سے نجات کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کفارہ دینے کا حکم دیا، اس وقت اس نے کہا کہ جب سے اسلام میں داخل ہوا ہوں میرا مال کفارات ونقصانات میں ہی ختم وبرباد ہو گیا (۱)۔

انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کے انفاق کو کسی نے نہیں دیکھا ہے اور کسی کو علم نہ ہونے کی وجہ سے اسے اس کی جزا نہیں ملے گی حالانکہ اللہ اس انفاق کو دیکھ رہا ہے اور وہ اس حقیقت سے غافل ہے کہ اللہ نہ صرف اس کے ظاہری اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ اس کے دل اور روح کی گہرائیوں اور اس کی نیتوں سے بھی آگاہ ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ اس نے یہ مال کہاں سے حاصل کیا ہے اور اسے کس راہ میں خرچ کیا ہے (۲)۔

پروردگار کی عطا کی ہوئی جسمانی نعمتیں

پس جس ذات نے اسے آنکھیں عطا فرمائی ہیں اور اپنے خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے زبان اور ہونٹ

۱۔ مجمع البیان، ج ۱۰، ص ۴۹۳

۲۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل تفسیر آیات مورد بحث

جیسی نعمتیں عنایت فرمائی ہیں، اس کے علاوہ اچھائی اور برائی میں تمیز کرنے کی قوت دی ہے، کیا اس ذات کی راہ میں مال کے انفاق کو ضیاع سمجھتا ہے؟ یہاں پر انسان کے وجود کے بعض اہم حصوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ذیل میں ان میں سے بعض کی خصوصیات اور ان کے فوائد کی طرف مختصر اشارہ کیا جا رہا ہے:

آنکھیں: آنکھوں کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان دونوں آنکھوں سے اپنے وجود سے باہر کی دنیا کو درک کر سکتا ہے۔ یہ آنکھیں ہی ہیں جو مختلف قسم کی اشیاء کی شکل، رنگ، خوبصورتی، بدصورتی، چھوٹی اور بڑی ہونے کو انسان کے دماغ تک پہنچاتی ہیں۔

زبان: انسانی زبان اگرچہ دیکھنے میں ایک مختصر عضو ہے مگر اس کے فوائد بہت ہی زیادہ ہیں کیونکہ:

اسی زبان کے ذریعہ ہی انسان کو کھانے پینے کی اشیاء میں شیرینی اور تلخی کا ادراک ہوتا ہے۔

زبان ہی ہے جو طعام کو دائیں اور بائیں جانب دانتوں کے حوالے کرنے کے لیے چمچ کا کام دیتی ہے۔

زبان ہی ہے جو حلق سے نکلنے والی آواز کو حروف کی شکل میں لانے کے لیے بنیادی کردار ادا کرتی ہے اور ان حروف کو جوڑ کر کلمات پھر کلام وجود میں آتا ہے جس سے انسان دوسروں کے سامنے اپنا مدعا بیان کر سکتا ہے۔

ہونٹ: ہونٹ انسان کے بیرونی دنیا سے اتصال قائم کرنے کے لیے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس کے بند کرنے، کھولنے، سکیڑنے اور پھیلانے سے بہت سے حروف تشکیل پاتے ہیں اور کلام وجود میں آتا ہے۔

ان تمام ظاہری نعمتوں کے باوجود پروردگار عالم نے خیر و شر کو سمجھنے کے لئے ہدایت کا انتظام بھی کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے خیر و شر کی راہ دکھا دی ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا انسان کے اختیار میں ہے۔

راہ خدا میں مال خرچ کرنے کے حقیقی مصارف

☆ آیت ۱۱ سے ۲۰ تک میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ان آیات میں احسان جتلانے والے اور ریاکاروں کے لیے تنبیہ ہے کہ ابھی تو تم نے مال خرچ کرنے کی دشوار گھاٹی میں قدم ہی نہیں رکھا ہے۔ یہاں مال خرچ کرنے کو دشوار گزار گھاٹی سے تعبیر اس لئے کیا گیا کیونکہ مال کا خرچ کرنا بہت ہی دشوار ہے اور انسان مال کی محبت میں بہت ہی حریص اور لالچی واقع ہوا ہے۔ لہٰذا اگر مال خرچ کرنا ہے تو اسے چاہیے کہ اس مال کو غلام آزاد کرنے، قحط زدہ غریبوں کی مدد کرنے، کسی یتیم کو کھانا کھلانے اور خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانے میں خرچ کرے۔

صبر کی وصیت اور رحم کی تلقین کرنے والوں کی مدح

اس دشوار گزار گھاٹی کو وہی افراد طے کر سکتے ہیں جو صاحبان ایمان ہوں اور مشکلات کے وقت صبر کی دعوت دینے والے اور ایک دوسرے پر رحم کرنے کی تلقین کرنے والے ہوں۔ ایسا کرنے والے ہی ''اصحاب میمنہ'' ہوں گے اور ان کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور جن کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے وہ نجات پانے والے ہیں۔

قیامت کے دن نقصان اٹھانے والے گروہ کا بیان

اس کے مقابلہ میں وہ گروہ ہے جس نے پروردگار عالم کی ان تمام نعمتوں کے مقابلہ میں کفر اختیار کیا وہ بد بخت ہوگا اور اس پر ایسی آگ مسلط کی جائے گی جو ہر طرف سے بند ہوگی۔ انسان کو سوچنا چاہیے کہ دوزخ کی جلانے والی بھٹی میں جب تمام دروازے بند ہو جائیں گے تو اس کی کیا حالت ہوگی؟ خداوندا! ہمیں اس قسم کے سخت عذاب سے اپنے لطف وکرم کی بنا پر پناہ میں رکھنا۔ (آمین)

فضائل وخصوصیات:

قیامت کی سختیوں سے نجات: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْبَلَدِ اَعْطَاهُ اللّٰهُ الْاَمْنَ مِنْ غَضَبِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۱)

جو شخص سورۂ بلد کی تلاوت کرے گا وہ قیامت کے دن اس کی سختیوں سے محفوظ رہے گا۔

دنیا وآخرت میں بلند مقام: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَتْ قِرَائَتُهُ فِي فَرِيْضَةٍ لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ كَانَ فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا اَنَّهُ مِنَ الصَّالِحِيْنَ وَ كَانَ فِي الْاٰخِرَةِ مَعْرُوْفًا اَنَّ لَهُ مِنَ اللّٰهِ مَكَانًا وَ كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رُفَقَاءِ النَّبِيِّيْنَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصَّالِحِيْنَ (۲)

جو شخص واجب نماز میں سورۂ بلد کو پڑھے گا وہ دنیا میں صالحین میں شمار ہوگا اور آخرت میں ایسے لوگوں میں سے پہچانا جائے گا جو بارگاہ الٰہی میں مقام ومنزلت رکھتے ہیں اور وہ انبیاء، شہداء اور صالحین کے دوستوں میں سے ہوگا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۸

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۳۹

سورۂ شمس کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ شمس

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
شمس	30	91	26	مکہ مکرمہ	15	01	253	54

☆ سورۂ شمس موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا اکیانوے واں (۹۱) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے چھبیسواں (۲۶) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اسے "سورۂ شمس" کہا جاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے سورج کی قسم کھائی ہے اور شمس عربی زبان میں سورج کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ عظمت والی قسموں کا بیان	۲۔ پاکیزہ نفس افراد کا نجات پا جانا
۳۔ قوم ثمود اور ناقہ صالح علیہ السلام کا بیان	۴۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

عظمت والی قسموں کا بیان

☆ آیت ۱ سے ۱۰ تک میں گیارہ پُرعظمت چیزوں کی قسم کھا کر اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا ہے کہ پروردگار عالم نے انسان کے اندر نیکی اور برائی کی سوجھ بوجھ رکھی ہے۔ پس جو شخص تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اپنے نفس کو پاک و پاکیزہ رکھے گا وہ نجات پائے گا اور جو برائیوں کے دلدل میں پھنس کر اپنے نفس کو مختلف گناہوں اور فسق و فجور سے آلودہ کرے گا وہ ہلاکت ابدی کی گہری کھائی میں جا گرے گا۔ وہ قسمیں مندرجہ ذیل ہیں:

- قسم ہے سورج کی: سورج ہمارے نظام شمسی کا مرکز ہے۔ اسی کے گرد ہمارا نظام گھومتا ہے اور اسی کی کشش میں ہمارا نظام قائم ہے، یعنی جس سیارے (زمین) پر ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اس کا اس فضائے بیکراں میں معلق رہ کر گردش کرنا اور روز و شب کے وجود کا سورج کے وجود سے گہرا تعلق ہے۔

- قسم ہے اس کی روشنی کی: سورج کی روشنی زمین پر بسنے والے جانداروں اور پودوں کے لیے منبع اور سرچشمۂ حیات ہے۔ لہٰذا زمین پر زندگی سورج کی روشنی کی مرہون منت ہے۔ اس طرح روشنی کی قسم کھانا ایسا ہے گویا زندگی کی قسم کھائی گئی ہو۔
- قسم ہے چاند کی جب وہ اس (سورج) کے پیچھے چلے: چاند کا سورج کے پیچھے چلنے سے مراد اکثر مفسرین نے یہ لیا ہے کہ چاند جب چودہویں کا ہوتا ہے تو غروب آفتاب کے بعد نکلتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے چودہویں کے چاند کی قسم کھائی ہے۔
- قسم ہے دن کی جب وہ آفتاب کو ظاہر کر دیتا ہے: چونکہ آفتاب دن میں ظاہر ہوتا ہے اس لئے اس کی طرف مجازاً نسبت دی ہے۔ روشن دن میں زندگی اپنے عروج پر ہوتی ہے اور حیات رونق پکڑتی ہے۔
- قسم ہے رات کی جب وہ سورج کو چھپا دے: رات اپنی تمام برکات و آثار کے ساتھ ایک طرف تو سورج کی دن کی حرارت میں اعتدال پیدا کرتی ہے اور دوسری طرف تمام زندہ موجودات کے لئے فطری طور پر آرام و سکون اور راحت کا سبب بنتی ہے کیونکہ اگر رات کی تاریکی نہ ہوتی تو آرام و سکون کا وجود ہی نہ ہوتا۔
- قسم ہے آسمان کی: آسمان تمام ستاروں اور اجرام سماوی پر مشتمل ہے اور یہ پروردگار عالم کی عظیم عجائبات میں سے ہے۔
- قسم ہے آسمان بنانے والی ذات کی: اس آسمان سے بھی عظیم اور صاحب قدرت وہ ذات ہے جس نے اس آسمان کو خلق کیا ہے۔
- قسم ہے زمین کی: یعنی اس زمین کی بھی قسم ہے جس کی پشت پر انسان کو بسایا ہے۔
- قسم ہے اس کی جس نے زمین بچھائی: یعنی اس ذات کی قسم ہے جس نے اس زمین کو زندگی کے لئے ہموار بنایا۔

پاکیزہ نفس افراد کا نجات پا جانا

ان تمام قسموں کے بعد اللہ نے اس نفس کی قسم کھائی ہے جس کو خلق کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خیر و شر، فسق و فجور اور تقویٰ کی سمجھ عطا فرمائی۔ نفس کیلئے اچھائی یا برائی کوئی ناشناس چیز نہیں ہے بلکہ نفس ان چیزوں سے آشنا ہے۔ اسی لئے نیکی کی طرف بلانے اور برائی سے روکنے والے کی آواز پہچان لیتا ہے اور اسے پذیرائی ملتی ہے۔ اس شعور کے مالک نفس انسانی

کی قسم! کامیاب ہوا وہ شخص جس نے نفس کو پاک رکھا اور نامراد ہوا وہ شخص جس نے نفس کے شعور کو دبائے رکھا۔

قوم ثمود اور ناقہ صالح علیہ السلام کا بیان

☆ آیت ۱۱ سے ۱۵ تک میں قوم ثمود کی سرکشی اور اپنے رسول کی تکذیب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ قوم ثمود کے مطالبے پر حضرت صالح علیہ السلام نے اونٹنی کو بطور معجزہ پیش کیا اور یہ اعلان کیا کہ یہ اپنی مرضی سے چرتی رہے گی اور ہر دوسرے دن سارا پانی اس کے لئے مخصوص ہوگا لیکن اس بدبخت قوم نے اس اونٹنی کو مار ڈالا جس کے بعد ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور وہ سب فنا ہو گئے۔

واضح رہے کہ کوئی رسول معجزے کے بغیر مبعوث نہیں ہوا۔ ابتدائی معجزہ قبول نہ کرنے پر عذاب نازل نہیں ہوتا لیکن قوم کے مطالبے پر پیش کیا جانے والا معجزہ قبول نہ کیا جائے تو فوری عذاب آجاتا ہے۔

فضائل و خصوصیات:

صدقہ کائنات: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ وَالشَّمْسِ فَكَأَنَّمَا تَصَدَّقَ بِكُلِّ شَيْءٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (۱)

جو شخص سورۂ شمس کو پڑھے گا گویا اس نے ان تمام چیزوں کی تعداد میں صدقہ دیا جن پر سورج اور چاند طلوع کرتے ہیں۔

توفیق خداوندی: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

مَنْ كَانَ قَلِيْلَ التَّوْفِيْقِ فَلْيُدْمِنْ مِنْ قِرَاءَتِهَا فَيُوَفِّقُهُ اللهُ تَعَالَى أَيْنَ مَا يَتَوَجَّهُ وَفِيْهَا زِيَادَةُ حِفْظٍ وَقَبُوْلٍ عِنْدَ جَمِيْعِ النَّاسِ وَرِفْعَةٌ (۲)

جو شخص توفیق میں کمی کا شکار ہو، اگر باقاعدگی سے اس سورے کی تلاوت کرے تو وہ جہاں بھی ہوگا اللہ اس کی توفیق میں اضافہ کرے گا، اس سورے کی تلاوت کی وجہ سے حافظہ زیادہ ہوگا اور لوگوں کے نزدیک اس کی بات قابل قبول ہوگی اور اس کی تلاوت کی وجہ سے بلندی ملے گی۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۳، ص ۳۵۸

۲۔ تسکین روح، ج ۳۲۶

سورۂ لیل کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ لیل

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
لیل	30	92	09	مکہ مکرمہ	21	01	316	71

☆سورۂ لیل موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا بیانوے واں (۹۲) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے نواں (۹) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اسے ''سورۂ لیل'' کہا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے رات کی قسم کھائی ہے اور لیل عربی میں رات کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔شان نزول	۲۔تین اہم قسمیں
۳۔سخی فراد کا تذکرہ	۴۔بخل اور کنجوسی سے کام لینے والوں کا ذکر
۵۔ہدایت و رہنمائی اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری	۶۔انسان کو جہنم کی بھڑکتی آگ سے متنبہ کرنا
۷۔آتش جہنم کے مستحق اور اس سے محفوظ رہنے والے	۸۔متقی انسان کا عطائے پروردگار پر خوش ہونا
۹۔فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

شان نزول

مفسرین نے حضرت ابن عباسؓ سے اس سورے کے لئے ایک شان نزول نقل کیا ہے۔ ہم اس شان نزول کو تفسیر نمونہ سے نقل کرتے ہیں البتہ انہوں نے ''تفسیر مجمع البیان'' سے نقل کیا ہے:

ایک مسلمان کے گھر کھجور کا ایک درخت تھا، اس کی ایک شاخ ایک فقیر عیال دار کے گھر کے اوپر پہنچی ہوئی تھی۔ کھجور والا جب خرمے اتارنے کے لئے کھجور پر چڑھتا تھا تو بعض اوقات خرمے کے کچھ دانے اس فقیر آدمی کے گھر میں جا گرتے

تھے اور اس کے بچے انہیں اٹھالیتے تھے۔ وہ شخص کھجور کے درخت سے اتر کر خرمے چھین لیتا تھا، (وہ اتنا بخیل اور سنگ دل تھا کہ) اگر ان میں سے کسی کے منہ میں بھی خرمے کا دانہ دیکھتا تھا تو اس کے منہ میں انگلی ڈال کر نکال لیتا تھا۔ اس مرد فقیر نے پیغمبر کی خدمت میں شکایت کی: حضور نے فرمایا: تم جاؤ میں تمہارا یہ کام کرتا ہوں: اس کے بعد آپ ﷺ نے کھجور والے سے ملاقات کی اور فرمایا کہ یہ درخت جس کی شاخیں فلاں شخص کے گھر کے اوپر پہنچی ہوئی ہیں، مجھے دیدے تاکہ اس کے مقابلہ میں جنت میں ایک درخت دوں۔ اس نے کہا میرے پاس کھجور کے بہت سے درخت ہیں لیکن کسی کے خرمے اس درخت کے جیسے اچھے نہیں ہیں۔ (لہٰذا میں یہ سودا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں)۔

اصحاب پیغمبر میں سے کسی نے یہ گفتگو سن لی۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں جا کر یہ درخت اس شخص سے خرید لوں، اور آپ ﷺ کو دے دوں تو آپ ﷺ وہی چیز جو اس کو دے رہے تھے مجھے عطا فرمائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس شخص نے جا کر درخت والے سے ملاقات کی اور اس سے اس سلسلہ میں بات کی، کھجور کے مالک نے کہا: کیا تجھے معلوم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ آلہ وسلم) اس کے بدلے میں جنت میں کھجور کا ایک درخت مجھے دینے کے لئے تیار تھے۔ (لیکن میں نے قبول نہیں کیا)۔ اور میں نے انہیں یہ کہہ دیا کہ اس کے خرمے بہت ہی لذیذ ہوتے ہیں، میرے پاس بہت سے کھجور کے درخت ہیں لیکن کسی کے خرمے اتنے اچھے نہیں ہیں۔

خریدار نے کہا تو اس درخت کو بیچنا چاہتا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا: میں اسے نہیں بیچوں گا، مگر صرف اس صورت میں کہ تو اتنی رقم مجھے دیدے کہ کوئی نہیں دے گا۔ اس نے کہا: تو کتنی رقم لینا چاہتا ہے؟ اس نے کہا چالیس درخت۔ خریدار نے تعجب کرتے ہوئے کہا: تو ایسے کھجور کے درخت کی جو ٹیڑھا ہو چکا ہے، بہت ہی بھاری قیمت مانگتا ہے، چالیس کھجور کے درخت۔ پھر تھوڑے سے سکوت کے بعد اس نے کہا: بہت اچھا، میں خرمے کے چالیس درخت تجھے دیتا ہوں۔

بیچنے والے (لالچی) نے کہا اگر تو سچ کہتا ہے تو کچھ آدمیوں کو گواہی کے لئے بلالے! اتفاقاً کچھ لوگ وہاں سے گزر رہے تھے اس نے انہیں آواز دی اور انہیں اس معاملہ پر گواہ بنایا۔ اس کے بعد وہ پیغمبر ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: اے رسول خدا ﷺ! وہ کھجور کا درخت میری ملکیت میں آگیا ہے، اور میں اسے آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔ پیغمبر اکرام ﷺ فقیر کے گھر والوں کے پاس گئے اور صاحب خانہ سے کہا: "یہ کھجور کا درخت تیرا اور تیرے بچوں کا ہے۔

اس موقع پر سورۂ "واللیل" نازل ہوئی (اور بخیلوں اور سخیوں کے بارے میں ان کے لائق باتیں کہیں)۔ بعض روایات

میں آیا ہے کہ اس خریدار کا نام "ابوالاحداح" تھا(۱)۔

تین اہم قسمیں

☆ آیت ۱ سے ۳ تک میں سابقہ بہت سے سوروں کی طرح تین عظیم اشیاء کی قسم کھائی گئی ہے۔

قسم ہے رات کی جب وہ دن پر چھا جائے۔ اور قسم ہے دن کی جب وہ چمک اٹھے۔

قرآن مجید میں "نور" اور "ظلمت" یعنی "روشنی" اور "تاریکی" کے نظام کی انسانی زندگی پر اثر انداز ہونے کی طرف بہت زیادہ توجہ دی گئی ہے کیونکہ یہ دو عظیم نعمتیں پروردگار عالم کی اہم نشانیوں میں سے ہیں۔ انسان اگر اسی دن اور رات کی روشنی و تاریکی پر غور وفکر کرے تو یقیناً وہ عظمت پروردگار کا اعتراف کرنے میں کوئی لمحہ ضائع نہیں کرے گا۔

تیسری قسم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: قسم ہے اس ذات کی جس نے نر (مذکر) اور مادہ (مؤنث) کو خلق کیا: تمام مخلوقات کو نر اور مادہ سے خلق کرنا بھی اس خالق کی عظیم خلقت کی نشانیوں میں سے ایک اہم نشانی ہے۔ انسانی عقل اسی خلقت کے بارے میں تفکر کا مظاہرہ کرے تو وہ یقیناً اپنے خالق کو پائے گی۔

سخی افراد کا تذکرہ

☆ آیت ۴ سے ۱۰ تک میں انسان کی مختلف کوششوں کو بیان کیا گیا کہ انسان یا تو پروردگار عالم کی طرف سے عطا کردہ مال میں سخاوت سے کام لیتے ہوئے اسے راہ خدا میں خرچ کرنے کی کوشش کرتا ہے یا پھر اس عطائے رب کو خرچ کرنے میں کوتاہی کرتے ہوئے بخل اور کنجوسی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

یہاں پر انسان کے مختلف اعمال میں سے ان تین مثبت اعمال کا ذکر ہے جو عمل کرنے والے کے لیے تقدیر ساز ہیں اور یہ تین اوصاف ایک سخی انسان کے لئے بہت ہی اہم ہیں:

راہ خدا میں مال دینا: یعنی عطا کرنا۔ اس جگہ یہ نہیں فرمایا کہ کیا عطا کرے، کہاں خرچ کرے۔ صرف دینے کا ذکر ہے جس سے عطا کی عمومیت کا مفہوم نکلتا ہے کہ وہ عطا مالی ہو، علمی یا فکری ہو، سب اس میں شامل ہیں۔ انسان کو ہر میدان میں فیاض ہونا چاہیے۔

تقویٰ اختیار کرے: یعنی اپنے آپ کو ضرر رساں چیزوں سے بچائے رکھے۔ اللہ کے غضب سے، ناراضی اور عذاب

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۷، ص ۸۲، ۸۳

سے بچائے رکھے۔ تقویٰ کے اہم اثرات میں سے مشکلات کا آسان ہونا اور بند گلی میں نہ پھنسنا ہے۔

اچھی باتوں کی تصدیق کرے: خواہ یہ اچھی باتیں عقائد و نظریات سے متعلق ہوں جیسے توحید و رسالت، امامت و آخرت یا وہ باتیں اخلاقیات یا احکام سے متعلق ہوں۔

ان مذکورہ تین صفات کے حامل افراد کو اللہ تعالیٰ آسانیاں فراہم کرے گا کہ وہ جب بھی کوئی کارِ خیر انجام دینا چاہیں اس کی انجام دہی میں کوئی دشواری نہیں آنے دی جائے گی۔

بخل اور کنجوسی سے کام لینے والوں کا ذکر

ان آیات میں ان تین صفات حسنہ کے مقابلہ میں تین صفات رذیلہ بھی بیان ہوئی ہیں:

بخل: عطا اور عنایت کرنے والے کے مقابلے میں وہ شخص ہے جو بخل سے کام لیتا ہے۔ یہاں یہ نہیں بیان کیا گیا ہے کہ وہ کسی مخصوص چیز میں بخل سے کام لیتا ہے لہٰذا بخل کے تمام پہلو اور اقسام اس میں شامل ہیں۔

سرکشی: تقویٰ کے مقابلے میں بے نیاز ہے۔ یعنی یہ شخص اپنے آپ کو اطاعت و ثواب اور خوف عذاب سے بالاتر سمجھتا ہے۔ اس لئے اس میں تقویٰ نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ اپنے آپ کو ہر پابندی سے آزاد اور ہر ضابطے سے بے نیاز تصور کرتا ہے۔

اچھی باتوں کی تکذیب: اچھی باتیں خواہ عقائد و نظریات سے مربوط ہوں یا اخلاقیات یا احکام و شریعت سے، سب کی تکذیب کرتا ہے۔

پس جس شخص میں یہ صفات پائی جائیں گی وہ پروردگار عالم کی رحمت کا مستحق نہیں ٹھہرے گا جس کے نتیجہ میں وہ اپنی زندگی کے امور کو انجام دینے میں مشکلات کا شکار ہوگا۔ دنیاوی مشکلات کا سامنا کرنے کے بعد جب اس کی روح قبض ہوگی اور عالم برزخ یا قیامت کے دن وہ مال اس کے کسی کام نہیں آئے گا کیونکہ اس مال کو اس نے لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے راہ خدا میں خرچ نہیں کیا اب مستحق جہنم قرار پانے کے بعد یہ مال اس کے کسی کام نہیں آئے گا۔

ہدایت و رہنمائی اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری

☆ آیت ۱۲ سے ۲۱ تک کی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ حکمت و عدالت کی بنا پر ہدایت کی ذمہ داری کو پروردگار عالم نے اپنے ذمہ لیا ہے اور اپنے اوپر مخلوقات کی ہدایت کو واجب قرار دیا ہے اور وہ اس کے خلاف نہیں کرتا ہے ورنہ اس کی طاقت اور قدرت میں کوئی کمی نہیں ہے اور نہ کسی کو اس سے باز پرس کرنے کا حق ہے کیونکہ دنیا و آخرت کا حقیقی

مالک پروردگار عالم کی ذات اقدس ہے۔ وہ طالب دنیا کو دنیا اور طالب آخرت کو دنیا و آخرت دونوں عطا فرماتا ہے۔

انسان کو جہنم کی بھڑکتی آگ سے متنبہ کرنا

ان آیات میں پروردگار عالم نے واضح کیا ہے کہ جب ہدایت کی ذمہ داری ہماری ہے تو اے انسان! ہم نے تمہیں اسی ہدایت کے مطابق جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ سے متنبہ کیا، اس کے ساتھ یہ بھی بتادیا کہ شقی اور بدبخت کون ہے۔

آتش جہنم کے مستحق اور اس سے محفوظ رہنے والے

شقی وہ شخص ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلاتا ہے اور توحید اور آخرت کو نہیں مانتا اور جب اسے حق اور نجات کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ منہ پھیر لیتا ہے، ایسا شخص یقیناً اس بھڑکتی آگ میں تپے گا۔

جہنم کی اس بھڑکتی ہوئی آگ سے صرف متقی محفوظ رہے گا کیونکہ وہ خدا کی خوشنودی کی خاطر اپنے مال کو پاک و پاکیزہ بناتا ہے، مالی حقوق کو ادا کرتا ہے اور اس کام سے اس کا مقصد کسی احسان کا بدلہ نہیں ہوتا۔

متقی انسان کا عطائے پروردگار پر خوش ہونا

ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ اس قدر عزت و احترام اور نعمتوں سے نوازے گا کہ وہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں پر خوش ہوگا۔ یہ انسان کے لئے انتہائی سعادت اور کامیابی کا مقام ہے کہ اللہ اپنے بندے کے تقویٰ سے راضی ہو جائے۔

ان آیات پر توجہ دینے سے سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ایک شخص لاکھوں روپیہ انفاق کرتا ہے لیکن اس انفاق کا محرک رضائے الٰہی نہیں ہے تو اس انفاق کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ دوسرا شخص چند روپے خرچ کرتا ہے جبکہ اس کا محرک رضائے الٰہی ہے تو اس کے چند روپے اللہ کے نزدیک قیمتی ہیں۔

فضائل وخصوصیات:

عطائے کثیر: رسول خدا سے مروی ہے:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ اللَّيْلِ أَعْطَاهُ اللهُ تَعَالَى حَتَّى يَرْضَى وَعَافَاهُ مِنَ الْعُسْرِ وَيَسَّرَ لَهُ الْيُسْرَ [1]

جو شخص سورۂ لیل کی تلاوت کرے گا اللہ اسے اتنا عطا کرے گا کہ وہ راضی ہو جائے اور اس سے سختیاں دور کرے گا، آسانیاں میسر کرے گا اور اسے اپنے فضل سے بے نیاز کردے گا۔

☆☆☆☆☆

---

[1] مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۹

سورۂ ضحیٰ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ ضحیٰ

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
ضحیٰ	30	93	11	مکہ مکرمہ	11	01	192	40

☆ سورۂ ضحیٰ موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا ترانوے واں (۹۳) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے گیارھواں (۱۱) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اسے "سورۂ ضحیٰ" کہا گیا ہے۔ ضحیٰ عربی میں "چاشت (دن چڑھے)" یعنی سورج کے طلوع ہونے کے بعد بلند ہونے کے وقت کو کہا جاتا ہے۔

موضوعات:

۱۔ شانِ نزول	۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت
۳۔ عطائے پروردگار پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوش ہونا	۴۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کی عنایات کا بیان
۵۔ یتیموں اور حاجت مندوں پر مہربانی کا حکم	۶۔ اللہ کی نعمتوں کو دوسروں کے سامنے بیان کرنے کا حکم
۷۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

☆ سورۂ ضحیٰ اور سورۂ الم نشرح کی خاص بات یہ ہے کہ یہ دونوں سورے نماز میں ایک ہی سورہ شمار ہوتے ہیں یعنی اگر کوئی شخص نماز میں ان میں سے کسی ایک سورے کو پڑھے تو دوسرا سورہ بھی ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔

شانِ نزول

☆ اس سورے کی ابتدائی آیات کے شانِ نزول کے بارے میں بہت زیادہ روایات نقل ہوئی ہیں، جن میں سب سے زیادہ واضح شانِ نزول یہ ہے:

ابن عباس کہتے ہیں کہ پندرہ دن گزر گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل نہ ہوئی، اس وقت مشرکین نے

کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروردگار نے اسے چھوڑ دیا ہے اور اس کا دشمن ہوگیا ہے، اگر اس کی بات سچ ہے کہ اس کی ماموریت خدا کی جانب سے ہے تو پھر اس پر مسلسل وحی نازل ہوتی رہتی۔ اس موقع پر اس سورے کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں (۱)۔

روایت کے مطابق نظام قرآن اور مصلحت وقت کے تحت یہ وقفہ ضروری تھا۔ یہ وقفہ اس لئے نہیں تھا کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیا ہو یا کسی قسم کی ناراضگی ہوئی ہو (۲)۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت

☆ آیت ا سے ۳ تک میں اللہ تعالیٰ نے دن کی روشنی اور رات کی تاریکی کی قسم کھا کر یہ واضح اعلان کیا ہے کہ: اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے رب نے آپ کو نہ تو تنہا چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے ناراض ہے۔ ان آیات سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر کبھی وحی کے نازل ہونے میں تاخیر ہوجائے تو کسی مصلحت کی بناء پر ہوتی ہے، اس مصلحت کو پروردگار عالم ہی بہتر جانتا ہے، وحی کا نازل نہ ہونا ہرگز اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ پروردگار اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض ہوگیا ہے یا اس نے اسے انہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ خداوند عالم کے خاص لطف اور کرم کے زیر سایہ رہے ہے۔

عطائے پروردگار پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوش ہونا

☆ آیت ۴ اور ۵ میں پروردگار عالم اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے بیان فرما رہا ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے لئے دنیا کی نسبت آخرت بہت ہی بہتر ہے یعنی آپ دنیا میں پیش آنے والی مشکلات پر پریشان نہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دنیا میں بھی کامیابیاں حاصل ہوں گی تاہم آخرت کی زندگی آپ کے لیے دنیاوی زندگی سے کہیں بہتر ہوگی۔ اور عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ خوش ہوجائیں گے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم المرسلین اور عالم بشریت کا رہبر ہونے کی حیثیت سے صرف اپنی نجات پر کبھی خوش نہ ہوں گے بلکہ آپ کو خوشی اسی وقت ہوگی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے بارے میں

۱۔ تفسیر نمونہ، ج ۲۷، ص ۱۰۲

۲۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل تفسیر آیہ ۳

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت بیان ہوئی ہے جس کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''قیامت کے دن میں شفاعت کے مقام پر کھڑا ہو جاؤں گا اور گناہ گاروں کی اس قدر شفاعت کروں گا کہ خدا فرمائے گا، اے محمد کیا تم راضی ہو گئے؟ تو میں کہوں گا کہ میں راضی ہو گیا، میں راضی ہو گیا(۱)۔''

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کی عنایات کا بیان

☆ آیت ۶ سے ۸ تک میں پروردگار عالم کی طرف سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیے گئے تین اہم انعامات کا ذکر ہے: سب سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایام یتیمی میں پناہ دینے کا ذکر ہے اور اللہ نے یہ پناہ اپنی ذات سے منسوب کی ہے۔ یہ پناہ چھ سال تک آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ علیہا السلام، آٹھ سال تک آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب علیہ السلام اور اس کے بعد حضرت ابوطالب علیہ السلام کے ذریعہ فراہم کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شکم مادر میں چھ ماہ کے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ علیہا السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد عبدالمطلب علیہ السلام نے آپ کی پرورش کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک چھ سال ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور آٹھ سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد بزرگوار عبدالمطلب علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ اس کے بعد آپ کے مہربان چچا حضرت ابوطالب علیہ السلام نے حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کی وصیت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کی۔

دوسرا مطلب ان آیات میں یہ بیان ہوا ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستہ سے ناواقف تھے ہم نے منزل تک پہنچایا۔ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت نہیں رکھتے تھے، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاشرے میں پہچنوایا۔ یہ کا مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بتانا مقصود ہو کہ ہم نے آپ کو اس عظیم اسلامی انقلاب کی کامیابی کے راستوں کی رہنمائی کی ہے۔

تیسرا اہم نکتہ ان آیات میں یہ بیان ہوا ہے کہ: اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنگ دست پایا تو آپ کو مالدار بنایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پروردگار عالم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنگدستی کو خدیجہ علیہا السلام کے مال و دولت

۱۔ شواہد التنزیل، ج ۲، ص ۴۴۶

کے ذریعہ مالداری اور ثروت میں بدل دیا۔ یہ حضرت خدیجہ علیہا السلام کا مال ہی تھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریک کے ابتدائی دور کی مشکلات کو حل کرنے میں بہت مدد دی۔

پس پروردگار عالم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی بھی حالت میں تنہا نہیں چھوڑا بلکہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کی حمایت اور حضرت خدیجہ علیہا السلام کی دولت کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد فرمائی۔

یتیموں اور حاجت مندوں پر مہربانی کا حکم

☆ آیت ۹ اور ۱۰ میں یتیم کی تحقیر نہ کرنے اور سائل کو نہ جھڑکنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ خطاب اگرچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے چونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود یتیمی کی کیفیت کو محسوس کر چکے تھے لہٰذا ظاہری طور پر خطاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ یہ حکم تمام انسانوں کو دے رہا ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہاتھ پھیلانے والا کوئی بھی ہو اس نے اپنی آبرو ہتھیلی پر رکھ کر آپ کی طرف ہاتھ بڑھایا ہے تو آیت میں یہ حکم آیا کہ جھڑکی دے کر اس کی عزت نفس کو مزید مجروح نہ کرو۔

اللہ کی نعمتوں کو دوسروں کے سامنے بیان کرنے کا حکم

☆ آیت ۱۱ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پروردگار عالم کی عطا کردہ نعمتوں کو بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک قول کے مطابق رسول خدا کو یہ حکم مل رہا ہے کہ اللہ نے نبوت کی نعمت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنایت فرمائی ہے، اسے بیان کریں یعنی اپنی رسالت کا برملا اعلان کریں[1]۔

فضائل وخصوصیات:

شفاعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ وَالضُّحٰى كَانَ مِمَّنْ يَرْضَاهُ اللّٰهُ وَلِمُحَمَّدٍ أَنْ يَشْفَعَ لَهُ وَلَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ بِعَدَدِ كُلِّ يَتِيْمٍ وَ سَائِلٍ[2]

جو شخص سورۂ ضحیٰ کی تلاوت کرے گا وہ ایسے لوگوں میں سے ہوگا جن سے خدا راضی ہوگا اور وہ اس لائق ہوگا کہ

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، تفسیر آیت مورد بحث

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۹

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی شفاعت کریں اور ہر یتیم اور سوال کرنے والے (مسکین) کی تعداد کے دس گنا برابر اس کے لئے حسنات ہوں گے۔

تمام اعضا کی گواہی: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

من اَکْثَرَ قِرَاَۃَ وَالشَّمْسِ وَضُحٰہَا وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَالضُّحٰی وَاَلَمْ نَشْرَحْ فِیْ یَوْمِہٖ وَلَیْلَتِہٖ لَمْ یَبْقَ شَیْءٌ بِحَضْرَتِہٖ اِلَّا شَہِدَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی شَعْرُہٗ وَبَشَرُہٗ وَلَحْمُہٗ وَدَمُہٗ وَعُرُوْقُہٗ وَعَصَبُہٗ وَعِظَامُہٗ وَجَمِیْعُ مَا اَقَلَّتِ الْاَرْضُ مِنْہُ[1]

جو شخص دن یا رات میں (کسی بھی وقت) سورۂ شمس، سورۂ لیل، سورۂ ضحیٰ اور سورۂ الم نشرح کی کثرت سے تلاوت کرے گا کائنات کی ہر چیز اس کے لئے گواہی دے گی یہاں تک کہ اس کے بال، جلد، گوشت، خون، رگیں، اعصاب، ہڈیاں اور روئے زمین پر موجود تمام چھوٹے ذرات بھی گواہی دیں گے۔

☆☆☆☆☆

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۸

سورۂ الم نشرح کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ الم نشرح

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
الم نشرح	30	94	12	مکہ مکرمہ	08	01	103	27

☆ سورۂ الم نشرح موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا چورانوے واں (۹۴) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے بارہواں (۱۲) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کو اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے اسے "سورۂ" الم نشرح کہا گیا ہے جس میں اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے سینے کو وسیع کرنے کو بیان کیا ہے اور انشراح عربی میں کشادہ اور وسیع کرنے کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ سورۂ ضحیٰ کے مضامین کی تکمیل سورۂ الم نشرح میں	۲۔ رسول ﷺ کو عطا کردہ بعض نعمتوں کا بیان
۳۔ مشکلات اور زحمتوں کے بعد راحت وسکون کا حاصل ہونا	۴۔ منصب ولایت پر حضرت علیؑ کو مقرر کرنے کا حکم
۵۔ رسول خدا کو پروردگار عالم کی بارگاہ کی طرف رغبت کا حکم	۶۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

☆ اس سورے میں اللہ نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ اس نے اپنے رسول ﷺ کا سینہ اتنا کشادہ کر دیا ہے کہ وہ کفار قریش کی اذیتوں کے باوجود ہدایت کرتے رہیں گے اور یہ بھی اعلان کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کا ذکر ہمیشہ بلند رہے گا۔

سورۂ ضحیٰ کے مضامین کی تکمیل سورۂ الم نشرح میں

معنوی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو یہ سورہ، سورۂ ضحیٰ کے مضامین کا خاتمہ ہے اسی لئے نماز میں ایک ہی رکعت میں دونوں سوروں کی تلاوت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ان دونوں سوروں کا مضمون بھی ایک دوسرے سے کافی ملتا جلتا ہے جیسے کہ پروردگار عالم نے اپنے رسول کو یتیمی میں پناہ دی اور تنگ دستی میں بے نیاز بنایا اسی طرح کفار کے مقابلہ

میں رسول ﷺ کے سینہ کو اس قدر کشادہ کر دیا کہ ان کی اذیتوں کے باوجود ہدایت کرتے رہیں گے اور رسول ﷺ کا ذکر ہمیشہ بلند و بالا رہے گا۔

رسول ﷺ کو عطا کردہ بعض نعمتوں کا بیان

☆ آیت ا سے ۴ تک میں پروردگار عالم کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کو عطا کی گئی تین اہم نعمتوں کا ذکر ہے:

ا۔ **شرح صدر:** یعنی رسول خدا ﷺ کے سینے کو معارف الٰہی اور حقائق کائنات کے ادراک کے لئے اللہ نے کشادہ کیا۔ اصولی طور پر کوئی عظیم رہبر شرح صدر کے بغیر مشکلات کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور وہ شخص جس کی رسالت سب سے زیادہ عظیم ہے اس کا شرح صدر سب سے زیادہ ہونا چاہیے تاکہ تبلیغ دین کی ذمہ داری کے دوران پیش آنے والی سختیاں ان کے سکون کو درہم برہم نہ کرسکیں، وہ مشکلات کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کریں، دشمنوں کی مکاریاں اسے مایوس نہ کریں اور کفار و مشرکین کے بے ہودہ سوالات کے مقابلہ میں بہترین استدلال کے ذریعے اپنے موقف کو بیان کریں۔ یہ شرح صدر رسول خدا ﷺ کے لئے اللہ کا ایک عظیم تحفہ تھا۔

۲۔ **اس بوجھ کا ہٹا لیا جانا جو بہت ہی سنگین تھا:** یعنی رسالت کا جو سنگین بوجھ تھا اس کو آپ ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہلکا کر دیا ہے۔ ایک جاہل اور مغرور و متکبر قوم کے درمیان ایک مہذب معاشرہ تشکیل دینے کا بوجھ کمر شکن تھا لیکن رسول خدا ﷺ نے تائید خداوندی سے اس مرحلے کو بہترین انداز میں انجام دیا۔

۳۔ **ذکر کی بلندی کی نعمت:** یعنی اللہ نے اپنے رسول کے ذکر کو قیامت تک کے لئے بلند کر دیا ہے جس کے نتیجہ میں اللہ کے نام کے ساتھ رسول ﷺ کا نام بھی فضا میں گونجتا رہے گا۔

مشکلات اور زحمتوں کے بعد راحت و سکون کا حاصل ہونا

☆ آیت ۵ اور ۶ میں ایک اصل اور قانون الٰہی کی نشاندہی کی گئی ہے کہ زحمت کے بعد راحت اور سکون میسر ہوتا ہے۔ بس بندگان خدا کو اللہ کی رحمت سے صرف مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہمیشہ اللہ سے امید رکھنا چاہیے کہ وہ ان کی مشکلات کو حل کرے گا۔

منصب ولایت پر حضرت علی علیہ السلام کو مقرر کرنے کا حکم

☆ آیت ۷ کے بارے میں مفسرین کے درمیان بہت ہی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض روایات کے مطابق رسول خدا ﷺ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب وہ تکمیل شریعت سے فارغ ہو جائیں تو حضرت علی علیہ السلام کی امامت کا اعلان

کریں۔ اہل سنت کے مشہور عالم دین عبید اللہ ابن احمد حسکانی نے اپنی تفسیر "شواہد التنزیل" میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت بیان کی ہے جس میں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ "جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہو جائیں تو نصب کریں یعنی علی کو ولایت کے لئے (۱)۔" ایک اور روایت میں بیان ہوا ہے کہ "اے رسول! جب آپ تکمیل شریعت سے فارغ ہو جائیں تو علی کو امامت کے منصب پر نصب کیجئے (۲)۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پروردگار عالم کی بارگاہ کی طرف رغبت کا حکم

☆ آیت ۸ میں پروردگار عالم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دے رہا ہے کہ: اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب آپ ان تمام فرائض سے فارغ ہو جائیں تو اپنے رب کی طرف راغب ہو جائیں۔

فضائل وخصوصیات:

سینے کے درد کا علاج: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

مَنْ قَرَأَهَا عَلَى أَلَمٍ فِي الصَّدْرِ وَ كَتَبَهَا لَهُ شَفَاهُ اللّٰهُ (۳)

جس شخص کے سینے میں درد ہو اگر وہ اس سورے کی تلاوت کرے اور اسے لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اللہ اسے شفاء عطا کرے گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم کو دور کرنے والے کے برابر ثواب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ أَلَمْ نَشْرَحْ أُعْطِيَ مِنَ الْأَجْرِ كَمَنْ لَقِيَ مُحَمَّدًا مُغْتَمًّا فَفَرَّجَ عَنْهُ (۴)

جو شخص سورۂ الم نشرح کی تلاوت کرے اسے اتنا ثواب عطا کیا جائے گا جتنا اس شخص کو عطا کیا گیا جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غمگین حالت میں دیکھ کر ان کا غم دور کیا ہو۔

☆☆☆☆☆

۱۔ شواہد التنزیل، ج ۲، ص ۳۵۱، بحوالہ الکوثر فی تفسیر القرآن تفسیر آیت مورد بحث

۲۔ بحار الانوار، ج ۳۶، ص ۱۳۳

۳۔ تفسیر برہان، ج ۸، ص ۳۱۳، بحوالہ تسکین روح، ص ۳۳۹

۴۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۵۹

سورۂ تین کا مختصر جائزہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جدول سورۂ تین

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
تین	30	95	28	مکہ مکرمہ	08	01	162	34

☆ سورۂ تین موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا پچانوے واں (۹۵) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے اٹھائیسواں (۲۸) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس سورے کا نام "سورۂ تین" رکھا گیا ہے اور تین عربی میں انجیر کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ چار اہم قسمیں	۲۔ انسان کی عمدہ خلقت کا بیان
۳۔ بعض انسانوں کا پستی کی طرف جانا	۴۔ نیک افراد کے لئے بے حد اجر وثواب کا بیان
۵۔ اللہ کا سب سے بالاتر حاکم ہونا	۶۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

☆ اس سورے میں تمام مخلوقات میں انسان کے بہترین مخلوق ہونے کو بیان کیا گیا ہے لیکن کبھی یہ انسان اپنا بلند مقام چھوڑ کر پست ترین گڑھے میں گر جاتا ہے اور حیوانات سے بھی بدتر ہو جاتا ہے لہٰذا ایمان وعمل صالح کے ذریعے انسان کو اپنے بلند مقام کا تحفظ کرنا چاہیے۔

چار اہم قسمیں

☆ آیت ۱ سے ۳ تک میں پروردگار عالم نے چار اہم قسمیں کھائی ہیں جو بعد میں بیان ہونے والے مطالب کے

لئے مقدمے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ قسمیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱، ۲۔ انجیر اور زیتون کی قسم: ''انجیر'' بہت زیادہ غذائی قدر و قیمت کا حامل ہے اور ہر سن و سال کے لئے ایک مقوی اور غذا سے بھرپور پھل ہے، جس میں چھلکا، گٹھلی اور کوئی زائد چیز نہیں ہوتی۔

زیتون ایک روغن (تیل کی قسم) ہے جس کے بارے میں امیر المومنین علیہ السلام سے ایک روایت میں آیا ہے:

''وہ گھر جس میں سرکہ اور زیتون سالن کے طور پر استعمال ہوتا ہے، وہ کبھی کھانے سے خالی نہ ہوگا اور یہ پیغمبروں کی غذا ہے(۱)۔''

۳۔ طور سینین کی قسم: طور اس پہاڑ کو کہا جاتا ہے جو صحرائے سینا کے دامن میں واقع ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی اور شریعت نازل ہوئی تھی اور اس مقام پر آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے تھے۔

۴۔ اور اس امن و امان والے شہر (مکہ مکرمہ) کی قسم: امن کے شہر سے مراد بالاتفاق مکہ ہے جہاں داخل ہونے والے کو زمانِ جاہلیت میں بھی امن ملتا تھا کہ اگر کوئی مجرم اور قاتل بھی حرم میں داخل ہو جاتا تھا تو اسے حرم میں موجود ہونے تک امن مل جاتا تھا۔ اسلام میں تو جانور، سبزی اور درخت تک کے لیے امن ہے۔

انسان کی عمدہ خلقت کا بیان

☆ آیت ۴ سے ۶ تک میں کھائی جانے والی قسموں کا نتیجہ بیان کرتے ہوئے پروردگارِ عالم نے انتہائی فخر و ناز کے ساتھ بیان کیا کہ انسان کی خلقت ہمارا ایک عظیم شاہکار ہے جس پر ہمیں خود ناز ہے۔

بعض انسانوں کا پستی کی طرف جانا

لیکن افسوس! بہترین خلقت کا اعزاز حاصل کرنے والا یہ انسان بعض اوقات اپنے اس عظیم اور بلند مقام کو چھوڑ کر ذلت کی انتہائی پستی میں گر پڑتا ہے اور پھر ایک مقام ایسا آتا ہے جہاں یہ جانوروں اور چوپایوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے کیونکہ خداوندِ عالم نے جانوروں کو عقل و شعور کی نعمت عطا نہیں فرمائی اور انسان کو عقل و شعور کی وہ نعمت عطا فرمائی ہے جس سے رہنمائی لے کر انسان فرشتوں سے بھی آگے نکل سکتا تھا مگر اپنے کردار اور اپنی ذمہ داریوں سے غفلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انتہائی ذلت کے مقام پر جا پہنچا۔

۱۔ تفسیر نمونہ، ذیل تفسیر سورہ

نیک افراد کے لئے بے حد اجر و ثواب کا بیان

البتہ ایک گروہ انسانوں میں سے ایسا بھی ہے جس نے اللہ کی اس عظیم نعمت کی حفاظت کی اور پروردگارِ عالم پر ایمان لایا اور نیک اعمال انجام دیئے۔ درحقیقت یہ وہ لوگ ہیں جو اشرف المخلوقات ہیں جن کا مرتبہ فرشتوں سے بھی بہت بلند وبالا ہے۔ ان کا یہ عمل انہیں ایک ایسے اجر کا مستحق بناتا ہے جو دائمی اور کبھی نہ ختم ہونے والا ہے۔

اللہ کا سب سے بالاتر حاکم ہونا

☆ آیت ۷ اور ۸ میں ایسے انسان کو مخاطب کیا گیا ہے جو ان تمام دلائل کو دیکھنے کے باوجود روزِ جزا کی تکذیب کرتا ہے۔ وہ دلائل ایک طرف تو خود انسان کے اپنے وجود کی بناوٹ کی صورت میں ہیں اور دوسری طرف اس وسیع و عریض عالم کی عمارت اس بات کی نشان دہی کرتی ہے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی انسان کی خلقت اور اس عظیم جہان کی خلقت کا اصل ہدف نہیں ہوسکتی بلکہ یہ سب کچھ مقدمہ ہے اس دن کے لئے جب انسان کو اس کے تمام اعمال کا اجر دیا جائے گا اور اس دن فیصلہ کا اختیار صرف خداوند عالم کو ہی ہوگا جو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

فضائل وخصوصیات:

سلامتی: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَهَا أَعْطَاهُ اللهُ خَصْلَتَيْنِ الْعَافِيَةَ وَالْيَقِيْنَ مَادَامَ فِي دَارِ الدُّنْيَا (۱)

جو شخص اس سورے کو پڑھے گا جب تک وہ دنیا میں رہے گا خدا اس کو دو نعمتیں عطا کرے گا، سلامتی اور یقین۔

خواہش کے مطابق جنت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ وَالتِّيْنِ فِي فَرَائِضِهِ وَنَوَافِلِهِ أُعْطِيَ مِنَ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْضٰى إِنْ شَاءَ اللهُ (۲)

جو شخص واجب یا مستحب نماز میں سورۂ تین کی تلاوت کرے گا اسے جنت سے اتنا عطا کیا جائے گا یہاں تک وہ راضی ہو جائے۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر نمونہ، ذیل تفسیر سورہ

۲۔ اعلام الدین، ص ۳۸۳، حسن ابن ابی الحسن دیلمی، موسسہ آل البیت علیہم السلام، قم ۱۴۰۸ ہجری

سورۂ علق کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ علق

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
علق	30	96	01	مکہ مکرمہ	19	01	288	72

☆ سورۂ **علق** موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا چھیانوے واں (۹۶) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے پہلا (۱) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی دوسری آیت کی مناسبت سے ''سورۂ علق'' رکھا گیا ہے جس میں انسان کی خلقت خون کے لوتھڑے سے کرنے کو بیان کیا گیا ہے اور علق عربی میں جمے ہوئے خون کو کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس سورے کو ''سورۂ اقرا'' اور ''سورۂ قلم'' بھی کہا جاتا ہے (۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزول وحی کا آغاز اور بعثت	۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھنے کا حکم
۳۔ پروردگار عالم کا تمام مخلوقات کا خالق ہونا	۴۔ انسان کو قلم کے ذریعے تعلیم دینا
۵۔ پروردگار عالم کی نعمتوں کے باوجود انسان کی سرکشی	۶۔ نماز سے روکنے والوں کی مذمت
۷۔ نماز پڑھنے والوں کا ہدایت اور تقویٰ کی راہ پر ہونا	۸۔ اللہ کی اطاعت اور اس کی بارگاہ میں سجدہ کرنے کا حکم
۹۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

☆ اس سورے کی آخری آیت کی جب تلاوت کی جائے تو سجدہ کرنا واجب ہے اور یہ قرآن مجید کا آخری اور چوتھا واجب سجدہ ہے۔

۱۔ تفسیر برہان، ج ۴، ص ۴۷۸، بحوالہ تفسیر نمونہ

☆ مفسرین کے نزدیک یہ پہلی وحی ہے جو رسول خدا ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس پہلی وحی میں ہی رسول خدا ﷺ کو ''پڑھنے'' کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اسلام کا پہلا پیغام پڑھنے اور لکھنے کا ہے، اسی سے علم کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس پہلی وحی سے ہی ایک اہم بات سمجھ میں آتی ہے کہ رسول خدا ﷺ وحی کے نازل ہونے سے پہلے ہی صرف اللہ کو اپنا رب مانتے تھے اسی لئے یہ نہیں کہا گیا کہ آپ کا رب کون ہے بلکہ یہ کہا گیا کہ اپنے رب کا نام لے کر پڑھو۔

رسول خدا ﷺ پر نزول وحی کا آغاز اور بعثت

رسول خدا ﷺ ایک ایسی قوم میں پیدا ہوئے تھے جو کفر و شرک کا مجسمہ تھی۔ آنحضرت ﷺ ان کی یہ تباہ حالت دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتے تھے اور یہ چاہتے کہ کسی طرح ان کے جاہلانہ اعتقادات اور وحشیانہ اخلاق و عادات کی اصلاح کر کے دینداری اور خدا پرستی کی تعلیم دیں۔ مکہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک غار تھا جسے غار حرا کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ ہر روز وہاں تشریف لے جاتے تھے اور گھنٹوں تنہائی میں اپنی قوم کی اصلاح کے متعلق سوچا کرتے تھے اور خدا سے رو رو کر ان کی گمراہی دور کرنے کی دعا بھی مانگا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ تنہائی اور گوشہ نشینی حضرت ﷺ کو ایسی پسند آئی کہ کئی کئی روز متواتر وہیں رہنے لگے۔ وہاں کی تنہائی آپ ﷺ کو دنیا کی تمام محفلوں سے زیادہ دلکش نظر آتی تھی۔

اس طرح خداوند تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے رسول خدا ﷺ کو چالیس سال گزر گئے۔ ایک مرتبہ جب آپ ﷺ غار حراء میں معبود حقیقی سے راز و نیاز میں مشغول تھے اس وقت اچانک حضرت جبرئیل امین علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور رسالت کی خوشخبری دیتے ہوئے وہ پہلی آیات پڑھ کر سنائیں جو خداوند تعالیٰ کی جانب سے نازل کی گئی تھیں جس میں پروردگار عالم نے اپنے حبیب ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ''اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے، پڑھو کہ تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی ہے اور انسان کو وہ سب کچھ سکھا دیا ہے جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

رسول خدا نے جب یہ آیات مبارکہ سنیں اور خداوند تعالیٰ کی جانب سے پیغمبری کی خوشخبری ملی اور آپ ﷺ نے مقام کبریائی کی عظمت و شان کا مشاہدہ کیا تو اس نعمت عظمیٰ کو حاصل کرنے کے بعد آپ نے اپنے وجود مبارک میں

مسرت وشادمانی محسوس کی چنانچہ آپ غار سے باہر تشریف لائے اور گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔ راستے میں جتنی پہاڑیاں اور چٹانیں تھیں وہ سب قدرت حق سے گویا ہو گئی تھیں اور پیغمبر خدا کے ساتھ باادب واحترام پیش آ رہی تھیں اور "السلام علیک یا نبی اللہ" کہہ کر آپ سے مخاطب ہو رہی تھیں۔

مورخین کے مطابق واقعہ "عام الفیل" کے چالیس سال گزر جانے کے بعد رسول خدا پر "۲۷ رجب" کو پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حراء سے گھر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان کر دیا۔ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت علی علیہ السلام اور عورتوں میں آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ علیہا السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغمبر ہونے کی تصدیق کی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھنے کا حکم

☆ آیت ا سے ۵ تک میں پروردگار عالم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دے رہا ہے کہ اپنے پروردگار کے نام سے پڑھو جس نے خلق کیا۔

پروردگار عالم کا تمام مخلوقات کا خالق ہونا

اس خلق میں تمام مخلوقات کا خلق شامل ہے، کسی خاص مخلوق کے خلق کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ کائنات کی تمام مخلوقات کی خلقت کو بیان کرنے کے بعد پروردگار عالم اپنی ایک خاص مخلوق کا ذکر فرمایا جسے اس نے اشرف المخلوقات کا درجہ بخشا ہے اور یہ واضح کیا کہ اس مخلوق کی خلقت کی ابتدا جمے ہوئے خون سے ہوئی، یہ وہ ابتدائی حالت ہے جو ماں کے رحم میں حمل ٹھہرنے کے بعد رونما ہوتی ہے پھر وہ گوشت کی شکل اختیار کرتا ہے اور اس کے بعد مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے ایک مکمل انسان وجود میں آتا ہے۔

انسان کو قلم کے ذریعے تعلیم دینا

یہ اسی اللہ کا کرم ہے کہ اس نے انسان کی خلقت کی ابتدا ایک حقیر حالت سے کی، اس کے بعد اسے صاحب علم بنایا نہ صرف صاحب علم بنایا بلکہ اسے قلم استعمال کرنے کا ہنر بھی عطا فرمایا تاکہ وہ اس علم کو قلم کے ذریعے دوسروں تک پہنچائے، اگر پروردگار عالم کتابت کا فن نہ دیتا تو انسان کی علمی قابلیت کو مختلف لوگوں کے ذہنوں تک پھیلنے اور ایک نسل کے علوم دوسری نسل تک پہنچنے کا موقع نہ ملتا۔ اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "علم کو بند کرو، عرض کیا گیا کہ کیسے

بند کریں؟ فرمایا کتابت (لکھنے) کے ذریعے سے[۱]۔"

پروردگار عالم کی نعمتوں کے باوجود انسان کی سرکشی

☆ آیت ۶ اور ۷ کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب علم یا مال میں کسی بھی اعتبار سے بے نیاز ہو جاتا ہے تو خدا کی نافرمانی شروع کر دیتا ہے۔ جب اس کے پاس دنیاوی مال و دولت کی فراوانی ہوتی ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ جس طرح لوگوں سے بے نیاز ہوا ہے اسی طرح اللہ کی ذات سے بھی بے نیاز ہے تب وہ پروردگار کی نافرمانی شروع کرتا ہے۔ جس ہستی نے مال و دولت کی نعمت اسے عطا کی ہے اس کے احسانات کو فراموش کرتا ہے اور سرکشی پر اتر آتا ہے۔ اس کی سرکشی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ وہ اس بات کو بھی بھول جاتا ہے کہ ایک دن اسے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اس مال و دولت کا حساب دینا ہے۔ ہر دور میں سرمایہ داروں کا یہی خاصہ رہا ہے اور روشن فکر اہل علم کا بھی۔ حضرت امام علی علیہ السلام سے بعض لوگوں نے عرض کیا کہ مولا! ہمیں مختصر الفاظ میں کوئی نصیحت کریں۔ اس وقت آپ علیہ السلام نے فرمایا: "دنیا کے حلال میں حساب اور حرام میں سزا ہے[۲]۔"

نماز سے روکنے والوں کی مذمت

☆ آیت ۹ سے ۱۴ تک میں اس شخص کی مذمت کی گئی ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھنے سے روکتا تھا۔ بعض روایات کے مطابق وہ شخص ابوجہل تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں مشغول ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گستاخی کرے چنانچہ وہ اسی ارادے سے آگے بڑھا اور اچانک واپس پلٹا۔ لوگوں نے ابوجہل سے اس کی وجہ پوچھا تو کہا کہ میں نے اپنے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان آگ کے شعلوں کی خندق حائل دیکھی، اس سے گھبرا کر واپس ہوا ہوں۔

نماز پڑھنے والوں کا ہدایت اور تقویٰ کی راہ پر ہونا

ان آیات میں پروردگار عالم نے واضح بیان کیا کہ جس "عبد" کو نماز اور عبادت الٰہی سے روکا جا رہا ہے وہ ہدایت اور تقویٰ کے راستے پر گامزن ہے۔ اللہ اس تکذیب کرنے والے اور ہمارے عبد کو نماز سے روکنے والے کو خوب جانتا

۱۔ تحف العلم، ص ۳۶

۲۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۴۵۹

ہے، اللہ اس کے ہر کام کو مشاہدہ فرما رہا ہے لہٰذا یہ مجرم اپنی نازیبا حرکتوں سے باز نہ آیا تو وہ اللہ کے عذاب کا شکار ہوگا۔

اللہ کی اطاعت اور اس کی بارگاہ میں سجدہ کرنے کا حکم

☆ آیت ۱۵ سے ۱۹ تک میں خدا ان لوگوں کا عذاب بیان کر رہا ہے جو بندگانِ خدا کو عبادت الٰہی سے روکتے ہیں۔ اس کی سزا یہ ہوگی کہ اسے جہنم کے مامورین گرفتار کر کے اس کی جھوٹی اور گناہوں سے آلودہ پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ کر جہنم رسید کریں گے۔ ساتھ ہی رسول خدا ﷺ کو ایسے سرکش و نافرمانوں کی اطاعت کے بجائے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اس کا تقرب حاصل کرتے رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔

فضائل وخصوصیات:

شہادت کی موت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ فِي يَوْمِهِ أَوْ لَيْلَتِهِ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ ثُمَّ مَاتَ فِي يَوْمِهِ أَوْ فِي لَيْلَتِهِ مَاتَ شَهِيدًا وَ بَعَثَهُ اللهُ شَهِيدًا وَ أَحْيَاهُ شَهِيدًا وَ كَانَ كَمَنْ ضَرَبَ بِسَيْفِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ مَعَ رَسُولِ اللهِ [1]

جو شخص دن یا رات کو سورہ "اقرأ باسم ربک" پڑھے گا اور وہ اس رات یا دن کو مر جائے تو وہ دنیا سے شہید جائے گا اور خدا اسے شہید زندہ کرے گا اور وہ قیامت میں اس شخص کے مانند ہوگا جس نے راہ خدا میں رسول خدا ﷺ کے ساتھ شمشیر سے جہاد کیا ہو۔

سمندری سفر میں حفاظت: رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَهَا وَهُوَ رَاكِبُ الْبَحْرِ سَلَّمَهُ اللهُ تَعَالَى مِنَ الْغَرَقِ [2]

اگر سمندر میں سفر کرنے والا شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا تو اللہ اسے غرق ہونے سے بچائے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ ثواب الاعمال، ص ۱۲۴

۲۔ تفسیر برہان، ج ۸، ص ۳۲۲، بحوالہ تسکین روح، ص ۳۳۵

سورۂ قدر کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ قدر

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
قدر	30	97	25	مکہ مکرمہ	05	01	114	30

☆ سورۂ قدر موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ستانوے واں (۹۷) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے پچیسواں (۲۵) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے ''سورۂ قدر'' رکھا گیا ہے جس میں اللہ نے قرآن مجید کو شب قدر میں نازل کرنے کو بیان کیا ہے۔ شب قدر میں انسان کی تقدیر کو معین کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس سورے کو ''سورۂ انا انزلناہ'' بھی کہا جاتا ہے (۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قرآن مجید کے نزول کا وقت	۲۔ ایک سوال اور اس کا جواب
۳۔ شب قدر کا ہزار مہینوں سے افضل ہونا	۴۔ شب قدر ملائکہ اور روح کا زمین پر نازل ہونا
۵۔ شب قدر کا سلامتی سلامتی رات ہونا	۶۔ شب قدر کا بیان
۷۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

قرآن مجید کے نزول کا وقت

☆ آیت ۱ سے ۵ تک کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سورے میں نزول قرآن کا وقت شب قدر بیان ہوا ہے اور شب قدر ماہ مبارک رمضان کی ۱۹، ۲۱ اور ۲۳ ویں شب میں سے ایک کو کہا جاتا ہے جس میں ایک ہی دفعہ پورا قرآن مجید قلب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہ شب اتنی عظیم ہے کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس شب میں تمام

۱۔ تسکین روح، ص ۴۳۶

مخلوقات کے سال بھر کے امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

سورۂ قدر کو موجودہ ترتیب کے اعتبار سے سورۂ علق کے بعد رکھا گیا ہے۔ اس ترتیب پر غور کریں تو ظاہر ہوتا ہے کہ جس پاک کتاب کے نزول کا آغاز سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات سے ہوا تھا اُسی کتاب کے متعلق سورۂ قدر میں لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ وہ کس تقدیر ساز رات میں نازل ہوئی ہے اور کیسی جلیل القدر کتاب ہے۔ پروردگار عالم ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس کتاب کو ہم نے نازل کیا ہے۔ اس کتاب کی عظمت کے لئے اتنا کافی ہے کہ اسے ہم نے نازل کیا ہے۔ یعنی یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی نہیں ہے بلکہ اس کے نازل کرنے والے ہم ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس کا نزول ہماری طرف سے شب قدر میں ہوا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں ایک سوال سامنے آتا ہے کہ تاریخی لحاظ سے اور قرآن مجید کے مضامین کے لحاظ سے یہ بات مسلم ہے کہ یہ آسمانی کتاب تدریجی طور پر اور تیئس سال کے عرصہ میں نازل ہوئی ہے جبکہ اس سورے میں قرآن مجید کو ایک ساتھ شب قدر میں نازل کرنے کو بیان کیا گیا ہے، پس اس کا مطلب کیا ہے؟

محققین و مفسرین نے اس سوال کا جواب یہ بیان کیا ہے کہ قرآن کے دو نزول ہیں:

۱۔ نزول دفعی (یک بارگی): جو ایک ہی رات میں سارے کا سارا قرآن مجید پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر یا بیت المعمور پر یا لوح محفوظ سے نچلے آسمان پر نازل ہوا۔

۲۔ نزول تدریجی: جو تیئس سال کے عرصہ میں نبوت کے دوران انجام پایا۔

یعنی قرآن مجید ایک مرتبہ مکمل طور پر قلب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اور اس کے بعد تیئس سال کے عرصہ میں رفتہ رفتہ مختلف سورے نازل ہوتے گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے سامنے ان کی تلاوت کرتے گئے۔

اس کے بعد والی آیت میں اس شب قدر کی عظمت کو مزید واضح کرنے کے لئے پروردگار عالم نے فرمایا کہ "تو کیا جانے کہ شب قدر کیا ہے؟" اس سوال کے فوراً بعد خود ہی جواب دیا کہ "شب قدر ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔"

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت کے مشہور مفسر قرآن علامہ مودودی کی عبارت بیان کی جائے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ: "شب قدر کے دو معنی ہیں اور دونوں ہی یہاں مقصود ہیں:

۱۔ یہ وہ رات ہے کہ جس میں تقدیروں کے فیصلے کر دیے جاتے ہیں، یا بالفاظِ دیگر یہ رات عام راتوں جیسی نہیں ہے، بلکہ یہ قسمتوں کے بنانے اور بگاڑنے کی رات ہے۔ اس میں اِس کتاب کا نزول محض ایک کتاب کا نزول نہیں ہے بلکہ یہ وہ کام ہے جو نہ صرف قریش، نہ صرف عرب، بلکہ دنیا کی تقدیر بدل کر رکھ دے گا۔

شب قدر کا ہزار مہینوں سے افضل ہونا

۲۔ یہ رات بڑی قدر و منزلت اور عظمت و شرف رکھنے والی ہے اور آگے اس کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ یہ ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ اس سے کفارِ مکہ کو گویا متنبہ کیا گیا ہے کہ تم اپنی نادانی سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش کی ہوئی اس کتاب کو اپنے لئے ایک مصیبت سمجھ رہے ہو، حالانکہ جس رات کو اس کے نزول کا فیصلہ صادر کیا گیا وہ اتنی خیر و برکت والی رات تھی کہ کبھی انسانی تاریخ کے ہزار مہینوں میں بھی انسان کی بھلائی کے لیے وہ کام نہیں ہوا تھا جو اِس رات میں کر دیا گیا(۱)۔''

شب قدر ملائکہ اور روح کا زمین پر نازل ہونا

اس کے بعد اس رات کی عظمت و بزرگی کو مزید واضح تر کرنے کے لئے بیان فرمایا کہ ''اس رات فرشتے اور روح اپنے پروردگار کے اذن سے ہر کام کی تقدیر کے لئے نازل ہوتے ہیں'' یعنی فرشتے وحیِ الٰہی کے ساتھ مخلوقات کی سال بھر کی تقدیر کو معین کرنے کے لئے نازل ہوتے ہیں۔

شب قدر کے بارے میں بہت سی روایات میں بیان ہوا ہے کہ اس رات مخلوقات کے اعمال اور پورے سال کے مقدرات کو وقت کے نبی یا امام کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں یہ تمام امورِ خدا کی آخری حجت حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ ایک روایت ہے کہ ہر سال شب قدر میں ملائکہ اور روح، امام زمانہ علیہ السلام پر نازل ہوتے ہیں اور سال کے مقدرات امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح سے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شب قدر میں ہر سال کے امور کی تفصیل امامِ عصر علیہ السلام کی خدمت میں نازل ہوتی ہے جس میں خود آپ علیہ السلام اور دوسروں کے بارے میں احکام ہوتے ہیں(۲)۔

شب قدر کا سلامتی والی رات ہونا

یہ ایک ایسی رات ہے جو آغاز سے اختتام تک یعنی طلوعِ فجر تک سراسر سلامتی ہی سلامتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض

۱۔ تفہیم القرآن، تفسیر سورۂ قدر

۲۔ تفسیر المیزان، ج۲۰، ص۷۶۵

روایات کے مطابق تو اس رات میں شیطان کو زنجیر میں جکڑ دیا جاتا ہے (۱)۔

شب قدر کا بیان

شب قدر کے بارے میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی رات ہے؟ روایات کے مطابق شب قدر انیس، اکیس یا تیئس رمضان کی رات ہے اور ان میں بھی تیئس کا احتمال سب سے زیادہ ہے۔ اصول کافی کی ایک روایت میں بیان ہوا ہے کہ انیسویں کی رات کو تقدیر سازی ہوتی ہے اور اکیسویں کی رات کو ان مقدر ہونے والے امور پر تاکید کی جاتی ہے۔ اس کے بعد تیئسویں رات کو تمام امور کو حتمی شکل دی جاتی ہے۔

فضائل وخصوصیات:

گزشتہ گناہوں کی بخشش: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي فَرِيضَةٍ مِنْ فَرَائِضِ اللهِ نَادَىٰ مُنَادٍ يَا عَبْدَ اللهِ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا مَضَىٰ فَاسْتَأْنِفِ الْعَمَلَ (۲)

جو شخص اپنی کسی واجب نماز میں اس سورے کی تلاوت کرتا ہے تو ایک منادی ندا دیتا ہے کہ اے بندہ خدا! تیرے گزشتہ گناہ معاف کردیئے گئے ہیں پس اپنے اعمال کا پھر سے آغاز کر۔

دنیا وآخرت میں انتہائی فائدہ مند: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

هِيَ نِعْمَ رَفِيقُ الْمَرْءِ بِهَا يَقْضِي دَيْنَهُ وَيُعَظِّمُ دِينَهُ وَيَظْهَرُ فَلْجُهُ وَيَطُولُ عُمْرُهُ وَيَحْسُنُ حَالُهُ وَمَنْ كَانَتْ اَكْثَرَ كَلَامِهِ لَقِيَ اللهَ تَعَالَىٰ صِدِّيقًا شَهِيدًا (۳)

یہ سورہ انسان کا بہترین دوست ہے، اس سے قرض ادا ہوتے ہیں، دین بلند اور عظیم ہوتا ہے، کامیابیاں ظاہر ہوتی ہیں، عمر طولانی ہوتی ہے، حالت بہتر ہوتی ہے اور جو کثرت سے اس سورے کی تلاوت کرے گا وہ شہداء اور صدیقین کے زمرے میں خدا سے ملاقات کرے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر نمونہ، ذیل تفسیر سورۂ قدر

۲۔ ثواب الاعمال، ص ۱۲۳

۳۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۶۳

سورۂ بینہ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ بینہ

الفاظ	حروف	رکوع	آیات	مقام نزول	ترتیب نزول	موجودہ ترتیب	پارہ نمبر	نام سورہ
94	404	01	08	مکہ مکرمہ	100	98	30	بینہ

☆ سورۂ بینہ موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا اٹھانوے واں (۹۸) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے سوواں (۱۰۰) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے "سورۂ بینہ" رکھا گیا ہے اور بینہ عربی زبان میں کھلی ہوئی دلیل کو کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کئی دوسرے نام بھی بیان ہوئے ہیں جو اسی سورے میں استعمال ہونے والے الفاظ کی مناسبت سے رکھے گئے ہیں۔ ان سب سے زیادہ مشہور "سورۂ بینہ"، "سورۂ لم یکن" اور "سورۂ قیّمہ" ہیں (۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ اسلام کے آنے سے پہلے کفار و مشرکین کا اعتقاد	۲۔ اللہ کی واضح نشانیوں کا بیان
۳۔ کفر اختیار کرنے والوں کا انجام	۴۔ صاحبان ایمان، بہترین مخلوق
۵۔ تنہا عمل صالح کا کافی نہ ہونا	۶۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

اسلام کے آنے سے پہلے کفار و مشرکین کا اعتقاد

اس سورے کی آیات پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ اہل کتاب اور مشرکین دونوں مختلف اعتبار سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا انتظار کر رہے تھے اور ان پر ایمان لانے کے لئے آمادگی کا اظہار کر رہے تھے لیکن جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغام الٰہی کو پیش کیا تو سب منحرف ہو گئے اور آپس میں بھی اختلاف شروع کر دیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستانا شروع کر دیا۔ ان میں سے بعض لوگ پروردگار کی واضح آیات کو دیکھ کر ایمان لے آئے جبکہ بہت سے لوگ یہ جاننے کے

۱۔ تفسیر نمونہ، ذیل تفسیر سورہ

باوجود کہ جن کا انتظار ہم کر رہے تھے وہ رسول ﷺ یہی ہیں پھر بھی ان کا انکار کر بیٹھے۔

اللہ کی واضح نشانیوں کا بیان

☆ آیت ۱ سے ۵ تک میں ظہور اسلام سے پہلے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور مشرکین عرب کی اس حالت کو بیان کیا گیا ہے جس میں وہ دعویٰ کرتے تھے کہ جب تک اللہ کی طرف سے کوئی واضح دلیل نہ آئے اور اللہ کا مقرر کردہ کوئی رسول پاکیزہ صحیفوں (آسمانی کتاب) کی تلاوت نہ کرے ہم اپنے دین سے دستبردار نہیں ہوں گے۔ مگر جب اللہ کی طرف سے واضح نشانی آچکی اور اس کی طرف سے مقرر کردہ رسول کتاب کے ساتھ ان کے پاس آیا تو انہوں نے اس رسول کی رسالت کو ماننے سے انکار کر دیا۔

اس کے بعد اہل کتاب اور مشرکین" کو ملامت کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے دین اسلام کے بارے میں شدید اختلاف کیا، بعض ایمان لے آئے جبکہ بعض نے اس کا انکار کرتے ہوئے کفر اختیار کیا درحالانکہ اس دین نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اس کی عبادت میں کسی غیر کو شریک قرار نہ دیں اور توحید کی طرف مائل رہیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ پس یاد رکھو کہ جو دین پروردگار عالم کی طرف سے واضح نشانیوں کے ساتھ بیان ہوا ہے وہی سچا اور مستحکم دین ہے۔

کفر اختیار کرنے والوں کا انجام

☆ آیت ۶، ۷ اور ۸ میں کفر اختیار کرنے والے اور ایمان لانے والوں کے انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یعنی جو لوگ دین اسلام کے واضح دلائل کو دیکھنے کے بعد بھی کفر پر باقی رہیں وہ کائنات کی بدترین مخلوق ہیں، ان کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہوگی جس میں یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے مقابلہ میں صاحبان ایمان ہیں جو آیات الٰہی کو دیکھ کر ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے اور انہوں نے نیک اور صالح اعمال انجام دیئے یہی لوگ پروردگار کے نزدیک بہترین مخلوقات میں سے ہیں۔

صاحبانِ ایمان، بہترین مخلوق

اس آیت کی تفسیر میں اہل سنت کے مشہور مفسرین علامہ طبری، علامہ سیوطی اور علامہ حلبی نے اپنی اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے کہ "خیر البریہ" یعنی بہترین مخلوق سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی ذات اور ان کے ماننے والے ہیں۔ اصحاب

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کو آتے دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ "دیکھو مخلوقات میں سے بہترین ہستی آ رہی ہے (۱)"۔
ان صاحبان ایمان کو قیامت کے دن پروردگار عالم ان کے ایمان اور عمل صالح کی جزا کے طور پر جنت عدن میں جگہ عنایت فرمائے گا جو کہ جنت کا ایک اہم مقام ہے، اس میں وہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور اس جنت میں ان کے لئے سب سے بڑی نعمت خوشنودی خدا ہوگی۔ وہ اللہ کی طرف سے ملنے والی نعمتوں پر خوش اور راضی ہوں گے۔ البتہ اس مقام تک پہنچنا ہر صاحب ایمان کے بس کی بات نہیں بلکہ یہ مقام ان مومنین کو حاصل ہوگا جن کے دلوں میں وہ خوف و خشیت ہو جو اللہ کی نافرمانی سے روکنے کی بڑی طاقت ہے۔

تنہا عمل صالح کا کافی نہ ہونا

پس واضح ہوا کہ نجات کے لئے تنہا عمل صالح کافی نہیں ہے کہ انسان چند عبادات کو اپنی کامیابی سمجھے بلکہ اعمال صالح کے ساتھ ساتھ دل کی گہرائیوں میں خوف خدا بھی ہونا ضروری ہے جو اعمال کی نگرانی کرتا ہے اور انسان کو راہ حق سے منحرف ہونے سے بچائے رکھے۔

فضائل وخصوصیات:

آسان حساب اور شرک سے دوری: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:
مَنْ قَرَأَ سُورَةَ لَمْ يَكُنْ كَانَ بَرِيئًا مِنَ الشِّرْكِ وَأُدْخِلَ فِي دِينِ مُحَمَّدٍ وَبَعَثَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مُؤْمِنًا وَحَاسَبَهُ حِسَابًا يَسِيرًا (۲)
جو شخص سورۂ بینہ کی تلاوت کرے گا وہ شرک سے دور ہوگا اور دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہوگا اور اللہ اسے مومن اٹھائے گا اور اس سے آسان حساب لے گا۔

یرقان سے نجات: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:
جو شخص اس سورے کو لکھ کر اپنے پاس رکھے اگر اسے یرقان ہے تو وہ ختم ہو جائے گا (۳)۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر طبری، ج ۳ ص ۱۷۱ سورۂ بینہ۔ تفسیر در منثور تفسیر بینہ

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶ ص ۲۵۹

۳۔ تفسیر برہان، ج ۸، ص ۳۴۵، بحوالہ تسکین روح

سورۂ زلزال کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ زلزال

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
زلزال	30	99	93	مدینہ منورہ	08	01	185	36

☆سورۂ زلزال موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا ننانوے واں (۹۹) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے ترانوے واں (۹۳) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے ''سورۂ زلزال'' رکھا گیا ہے اور ''زلزال'' عربی میں زلزلے اور زمین کی لرزش کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قیامت کے واقع ہونے کی بعض نشانیوں کا بیان	۲۔ انسان کے تمام اعمال کے بارے میں زمین کی گواہی
۳۔ روزِ قیامت تمام انسانوں کا گروہ در گروہ اپنی قبروں سے نکلنا	۴۔ میدانِ حشر میں اعمال کا دکھایا جانا
۵۔ نیک اور برے کام کے ہر ذرے کا بدلہ ملنا	۶۔ سبق آموز واقعہ
۷۔ فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

☆سورۂ زلزال انسانی ضمیر کو جھنجوڑتا ہے اور انسان کو غفلت کی نیند سے بیدار کرتا ہے کہ قیامت کے دن زمین اللہ کی بارگاہ میں اپنے (یعنی زمین کے) اوپر بجالائے گئے اعمال کی گواہی دے گی اور اعمال کا ایک ایک ذرہ اللہ کی بارگاہ میں محفوظ ہوگا، اگر اچھائی ذرہ برابر ہوگی تو انسان اسے بھی پائے گا اور اگر وہ ذرہ برابر برائی کا مرتکب ہوا ہے تو اسے بھی پائے گا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ انسان خیر و شر کو لے کر حساب گاہ تک پہنچ جائے لیکن اگر کسی کا شر توبہ و استغفار یا شفاعت کی وجہ سے محو ہو گیا ہو یا کارِ خیر دوسرے گناہوں کی وجہ سے ضائع ہو گئے ہوں تو خیر و شر کو دکھایا نہیں جائے گا۔

قیامت کے واقع ہونے کی بعض نشانیوں کا بیان

☆آیت ۱ سے ۳ تک میں اس جہان کے اختتام اور قیامت کے شروع کے بعض ہولناک اور وحشت ناک

حوادث کو بیان کیا گیا ہے۔ اس ہولناکی کا آغاز اس طرح ہوگا کہ زمین شدت کے ساتھ ہلنے لگے گی اور وہ اپنے اندر موجود تمام ''سنگین بوجھ'' کو نکال کر باہر پھینک دے گی۔ یہ زلزلہ دنیا میں آنے والے عام زلزلوں کی شدت سے کئی گنا شدید ہوگا اور سارا کا سارا کرہ زمین لرزنے لگے گا۔ یہاں ایک لفظ ''سنگین بوجھ'' استعمال ہوا ہے، اس کے بارے میں مفسرین نے کئی تفسیریں بیان کی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں کہ:

اس سنگین بوجھ سے مراد انسان ہیں جو قیامت کے دن زلزلے کی شدت کی وجہ سے قبروں کے اندر سے باہر اچھل پڑیں گے۔

بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ زمین اپنے اندر موجود تمام خزانوں کو باہر نکال پھینک دے گی اور قیامت سے بے خبر دنیا پرستوں کے لئے حسرت کا سبب بنے گی۔

اس سنگین بوجھ سے مراد زمین کے اندر بہنے والا بھاری مواد ہے جسے اس دن باہر پھینکا جائے گا، اس بوجھ کی کچھ مقدار دنیا میں آتش فشانی اور زلزلوں کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔

ان تمام نظریات کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین کے اندر موجود تمام اشیاء چاہے وہ انسان ہوں یا خزانے یا دوسرے مادے سب کے سب باہر نکل پڑیں گے۔ پس انسان جب اس منظر کو دیکھے گا تو اس کی وحشت اور خوف کی کوئی انتہا نہ ہوگی اور وہ اسی خوف اور وحشت کے عالم میں پکارے گا کہ یہ کیا ہوگیا کہ زمین اس طرح سے لرز رہی ہے اور اس کے اندر موجود تمام اشیاء ظاہر ہوگئی ہیں۔

انسان کے تمام اعمال کے بارے میں زمین کی گواہی

☆ آیت ۴ اور ۵ کے مطابق بروز قیامت اللہ کے حکم سے زمین اس کے اوپر انجام دیئے جانے والے اعمال کی گواہی دے گی اور یہ بات قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن زمین انسان کے تمام اچھے یا برے اعمال کی گواہی دے اسی لئے احادیث معصومین علیہم السلام میں بیان ہوا ہے کہ زمین سے ہوشیار رہو کیونکہ وہ تمہاری بنیاد ہے، اس پر کوئی اچھا یا برا عمل انجام دیا وہ کل اس کی خبر دے گی (۱)۔ اسی طرح روایت میں بیان ہوا ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ''مولا! نوافل (مستحب نمازیں) ایک جگہ پڑھوں یا مختلف جگہوں پر

۱۔ بحار الانوار، ج ۷، ص ۹۷

پڑھوں؟" آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ادھر ادھر پڑھا کرو (یعنی مختلف جگہوں پر پڑھو) زمین کل قیامت کے دن اس کی گواہی دے گی (۱)۔

روز قیامت تمام انسانوں کا گروہ در گروہ اپنی قبروں سے نکلنا

☆ آیت ۶ کا واضح مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگ مختلف گروہوں کی شکل میں اپنی قبروں سے نکلیں گے یعنی مومن، کافر، منافق اور مشرک ہر ایک اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے ساتھ محشور ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک کو ان کے اعمال دکھائے جائیں گے۔

میدانِ حشر میں اعمال کا دکھایا جانا

آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں گے۔ اس سے "تجسیم اعمال" کا نظریہ ثابت ہوتا ہے کہ خود عمل کو زمین اپنے اندر ضبط اور ثبت کرتی ہے اور قیامت کے دن اسے دکھایا جائے گا۔

نیک اور برے کام کے ہر ذرے کا بدلہ ملنا

☆ آیت ۷ اور ۸ کے مطابق جب انسان کو اس کے اعمال دکھائے جائیں گے تو وہ زندگی میں انجام دیئے ہوئے ہر کام کا مشاہدہ کرے گا۔ اگر اس نے چھوٹی سی چھوٹی نیکی انجام دی ہے تو اسے بھی دیکھے گا اور اس کی جزا خداوند عالم کی بارگاہ سے پائے گا اور اگر چھوٹے سے چھوٹا برا فعل انجام دیا ہے تو اس کو بھی دیکھے گا اور اس کی سزا کا مستحق ہوگا۔ یہ دونوں آیتیں قرآن مجید کی ان آیات میں سے ہیں جو آدمی کے وجود میں لرزہ پیدا کرنے کے لئے کافی ہیں کہ اس دن حساب و کتاب انتہائی دقیق ہوگا اور انسانی اعمال کی ناپ تول اس قدر سخت ہوگی کہ چھوٹے سے چھوٹے عمل کا وزن کیا جائے گا اور اس کا حساب لیا جائے گا۔

ان دونوں آیتوں کو "آیت جامعہ" بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان آیات میں انسانی زندگی کے تمام امور کو دو لفظوں میں جمع کر کے واضح کر دیا گیا ہے کہ انسان کی زندگی کا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی پروردگار عالم کی بارگاہ میں قابل گرفت ہے لہٰذا کسی بھی عمل کو چھوٹا یا معمولی سمجھ کر انجام یا ترک نہیں کرنا چاہیے۔

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۵، ص ۱۸۶

سبق آموز واقعہ

ان آیات کی تفسیر کے ذیل میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کرتا ہے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو کچھ خداوند عالم نے آپ کو تعلیم دی ہے اس میں سے مجھے بھی تعلیم دیجیے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے کسی صحابی کے حوالے کیا کہ اسے قرآن کی تعلیم دے۔ اس صحابی نے آنے والے شخص کو ''سورۂ زلزال'' کی تعلیم دی جب وہ شخص ان آخری آیات پر پہنچا تو پوچھا کیا یہ حقیقت ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے گناہ کی سزا اور چھوٹی سی چھوٹی نیکی کی بھی جزا ملے گی؟ صحابی نے فرمایا، ہاں ایسا ہی ہوگا، وہ شخص یہ کہتے ہوئے مسجد سے نکلا کہ ''یہی ایک آیت میرے لئے کافی ہے'' جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعے کا پتہ چلا تو آپ نے فرمایا کہ ''وہ شخص فقیہ بن کر واپس گیا ہے (۱)۔

فضائل وخصوصیات:

پورے قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ اِذَا زُلْزِلَتْ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ كَانَ كَمَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهُ (۲)

اس سورے کی چار مرتبہ تلاوت کرنے والا اس شخص کے مانند ہے جس نے پورے قرآن کی تلاوت کی ہو۔

دنیاوی آفات سے حفاظت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَا تَمَلُّوْا مِنْ قِرَاءَةِ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ فَاِنَّ مَنْ كَانَتْ قِرَاءَتُهُ فِيْ نَوَافِلِهٖ لَمْ يُصِبْهُ اللّٰهُ بِزَلْزَلَةٍ اَبَدًا وَلَمْ يَمُتْ بِهَا وَلَا بِصَاعِقَةٍ وَلَا بِاٰفَةٍ مِنْ اٰفَاتِ الدُّنْيَا (۳)

سورۂ زلزال کی تلاوت سے نہ اکتاؤ کیونکہ جو اسے مستحب نمازوں میں پڑھے گا خدا کبھی بھی اسے زلزلہ جیسی آفت میں مبتلا نہیں کرے گا، جس سے اس کی موت واقع ہو، اسی طرح گرج دار بجلی اور دنیاوی آفات میں سے کسی آفت میں بھی مبتلا نہیں کرے گا۔

☆☆☆☆☆
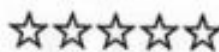
۱۔ اقتباس از تفسیر نمونہ، ذیل تفسیر آیات مورد بحث

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۶۶

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۴۷

سورۂ عادیات کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ عادیات

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
عادیات	30	100	14	مکہ مکرمہ	11	01	169	40

☆ سورۂ عادیات موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا سوواں (۱۰۰) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے چودھواں (۱۴) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے ''سورۂ عادیات'' رکھا گیا ہے جس میں اللہ نے میدان جہاد میں دشمنوں کی صفوں کو چیرنے والے تیز رفتار گھوڑوں کی قسم کھائی ہے اور عادیات عربی میں تیز دوڑنے والے کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ جنگ ذات السلاسل	۲۔ اللہ تعالیٰ کا مجاہدین کے گھوڑوں کی قسمیں کھانا
۳۔ انسان کی ناشکری کا ذکر	۴۔ انسان کا دنیا کے مال کیلئے حریص (لالچی) ہونا
۵۔ ناشکری کے نتائج	۶۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

جنگ ذات السلاسل

اس سورے کے مکی یا مدنی ہونے میں شدید اختلاف ہے۔ شان نزول میں بیان ہونے والی روایت کے مطابق یہ سورہ مدنی ہے۔ شان نزول کے بارے میں روایت ہے کہ یہ سورہ ''جنگ ذات السلاسل'' کے موقع پر نازل ہوا۔ اس جنگ کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ہجرت کے آٹھویں سال[1] پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ بارہ ہزار سوار سرزمین

۱۔ تفسیر نمونہ، تفسیر ذیل سورۂ مورد بحث

"یابس" میں جمع ہیں اور انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ یہ عہد کیا ہے کہ جب تک پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کو قتل نہ کرلیں اور مسلمانوں کی جماعت کو منتشر نہ کردیں آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کی ایک بہت بڑی جماعت کو بعض صحابہ کی سرکردگی میں ان کی جانب روانہ کیا لیکن وہ کافی گفتگو کے بعد بغیر کسی نتیجہ کے واپس آئے۔

آخر کار پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو مہاجرین وانصار کے ایک گروہ کثیر کے ساتھ ان سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا، وہ بڑی تیزی کے ساتھ دشمن کے علاقہ کی طرف روانہ ہوئے اور ایک ہی رات میں سفر طے کر کے صبح دم دشمن کو اپنے محاصرہ میں لے لیا، پہلے آپ علیہ السلام نے ان کے سامنے اسلام کو پیش کیا، جب انہوں نے قبول نہ کیا تو ابھی فضا تاریک ہی تھی کہ ان پر حملہ کردیا اور انہیں درہم برہم کر کے رکھ دیا، ان میں سے کچھ لوگوں کو قتل کیا، ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کرلیا اور بکثرت مال غنیمت کے طور پر حاصل کیا۔

اس عظیم فتح کی خبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعے دی گئی اور یہ سورہ نازل ہوا حالانکہ ابھی مجاہدین اسلام مدینہ منورہ کی طرف لوٹ کر نہیں آئے تھے، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دن نماز صبح کے لئے آئے تو اس سورے کی نماز میں تلاوت کی، نماز کے بعد صحابہ نے عرض کیا، یہ تو ایسا سورہ ہے جسے ہم نے آج تک سنا نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں علی علیہ السلام دشمنوں پر فتح یاب ہوئے ہیں اور جبرئیل نے گزشتہ رات یہ سورہ لاکر مجھے بشارت دی ہے۔ کچھ دن کے بعد حضرت علی علیہ السلام غنائم اور قیدیوں کے ساتھ مدینہ منورہ میں وارد ہوئے [1]۔

اس جنگ کو ذات السلاسل اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ حضرت امیر علیہ السلام نے جب دشمن پر فتح حاصل کی تو ان کے اکثر مردوں کو قتل کیا، عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا اور جو مرد باقی بچے تھے رسیوں اور زنجیروں سے ان کے ہاتھ باندھ دیئے تھے اس لئے اسے ذات السلاسل کہا جاتا ہے۔ جہاں یہ جنگ ہوئی تھی وہ مقام مدینہ منورہ سے پانچ منزلوں کے فاصلے پر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا مجاہدین کے گھوڑوں کی قسمیں کھانا

☆ آیت ۱ سے ۸ تک میں پروردگار عالم میدان نے میدان جنگ میں مجاہدوں کے گھوڑوں کی مختلف کیفیتوں کی

---

[1] قصص قرآن، منتخب از تفسیر نمونہ

قسم کھائی ہے۔یوں سمجھ لیجئے کہ گھوڑوں کی یہ تعریف اوران کے ذریعے قسم کھانا خودایک جنگی رجز ہے جس میں خداوند عالم ارشادفرماتا ہے:

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو فرانٹے بھرتے ہوئے دوڑتے ہیں۔

قسم ہے ان گھوڑوں کی جوٹاپوں کوزمین پر مارکر چنگاریاں اڑانے والے ہیں۔

قسم ہے ان گھوڑوں کی جوصبح دم حملہ کرنے والے ہیں۔

قسم ہے ان گھوڑوں کی جومیدان جنگ میں دھول اڑانے والے ہیں۔

قسم ہے ان گھوڑوں کی جودشمن کی جمعیت میں درر(گھس جانے والے) آنے والے ہیں۔

اس مقام پرگھوڑوں قسم کھانے سے ضمناً معلوم ہوا کہ مقدس جہاد یا مقدس عبادت میں استعمال ہونے والے اوزاراور وسائل کوبھی تقدس مل جاتا ہے یعنی ہروہ شے جودین مقدس کے دفاع یا عبادت الٰہی میں مددگار ہو شریعت کی نگاہ میں وہ شے قابل احترام ہے۔

انسان کی ناشکری کاذکر

ان قسموں کو بیان کرنے کے بعد انسان کی ناشکری اور مال دنیا سے اس کی محبت کو بیان کیا گیا ہے۔راہ خدا میں بھرپور جہاد یا عبادت میں کام آنے والے وسائل کی قسم سے اس بات کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے کہ جولوگ اللہ کی نعمتوں کے شکرگزار ہیں، ان کے جہاد میں کام آنے والے حیوانات کی قسم! انسان، انسان ہوکر اللہ کی نعمتوں کی ناشکری اورناقدری کرتے ہیں اور یہ انسان خوداس بات پرگواہ ہے کہ وہ ناشکرا ہے۔

انسان کادنیا کے مال کیلئے حریص (لالچی) ہونا

اس کے علاوہ انسان مال دنیا سے شدید محبت کرنے والا ہے۔انسان کے ناشکرا ہونے کی ایک وجہ مال ودولت سے شدید محبت بھی ہے اور اگراس مال کو بہتر مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرے تو یہ مال "خیر" ہے اور اگر مال خودزندگی کا مقصدبن جائے تواس صورت میں یہ مال "شرمحض" ہے۔دنیا کے مال کی مثال پانی اور کشتی کی طرح ہے یعنی پانی اگر کشتی کے نیچے رہے تو یہ پانی سمندرپار کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔لیکن اگریہی پانی کشتی کے اندرداخل ہوجائے تو انسان کی تباہی وبربادی کاباعث بنتا ہے۔اسی طرح اگرمال پرانسان کی حکومت ہے تومال بہتر ہے اور اگر انسان پر مال

کی حکومت ہے تو مال بدتر ہے۔

ناشکری کے نتائج

☆ آیت ۹، ۱۰ اور ۱۱ میں انسان کی ناشکری کے نتائج کو بیان کیا گیا ہے کہ انسان اپنی ناشکری کے نتائج سے اس وقت آگاہ ہوگا جب اس کا محاسبہ ہوگا۔ ان آیات میں خداوند عالم انسان کو خبردار کر رہا ہے کہ جو کچھ قبروں کے اندر ہے اور جو تم دلوں میں چھپائے ہوئے ہو وہ اسے ظاہر کرے گا۔ تمہارا یہ خیال ہے کہ کسی کو اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ہے، اللہ تمہارے دلوں کے رازوں سے خوب باخبر ہے اور تمہارا کوئی راز اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

فضائل وخصوصیات:

ادائیگی قرض میں مدد: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ اَدْمَنَ قِرَائَتَهَا وَعَلَيْهِ دَيْنٌ اَعَانَهُ اللهُ عَلٰى قَضَائِهِ سَرِيْعًا(۱)

اگر مقروض شخص اس سورے کی باقاعدہ تلاوت کرے گا تو اللہ اس کے قرض کو جلد ادا کرنے میں اس کی مدد کرے گا۔

حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ محشور ہونا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْعَادِيَاتِ وَاَدْمَنَ قِرَاءَتَهَا بَعَثَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مَعَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خَاصَّةً وَكَانَ فِيْ حُجْرِهِ وَرُفَقَائِهِ(۲)

جو شخص سورۂ عادیات کی باقاعدگی کے ساتھ تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن خاص طور پر اسے امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ محشور کرے گا اور وہ آپ علیہ السلام کا ہم حجرہ اور آپ کے دوستوں میں سے ہوگا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر برہان، ج ۸، ص ۳۶۰، بحوالہ تسکین روح، ص ۳۵۹

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۳۵۹

سورۂ قارعہ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ قارعہ

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
قارعہ	30	101	30	مکہ مکرمہ	11	01	160	36

☆ سورۂ قارعہ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ایک سو ایک واں (۱۰۱) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے تیسواں (۳۰) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے ''سورۂ قارعہ'' رکھا گیا ہے۔ ''قارعہ'' عربی میں کھٹکھٹانے والی کو کہا جاتا ہے گویا قیامت انسانی دلوں کو کھٹکھٹانے والی ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قیامت کے ہولناک منظر کا بیان	۲۔ اعمال کا وزن کیا جانا
۳۔ ہاویہ کا بیان	۴۔ حضرت سلمان فارسیؓ کا واقعہ
۵۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

☆ قیامت کے دن کیسا ہولناک منظر ہوگا جب انسان پروانوں کی طرح بکھرے ہوئے نظر آئیں گے اور پہاڑ روئی کے مانند دُھنکے ہو جائیں گے۔ ایسے میں اگر کسی کے اعمال صالح کا پلہ بھاری ہوگا تو اس کا وزن باقی رہ جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے انسان کا عمل پہاڑ سے زیادہ بھاری ہے۔ ایسا عمل کرنے والا ہی جنت کا حقدار ہے اور جنت کی خوشگوار زندگی سے لطف اندوز ہونے کے قابل ہے۔

قیامت کے ہولناک منظر کا بیان

☆ آیت ۱ سے ۵ تک میں قیامت کے خوف ناک منظر کی تصویر کشی کی گئی ہے کہ جب وہ کھٹکھٹانے والی گھڑی آئے گی اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ کیا چیز ہے؟ اس انداز میں سورے کی ابتدا کا مقصد لوگوں کو چونکا دینا ہے کہ یقیناً کوئی

اہم بات بیان کی جانے والی ہے۔ اس طرح سامعین اس خبر کے سننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد بیان کیا گیا کہ اس دن لوگوں کے اضطراب کی حالت یہ ہو گی کہ قبروں سے نکلنے کے بعد بکھرے ہوئے پتنگوں (پروانوں) کی طرح ہر سو پھیل جائیں گے اور کائنات کے بلند و بالا اور مضبوط چٹانیں اور پہاڑی سلسلے دھنکی ہوئی روئی کی طرح اڑنے لگیں گے۔ وہاں کوئی پناہ گاہ نہ ہو گی اور نہ کسی منزل کی طرف جانا ہو گا۔

ان آیات کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیامت کے ابتدائی مرحلوں یعنی اس دنیا کی ویرانی اور اختتامی مراحل کو بیان کر رہی ہیں۔ اس کے بعد کی آیات میں قیامت کے دوسرے مرحلے یعنی حشر و نشر، مردوں کے زندہ ہونے اور انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرنے کو بیان کیا گیا ہے۔

اعمال کا وزن کیا جانا

☆ آیت ۶ اور ۷ پہلے گروہ کے بارے میں ہیں کہ جب میدان محشر میں تمام مخلوقات جمع ہو جائیں گی تو اس وقت دنیا میں انجام دیئے گئے اعمال کا موازنہ یعنی وزن کیا جائے گا۔ پس جس شخص کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہو گا وہ ایسی ابدی زندگی کا مستحق ٹھہرے گا جو اس کی پسندیدہ ہو گی۔ ائمہ معصومین علیہم السلام کی روایات میں بہت سے اعمال و اذکار بیان ہوئے ہیں جو انسان کے اعمال کے وزن کو سنگین کرتے ہیں اور نیکیوں کے پلڑے کو بھاری کرتے ہیں ان میں سے ایک آسان عمل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی پاک و پاکیزہ آل علیہم السلام پر درود و سلام بھیجنا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''میزان عمل میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے سے زیادہ وزنی عمل کوئی نہیں ہے(۱)۔''

ہاویہ کا بیان

☆ آیت ۸ سے ۱۱ تک میں دوسرے گروہ کا ذکر ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہو گا، ان کا ٹھکانہ ''ہاویہ'' ہو گا۔ پھر اس کی شدت کو بیان کرنے کے لئے سوالیہ انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ تو کیا جانے ''ہاویہ'' کیا ہے؟ اس سوال کو بیان کرنے کے بعد پروردگار عالم نے خود ہی جواب دیا کہ ''ہاویہ'' بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

ان آیات کا مصداق وہ شخص ہے جس نے اپنی زندگی میں آخرت کی خاطر کچھ نہیں کیا اور اعمال صالح کو اہمیت نہ دی اور

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۴۹۴

اگر کوئی نیک عمل انجام بھی دیا تو سستی اور کاہلی کے ساتھ انجام دیا۔ ایسا شخص پروردگار عالم کی طرف سے بھڑکائی ہوئی اس آگ کا حقدار ہوگا جس کی شدت انسانی تصور سے بہت بالا ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا واقعہ

ان آیات کی تفسیر کے ذیل میں بعض مفسرین نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت سلمان فارسیؓ کی تحقیر اور توہین کرنے کی غرض سے کہا کہ ''اے سلمانؓ! تو کون ہے؟ تیری حیثیت کیا ہے؟ تیری کچھ بھی قدر و قیمت نہیں ہے'' اس شخص کے جواب میں حضرت سلمانؓ نے فرمایا: ''لیکن! میرے اور تیرے وجود کا آغاز ایک گندے نطفہ سے ہوا ہے اور میرے اور تیرے وجود کا اختتام ایک بدبودار مردار ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا اور اعمال کو تولنے کے لئے ترازو نصب کئے جائیں گے تو جس شخص کے عمل کے ترازو کا پلڑا، بھاری ہوگا وہ شریف و بزرگوار ہوگا اور جس کے عمل کے ترازو کا پلڑا، ہلکا اور سبک ہوگا وہ پست، ذلیل اور کمینہ ہوگا(۱)۔''

فضائل وخصوصیات:

قیامت کے دن اعمال کا پلڑا بھاری: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ ثَقَّلَ اللّٰهُ مِيْزَانَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ(۲)

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن اللہ اس کی نیکیوں کا پلہ بھاری کرے گا۔

فتنۂ دجال سے حفاظت: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ وَاَكْثَرَ مِنْ قِرَاءَةِ الْقَارِعَةِ اٰمَنَهُ اللّٰهُ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ اَنْ يُّؤْمِنَ بِهِ وَمِنْ قَيْحِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ(۳)

جو شخص کثرت کے ساتھ سورۂ قارعہ کی تلاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ دجال کے فتنے پر عمل کرنے سے حفاظت کرے گا اور انشاء اللہ قیامت والے دن جہنم کی پیپ سے محفوظ رکھے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر نمونہ، ذیل تفسیر آیات مورد بحث

۲۔ تفسیر برہان، ج ۸، ص ۳۶۸، بحوالہ تسکین روح، ص ۳۶۱

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۹

سورۂ تکاثر کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ تکاثر

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
تکاثر	30	102	16	مکہ مکرمہ	08	01	132	28

☆ سورۂ تکاثر موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ایک سو دوواں (۱۰۲) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے سولہواں (۱۶) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے ''سورۂ تکاثر'' رکھا گیا ہے اور ''تکاثر'' عربی میں مال کی زیادتی پر فخر کرنے کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

ا۔ دنیاوی اشیاء کی کثرت پر فخر ومباہات کی مذمت	۲۔ بے جا فخر ومباہات کا نتیجہ
۳۔ عین الیقین اور جہنم کا مشاہدہ	۴۔ نعمتوں کے بارے میں سوال
۵۔ یقین کے مراحل	۶۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

دنیاوی اشیاء کی کثرت پر فخر ومباہات کی مذمت

☆ اس سورے میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان ساری زندگی مال اور اولاد کی کثرت پر فخر کرتے کرتے قبر کے دہانے تک پہنچ جاتا ہے اور یہ بات بالکل بھول جاتا ہے کہ یہ چیزیں ہمیشہ رہنے والی نہیں ہیں اور ایک دن ان کا حساب بھی دینا ہے۔ ایسے افراد سے روز قیامت اس مال کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا کہ اس مال کو کہاں سے جمع کیا اور اسے کہاں خرچ کیا۔

اس سورے کے شان نزول کے بارے میں بعض مفسرین کا نظریہ یہ ہے کہ یہ سورہ اُن قبائل کے بارے میں نازل

ہوا ہے جو ایک دوسرے پر فخر مباہات کرتے تھے اور اپنی تعداد اور افراد کی کثرت یا مال و دولت کی زیادتی کے باعث ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے۔ یہ لوگ اپنے قبیلہ کے افراد کی تعداد کے بارے میں ایک دوسرے پر فخر کیا کرتے تھے اور قبرستان میں جا کر ہر قبیلہ کی قبریں شمار کرتے تھے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس قبیلے کی قبریں زیادہ ہیں۔

بے جا فخر و مباہات کا نتیجہ

☆ آیت ۱ سے ۴ تک میں پروردگار عالم نے واضح اعلان کیا ہے کہ تفاخر اور ایک دوسرے پر کثرت رکھنے کے خیال نے تمہیں خدا اور قیامت سے غافل کر کے اپنی ذات میں مشغول کر دیا ہے یہاں تک کہ تم قبروں کی زیارت اور دیدار کے لئے بھی گئے تو تم نے اپنے مردوں کی قبروں کو شمار کیا تاکہ معلوم ہو سکے تم میں سے کس گروہ کے افراد کی تعداد زیادہ ہے۔ تمہیں اپنے مال و دولت اور تعداد کی کثرت پر فخر و مباہات ہرگز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ تفاخر اور مباہات کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ پھر دوبارہ تاکید کرتے ہوئے اسی جملے کو تکرار کیا گیا ہے۔ ان دونوں آیتوں (تیسری اور چوتھی آیت) کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پہلی آیت سے مراد عذاب قبر ہے اور دوسری سے مراد قیامت کا عذاب ہے[۱]۔

واضح رہے کہ تفاخر اور ایک دوسرے پر فخر و مباہات کرنے کے عوامل میں سے بنیادی اور اصل عامل پروردگار عالم کی طرف سے مقرر کردہ جزا و سزا کے نظام کے بارے میں جہالت و نادانی اور معاد کے بارے میں ایمان کا نہ ہونا ہے۔

عین الیقین اور جہنم کا مشاہدہ

☆ آیت ۵ سے ۷ تک میں ایک بار پھر پروردگار عالم نے انسان کو متوجہ کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ اگر تمہارا آخرت پر ایمان ہوتا اور ''علم الیقین'' کے ساتھ جان لیتے، تو ہرگز ایک دوسرے پر فخر و مباہات نہ کرتے اور ان باطل مسائل پر فخر و مباحات کرنے سے باز آتے۔ پھر دوبارہ تاکید اور مزید ڈرانے کے لئے اضافہ فرمایا کہ تم یقینی طور پر جہنم کو دیکھو گے۔ پھر اس میں داخل ہو کر ''عین الیقین'' کے ساتھ اس جہنم کے عذاب کا مشاہدہ کرو گے۔

نعمتوں کے بارے میں سوال

لہٰذا یاد رکھو اس دن تم سے ان نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا جو تمہیں پروردگار عالم کی طرف سے عطا کی گئی تھی۔ اس

۱۔ مجمع البیان، ج ۱۰، ص ۳۴

دن تمہیں اس بات کی وضاحت کرنی پڑے گی کہ تم نے خدا کی عطا کردہ نعمتوں کو کس طرح استعمال کیا ہے؟ اور ان سے تم نے خدا کی اطاعت کے لئے مدد لی ہے یا اس کی معصیت کے لئے، یا ان نعمتوں کو ضائع کر کے ہرگز ان کا حق ادا نہیں کیا ہے؟

اس مرحلے میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قیامت کے دن پروردگار عالم کن نعمتوں کے بارے میں سوال کرے گا؟ بعض روایات کے مطابق آخری آیت میں نعمت سے مراد محبت اہل بیت علیہم السلام ہے جس کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ "ابوحنیفہ" نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے اس کے سوال کو اسی کی طرف پلٹا کر فرمایا: تیرے نظریہ کے مطابق نعیم (نعمت) سے مراد کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: غذا، کھانا اور ٹھنڈا پانی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر خدا قیامت کے دن تجھے اپنی بارگاہ میں اس لئے کھڑا کرے کہ وہ تجھ سے ہر اس لقمہ کا سوال کرے جو تو نے کھایا ہے اور ہر اس گھونٹ کا سوال کرے جو تو نے پیا ہے پھر تو تجھے وہاں بہت زیادہ دیر تک ٹھہرنا پڑے گا"! اس نے عرض کیا: نعیم کیا ہے"؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: "وہ ہم اہل بیت علیہم السلام ہیں کہ خدا نے ہمارے ہی ذریعے اپنے بندوں کو نعمت عطا کی ہے اور ان کے درمیان اختلاف کے بعد الفت بخشی ہے، ان کے دلوں کو ہماری وجہ سے آپس میں جوڑ دیا ہے اور انہیں ایک دوسرے کا بھائی بنایا جبکہ وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے اور ہمارے ہی ذریعے انہیں اسلام کی طرف ہدایت کی ہے، ہاں! نعیم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت علیہم السلام ہی ہیں (۱)۔

ان آیات میں دو الفاظ "علم الیقین، اور عین الیقین" استعمال ہوئے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان الفاظ کی مختصر وضاحت بیان کی جائے۔

یقین کے مراحل

یقین کے پہلے مرحلے کا نام "علم الیقین" ہے جیسے دھوئیں کو دیکھ کر آگ کی موجود ہونے کا یقین ہوتا ہے۔ اس کے بعد جب انسان قریب جا کر اپنی آنکھوں سے آگ کے شعلوں کو دیکھتا ہے تو یقین کے اس مرحلے کو "عین الیقین" کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد یقین کا تیسرا مرحلہ آتا ہے جسے "حق الیقین" کہا جاتا ہے اس مرحلے تک پہنچنے والا شخص اس شخص کی مانند ہے جو آگ کو چھوئے اور اس کی سوزش، حرارت اور تپش کو محسوس کرے، یہ یقین کا بلند ترین مرحلہ ہے۔

۱۔ مجمع البیان، ج ۱۰، ص ۵۳۵

فضائل وخصوصیات:

عذابِ قبر سے نجات: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ أَلْهٰيكُمُ التَّكَاثُرُ عِنْدَ النَّوْمِ وُقِيَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ (۱)

جو سوتے وقت سورۂ تکاثر کی تلاوت کرے گا وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔

نعمات دنیا بدون حساب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ لَمْ يُحَاسِبْهُ بِالنِّعَمِ الَّتِيْ أَنْعَمَ بِهَا عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا (۲)

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے دنیا میں عطا کی گئی نعمتوں کا حساب نہیں لے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۶۲۳

۲۔ تفسیر برہان، ج ۸، ص ۳۷۲

سورۂ عصر کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ عصر

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
عصر	30	103	13	مکہ مکرمہ	03	01	73	14

☆ سورۂ عصر موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ایک سوتینواں (۱۰۳) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے تیرہواں (۱۳) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے ''سورۂ عصر'' رکھا گیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کے ذریعہ انسان کے خسارے میں ہونے کو بیان کیا ہے اور عصر عربی میں زمانے کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ بعض لوگوں کے علاوہ تمام انسانوں کا خسارے میں ہونا	۲۔ انسانی کی کامیابی کا چارنکاتی ایجنڈا
۳۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

☆ اس سورے میں بیان ہوا ہے کہ انسان زمانے کے ہاتھوں زندگی کا کھیل ہار رہا ہے لہٰذا اس زمانے کی قسم! انسان ہر لحہ خسارے اور نقصان میں ہے مگر وہ لوگ جو اپنی اس زندگی کے نقصان کی تلافی ایمان وعمل صالح کے ذریعے سے کرتے ہیں یعنی انسانی زندگی کی قیمت ایمان وعمل صالح کے ذریعے رضائے الٰہی کا حصول ہے اگر ایسا ہو تو انسان خسارے میں نہیں ورنہ ہر آن خسارے میں ہے کیونکہ اس سے پہلے بھی اللہ نے متعدد مقامات پر اعمال صالح، ایمان اور تقویٰ کو انسان کی کامیابی کا زینہ قرار دیا ہے۔

اس سورے کی جامعیت اس حد تک ہے کہ بعض مفسرین کے قول کے مطابق قرآن مجید کے تمام علوم ومقاصد کا خلاصہ اس سورے میں موجود ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس سورے نے مختصر ہونے کے باوجود انسان کی سعادت وخوش بختی

کا ایک مکمل اور جامع پروگرام پیش کیا ہے۔

بعض لوگوں کے علاوہ تمام انسانوں کا خسارے میں ہونا

☆ آیت ۱ سے ۳ تک میں زمانے کی قسم کھانے کے بعد پروردگار عالم نے بیان فرمایا ہے کہ انسان ہمیشہ خسارے میں ہے سوائے ان افراد کے جو بعض خصوصیات کے حامل ہوں۔

انسانی کی کامیابی کا چار نکاتی ایجنڈا

پس اس سورے میں انسان کی کامیابی اور ہمیشہ نجات کے لئے جن عناصر کی ضرورت ہے ان کو بیان کیا گیا ہے۔ یعنی اس سورے میں انسانی نجات کا ایجنڈا بیان ہوا ہے جو چار نکات پر مشتمل ہے۔ یہ چار نکاتی ایجنڈ دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کا ضامن ہے پس جو شخص ان نکات سے غافل ہو کر دنیا کی محبت میں غرق ہوگا وہ دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ اور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ وہ چار نکات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ایمان

۲۔ عمل صالح

۳۔ حق کی وصیت

۴۔ صبر کی وصیت

انسانی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جن قوموں نے ان چاروں صفات سے تعلق قائم نہیں رکھا وہ ناکامی و نامرادی سے دوچار ہوئیں۔ نمرود اور فرعون کو پڑھیں، قوم حضرت نوح، قوم عاد اور قوم ثمود کا مطالعہ کریں تو ہر جگہ اس حقیقت کی سچائی روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ نمرود اپنے وقت کا بہت بڑا بادشاہ تھا، ساری رعایا اس کی فرمانبردار تھی، ملک کی ساری دولت اس کے قبضے میں تھی، اس کے شاہی خزانے، سونے چاندی اور مختلف نوادرات سے بھرے ہوئے تھے، فوج بھی اپنے بادشاہ کے ساتھ وفا کے جذبے سے سرشار تھی۔ یہی حال فرعون کا تھا ان دونوں میں اگر کسی چیز کی کمی تھی تو صرف یہ کہ وہ دونوں ان صفات سے محروم تھے جو انسان کی نجات کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کا انجام کیا ہوا؟ ایک مطلق العنان بادشاہ کو ایک حقیر مچھر نے ہلاک کر دیا اور دوسرے کو سمندر کی موجیں خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گئیں۔ ان کے حسرتناک انجام پر ایک آنکھ بھی تو نمناک نہ ہوئی۔ اسی طرح قوم نوح کو

جب بپھری ہوئی موجوں نے گھیر لیا اور وہ سب کے سب غرق ہو گئے تو ان ظالموں کی بربادی پر کائنات نے حمد باری تعالیٰ کے گیت گائے۔

پس معلوم ہوا کہ جب تک انسان اپنے اندر یہ چار صفات پیدا نہیں کرتا اس وقت تک وہ ہمیشہ خسارے اور نقصان میں رہتا ہے جس کا نتیجہ اس کی ناکامی اور بربادی کی صورت میں نکلتا ہے اور قیامت کے دن لعنت الٰہی اور عذاب جہنم اس طرح انسان کا مقدر بن جاتا ہے۔

فضائل وخصوصیات:

خاتمہ بالایمان: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ کَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَخَتَمَ لَهُ بِخَيْرٍ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الْحَقِّ (۱)

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا اللہ اسے دس نیکیاں عطا کرے گا اور وہ خیر پر مرے گا اور اس کا تعلق اصحاب حق کے ساتھ ہوگا۔

روشن چہرہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْعَصْرِ فِيْ نَوَافِلِهِ بَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُشْرِقًا وَجْهُهُ ضَاحِكًا سِنُّهُ قَرِيْرًا عَيْنُهُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ (۲)

جو شخص اپنی مستحب نمازوں میں سورۂ عصر کی تلاوت کرے گا خداوند متعال قیامت کے دن اسے درخشاں (روشن) وخنداں (ہنستے ہوئے) اور خوشحال چہرے کے ساتھ اٹھائے گا یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر برہان، ج ۸، ص ۳۰۷۹، بحوالہ تسکین روح، ص ۳۶۶

۲۔ بحار الانوار، ج ۷، ص ۲۹۸

سورۂ ہمزہ کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ ہمزہ

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
ہمزہ	30	104	32	مکہ مکرمہ	09	01	134	33

☆ سورۂ ہمزہ موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ایک سو چاروں (۱۰۴) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے بتیسواں (۳۲) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اسی کی پہلی آیت کی مناسبت سے "سورۂ ہمزہ" رکھا گیا ہے جس میں عیب جو اور دوسروں کو طعنہ دینے والوں کی مذمت کی گئی ہے اور ہمزہ عربی میں دوسروں کے عیب تلاش کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ عیب جوئی اور طنز کرنے والوں کی مذمت	۲۔ انسان کی غفلت
۳۔ شب معراج کا واقعہ	۴۔ عیب جو کے لئے عذاب آخرت کا بیان
۵۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

عیب جوئی اور طنز کرنے والوں کی مذمت

☆ آیت ۱ سے ۳ تک میں ان لوگوں کی شدید مذمت کی گئی ہے جو مال و دولت کو جمع کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اور حاصل ہونے والی دولت کو ہمیشہ گننے میں مصروف رہتے ہیں۔ جب ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہوتی ہے تو وہ غرور و تکبر میں مبتلا ہو کر لوگوں کی عیب جوئی کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

ان آیات میں انسان کو شدید تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ انسان کتنا سخت دل ہے، اس قرآن کی تلاوت تو کرتا ہے مگر بے نیازانہ انداز میں آگے گزر جاتا ہے، نہ عیب جوئی سے باز آتا ہے اور نہ ہی مال دنیا جمع کرنے سے، جبکہ وہ جانتا ہے کہ دنیا کا

مال تو اسی دنیا میں چھوڑ کر جانا ہے(۱)۔

انسان کی غفلت

اپنے آپ کو بڑا خیال کرنا بہت بڑی بیماری ہے جو بہت سے گناہوں کے لئے بنیاد بن جاتی ہے، اور اسی کی وجہ سے خدا سے غفلت، نعمتوں کا کفران، عیاشی اور ہوس پرستی میں غرق ہونا، دوسروں کی تحقیر و تذلیل، مومنین کا مذاق اڑانا جیسی بری صفات میں مبتلا ہوتا ہے جس کے بہت ہی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت ہی کم ظرف ہوتے ہیں، انہیں جب کوئی مقام یا منصب ملتا ہے تو غرور و تکبر میں اس طرح گرفتار ہو جاتے ہیں کہ پھر ان کی نظر میں کسی دوسرے کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور یہی چیز معاشرے سے ان کے جدا ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ ایسا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ مال و دولت اسے ہمیشہ کی زندگی دیتے ہیں یعنی عملاً اسے ایسے نظر آتا ہے جیسے اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے، نہ موت آنے والی ہے اور نہ فنا ہونا ہے۔ اسے اس بات کا ہوش تک نہیں ہوتا کہ بیماری، حادثہ اور موت آنے کی صورت میں اس کا یہ مال اس کے کسی کام نہ آئے گا۔

شب معراج کا واقعہ

قابل توجہ بات یہ ہے کہ بعض روایات میں ایسے افراد کو بچھو سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اگرچہ بچھو کا ڈنک مارنا کسی کینے یا حسد کی وجہ سے نہیں ہوتا لیکن ایسے لوگوں کا ڈنک حسد اور کینے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں بیان ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: شب معراج میں نے دوزخیوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ ان کے پہلوؤں سے گوشت الگ کر کے انہیں کھلایا جا رہا تھا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا "یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے عیب جوئی کرنے والے اور استہزا کرنے والے ہیں(۲)۔"

عیب جو کے لئے عذاب آخرت کا بیان

☆ آیت ۴ سے ۹ تک میں ایسے لوگوں کے عذاب کو بیان کیا گیا ہے جو دنیا میں لوگوں کی عیب جوئی اور ان کا مذاق

۱۔ ترجمہ قرآن مجید، ابو محمد منصور

۲۔ مستدرک الوسائل، ج ۹، ص ۱۵۱

اڑایا کرتے تھے، ایسے لوگ قیامت کے دن پروردگار عالم کی طرف سے بھڑکائی ہوئی اس آگ میں پھینک دیئے جائیں گے جو انسان کے دل کو جلا ڈالے گی، یعنی اس آگ کی حرارت انسانی جسم کی کھال تک محدود نہیں رہے گی بلکہ اس کے وجود کی گہرائی تک چلی جائے گی۔ اس وقت کوئی فرار کا راستہ نہیں ہوگا اور آگ کے لمبے لمبے ستونوں نے ہر طرف سے انہیں گھیر رکھا ہوگا۔

فضائل وخصوصیات:

حسناتِ کثیرہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ كَانَ لَهُ الْأَجْرُ بِعَدَدِ مَنِ اسْتَهْزَءَ بِمُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِهِ (۱)

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کے ساتھ استہزاء اور مسخرہ کرنے والوں کی تعداد کے برابر ثواب عطا کرے گا۔

فقر سے دوری: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ فِيْ فَرَائِضِهِ بَعُدَ عَنْهُ الْفَقْرُ وَ جُلِبَ عَلَيْهِ الرِّزْقُ وَيُدْفَعُ عَنْهُ مِيْتَةُ السَّوْءِ (۲)

جو شخص واجب نمازوں میں سورۂ ہمزہ کی تلاوت کرے گا اس سے فقر دور ہوگا اور روزی کا رخ اس کی طرف کیا جائے گا اور قبیح اور بری موت اس سے دور کی جائے گی۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر مجمع البیان، ذیل تفسیر سورہ

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۵۰

سورۂ فیل کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ فیل

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
فیل	30	105	19	مکہ مکرمہ	05	01	97	23

☆ سورۂ فیل موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ایک سو پانچواں (۱۰۵) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے انیسواں (۱۹) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے ''سورۂ فیل'' رکھا گیا ہے اور ''فیل'' عربی میں ہاتھی کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ اصحاب فیل کا تذکرہ	۲۔ حضرت عبد المطلب علیہ السلام کا ایمان افروز واقعہ
۳۔ اصحاب فیل کی تباہی، ابابیل پرندوں کے ذریعے	۴۔ تین عظیم سبق
۵۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

☆ سورۂ فیل اور سورۂ قریش کی خاص بات یہ ہے کہ یہ دونوں سورے نماز میں ایک ہی سورہ شمار ہوتے ہیں یعنی اگر کوئی شخص نماز میں ان میں سے کسی ایک سورے کی تلاوت کرے تو دوسرا سورہ بھی ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔

اصحاب فیل کا تذکرہ

☆ پہلی آیت سے لے کر سورے کے آخر تک میں ''اصحاب فیل'' یعنی ہاتھی والوں کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھائے ''پانچ سو ستر'' سال گزر چکے تھے اور، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت میں صرف ''دو مہینے'' کی مدت باقی رہ گئی تھی (۱)۔ اس واقعہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ

۱۔ قصص الانبیاء وآئمہ، ص ۳۲۹، ۳۳۰، از ادار حسین نقوی، کریم پبلیشر، لاہور

اس سال کا نام ''عام الفیل'' یعنی ہاتھی کا سال رکھا گیا اور یہ عربوں کی تاریخ کا آغاز قرار پایا(۱)۔ چنانچہ ابرہہ ۵۷۰ء عیسوی میں ساٹھ ہزار فوج اور ۱۳ ہاتھی لے کر کعبہ منہدم کرنے کے لئے مکہ کی طرف روانہ ہوا(۲)۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر تو انبیاء سابق شروع ہی سے دیتے چلے آرہے تھے مگر جب آپ کی تشریف آوری کا وقت قریب ہو گیا تو دنیا میں کئی عجیب اور حیرت انگیز واقعات رونما ہوئے۔ انہی میں سے ایک ''اصحاب فیل'' کا عبرت ناک واقعہ ہے۔ جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

حبشہ کے بادشاہ کی طرف سے یمن کے علاقہ میں ابرہہ نامی ایک حاکم تھا۔ اس نے دیکھا کہ عرب کے لوگ خانہ کعبہ کا ادب کرتے ہیں اور اسے متبرک سمجھتے ہیں اور مختلف شہروں اور ملکوں سے عبادت کی غرض سے مکہ کا رخ کرتے ہیں اور وہاں پر زیارت اور نذر چڑھاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس کے دل میں حسد پیدا ہوا اور اس نے خانہ کعبہ کے مقابلہ میں۔ یمن کے دار الخلافہ اور مشہور شہر ''صنعا'' میں ایک عالی شان گرجا تعمیر کروایا اور تمام لوگوں کو حکم دیا کہ کعبہ کی تعظیم کرنے کے بجائے اس کی تعظیم کی جائے۔ حبشہ کے بادشاہ کا یہ اقدام عربوں پر بہت ہی ناگوار گزرا جس کے نتیجہ میں کسی عرب نے غصہ میں آکر اس گرجا کو نجس کر دیا، اتفاقاً اسی رات مکہ والوں کا ایک قافلہ رات گزارنے کی غرض سے اس گرجا کے نیچے ٹھہرا۔ اہل قافلہ نے آگ سلگائی ہوئی تھی اتنے میں ہوا کا ایک جھونکا آیا اور اس کی ایک چنگاری گرجا میں جا گی اور تھوڑی دیر میں وہ پوری عمارت جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئی۔

ابرہہ نے جب گرجا کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوتے دیکھا عربوں پر غصہ آیا اور تیاری کر کے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کیلئے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب اہل مکہ کو نجاشی کے حاکم ابرہہ کی فوجی تیاریوں کا علم ہوا تو ان کی قومی غیرت بھی جوش میں آئی اور انہوں نے قبیلہ حمیر کے سردار ذونفر کی قیادت میں ایک لشکر ابرہہ کو روکنے کے لئے روانہ کیا مگر ذونفر کو شکست ہوئی اور وہ ابرہہ کی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ ابرہہ کے لشکر نے مکہ کے قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ ابرہہ کے لشکریوں نے قریش کے سردار حضرت عبد المطلب علیہ السلام کے اونٹوں میں سے دو سو اونٹوں پر قبضہ کیا۔

۱۔ سیرہ ابن ہشام، ج ۱، ص ۹۳

۲۔ انگوٹری تفسیر القرآن، ذیل تفسیر سورۂ فیل

حضرت عبد المطلب علیہ السلام کا ایمان افروز واقعہ

حضرت عبد المطلب علیہ السلام اس معاملے میں گفتگو کرنے کے لئے ابرہہ کے لشکر میں تشریف لے گئے۔ جب ابرہہ کو معلوم ہوا کہ قریش کا سردار اس سے ملاقات کے لئے آیا ہے تو اس نے آپ کو اپنے خیمے میں بلالیا۔ جب اس کی نظر حضرت عبد المطلب علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر پڑی تو رعب وجلال اور آپ کے حسن سے انتہائی مرعوب ہو گیا اور بے اختیار تخت شاہی سے اتر کر آپ کی تعظیم وتکریم کے لئے کھڑا ہو گیا اور اپنے برابر بٹھا کر دریافت کیا کہ فرمایئے اے سردار قریش! آپ کی یہاں تشریف آوری کا مقصد کیا ہے؟

حضرت عبد المطلب علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ تمہارے فوجیوں نے میرے اونٹ پکڑ لئے ہیں میں وہ آپ سے وصول کرنے آیا ہوں۔ یہ سن کر ابرہہ نے کہا کہ اے قریش کے سردار! میں تو یہ سمجھتا تھا کہ آپ بہت ہی حوصلہ مند اور غیرت مند آدمی ہیں، مگر آپ نے مجھ سے اپنے اونٹوں کا سوال کر کے میری نظروں میں اپنا وقار کم کر دیا۔ اونٹ اور جانوروں کی قیمت ہی کیا ہے؟ میں تو آپ کے کعبہ کو ڈھانے آیا ہوں، میں سوچ رہا تھا کہ آپ اس معاملہ میں مجھ سے گفتگو کرنے آئے ہیں جبکہ آپ نے اس کے بارے میں کوئی گفتگو ہی نہیں کی۔

حضرت عبد المطلب علیہ السلام نے فرمایا: "میں ان اونٹوں کا مالک ہوں اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے، مجھے اپنے اونٹوں کی حفاظت کرنی چاہیے اور جو اس گھر کا مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔" ابرہہ نے حکم دیا کہ عبد المطلب کے اونٹ واپس کر دیے جائیں۔ اونٹوں کو لے کر حضرت عبد المطلب علیہ السلام مکہ کی طرف آئے اور لوگوں کو اطلاع دی کہ وہ پہاڑیوں میں پناہ گزیں ہو جائیں اور آپ خود ایک گروہ کے ساتھ خانہ کعبہ کے پاس آئے تا کہ دعا کریں اور مدد طلب کریں۔ آپ نے خانہ کعبہ کے دروازے کی زنجیر میں ہاتھ ڈال کر اپنے یہ مشہور اشعار پڑھے: "خدایا! ہر شخص اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ ایسا کبھی نہ ہو کہ کسی دن ان کی صلیب اور ان کی قدرت تیری قدرتوں پر غلبہ حاصل کرے اور اپنے شہروں کی تمام توانائیاں اور ہاتھی ساتھ لے کر آئے ہیں تا کہ تیرے حرم کے ساکنوں قیدی بنالیں۔ خدایا! ہر شخص اپنے گھر والوں کا دفاع کرتا ہے تو بھی اپنے حرمِ امن کے رہنے والوں کا دفاع کر اور آج اس حرم کے رہنے والوں کی آلِ صلیب اور اس کی عبادت کرنے والوں کے برخلاف مدد فرما(۱)۔"

۱۔ قصص الانبیاء و آئمہ، ص ۳۲۹، ۳۳۰

دوسری طرف سے ابرہہ اپنے مشہور ہاتھی "محمود" پر سوار تھا، اپنے کثیر لشکر کے ساتھ کعبہ کو تباہ کرنے کے لئے اطراف کے پہاڑوں سے مکہ کی طرف اترا اور جب اس کا لشکر مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان وادی محسر پہنچ گیا، تو اس کے ہاتھی نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ آگے بڑھنے کے لئے ہاتھی پر جتنا دباؤ ڈالا جاتا وہ آگے نہ بڑھتا تھا، لیکن جب وہ اس کا رخ یمن کی طرف کرتا تھا تو وہ فوراً چل پڑتا تھا۔ ابرہہ اس واقعہ سے سخت متعجب ہوا اور حیرت میں ڈوب گیا۔

اصحاب فیل کی تباہی، ابابیل پرندوں کے ذریعے

اسی اثناء میں ابابیل نام کے چھوٹے چھوٹے پرندے مکہ کے آسمان پر نمودار ہوئے، جن میں سے ہر ایک کے پاس "سجیل" نامی تین تین کنکریاں تھیں، ایک چونچ میں اور دو پنجوں میں۔ یہ کنکریاں تقریباً چنے کے دانے کے برابر تھیں۔ وہ پرندے بمبار ہوائی جہاز کی مانند سپاہیوں کے سروں کا نشانہ لے کر ان پر پتھروں کی بارش کر رہے تھے چنانچہ ان کا پھینکا ہوا ہر پتھر ابرہہ کی فوج کے ایک نہ ایک سپاہی کی ہلاکت کا موجب بن جاتا تھا۔

ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک آدمی کے علاوہ ابرہہ کی ساری فوج ہلاک ہوگئی، وہ آدمی وہاں سے بھاگ کر حبشہ پہنچا اور نجاشی بادشاہ کے سامنے حاضر ہو کر پوری فوج کے مارے جانے کا واقعہ تفصیل سے بتایا۔ نجاشی نے حیرت سے پوچھا، جن پرندوں نے ہماری فوج کو ہلاک کیا ان کی شکل کیسی تھی؟ عین اسی وقت ایک ابابیل فضا میں نمودار ہوئی، اس آدمی نے کہا، بادشاہ سلامت یہ پرندہ انہی خطرناک پرندوں میں سے ایک ہے جنہوں نے ہماری فوج کو ہلاک کیا ہے۔ جونہی اس آدمی نے اپنی بات ختم کی، اس ابابیل نے ایک پتھر اس کے سر پر پھینک دیا اور وہ بے جان ہو کر نجاشی کے سامنے گر پڑا۔

تین عظیم سبق

☆ اس سورے میں صاحبان ایمان کے لئے تین عظیم سبق موجود ہیں۔

۱۔ اہل ایمان کو کسی بھی طاقتور کی طاقت سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے۔

۲۔ اللہ باطل کے ہر منصوبے کو ناکام بنانے والا ہے۔

۳۔ اللہ کی امداد کے ذرائع محدود نہیں ہیں وہ اگر چاہے تو پرندوں کا لشکر بھی کسی طاقتور کو فنا کرنے کے لئے بھیج سکتا ہے۔

فضائل وخصوصیات:

عذاب اور مسخ ہونے سے نجات: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنَ الْعَذَابِ وَالْمَسْخِ فِي الدُّنْيَا (۱)

جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے عذاب اور دنیا میں مسخ ہونے سے پناہ دے گا۔

صحرا، اور پہاڑ کی گواہی: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ فِي فَرَائِضِهِ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُلُّ سَهْلٍ وَ جَبَلٍ وَ مَدَرٍ بِأَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَ يُنَادِيْ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُنَادٍ صَدَقْتُمْ عَلٰى عَبْدِيْ قَدْ قَبِلْتُ شَهَادَتَكُمْ لَهُ وَ عَلَيْهِ اَدْخِلُوْهُ الْجَنَّةَ وَلَا تُحَاسِبُوْهُ فَإِنَّهُ مِمَّنْ أُحِبُّهُ وَأُحِبُّ عَمَلَهُ (۲)

جو شخص اپنی واجب نمازوں میں سورۂ فیل کی تلاوت کرے گا اس کے حق میں تمام دشت (صحرا)، پہاڑ اور مٹی گواہی دیں گے کہ یہ نمازی تھا اور قیامت والے دن منادی ندا دے گا کہ تم نے میرے عبد کے متعلق سچ کہا ہے، میں اس کے متعلق تمہاری گواہی قبول کرتا ہوں، اسی گواہی کے سبب اسے جنت میں داخل کرو اور اس کا محاسبہ (حساب وکتاب) نہ کرو کیونکہ میں (اللہ) اسے اور اس کے عمل کو محبوب جانتا ہوں۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر برہان، ج ۸، ص ۳۸۶، بحوالہ تسکین روح، ص ۴۷۳

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۵۵
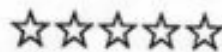
سورۂ قریش کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ قریش

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
قریش	30	106	29	مکہ مکرمہ	04	01	76	17

☆ سورۂ قریش موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ایک سو چھ واں (۱۰۶) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے انتیسواں (۲۹) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے "سورۂ قریش" رکھا گیا ہے اور قریش رسول خدا ﷺ کے قبیلے کا نام ہے۔ اس کے علاوہ بعض نے اس سورے کو "سورۂ ایلاف" بھی کہا ہے کیونکہ یہ لفظ سورے کے شروع میں بیان ہوا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ قریش پر پروردگار کے احسانات	۲۔ قریش کو اصحاب ایلاف کہنے کی وجہ
۳۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

☆ جیسا کہ "سورۂ فیل" میں بیان ہوا کہ سورۂ قریش اور سورۂ فیل ایک ہی سورہ شمار ہوتے ہیں کیونکہ اگر ہم ان دونوں کے مطالب پر غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ دونوں کے مطالب ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ اسی بنا پر نماز میں پڑھنے کے لئے کوئی شخص ان سوروں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرے تو ضروری ہے کہ وہ دوسرے کی بھی تلاوت کرے۔

قریش پر پروردگار کے احسانات

☆ اس سورے میں خداوند عالم نے قریش پر اپنے احسانات کو بیان کیا ہے اگرچہ ظاہری طور پر قریش مخاطب ہیں لیکن

حقیقت میں یہ خطاب عام ہے اور پوری دنیا کے قیامت تک کے انسانوں کے لئے پیغام ہے کہ اے انسان! ہم نے تمہیں گرمی، سردی، بھوک اور خوف سے نجات دی ہے لہٰذا ہماری عبادت کرو۔

اس سورے کا تاریخی پس منظر مفسرین ومورخین نے یوں بیان کیا ہے کہ عبد مناف قریش کے سردار تھے۔ ان کے چار بیٹے تھے: ہاشم، عبد شمس، مطلب اور نوفل۔ ان میں سے ہاشم نے بین الاقوامی تجارت میں حصہ لینے کا عزم کیا۔ یہ تجارت بلاد قریش اور شام ومصر کے درمیان ہوتی تھی۔ قریش والوں کو یہ سہولت بھی حاصل تھی کہ عرب کے دوسرے قبائل کی نسبت بیت اللہ کے خدام ہونے کی وجہ سے راستے کے تمام قبائل قریش کا بہت احترام کرتے تھے۔ ان تمام قبائل سے مانوس ہونے کی وجہ سے پورے راستے میں امن حاصل تھا اور وہ ان سے کوئی ٹیکس بھی وصول نہیں کرتے جب کہ دوسرے قبائل سے وصول کرتے تھے۔ حضرت ہاشم نے اپنے دیگر بھائیوں کو بھی اس تجارت میں شامل کیا۔ اس تجارت کی وجہ سے مکہ جزیرۃ العرب کا ایک اہم تجارتی مرکز بن گیا اور قریش مال ودولت میں بھی سب سے آگے نکل گئے۔

مکہ مکرمہ کی سرزمین میں نہ تو کوئی باغ تھا اور نہ ہی کوئی کھیتی باڑی تھی، ان کا کام جانور پالنا تھا وہ بھی محدود پیمانے پر جس کی بنا پر ان کی درآمد زیادہ تر انہیں تجارتی قافلوں کے ذریعے پوری ہوتی تھی جو مختلف ممالک سے مکہ آتے تھے۔ اسی طرح اہل مکہ بھی تجارت کی غرض سے مختلف ممالک کا سفر کرتے تھے۔ وہ سردی کے موسم میں جنوب یعنی یمن کی طرف تجارتی قافلے لے جاتے تھے کیونکہ یمن کا موسم نسبتاً گرم ہوتا تھا اور گرمی کے موسم میں شمال اور سرزمین شام کی طرف جاتے تھے۔ یہی دونوں شہر (یمن اور شام) اس زمانے کے اہم تجارتی مراکز میں سے تھے۔ ایسے حالات میں پروردگار عالم نے ان پر رحم وکرم کیا اور مکہ کو مرکزی حیثیت عطا فرمائی اور اس سرزمین کی الفت قریش کے دلوں میں قائم کی، انہیں یہ سب نعمتیں قریش کی عظمت وبزرگی کی وجہ سے نہیں عطا ہوئی تھیں بلکہ "بیت اللہ" کی وجہ سے عطا ہوئی تھی۔ اب انہیں چاہیے تھا کہ وہ اس اللہ کی عبادت کرتے جس نے انہیں بھوک سے نجات بخشی اور کھانا عطا کیا اور بے امنی سے رہائی دے کر امن بخشا۔ پروردگار عالم نے ایک طرف قریش کی تجارت کو فروغ عطا کیا اور دوسری طرف انہیں ہر قسم کی بدامنی سے دور کرتے ہوئے اس سرزمین کو مقام امن قرار دیا۔

قریش کو اصحاب ایلاف کہنے کی وجہ

☆ قریش کے لوگوں نے تجارت کی خاطر اپنے گردوپیش کے قبائل اور حکومتوں سے راہ ورسم اور روابط قائم کئے

تھے۔ اسی وجہ سے قریش کو "اصحاب ایلاف" کہا جاتا تھا جس کے معنی الفت و محبت قائم کرنے کے ہیں۔

فضائل و خصوصیات:

طواف خانہ کعبہ کا ثواب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

مَنْ قَرَأَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ اَعْطَاهُ اللّٰهُ مِنَ الْاَجْرِ كَمَنْ طَافَ حَوْلَ الْكَعْبَةِ (۱)

جو اس سورے کی تلاوت کرے گا اللہ اسے خانہ کعبہ کے طواف کا ثواب عطا کرے گا۔

جنت کی سواریوں کا سوار: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ اَكْثَرَ قِرَاءَةَ لِاِيْلَافِ قُرَيْشٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى مَرْكَبٍ مِنْ مَرَاكِبِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَقْعُدَ عَلٰى مَوَائِدِ النُّوْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۲)

جو شخص کثرت کے ساتھ سورۂ قریش کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنت کی سواریوں میں سے ایک سواری پر اٹھائے گا اور وہ قیامت تک (یعنی حساب کتاب کے ختم ہونے تک) نور کے دسترخوان پر بیٹھے گا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ تفسیر مجمع البیان، ج ۱۰، ص ۵۴۳، بحوالہ تسکین روح، ص ۴۷۷

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۲۵۹

سورۂ ماعون کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ ماعون

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
ماعون	30	107	17	مکہ مکرمہ	07	01	114	25

☆ سورۂ ماعون موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ایک سو ساتواں (۱۰۷) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے سترھواں (۱۷) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی آخری آیت کی مناسبت سے اس کا نام "سورۂ ماعون" رکھا گیا اور ماعون عربی میں اس برتن کو کہا جاتا ہے جو عاریتاً کسی کو دیا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ منکرین قیامت کی مذمت	۲۔ منکرین قیامت کی صف میں شامل گروہ
۳۔ لوگوں کو گھریلو چیزیں عاریتاً نہ دینے والوں کی مذمت	۴۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

☆ اس سورے کے مطابق جو انسان قیامت پر ایمان نہیں رکھتا ہے وہ معاشرے میں کوئی تعمیری کردار ادا نہیں کر سکتا اور اس کے دل میں معاشرے کے کمزور افراد یتیموں اور مسکینوں کے لئے ہمدردی کا کوئی جذبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

منکرین قیامت کی مذمت

☆ آیت ۱ سے ۳ تک میں ایسے منکرین قیامت کی مذمت کی گئی ہے جو یتیم کو دھکے دیتے ہیں اور مسکین کے ساتھ کسی قسم کی ہمدردی نہیں رکھتے۔ ایسا رویہ رکھنے والا شخص بخیل اور بری صفات کا حامل ہوتا ہے جو نہ خود کسی مسکین کی کچھ مدد کرتا ہے اور نہ کسی دوسرے کو مسکینوں کی مدد کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی مسکین کو کھانا کھلانے کی گنجائش نہیں رکھتا تو اسے چاہیے کہ کم از کم دوسروں کو ترغیب دلائے کہ وہ مساکین کو کھانا کھلائے۔

منکرین قیامت کی صف میں شامل گروہ

☆ آیت ۴ سے ۷ تک میں مسلمانوں کے دو ایسے گروہوں کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے منکرین قیامت کی صف میں شامل کیا ہے۔

ان میں سے پہلا گروہ ان نمازیوں کا ہے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں۔ اگر نماز پڑھتے بھی ہیں تو ریا کاری کے لئے پڑھتے ہیں یعنی نماز کو اہمیت نہیں دیتے، نماز سے غافل ہونے کا مطلب کبھی یہ ہوتا ہے کہ کچھ نمازیں رہ جائیں تو پرواہ نہیں کرتے یا نماز بلا عذر اول وقت میں نہیں پڑھتے اور تاخیر سے پڑھتے ہیں یا نماز کے اجزاء و شرائط پوری نہیں کرتے مثلاً رکوع اور سجود میں اذکار مکمل کیے بغیر سر اٹھاتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں تو بھی اس کا مقصد دکھاوا اور ریا کاری ہوتی ہے۔

ان لوگوں کو منکرین معاد میں اس لئے شامل کیا گیا ہے کیونکہ یہ لوگ بھی عملی طور پر معاد پر ایمان نہیں رکھتے اگرچہ زبان سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اللہ پر ایمان رکھتے تو کبھی نماز سے غافل نہ ہوتے اور جو نمازیں پڑھتے ہیں انہیں صرف خالص اللہ کی رضا کے لئے پڑھتے نہ لوگوں کو دکھانے کے لئے۔ تعلیمات ائمہ معصومین علیہم السلام میں ریا کاری اور ریا کار کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''ریا کار شخص کو قیامت کے دن چار ناموں سے پکارا جائے گا: اے کافر! اے فاجر! اے حیلہ گر! اے خاسروزیاں کار، تیرا عمل برباد ہو گیا ہے، تیرا اجر و ثواب باطل ہو چکا ہے آج تیرے لئے نجات کی کوئی راہ نہیں ہے لہٰذا تو اپنا اجر و ثواب اس سے طلب کر جس کے لئے تو عمل کیا کرتا تھا (۱)۔''

لوگوں کو گھریلو چیزیں عاریتاً نہ دینے والوں کی مذمت

دوسرا گروہ ایسے لوگوں کا ہے جو کسی ضرورت مند کو معمولی سا برتن بھی عاریتاً (کچھ مدت تک استعمال کرنے کے لئے) دیں تو بھی ریا کاری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ایسے افراد کی مذمت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک روایت بیان ہوئی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''جو شخص ضروری اور معمولی چیزوں کو اپنے ہمسایہ سے روکتا ہے، خدا اسے

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۱، ص ۱۰۳، محدث نوری، موسسہ آل البیت، قم ایران، ۱۴۰۸ ہجری

قیامت کے دن اپنی خیر سے روک دے گا اور جسے خدا اس کی اپنی حالت پر چھوڑ دے اس کا بہت ہی برا حال ہوگا(۱)۔
اس مختصر سے سورے میں بری صفات کا ایک مجموعہ بیان ہوا ہے۔ یہ صفات جس شخص میں بھی پائی جائیں وہ اس کی بے ایمانی، پستی اور حقارت کی واضح نشانی ہیں اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ ان تمام نشانیوں کو قیامت کی تکذیب (منکرین قیامت) کی فرع قرار دیا گیا ہے۔ یتیموں کو حقیر جاننا، بھوکوں کو کھانا نہ کھلانا، نماز سے غفلت برتنا، ریا کاری کرنا اور زندگی کی معمولی اشیاء بھی کسی کو دینے سے منع کرنے والا انسان پروردگار عالم کی نظر کرم کا بھی مستحق نہیں ہوسکتا ہے۔

فضائل وخصوصیات:

حفاظت خدا میں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

مَنْ قَرَأَهَا بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِائَةَ مَرَّةٍ حَفِظَهُ اللهُ إِلَى صَلَاةِ الصُّبْحِ (۲)

جو شخص صبح کی نماز کے بعد سو مرتبہ اس سورے کی تلاوت کرے گا اللہ اگلی نماز صبح تک اس کی حفاظت کرے گا۔

مقبول اعمال: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ فِي فَرَائِضِهِ وَ نَوَافِلِهِ كَانَ فِيمَنْ قَبِلَ اللهُ صَلَاتَهُ وَ صِيَامَهُ وَلَمْ يُحَاسِبْهُ بِمَا كَانَ مِنْهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (۳)

جو شخص اپنی واجب اور مستحب نمازوں میں ''سورۂ ارایت الذی یکذب بالدین'' (سورۂ ماعون) کی تلاوت کرے گا اس کا شمار ان لوگوں میں سے ہوگا جن کی نماز اور روزہ کو اللہ قبول کرتا ہے اور دنیا میں اس کے انجام دیئے ہوئے کاموں کا محاسبہ نہیں ہوگا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۱۳، شیخ صدوقؒ، انتشارات جامعہ مدرسین قم ایران، ۱۴۱۳ ہجری

۲۔ تفسیر برہان، ج ۸، ص ۳۹۳، بحوالہ تسکین روح، ۴۸۰

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۴۳

سورۂ کوثر کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ کوثر

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
کوثر	30	108	15	مکہ مکرمہ	03	01	43	10

☆سورۂ کوثر موجودہ ترتیب کے اعتبار سے قرآن مجید کا ایک سو آٹھواں (۱۰۸) جبکہ ترتیب نزول کے لحاظ سے پندرہواں (۱۵) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس کا نام "سورۂ کوثر" رکھا گیا ہے اور کوثر جنت میں ایک نہر کا نام ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔کفار و مشرکین کی طعنہ زنی کا جواب	۲۔کوثر کا بیان
۳۔تین پیش گوئیاں	۴۔رسول ﷺ کے دشمن کا ابتر (مقطوع النسل) ہونا
۵۔فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

کفار و مشرکین کی طعنہ زنی کا جواب

☆اس سورے کی شان نزول یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ کے دونوں فرزندوں کے انتقال کے بعد ایک دن: "عاص ابن وائل" نے (جو مشرکین کے سرداروں میں سے تھا) رسول خدا ﷺ سے مسجد الحرام سے نکلتے وقت ملاقات کی اور وہ کچھ دیر تک آپ ﷺ سے باتیں کرتا رہا۔ قریش کے سرداروں کا ایک گروہ مسجد الحرام میں بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے دور سے اس منظر کا مشاہدہ کیا۔ جس وقت "عاص ابن وائل" مسجد میں داخل ہوا تو انہوں نے اس سے کہا کہ تو کس سے باتیں کر رہا تھا؟ اس نے رسول خدا ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: اس "ابتر" شخص سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے اس تعبیر کا اس لئے انتخاب کیا کہ پیغمبر اکرم کے فرزند "عبداللہ" دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ عرب ایسے آدمی کو جس

کا کوئی بیٹا نہ ہو" ابتر" کہا کرتے تھے۔ لہٰذا قریش نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند کی وفات کے بعد اس لقب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے انتخاب کر رکھا تھا، جس پر یہ سورہ نازل ہوا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت سی نعمتوں اور کوثر کی بشارت دی اور ان کے دشمنوں کو ابتر کہا۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجہ علیہا السلام کے بطن مبارک سے دو فرزند پیدا ہوئے، ایک قاسم اور دوسرے طاہر جنہیں عبداللہ بھی کہتے تھے اور یہ دونوں فرزند مکہ میں ہی انتقال کر گئے تھے جس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بیٹا نہ رہا۔ اس بات نے قریش کے بدخواہوں کی زبان کھول دی، وہ آنحضرت کو "ابتر" کہنے لگے۔ کفار کی باتیں سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی رنجیدہ اور غمگین ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کے لئے پروردگار عالم نے اس سورے کو نازل کیا جس میں پروردگار عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ہی ہمیشہ ابتر اور بے اولاد رہے گا۔

کوثر کا بیان

''کوثر'' کا معنی ''خیر کثیر ہے''۔ کوثر کے بارے میں مفسرین نے کئی تفسیریں بیان کی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

☆ جنت کی ایک نہر کا نام کوثر ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور اس کے کناروں پر یاقوت اور موتیوں کے کمرے ہیں۔ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد جمع تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اونگھ سی آئی، جب آنکھ کھلی تو مسکرا دیئے اور فرمایا کہ ابھی میرے اوپر ایک سورہ نازل ہوا ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''سورۂ کوثر'' کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ تو سب نے عرض کیا کہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک نہر ہے جس کے کنارے پر آسمانی ستاروں کی تعداد میں پیالے رکھے ہوئے ہیں اور میری امت کے لوگ وہاں میرے پاس وارد ہوں گے، جب ان میں سے بعض لوگوں کو دھکیل کر کوثر سے دور کیا جائے گا تو میں کہوں گا اے پروردگار! یہ لوگ میرے امتی ہیں، تو جواب ملے گا تجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعتیں کی ہیں (۱)۔

۱۔ صحیح مسلم، بحوالہ تفسیر انوار النجف، ج ۱۴، ص ۳۶۹

☆ بعض نے اس سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے "اولادِ کثیر" مراد لیا ہے جس سے حضرت فاطمہ زہرا علیہا سلام کی نسل ہیں۔

☆ آیت ۱، ۳ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیر کثیر (کوثر) عطا کرنے کا بیان ہے اس کے بعد بیان فرمایا کہ جب ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے تو آپ اس عظیم عنایت کے شکر نعمت کے طور پر نماز پڑھیں اور نحر کریں۔ اس نماز سے مراد نماز عید ہے جس کے بعد قربانی کے اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے۔ روایات اہل بیت علیہم السلام میں ہے کہ نحر سے مراد نماز کے وقت تکبیرۃ الاحرام کے لئے سینہ تک ہاتھوں کا بلند کرنا ہے(۱)۔

تین پیش گوئیاں

اس مختصر سورے میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ تین پیش گوئیاں کی گئی ہیں۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیر کثیر عطا کرنے کی خوشخبری دے رہا ہے اور خیر کثیر میں اولاد کی کثرت کے ساتھ ساتھ تمام کامیابیاں اور جنگوں میں فتوحات بھی شامل ہیں۔

دوسری طرف یہ سورہ اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ابتر نہیں ہوں گے بلکہ آپ کی نسل بہت بڑی تعداد میں دنیا میں موجود رہے گی۔

رسول کے دشمن کا ابتر (مقطوع النسل) ہونا

تیسری بات یہ ہے کہ آپ کا دشمن ابتر اور مقطوع النسل ہوگا۔ اور یہ پیش گوئی بھی پوری ہوگئی کہ آپ کا دشمن اس طرح صفحۂ ہستی سے مٹ گیا کہ آج دنیا میں ان کا کوئی نام و نشان باقی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ "بنی امیہ" اور "بنی عباس" اور ان جیسے دوسرے بڑے قبائل جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل علیہم السلام کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے، جو بہت کثیر تعداد میں آباد تھے آج ان کا کوئی وجود نہیں ہے اگر کوئی باقی بچا ہوا ہے تو بھی وہ اپنی شناخت ظاہر کرنے میں شرمندگی محسوس کرتا ہے

فضائل وخصوصیات:

جنت کی تمام نہروں سے سیرابی: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَهَا سَقَاهُ اللهُ مِنْ كُلِّ نَهْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَ كُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ بِعَدَدِ قُرْبَانٍ كُلِّ يَوْمِ عِيدِ النَّحْرِ (۲)

۱۔ تفسیر انوار النجف، ج ۱۳، ص ۱۷۱

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۴، ص ۳۶۹

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا خدا اسے حوض کوثر اور جنت کی تمام نہروں سے سیراب کرے گا اور اسے عید الاضحیٰ کے دن قربانی کئے جانے والے جانوروں کی تعداد کے دس گنا برابر اجر عطا کرے گا۔

جام کوثر کا ملنا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَنْ كَانَتْ قِرَاءَتُهُ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فِي فَرَائِضِهِ وَ نَوَافِلِهِ سَقَاهُ اللهُ مِنَ الْكَوْثَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ كَانَ مُتَحَدَّثُهُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ فِي أَصْلِ طُوْبَى"(۱)

جو شخص اپنی واجب اور مستحب نمازوں میں سورۂ کوثر کی تلاوت کرے گا، اللہ اسے قیامت کے دن جام کوثر عطا کرے گا اور طوبیٰ درخت کے نیچے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس کی گفتگو ہوگی۔

☆☆☆☆☆

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۶ ص ۱۴۵

سورۂ کافرون کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ کافرون

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
کافرون	30	109	18	مکہ مکرمہ	06	01	99	27

☆سورۂ کافرون موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ایک سونواں (۱۰۹) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اٹھارہواں (۱۸) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

سورۂ کافرون: اس سورہ کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے اس کا نام "سورۂ کافرون" رکھا گیا ہے اور کافر عربی میں انکار کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔

سورۃ العبادۃ: اس سورے کا بنیادی موضوع عبادت ہے اس لئے اسے "سورہ عبادت" بھی کہا جاتا ہے۔

سورۂ اخلاص: یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ جو شخص بھی خلوص کے ساتھ اس کی تلاوت کرے وہ شرک سے نجات حاصل کر سکتا ہے(۱)۔

منتخب موضوعات:

مشرکین و کفار کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیشکش	کفار سے خطاب
توحید خداوندی کا بیان	توحید کے بارے میں کسی قسم کا سمجھوتہ نا قابل قبول ہونا
کافروں سے دو ٹوک بات	فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

☆اس سورے کے مطابق دنیاوی معاملات میں مصالحت بہترین چیز ہے لیکن دین اور توحید میں کسی قسم کی لچک اور سمجھوتہ کرنے کا تصور درست نہیں ہے۔

۱۔ روح المعانی، ج ۳۰، ص ۲۴۹

قرآن مجید میں ''سورۂ جن'' سمیت کل پانچ سورے ایسے ہیں جو لفظ ''قل'' سے شروع ہوتے ہیں ان میں سے آخری چار (سورۂ کافرون، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس) کو چار قل کہا جاتا ہے (۱)۔ ان تمام سوروں کو مختلف مشکلات کے حل اور شیاطین اور شریروں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے تلاوت کرتے رہنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔

مشرکین و کفار کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیشکش

اس سورے کے شان نزول کے بارے میں بیان ہوا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت حق کا آغاز کیا تو تمام اسلام دشمن قوتوں نے متحد ہو کر بھرپور کوشش کی کہ کسی طرح اسلامی تعلیمات کا راستہ روکا جائے لیکن کافر جب اس پیغام کو روکنے میں ناکام ہوئے تو انہوں نے مکاری سے کام لیتے ہوئے کہنا شروع کیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قرآن کے علاوہ کوئی اور کتاب لائیں یا اس کے مضامین کو تبدیل کریں تو ہم آپ کی پیروی کریں گے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے ہی قرآن مجید کی تکذیب ہو جائے گی لیکن قرآن مجید کی طرف سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح جواب دیا کہ: ''میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اسے تبدیل کر دوں (۲)۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ نے فرمایا کہ ''میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جس کی میرے پاس (خدا کی طرف سے) وحی بھیجی جاتی ہے (۳)۔''

کفار و مشرکین جب اپنے اس منصوبے میں بھی ناکام ہوئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیاوی اشیاء کی لالچ دے کر حق سے دور کرنا چاہا۔ چنانچہ قریش کے بعض سردار جیسے حارث ابن قیس سہمی، عاص ابن وائل، ولید ابن مغیرہ، اسود ابن عبد یغوث، اسود ابن عبد المطلب، امیہ ابن خلف وغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: ''آیئے ہم آپس کے اختلافات کو ختم کرتے ہیں، ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر مال پیش کرتے ہیں کہ آپ اہل مکہ میں سب سے زیادہ امیر ہو جائیں گے، جس خاتون سے چاہیں گے آپ کی شادی کرا دیں گے، ان سب چیزوں کے مقابلہ میں آپ سے ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ ہمارے خداؤں کو برا نہ کہا کریں۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ کو یہ بھی قبول نہیں ہے تو پھر ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پوجا کریں اور پھر ایک سال تک ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے، اس

۱۔ دانش نامہ قرآن و قرآن پژوہی، ج ۲، بہاء الدین خرمشاہی، مطبع ناہید تہران، ۱۳۷۷ ہجری

۲۔ سورۂ یونس، آیت ۱۵

۳۔ سورۂ انعام، آیت ۵۰

طرح اختلاف و فساد ختم ہو جائے گا اور ہم سب لوگ امن اور صلح و صفائی سے زندگی گزاریں گے"۔

کفار کی یہ باتیں سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "میں وحی الٰہی کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دیتا۔" اس وقت حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سورۂ کافرون لے کر نازل ہوئے اور عرض کیا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، یہ آپ پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ان کی موت بھی حالت کفر میں ہوگی۔ پروردگار عالم کی طرف سے اس پیغام کو وصول کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد الحرام میں تشریف لے گئے اور وہاں قریش کے سرداروں کی ایک جماعت بھی موجود تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں کھڑے ہو کر اس سورے کی تلاوت کی۔ جب کفار نے اس سورے کا پیغام سنا تو مکمل مایوس ہو گئے اور ہمیشہ کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخلص ساتھیوں کو آزار و اذیت پہنچانے کی ٹھان لی (۱)۔

کفار سے خطاب

☆ آیت ۱ سے ۳ تک میں اگرچہ ظاہری خطاب (اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہہ دو) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے لیکن درحقیقت یہ خطاب عام ہے اور تمام مسلمانوں سے ہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ کافروں کے دین سے برائت کا اظہار کریں۔ آیت میں لفظ "کافر" استعمال ہوا ہے یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس میں مخاطب صرف مشرکین مکہ نہیں ہیں بلکہ وہ تمام افراد شامل ہیں جو اللہ کی وحدانیت کا انکار کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا رسول نہیں مانتے چاہے وہ یہودی ہوں، نصاریٰ ہوں، مجوسی ہوں یا تمام دنیا کے کفار و مشرکین ہوں۔ پروردگار عالم نے ان آیات کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرما کر واضح پیغام دیا ہے کہ کوئی بھی مسلمان کسی صورت میں کافروں کے معبود کی عبادت نہیں کر سکتا۔

توحید خداوندی کا بیان

یہ آیات پروردگار عالم کی وحدانیت پر بہت ہی بہترین دلیل ہیں جس میں توحید کی ایک بہت ہی اہم قسم "توحید عبادی" کا بیان ہوا ہے۔ توحید کی اقسام کا مختصر تعارف سورۂ اخلاص میں ملاحظہ فرمائیں۔

توحید کے بارے میں کسی قسم کا سمجھوتہ نا قابل قبول ہونا

☆ آیت ۴ سے ۶ تک میں کافروں کی طرف سے دین کے بارے میں سمجھوتے کی تجویز مسترد کی گئی ہے۔ اس تجویز

۱۔ تسکین روح، ص ۴۸۶، ۴۸۷۔ اس شان نزول کو مختصر اختلاف کے ساتھ تقریباً تمام مفسرین نے بیان کیا ہے۔

کو پرزور الفاظ میں تکرار کرتے ہوئے مسترد کر کے اس خیال کو ذہنوں سے دور کر دیا گیا ہے کہ توحید کے بارے میں کسی قسم کا سمجھوتہ قابل قبول ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں بعض مقامات پر آیات تکرار کے ساتھ مذکور ہیں۔ ہر تکرار اپنی جگہ ایک حسن رکھتا ہے۔

کافروں سے دوٹوک بات

آخری آیت میں واضح اعلان کیا گیا ہے کہ اے کافرو! تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور ہمارے لئے ہمارا دین۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نے کسی صورت میں ہمارے معبود کی بندگی نہیں کرنی تو تمہارے لیے تمہارا دین ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمہارے لیے تمہارا دین ٹھیک ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تمہارے دین سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ جب حق کی طرف نہیں آنا ہے تو تم اپنے باطل پر قائم رہو، ہم اپنے حق پر قائم رہتے ہیں۔

فضائل وخصوصیات:

سوتے وقت مفید عمل: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

إِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ فَاقْرَأْ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ثُمَّ نَمْ عَلَى خَاتِمَتِهَا فَإِنَّهَا بَرَاءَةٌ مِنَ الشِّرْكِ (۱)

جب تم اپنے بستر پر سونے کے لئے جاؤ تو سورۂ کافرون کی تلاوت کرو اور اسے مکمل کر کے سو جاؤ کیونکہ یہ سورہ شرک سے بیزاری اور برائت ہے۔

قبولیت دعا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

مَنْ قَرَأَهَا عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ عَشْرَ مَرَّاتٍ وَدَعَا بِمَا أَرَادَ مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اِسْتَجَابَ اللّٰهُ مَا لَمْ يَكُنْ مَعْصِيَةً يَفْعَلُهَا (۲)

جو شخص طلوع آفتاب کے وقت دس مرتبہ اس کی تلاوت کرے گا وہ دنیا وآخرت کے متعلق جو بھی دعا کرے گا اللہ اس کی دعا مستجاب فرمائے گا جب تک اس کی دعا کسی معصیت کو انجام دینے کے سلسلہ میں نہ ہو۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴ ص ۲۹۱

۲۔ تفسیر برہان، ج ۸، ص ۴۰۸، بحوالہ تسکین روح، ص ۳۰۴

سورۂ نصر کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ نصر

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
نصر	30	110	114	مدینہ منورہ	03	01	80	19

☆ سورۂ نصر موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ایک سو دسواں (۱۱۰) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے ایک سو چودھواں (۱۱۴) سورہ ہے۔ یہ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے "سورۂ نصر" رکھا گیا ہے جس میں اللہ نے مسلمانوں کیلئے نصرت اور فتح کی بشارت دی ہے اور نصر عربی میں مدد کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

عظیم الشان فتح، یعنی فتح مکہ مکرمہ	اللہ تعالیٰ کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسبیح و استغفار کا حکم
فضائل و خصوصیات	

اہم نکات:

☆ اس سورے میں اللہ نے فتح مکہ کے بعد لوگوں کے جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے کی خبر دی ہے اور اس کے ساتھ ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے رب کی تسبیح و استغفار کرتے رہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ انسان جب فتح حاصل کرے تو اسے غرور و تکبر سے کام نہیں لینا چاہیے بلکہ خدا کی تسبیح اور اپنے گناہوں پر خدا سے استغفار طلب کرنا چاہیے۔

اس سورے کے نزول کے زمانہ کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ یہ سورہ ہجرت کے بعد نازل ہوا اور اس میں ایک بڑی کامیابی کی بشارت دی گئی ہے۔ اگرچہ اسلام میں بہت سی فتوحات اور کامیابیاں نمایاں مقام رکھتی ہیں لیکن فتح مکہ جیسی عظیم فتح شاید کوئی بھی نہ ہو کیونکہ بعض روایات کے مطابق عربوں کا یہ نظریہ تھا کہ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو

فتح کر لیا تو یہ ان کی حقانیت کی دلیل ہوگی کیونکہ اگر وہ حق پر نہ ہوئے تو خدا انہیں کبھی مکہ پر غلبہ حاصل کرنے نہیں دے گا جس طرح ابرہہ کے عظیم لشکر کو اجازت نہیں دی تھی، پس جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو بہت سے مشرکین نے آپ کی رسالت کو برحق جانا اور اس طرح وہ گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

عظیم الشان فتح، یعنی فتح مکہ مکرمہ

فتح مکہ کے بارے میں اگرچہ اس سے پہلے ''سورۂ فتح'' میں بھی مختصر طور پر اشارہ کیا جا چکا ہے لیکن یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کی کے واقعہ کو ذرا تفصیل سے بیان کیا جائے:

صلح حدیبیہ کے بعد صلح کی شرائط کے مطابق قریش کا یہ فرض تھا کہ وہ اسلام کے خلاف کوئی شورش برپا نہ کرتے لیکن اسلام ان کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا، جب بھی موقع ملتا تھا اسلام کے خلاف سازشیں کرنے سے باز نہیں آتے تھے۔ ایک بار انہوں نے قبیلہ خزاعہ کے ایک سردار کو عین کعبہ کے اندر قتل کر ڈالا چونکہ یہ قبیلہ مسلمانوں کا دوست تھا اور یہ آپس ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ کر چکے تھے لہٰذا اس قبیلہ کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس فریاد لے کر آئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے پاس پیغام بھیجا کہ یا تو قبیلہ خزاعہ کے مقتول کا خوں بہا ادا کرو ورنہ اعلان کرو کہ ہم نے حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا ہے۔ قریش نے پہلے تو کہلا بھیجا کہ ہم نے معاہدہ توڑ دیا ہے لیکن پھر ابوسفیان کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیج کر یہ درخواست کی کہ معاہدہ از سرِ نو ہو۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور ابوسفیان یونہی ناکام واپس چلا گیا۔ اس کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار فوج لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں بہت سے قبیلے آپ کے ساتھ شامل ہوتے گئے۔ مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام کیا۔ جب قریش کو یہ خبر پہنچی تو پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی، وہ بہت گھبرائے کہ اب کیا کریں؟۔ ابوسفیان تو ایک چالباز آدمی تھا اس نے حضرت عباس ابن عبدالمطلبؓ کو ڈھال بناتے ہوئے کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مجھے امان دلا دو۔

حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لے کر اسلامی پڑاؤ کی طرف چل پڑے۔ حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: ''یہ امان چاہتا ہے اور مسلمان ہونے کا وعدہ کرتا ہے، میں اس کی

سفارش کرنے کیلئے آیا ہوں۔ حضرت ﷺ کا رحم و کرم دیکھیں کہ آپ ﷺ نے ایک ایسے شخص کو بھی امان دیدی جس سے مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچی تھیں، بہت سی جانیں ضائع ہوئی تھیں، بہت سی لڑائیاں لڑنی پڑی تھیں اور جس کی بیوی نے حضرت حمزہ کا کلیجہ چبایا تھا۔ اسلام کی طاقت اور کامیابی کو دیکھ کر اس نے مجبوراً اسلام قبول کرلیا۔

عباس نے حضرت ﷺ کے قریب جا کر عرض کیا: ابوسفیان کے ساتھ کچھ خاص رعایت بھی ہونی چاہیے، یہ جاہ و منصب کا بھوکا ہے کوئی صورت ایسی ہو کہ قریش میں اس کا اعزاز بڑھ جائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو کوئی اس کے گھر میں پناہ گزیں ہوگا وہ امان میں رہے گا۔

الغرض رسول خدا ﷺ لشکر اسلام کو لے کر بڑی شان و شوکت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور تمام شہر میں یہ منادی کرادی کہ جو شخص ہتھیار پاس نہ رکھتا ہوگا یا خانہ کعبہ میں داخل ہوجائے گا یا اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھا رہے گا یا ابوسفیان کے گھر چلا جائے گا وہ امان میں رہے گا ورنہ جان سے مار دیا جائے گا۔ یہ ندا سن کر کفار و مشرکین کے ہوش و حواس ٹھکانے آگئے کیونکہ وہ تو یہ سوچ کر بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت ﷺ شہر میں داخل ہوتے ہی قتل عام کا حکم دے دیں گے، گھروں میں آگ لگوادیں گے اور لاشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچلوادیں گے۔

حضرت ﷺ سب سے پہلے خانہ کعبہ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ وہ مقدس مکان جس کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے خدا کی عبادت کے لئے بنایا تھا آج بتوں کا گھر بنا ہوا ہے اور کوئی گوشہ اس کا ایسا نہیں ہے جہاں کوئی چھوٹا یا بڑا بت نہ رکھا ہوا ہو۔ آپ ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: ''خانہ خدا کو اس نجاست سے پاک کردو''۔ جہاں تک ہاتھ کی رسائی تھی آنحضرت ﷺ اور حضرت علی علیہ السلام دونوں لکڑی کی نوک سے بتوں کو گراتے رہے لیکن جو بت زیادہ بلندی پر نصب تھے ان کو گرانے کیلئے آنحضرت ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے شانوں پر سوار کیا، جب کوئی بت خاک پر گرتا تھا تو آپ ﷺ فرماتے جاتے تھے: ''حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل تو مٹنے ہی کی چیز ہے''۔ خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کے بعد آپ ﷺ نے دو رکعت نماز شکر ادا کی اور دیر تک سجدہ میں اللہ کے فضل و کرم کا شکریہ ادا کرتے رہے۔

چونکہ آنحضرت ﷺ نے خانہ کعبہ کے اندر آنے والوں کیلئے امان کا اعلان کردیا تھا۔ کفار و مشرکین کثرت کے ساتھ وہاں آئے تھے۔ جب حضرت ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے خانہ کعبہ میں موجود اس عظیم الشان

مجمع کے سامنے ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا: "لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ ایک خدا کے سوا دوسرا خدا نہیں ہے، وہ لاشریک ہے، کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور تمام قبائل پر اس ایک اکیلے کو فتح بخشی۔ اے قوم قریش! خدا نے تمہارے غرور و تکبر کو خاک میں ملا دیا، تم کو آگاہ ہونا چاہیے کہ تمام انسان آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے (ایسی حالت میں کسی آدمی کو غرور زیب نہیں دیتا)۔

اس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے وہ لوگ بھی موجود تھے جو کسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کو بڑی تکلیفیں پہنچا چکے تھے اور جنہوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی تھی۔ اس وقت اہل مکہ کے سر شرم و ندامت سے جھکے ہوئے تھے اور دل خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے کہ نہیں معلوم ہمارے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا سزا تجویز کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: "تم لوگوں کو اپنی حرکتیں بھی یاد ہیں؟ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟"۔ انہوں نے بڑے عاجزانہ لہجہ میں کہا: ہم جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے رحیم و کریم بھائی کے بیٹے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور ہمارے گناہ بخش دیں گے۔ یہ سن کر اس خلق مجسم اور رحمت عالم نے فرمایا: "جاؤ تم سب آزاد ہو، اب تم پر کوئی الزام نہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کریمانہ انداز دیکھتے ہوئے گروہ کے گروہ دین اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسبیح و استغفار کا حکم

☆ آیت ۱ سے ۳ تک میں فرمایا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب اللہ کی مدد آن پہنچے اور دین اسلام کو فتح و کامرانی نصیب ہو اور آپ دیکھیں کہ لوگ گروہ در گروہ دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اس عظیم نعمت اور کامیابی اور اللہ کی مدد کے شکرانے کے طور پر تسبیح اور حمد بجا لائیں اور اس سے بخشش طلب کریں کہ وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

فضائل و خصوصیات:

فتح مکہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دینے والوں کا ثواب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

مَنْ قَرَاَهَا فَكَاَنَّمَا شَهِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ فَتْحَ مَكَّةَ (۱)

۱۔ مجمع البیان، ج ۱۰، ص ۵۵۳، بحوالہ تفسیر نمونہ، ذیل تفسیر سورہ

جو شخص اس سورے کی تلاوت کرے گا وہ اس شخص کے مانند ہے جو فتح مکہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا۔

امان نامہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ فِي نَافِلَةٍ أَوْ فَرِيضَةٍ نَصَرَهُ اللهُ عَلَى جَمِيعِ أَعْدَائِهِ وَجَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَعَهُ كِتَابٌ يَنْطِقُ قَدْ أَخْرَجَهُ اللهُ مِنْ جَوْفِ قَبْرِهِ فِيهِ أَمَانٌ مِنْ جِسْرِ جَهَنَّمَ وَمِنَ النَّارِ وَمِنْ زَفِيرِ جَهَنَّمَ (۱)

جو شخص واجب یا مستحب نماز میں اس سورے کی تلاوت کرے گا اللہ اسے تمام دشمنوں پر کامیابی عطا کرے گا اور وہ قیامت میں اس حالت میں محشر میں وارد ہوگا کہ اس کے ہاتھ میں ایک عہد نامہ ہوگا جو بات کرے گا، خدا نے اسے اس کی قبر کے اندر سے بھیجا ہے اور وہ جہنم کے پل، آگ اور جہنم کی آگ سے امان نامہ ہے۔

☆☆☆☆☆

۱۔ بحار الانوار، ج ۸۳، ص ۳۰

سورۂ لہب کا مختصر جائزہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جدول سورۂ لہب

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
لہب	30	111	06	مکہ مکرمہ	05	01	81	22

☆ سورۂ لہب موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ایک سو گیارہواں (۱۱۱) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے چھٹا (۶) سورہ ہے۔

اسمائے سورہ:

یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔ اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے "سورۂ لہب" رکھا گیا۔ اس کے علاوہ اس سورے کو "سورۂ مسد" اور سورۂ تبت" بھی کہا جاتا ہے۔ (۱)

منتخب موضوعات:

۱۔ ابولہب اور ام جمیل کی مذمت	۲۔ ابولہب پر نفرین ولعنت
۳۔ معاویہ اور حضرت عقیل کا مکالمہ	۴۔ ابولہب کا نام قرآن مجید میں آنے کی وجہ
۵۔ قیامت کے دن ابولہب اور ام جمیل کی سزا کا بیان	۶۔ فضائل وخصوصیات

اہم نکات:

ابولہب اور ام جمیل کی مذمت

☆ یہ سورہ ابولہب اور اس کی بیوی کے بارے میں نازل ہوا ہے جس کا اس کا اصل نام "اروی بنت حرب ابن امیہ" جو کہ "ام جمیل" کی کنیت سے مشہور تھی اور "ابوسفیان" کی بہن تھی۔ وہ اپنے شوہر سے بھی زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمن تھی۔

۱۔ تفسیر مجمع البیان، ج۱۰، ص ۸۱۳

☆ ابولہب کا اصل نام "عبدالعزیٰ" تھا۔ قرآن مجید نے دشمنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنا پر اسے ابولہب یعنی "آگ کا باپ" کا خطاب دیا۔ یہ شخص دشمنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش پیش رہتا تھا اور جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت اسلام دیتے تھے تو یہ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سننے سے روکتا تھا۔

ابولہب پر نفرین ولعنت

قرآن مجید نے ابولہب اور ان کی بیوی (ام جمیل) پر نفرین کرتے ہوئے ان کے لئے قیامت کے دن دردناک عذاب کی خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں جھلسے گا اور جب ام جمیل جہنم میں جائے گی تو جس جگہ (گردن میں) وہ دنیا میں زیور پہنتی تھی، دوزخ میں اس جگہ مضبوط رسی سے جکڑی ہوئی ہو گی۔ روایت ہے کہ وہ اپنی گردن میں بہت قیمتی ہار پہنتی تھی اور کہتی تھی لات وعزی کی قسم! میں اپنا یہ قیمتی ہار فروخت کر کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف خرچ کروں گی (۱)۔

اس سورے کا مضمون بنی ہاشم کے ایک فرد "عبدالعزیٰ" پر نفرین ہے جس کی کنیت ابولہب ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا تھا۔ بنی ہاشم کا فرد ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب وایذا میں غیروں سے بھی آگے رہتا تھا۔ اس لئے اسے غیروں سے زیادہ رسوا کیا گیا اور اس پر نفرین اور اس کی مذمت قرآن کا حصہ قرار دے کر دائمی اور ابدی رسوائی کی سزا دی گئی۔

معاویہ اور حضرت عقیل کا مکالمہ

معاویہ نے حضرت عقیل سے ازراہ طنز کہا: آپ کا چچا ابولہب جہنم میں کس جگہ ہے؟ عقیل نے فی البدیہہ جواب دیا: اگر تو جہنم میں داخل ہو جائے تو اپنی دائیں طرف دیکھنا، تو ابولہب کو اپنی پھوپھی ام جمیل کے ساتھ دیکھ لے گا۔

ابولہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں ہر مقام پر پیش پیش رہتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت اسلام کے لئے کہیں تشریف لے جاتے تھے تو یہ ان کے پیچھے جاتا تھا اور لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سننے سے روکتا تھا۔ ابولہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قریبی ہمسایہ تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر میں بھی چین سے نہیں رہنے دیتا تھا۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل (ابوسفیان کی بہن) رات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر خاردار جھاڑیاں پھینک دیا کرتی تھی۔

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ذیل تفسیر سورۂ مورد بحث

اس سورے کے نازل ہونے کے چند سال بعد جنگ بدر میں قریش کے اکثر بڑے بڑے سردار قتل ہوئے تو ابولہب کو اس قدر دکھ ہوا کہ سات دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا۔ اسے متعدی قسم کی بیماری لگ گئی تھی۔ اس لئے گھر والوں نے بھی اسے چھوڑ دیا۔ مرنے کے بعد بھی تین دن تک اس کی میت گھر میں پڑی رہی۔ بد بو پھیلنے لگی تو اس کے بیٹوں نے چند حبشیوں کو بلا کر اسے دفنا دیا۔

ابولہب کا نام قرآن مجید میں آنے کی وجہ

یہاں پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں میں سے صرف ابولہب کا ذکر قرآن مجید میں واضح انداز میں کیوں بیان کیا گیا ہے؟ یعنی ابولہب ہی وہ واحد دشمن رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کا نام لے کر قرآن میں ایک سورہ نازل ہوئی ہے جب کہ دوسرے دشمنوں نے ابولہب سے زیادہ نہیں تو کم دشمنی نہیں کی تھی؟

اس کے جواب میں مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ابولہب کا تعلق بنی ہاشم کے خاندان سے تھا۔ اس خاندان کے لوگوں سے کوئی ایسا خطرہ نہیں تھا کہ آئندہ برسر اقتدار آ کر قرآن سے اس عار و ننگ کو مٹا دیں گے۔ بنی ہاشم کے لیے عار نہیں بلکہ فخر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کے بارے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے۔ اپنا سگا چچا کفر کرتا ہے تو اسے برملا دھتکار دیتے ہیں اور اگر کوئی غیر، حبشی غلام ایمان لے آتا ہے تو اسے قربت حاصل ہو جاتی ہے۔

پروردگار عالم نے ابولہب پر نفرین کرتے ہوئے واضح الفاظ میں بیان فرمایا کہ ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابولہب اپنے مقاصد میں ناکام ہو جائے چونکہ انسان اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اپنا ہاتھوں سے زیادہ کام لیا کرتا ہے۔ ہاتھ ٹوٹنا، مقصد میں نامراد ہونے کے معنوں میں ہیں۔ چنانچہ چند سال گزرے تھے کہ وہ ذلیل و خوار ہو کر مردار ہو گیا اور اس کے بعد اس کی اولاد اسلام میں داخل ہو گئی۔ اس کی اولاد قرآن کی تلاوت کرتی تھی تو اسے اپنے باپ پر لعنت بھیجنا پڑتی تھی۔ اس سے زیادہ ذلت و خواری کیا ہو سکتی ہے؟

سورخین لکھتے ہیں ابولہب قریش کے مالدار آدمیوں میں سے ایک تھا اور وہ بخل اور زر پرستی میں مشہور تھا۔ قرآن اس کی دولت کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ اس کی دولت اور کمائی اس کے کسی کام نہ آئی، کمائی سے مراد یا تو وہی دولت ہے یا اولاد ہے۔ چنانچہ جب متعدی مرض میں مبتلا ہوا تو نہ مال اس کے کام آیا نہ اولاد اور وہ نہایت بے کسی میں تنہائی کے عالم میں اپنے گھر میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

قیامت کے دن ابولہب اور ام جمیل کی سزا کا بیان

☆ ابولہب کی بیوی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھایا کرتی تھی تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت ہو۔ اس سورے میں ابولہب اور اس کی بیوی کی سزا کا ذکر ہے اور یہ سورہ بہترین دلیل ہے کہ انسان کی قدر و قیمت رشتوں سے نہیں بلکہ عمل سے ہے کیونکہ ابولہب رشتے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا تھا۔

فضائل و خصوصیات:

دشمنان خدا سے دوری: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ تَبَّتْ رَجَوْتُ اَنْ لَا يَجْمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَبِيْ لَهَبٍ فِيْ دَارٍ وَاحِدَةٍ[1]

جو شخص سورۂ تبت کی تلاوت کرے گا مجھے امید کہ اللہ اسے اور ابولہب کو (قیامت کے دن) ایک جگہ جمع نہیں کرے گا۔

ابولہب کیلئے بددعا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِذَا قَرَأْتُمْ تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ فَادْعُوْا عَلٰى اَبِيْ لَهَبٍ فَاِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِالنَّبِيِّ ص وَ بِمَا جَاءَ بِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ[2]

جب بھی سورۂ لہب کی تلاوت کرو تو ابولہب کو بددعا ضرور دینا کیونکہ یہ ایسا جھوٹا ہے جو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جو کچھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے پاس سے لے کر آئے تھے اسے جھٹلانے والوں میں سے تھا۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۷۰

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۷۲

سورۂ اخلاص کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ اخلاص

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
اخلاص	30	112	22	مکہ مکرمہ	04	01	47	15

☆ سورۂ اخلاص موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ایک سو بارہواں (۱۱۲) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے بائیسواں (۲۲) سورہ ہے۔

اسمائے سورہ:

☆ سورۂ اخلاص قرآن مجید کے ان سوروں میں سے ایک سورہ ہے جس کے لئے مفسرین نے کئی نام بیان کئے ہیں جن میں سے مشہور ترین نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اخلاص: چونکہ اس سورت کے توحیدی مضامین پڑھنے سے ایمان راسخ رکھنے والے دلوں میں اخلاص کے چشمے پھوٹتے ہیں لہٰذا اس کو سورۂ اخلاص کہا جاتا ہے۔

۲۔ توحید: اس سورے کو اس لئے سورہ توحید کہا جاتا ہے کیونکہ توحید اس کا اصل مضمون ہے اور یہ سورہ مسئلۂ توحید کی تشریح و توصیف میں نازل ہوا ہے۔

۳۔ صمد: اس سورے کو اس لئے صمد کہا جاتا ہے کیونکہ یہ لفظ اس کی دوسری آیت میں مذکور ہے اور متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے مثلاً، بے نیاز و غیر محتاج، اور وہ ضروریات و احتیاجات کی صورت میں پناہگاہ ہے اور کوئی اس سے برتر نہیں ہے۔

۴۔ نجات: اس سورے کو اس لئے نجات کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ یہ انسان کو جہنم کی آگ سے نجات دلاتا ہے۔

۵۔ معرفت: اس سورے کو اس لئے معرفت کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ یہ اللہ کی معرفت و شناخت اور صفات کے سلسلے میں نازل ہوا ہے۔

۶۔ سورۂ اساس: اس سورے کو اس لئے اساس کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اسلام کی اساس اور بنیاد یعنی توحید اور

صفات الہیہ پر مشتمل ہے۔

۷۔ سورۂ تجرید: کے معنی مجرد کرنے اور تنہا کر دینے کے ہیں۔ یہ خداوند متعال کی ذات کو تمام عیوب، ترکیب اور مادیت کے آثار سے مبرا اور مجرد کرتا ہے۔

۸۔ سورۂ تفرید: اس سورے کو اس لئے تفرید کہا جاتا ہے کیونکہ تفرید کے معنی خدا کو فرد اور واحد قرار دینے کے ہیں۔

۹۔ سورۂ برائت: چونکہ یہ سورہ خداشناسی کے مسئلے میں انسان کے عقائد کو تمام تر اوہام، انحرافات اور اشتباہ سے پاک ومبرا کر دیتا ہے، لہٰذا اس سورے کو برائت بھی کہا جاتا ہے۔

۱۰۔ سورۂ مُقَشقِشَہ: اس عنوان کا اطلاق سورۂ اخلاص کے علاوہ سورۂ کافرون، سورۂ ناس اور سورۂ فلق پر بھی ہوتا ہے اور اس کے معنی ایسے کلام کے ہیں جو حساس مواقع پر انسان کی زبان پر جاری ہوتا ہے(۱)۔

منتخب موضوعات:

۱۔ توحید کا جامع تصور	۲۔ توحید کی اقسام کا بیان
۳۔ فضائل وخصوصیات	

اہم نکات:

☆ اس سورے میں توحید کا بیان ہے اور اسلام کا بنیادی اعتقاد خدا کی توحید اور اس کی بے نیازی کا عقیدہ رکھنا ہے، دوسرے تمام عقائد اسی عقیدہ توحید پر منحصر ہیں۔

☆ اسی سورے سے اسلام اور کفر کے درمیان فرق بھی واضح ہو جاتا ہے کیونکہ کافروں نے جتنے بھی خدا بنا رکھے ہیں وہ سب محتاج ہیں اور اسلامی نقطۂ نگاہ سے صرف ایک خدا ہے اور وہ بھی بے نیاز۔ اس کی بے نیازی کی شان یہ ہے کہ وہ ہر ذات اور ہر رشتے سے بے نیاز ہے وہ ایسا واحد ہے جس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

☆ اس سورے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اس سورے سے تشبیہ دی ہے جیسا کہ ابن عباسؓ کی روایت میں بیان ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے علی تمہاری مثال میری امت میں اسی طرح ہے جیسے ''قل ھو اللہ احد'' کی قرآن مجید میں ہے جس نے سورۂ قل ھو

۱۔ دانشنامہ قرآن وقرآن پژوھی، ج ۲، ص ۱۲۷۰۔۱۲۷۱

اللہ ایک مرتبہ پڑھا ایسا ہے کہ اس نے ثلث (ایک تہائی) قرآن کی تلاوت کی جس نے دو مرتبہ پڑھا تو اس نے دو تہائی کی تلاوت کی اور جس نے تین مرتبہ پڑھا تو ایسا ہے کہ اس نے قرآن ختم کرلیا ہے اور اے علی علیہ السلام! جو شخص آپ کو زبان سے دوست رکھتا ہے اس کو ثلث (ایک تہائی) ایمان حاصل ہوتا ہے۔ اور جو شخص زبان اور دل سے آپ کو دوست رکھتا ہے اس کو دو ثلث ایمان مل گیا۔ اور جس نے تم سے دل سے محبت کی زبان سے اقرار کیا اور ہاتھ سے اظہار کیا اس نے پورا ایمان پالیا۔ اے علی علیہ السلام! قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کے بھیجا ہے اگر زمین پہ رہنے والے تم سے ویسے ہی محبت کرتے جیسے آسمان پہ رہنے والے کرتے ہیں تو خداوند کبھی اہل زمین کو جہنم کا عذاب نہ دیتا(۱)۔"

اس سورے کی شان نزول کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس طرح نقل ہوا ہے کہ: یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ تقاضا کیا کہ آپ ان کے لئے خدا کی توصیف بیان کریں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن تک خاموش رہے اور آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ یہ سورہ نازل ہوا اور ان کو جواب دیا گیا۔

بعض روایات میں بیان ہوا ہے کہ سوال کرنے والا "عبداللہ ابن صوریا" تھا، جو یہودیوں کے مشہور سرداروں میں سے ایک تھا اور دوسری روایات میں یہ آیا ہے کہ اس قسم کا سوال مشرکین مکہ نے کیا تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ سوال کرنے والا نجران کے عیسائیوں کا ایک گروہ تھا(۲)۔ ان تمام باتوں کا نتیجہ ایک ہی ہے کہ مختلف مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا کہ اپنے رب کی تعریف کریں کہ آپ کا رب کون ہے؟ وہ کس چیز سے بنا ہے؟ اس کا خاندان کیا ہے؟ وہ کیسا ہے؟ ان کے ان سوالوں کے جواب میں یہ سورہ نازل ہوا۔

توحید کا جامع تصور

☆ آیت ۱ سے ۵ تک میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا ایسا جامع تصور دیا گیا ہے جو ایک ساتھ قرآن حکیم میں کسی دوسرے مقام پر نہیں بیان نہیں ہوا ہے۔ اس سورے میں توحید کے پانچ بنیادی ارکان بیان کیے گئے ہیں۔ ان پانچ صفات میں سے کسی ایک صفت کو بھی اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔ وہ صفات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کتاب امالی، ص ۳۳

۲۔ تفسیر نمونہ، ذیل تفسیر سورہ

۱۔ اَحَد، یعنی یکتا: پروردگار عالم ہر اعتبار سے یکتا ہے مثلاً ذات میں یکتا، ربوبیت میں یکتا، خالقیت میں یکتا، رازقیت میں یکتا، ذات وصفات اور افعال میں یکتا ہے۔ تدبیر کائنات میں یکتا ہے۔

۲۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ، یعنی اللہ ہر ایک سے بے نیاز ہے: کائنات کا ذرہ ذرہ اس ذات کی طرف محتاج ہے جبکہ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

۳۔ لَمْ يَلِدْ، یعنی اس نے کسی کو نہیں جنا (پیدا کیا): اس جملہ میں عیسائیوں اور مشرکین کے نظریہ کو رد کیا گیا ہے کیونکہ عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا اور مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے ہیں۔

۴۔ لَمْ يُوْلَدْ، یعنی نہ وہ جنا (پیدا کیا) گیا: پروردگار عالم کسی کی اولاد نہیں ہے۔

۵۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ، یعنی کوئی بھی اس کا ہمسر نہیں: نہ ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں، نہ خلق و ایجاد میں، نہ تدبیر کائنات میں۔

توحید کی اقسام کا بیان

مفسرین قرآن اور علم کلام کے ماہرین نے توحید کی چند قسمیں بیان کی ہیں۔ ان تمام اقسام کی تفصیلی بحث علم کلام کی کتابوں میں موجود ہے لیکن ذیل میں ان اقسام میں سے چار اہم اقسام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

توحید ذاتی: یعنی ایک مسلمان وہ ہے جو اللہ کی ذات کو یکتا اور یگانہ مانتا ہو۔

توحید صفاتی: یعنی کسی بھی شخص کو اللہ کی ذات میں شریک قرار نہ دیا جائے بلکہ تمام صفات صرف اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ کی صفات عین ذات ہیں، یعنی اللہ کی صفات مخلوقات کی طرح نہیں جن کی صفات ان کی ذات سے الگ ہیں۔

توحید افعالی: کوئی ایسا نہیں جو پروردگار عالم کے افعال میں اس کی مدد کرے یا اس کا شریک ہو۔

توحید عبادی: تمام عبادتیں صرف اسی کے لئے ہوں عبادت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہونا چاہیے۔

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمرو ابن حصین ؓ نے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ایک سریہ (وہ جنگ جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود شریک نہ ہوں) میں سردار بنا کر بھیجا۔ جب آپ جنگ سے واپس آئے تو لوگوں سے جنگ کے دوران پیش آنے والے حالات پوچھے تو لوگوں نے کہا: سب بخیر ہے، صرف یہ کہ علی علیہ السلام نے ہمیں ہر نماز قُلْ هُوَاللّٰهُ کے ساتھ پڑھائی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کرنے کی وجہ معلوم کی تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ”قُلْ هُوَاللّٰهُ

اَحَدٌ" سے مجھے محبت ہے۔(۱)۔"

تھوڑے فرق کے ساتھ یہی روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے مگر اس میں حضرت عائشہؓ نے حضرت علی علیہ السلام کا نام لئے بغیر حدیث بیان کی ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے اسم گرامی کی جگہ "ایک شخص" کہا ہے (۲)۔

اس سورے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب حضرت سعد ابن معاذؓ کا انتقال ہوا تو جبرئیل امین علیہ السلام ستر، ہزار فرشتوں کے ہمراہ ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس کی وجہ پوچھی تو جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ شخص اٹھتے بیٹھتے، آتے جاتے اور چلتے، پھرتے سورۂ قل ھو اللہ کی تلاوت کیا کرتا تھا (۳)۔

فضائل وخصوصیات:

ثلث (ایک تہائی) قرآن کا ثواب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَ سُورَةَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ مَرَّةً فَكَأَنَّمَا قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ (۴)

جو شخص سورۂ قل ھو اللہ کی تلاوت کرے گا گویا اس نے ثلث قرآن مجید یعنی ایک تہائی قرآن مجید کی تلاوت کی۔

نماز میں تلاوت نہ کرنے کی سزا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ مَضٰى بِهٖ يَوْمٌ وَاحِدٌ فَصَلّٰى فِيْهِ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ وَلَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قِيْلَ لَهٗ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَسْتَ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (۵)

جو شخص ہر روز نماز پنجگانہ تو پڑھتا ہو لیکن (نماز میں) سورۂ توحید کی تلاوت نہ کرتا ہو تو اسے کہا جائے گا کہ اے بندہ خدا! تو نمازی نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆
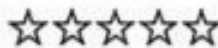
۱۔ التوحید، ص ۹۳، باب تفسیر سورۂ قل ھو اللہ، شیخ صدوق، انتشارات جامعہ مدرسین، قم، ۱۳۹۸ ہجری

۲۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، علامہ شیخ محسن علی نجفی، اسلام آباد

۳۔ تفسیر انوار النجف، ج ۱۴، ص ۲۸۱

۴۔ بحار الانوار، ج ۸۹، ص ۳۵۰

۵۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۸۰

سورۂ فلق کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ فلق

الفاظ	حروف	رکوع	آیات	مقام نزول	ترتیب نزول	موجودہ ترتیب	پارہ نمبر	نام سورہ
23	73	01	05	مکہ مکرمہ	20	113	30	فلق

☆ سورۂ **فلق** موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ایک سو تیرہواں (۱۱۳) جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے بیسواں (۲۰) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے "سورۂ فلق" رکھا گیا ہے اور فلق عربی میں صبح کی سفیدی کے نمایاں ہونے کو کہا جاتا ہے۔

سورۂ فلق اور سورۂ ناس کو "معوذتین" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان دونوں سوروں میں اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ: "جو شخص نماز وتر میں معوذتین (فلق اور ناس) اور قل ھو اللہ احد کو پڑھے تو اسے کہا جائے گا کہ اے عبد خدا! تجھے بشارت ہو اللہ نے تیری نماز وتر قبول کر لی ہے[۱]۔"

منتخب موضوعات:

۱۔ شریروں سے اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم	۲۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

شریروں سے اللہ کی پناہ مانگنے کا حکم

☆ آیت ۱ سے ۵ تک کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ اس سورے کے آغاز میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پروردگار عالم حکم دیتا ہے کہ شر والی تمام موجودات کے شر سے "فلق" کے پروردگار سے پناہ مانگ۔ "رب فلق" کا انتخاب شاید اس بناء پر ہے کہ شریر موجودات، سلامتی و ہدایت کے نور اور روشنی کو منقطع کر دیتے ہیں لیکن فلق کا پروردگار ظلمتوں اور تاریکیوں کو

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۶، ص ۱۳۲

شگافتہ کرنے والا ہے۔اس کے بعد تین قسم کے شر اور برائیوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

۱۔ اللہ کی مخلوقات کا شر:

یعنی ایسے تاریک دل حملہ کرنے والوں کے شر سے جو تاریکیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حملہ آور ہوتے ہیں۔رات کی تاریکی کو اللہ نے سکون کے لئے پیدا کیا ہے مگر کچھ لوگ اس تاریکی سے غلط فائدہ اٹھا کر معاشرے میں خرابیاں پھیلانے کے لئے سرگرم عمل ہوتے ہیں اور دوسروں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۲۔ وسوسہ پیدا کرنے والوں کا شر:

یہ ہدایت سے دور اور گمراہی کے دلدل میں دھنسے ہوئے وہ افراد ہیں جو اپنی باتوں اور غلط پروپیگنڈوں سے، انسانی اعتقادات، محبتوں اور رشتوں کے درمیان دراڑیں ڈالتے ہیں۔

۳۔ حسد کرنے والوں کا شر:

حسد انسان میں موجود ایک پست صفت ہے جو نفسیاتی طور پر شکست خوردہ ذہنیت کی علامت ہے۔شکست بایں معنی کہ وہ کسی شخص کو کامیاب ہوتے نہیں دیکھ سکتا چونکہ خود کامیابی کی اس منزل پر نہیں ہے۔اس احساس عاجزی وناتوانی کی وجہ سے اس کی کوشش ہوتی ہے کسی طرح دوسرا شخص کامیاب نہ ہو۔اس سے فتنے سر اُٹھاتے ہیں اور نقصانات کے اسباب فراہم ہوتے ہیں۔ روایات معصومین علیہم السلام میں حسد کی شدید الفاظ میں مذمت کی گئی ہے۔امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: "حسد انسان کے ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑی کو کھا جاتی ہے"[۱] حسد کا معاملہ ممکن ہے کہ اس حد تک پہنچ جائے کہ محسود سے نعمت کے زوال کے لئے حاسد خود کو پانی اور آگ میں ڈال کر نیست و نابود کرلے اور اس کا الزام محسود پر ڈال دے جیسا کہ اس کے نمونے داستانوں میں مشہور ہیں۔

فضائل وخصوصیات:

تعویذ الٰہی: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ اشْتَکٰی شَکْوٰی شَدِیْدًا وَ وَجِعَ وَجَعًا شَدِیْدًا فَاَتَاهُ جَبْرَائِیْلُ وَ مِیْکَائِیْلُ فَقَعَدَ جَبْرَائِیْلُ عِنْدَ رَاْسِهٖ وَ مِیْکَائِیْلُ عِنْدَ رِجْلَیْهِ فَعَوَّذَهٗ جَبْرَائِیْلُ بِقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ عَوَّذَهٗ مِیْکَائِیْلُ بِقُلْ اَعُوْذُ

۱۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۰۶

بِرَبِّ النَّاسِ(۱)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت ناساز ہوئی اور انہیں کچھ تکلیف محسوس ہوئی، پس حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام نازل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کی طرف کھڑے ہوگئے، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ''قل اعوذ برب الفلق'' کے ساتھ تعویذ الٰہی کیا اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے ''قل اعوذ برب الناس'' کے ساتھ حرز الٰہی پیش کیا۔

نظر بد کا حرز: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

جو شخص اس سورے کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا یہ اس کے لئے مفید ہے اور نظر بد کے لئے حرز ہے۔

☆☆☆☆☆

۱۔ بحار الانوار، ج۱۸، ص۸۱

سورۂ ناس کا مختصر جائزہ

جدول سورۂ ناس

نام سورہ	پارہ نمبر	موجودہ ترتیب	ترتیب نزول	مقام نزول	آیات	رکوع	حروف	الفاظ
ناس	30	114	21	مکہ مکرمہ	06	01	78	20

☆ سورۂ ناس موجودہ ترتیب کے لحاظ سے قرآن مجید کا ایک سو چودھواں (۱۱۴) یعنی آخری سورہ ہے جبکہ ترتیب نزول کے اعتبار سے اکیسواں (۲۱) سورہ ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔

اسمائے سورہ:

اس سورے کا نام اس کی پہلی آیت کی مناسبت سے رکھا گیا ہے اور ناس عربی میں "لوگوں" کو کہا جاتا ہے۔

منتخب موضوعات:

۱۔ وسوسے کا بیان	۲۔ پروردگار کی تین صفات کے ذریعے پناہ مانگنا
۳۔ خناس انس و جن کا بیان	۴۔ فضائل و خصوصیات

اہم نکات:

وسوسے کا بیان

☆ اس سورے میں انسانی زندگی کے ایک عظیم خطرے کو بیان کیا گیا ہے اور وہ ہے "وسوسہ"۔ وسوسہ کے معنی یہ ہیں کہ غیر محسوس طریقہ سے کسی کے دل میں بری بات ڈال دی جائے جیسے شیطان دلوں میں یہ خیال ڈال دیتا ہے کہ چھوٹے گناہوں کے مرتکب ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح بعض انسان بھی دوسروں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں کہ اس برائی کو انجام دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، بعد میں توبہ کرلیں گے لیکن انہیں نہیں معلوم کہ انہیں بعد میں توبہ کی توفیق ملے گی یا نہیں۔

پروردگار کی تین صفات کے ذریعے پناہ مانگنا

☆ آیت ۱ سے ۳ تک میں پروردگارِ عالم کو اس کی تین صفات سے یاد کر کے اس کی پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے اور وہ تین صفات مندرجہ ذیل ہیں:

اللہ کا رب الناس ہونا: یعنی تمام انسانوں کا پروردگار، مربی اور مالک و آقا ہونا۔

ملک الناس: یعنی تمام انسانوں کا بادشاہ اور حاکم و فرمانروا ہونا۔

الٰہ الناس: یعنی انسانوں کا حقیقی معبود ہونا۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ لفظ "الٰہ" قرآن مجید میں دو معنوں میں استعمال ہوا ہے ایک وہ شے یا شخص جس کی عبادت کئے جانے کا کوئی حق نہیں مگر لوگ اس کی عبادت کرتے ہوں۔ دوسرا وہ جسے عبادت کا حق حاصل ہے اور وہ حقیقی معبود ہے۔

ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ میں اس خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو انسانوں کا رب، بادشاہ اور معبود ہونے کی حیثیت سے انسان پر مکمل اختیار رکھتا ہے جو اپنے بندوں کی حفاظت پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے، جو ہر قسم کے شر اور وسوسوں سے بچا سکتا ہے۔

خناسِ انس وجن کا بیان

☆ آیت ۴ سے ۶ تک میں اس چیز کا ذکر کیا گیا ہے جس سے پروردگارِ عالم کی پناہ مانگی گئی ہے۔ اور وہ ہے ایسا شر جو وسوسے ڈالنے والا خناس پیدا کرتا ہے۔ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ خناس لوگوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کرتا ہے۔ "خناس" سے مراد وہ انسان اور جن ہیں جو چھپ کر چپکے سے لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ شیاطین اور شیطان صفت انسان اپنے مقاصد اور پروگرام کو چھپ کر انجام دیتے ہیں اور بعض اوقات انسان کے دل کے کان میں اس طرح سے پھونک مارتے ہیں کہ انسان یہ یقین کر لیتا ہے کہ یہ فکر خود اس کی فکر ہے اور خود اسی کے دل میں خود بخود پیدا ہوئی ہے اور یہی بات اس کے بھٹکنے اور گمراہی کا سبب بن جاتی ہے۔ اس طرح چھپ کر وار کرنے والوں کا بہترین علاج پروردگارِ عالم کا ذکر ہے۔ جب ان وسوسہ ڈالنے والوں کے سامنے ذکرِ الٰہی آجاتا ہے تو اس وقت ان میں وسوسہ ڈالنے کی تاب نہیں رہتی اور وہ راہِ فرار اختیار کرتے ہیں۔

فضائل وخصوصیات:

جنات اور وسوسوں سے حفاظت: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَرَأَهُمَا كُلَّ لَيْلَةٍ أَمِنَ مِنَ الْجِنِّ وَالْوَسْوَاسِ [۱]

جو شخص ہر رات ان دونوں (سورۂ فلق اور سورۂ ناس) کی تلاوت کرے گا وہ وسوسوں اور جنوں سے محفوظ رہے گا۔

سب سے افضل سورہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا:

"کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے ایسے دو سورتوں کی تعلیم دوں جو قرآن کی سورتوں میں سب سے زیادہ افضل و برتر ہیں؟

اس نے عرض کیا: ہاں! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تو حضرت نے اسے معوذتین (سورۂ فلق وناس) کی تعلیم دی۔ اس کے بعد ان دونوں کی نماز صبح میں قرائت کی اور اس سے فرمایا، جب تو بیدار ہو یا سونے لگے تو ان کو پڑھا کر۔

☆☆☆☆☆

۱۔ مصباح الکفعمی، ص ۴۶۱

قرآن مجید سے مختلف بیماریوں کا علاج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بے مثال تحفہ ہے جس میں ہر خشک وتر کا ذکر موجود ہے تو ظاہر ہے کہ ہر قسم کی بیماری اور پریشانی کا حل بھی موجود ہے۔ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ذیل میں مختلف قسم کی پریشانیوں اور بیماریوں سے نجات اور شفا کے لئے مجرب اور آزمودہ آیات میں سے بعض کو بیان کیا جارہا ہے۔

مندرجہ ذیل چھ آیتوں اور ان کے جوابات کو ہر قسم کی تنگ دستی، معصیت، پریشانی، خوف، قید و بند اور قرض کی ادائگی کے لئے نماز کے بعد پڑھا جائے:۔

۱۔ تنگ دستی اور معصیت کو دور کرنے کے لئے

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ جو مصیبت پڑنے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی بارگاہ میں واپس جانے والے ہیں۔ (۱)

اس کا جواب: أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ کہ ان کے لئے پروردگار کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ (۲)

۲۔ ایسے غم کو دور کرنے کے لئے جس میں مشقت ہو

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ یہ وہ ایمان والے ہیں جب ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے عظیم لشکر جمع کرلیا ہے لہذا ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہوگیا اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا ذمہ دار ہے۔ (۳)

اس کا جواب: فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ پس یہ مجاہدین خدا کے فضل و کرم سے یوں پلٹ آئے کہ انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور انہوں نے رضائے الٰہی کا اتباع کیا اور اللہ صاحب فضلِ عظیم ہے۔ (۴)

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۶

۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۷

۳۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۷۳

۴۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۷۴

۳۔ خوف اور ڈر کو دور کرنے کے لئے

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اور یونس کو یاد کرو کہ جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہ کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جا کر آواز دی کہ پروردگار! تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔(۱)

اس کا جواب: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور انہیں غم سے نجات دلا دی کہ ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں۔(۲)

۴۔ فکر و غم سے نجات پانے کے لئے

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اور ایوب کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے بیماری نے چھولیا ہے اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے۔(۳)

اس کا جواب: فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور ان کی بیماری کو دور کردیا اور انہیں ان کے اہل و عیال دے دیئے اور ویسے ہی اور بھی دے دیئے کہ یہ ہماری طرف سے خاص مہربانی تھی اور یہ عبادت گزار بندوں کے لئے ایک یاددہانی ہے۔(۴)

۵۔ قید سے بچنے کے لئے

وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ اور میں تو اپنے معاملات کو پروردگار کے حوالے کر رہا ہوں کہ بیشک وہ تمام بندوں کے حالات کا خوب دیکھنے والا ہے۔(۵)

اس کا جواب: فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ تو اللہ نے اس مرد مومن کو ان

۱۔ سورۂ انبیاء، آیت ۸۷

۲۔ سورۂ انبیاء، آیت ۸۸

۳۔ سورۂ انبیاء، آیت ۸۳

۴۔ سورۂ انبیاء، آیت ۸۴

۵۔ سورۂ مومن، آیت ۴۴

لوگوں کی چالوں کے نقصانات سے بچالیا اور فرعون والوں کو بدترین عذاب نے گھیر لیا۔(۱)

۶۔ قرض کی ادائیگی کے لئے

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ وہ لوگ وہ ہیں کہ جب کوئی نمایاں گناہ کرتے ہیں یا اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں تو خدا کو یاد کر کے اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہیں اور خدا کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرنے والا ہے اور وہ اپنے کئے پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔(۲)

اس کا جواب: اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی جزا مغفرت ہے اور وہ جنت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ اسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور عمل کرنے کی یہ جزا بہترین جزا ہے۔(۳)

فکر و غم سے نجات کے لئے اس آیت کو صبح و شام پڑھے

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ۭ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰي مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور ہم کیوں نہ اللہ پر بھروسہ کریں جب کہ اسی نے ہمیں ہمارے راستوں کی ہدایت دی ہے اور ہم یقیناً تمہاری اذیتوں پر صبر کریں گے اور بھروسہ کرنے والے تو اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔(۴)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ مجھے تعجب ہے جو شخص چار چیزوں سے خوف زدہ ہوتا ہے، وہ چار آیتوں سے پناہ کیوں نہیں طلب کرتا۔ وہ چار آیتیں مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی آیت: غم و الم سے دوری کے لئے

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ڰ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے

۱۔ سورۂ مومن، آیت ۴۵

۲۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۳۵

۳۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۳۶

۴۔ سورۂ ابراہیم، آیت ۱۲

نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔(۱)

دوسری آیت: ظالم کے خوف اور ظلم سے بچنے کے لئے

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا ذمہ دار ہے۔(۲)

تیسری آیت: فریب کاری اور مکاری سے بچنے کے لئے

وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ اور میں تو اپنے معاملات کو پروردگار کے حوالے کر رہا ہوں کہ بیشک وہ تمام بندوں کے حالات کا خوب دیکھنے والا ہے۔(۳)

چوتھی آیت: نظر بد کو دور کرنے کے لئے

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ اگر تو یہ دیکھ رہا ہے کہ میں مال اور اولاد کے اعتبار سے تجھ سے کم تر ہوں۔ تو امیدوار ہوں کہ میرا پروردگار مجھے بھی تیرے باغات سے بہتر باغات عنایت کردے۔(۴)

علامہ طبریؒ نے ''مجمع البیان'' میں تحریر فرمایا ہے کہ جسے کسی معاملے میں پریشانی اور اضطراب ہو اُسے چاہیے کہ اللہ کے اس قول سے پناہ طلب کرے: ''حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا ذمہ دار ہے۔ (سورۂ آل عمران، آیت ۱۷۳)

چار امور کے لئے چار آیتیں

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں چار آیتیں چار امور کے لئے ہیں۔

پہلی آیت: قتل اور شکست سے محفوظ رہنے کے لئے:

''اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ڰ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ یہ وہ ایمان والے ہیں جب ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے عظیم لشکر جمع کرلیا ہے لہٰذا ان

۱۔ سورۂ انبیاء، آیت ۸۷

۲۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۷۳

۳۔ سورۂ مومن، آیت ۴۴

۴۔ سورۂ کہف، آیت ۳۹، ۴۰

سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا ذمہ دار ہے۔

دوسری آیت: حکومت اور سرداری کے حصول کے لئے

"اَلَّذِیۡنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَكُمۡ فَاخۡشَوۡهُمۡ فَزَادَهُمۡ اِيۡمَانًا ‌ۖ وَّقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ فَانۡقَلَبُوۡا بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضۡلٍ لَّمۡ يَمۡسَسۡهُمۡ سُوۡٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوۡا رِضۡوَانَ اللّٰهِ" یہ وہ ایمان والے ہیں جب ان سے بعض لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے عظیم لشکر جمع کر لیا ہے لہٰذا ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے خدا کافی ہے اور وہی ہمارا ذمہ دار ہے۔ پس یہ مجاہدین خدا کے فضل و کرم سے یوں پلٹ آئے کہ انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور انہوں نے رضائے الٰہی کا اتباع کیا۔" (۱)

حکومت و سرداری کی بقا کے لئے ایک اور آیت

"وَاُفَوِّضُ اَمۡرِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ اور میں تو اپنے معاملات کو پروردگار کے حوالے کر رہا ہوں۔ اور ارشاد رب العزت ہے: "فَوَقٰٮهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوۡا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرۡعَوۡنَ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ تو اللہ نے اس مرد مومن کو ان لوگوں کی چالوں کے نقصانات سے بچالیا اور فرعون والوں کو بدترین عذاب نے گھیر لیا۔" (۲)

تیسری آیت: جلنے اور ڈوبنے سے بچاؤ کے لئے:

"مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" اس لئے کہ خداوند عالم فرماتا ہے: "وَلَوۡلَاۤ اِذۡ دَخَلۡتَ جَنَّتَكَ قُلۡتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں داخل ہوتا تو کہتا ماشاء اللہ اس کے علاوہ کسی کے پاس کوئی قوت نہیں ہے۔ (۳)

چوتھی آیت: ہم و غم (رنج و محن) دور کرنے کے لئے:

"لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ‌ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔" (۴)

۱۔ آل عمران، آیت ۱۷۳، ۱۷۴

۲۔ سورہ مومن، آیت ۴۵

۳۔ سورہ کہف، آیت ۳۹

۴۔ سورہ انبیاء، آیت ۸۷

ارشاد باری ہے: ''فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کر لیا اور انہیں غم سے نجات دلا دی کہ ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں۔''(۱)

دشمن کی نگاہ سے بچنے اور اس کے شر سے دور رہنے کے لئے

مفضل ابن عمر ابن عمر ابوابراہیم (یعنی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) سے روایت کرتے ہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اے مفضل! تم تمام انسانوں سے ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ'' اور ''قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ'' کے ذریعے پوشیدہ ہو سکتے ہو، تم اسے اپنے دائیں جانب، اپنے بائیں جانب، اپنے سامنے، اپنے پیچھے اور اپنی نچلی طرف اور اپنے بالائی سمت اور جب تم کسی ظالم بادشاہ کے پاس جاؤ اور وہ جس وقت تمہاری طرف دیکھے تو تم اسے تین بار پڑھو اور اپنے بائیں ہاتھ سے اسے گرہ لگا دو (یعنی مٹھی بند کر لو) اور وہاں سے نکلتے وقت تک اسے نہ کھولو۔''(۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی انسان کسی کو اذیت پہنچانے کا ارادہ کرے اور یہ شخص چاہتا ہو کہ اللہ اس شخص کے اور اس کے درمیان پردہ ڈال دے تو اسے دیکھتے ہی پڑھے: ''أَعُوذُ بِحَوْلِ اللهِ وَقُوَّتِهِ مِنْ حَوْلِ خَلْقِهِ وَقُوَّتِهِمْ وَأَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ'' پھر وہ کہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: ''فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، اب اس کے بعد بھی یہ لوگ منہ پھیر لیں تو کہہ دیجئے کہ میرے لیے خدا کافی ہے، اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، میرا اعتماد اسی پر ہے اور وہی عرش اعظم کا پروردگار ہے(۳)۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص سے ہر فریبی کے فریب اور ہر مکار کے مکر اور حاسد کے حسد کو پھیر دے گا اور یہ ضروری ہے کہ ان کلمات کو اس کے سامنے کہے، اللہ اپنی قوت اور طاقت سے اس کے لئے کافی ہوگا۔(۴)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جب کسی ایسی جگہ داخل ہونا چاہو جہاں جاتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہو تو یہ آیت ''رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا پروردگار! مجھے اچھی

۱۔ سورۂ انبیاء، آیت ۸۸

۲۔ مجربات الامامیہ، ص ۲۷۶

۳۔ سورۂ توبہ، آیت ۱۲۹

۴۔ طب الائمہ، ص ۱۲۳، عبداللہ وحسین ابن بسطام، انتشارات شریف رضیؒ قم ایران، ۱۴۱۱ ہجری

طرح سے آبادی میں داخل کر اور بہترین انداز سے باہر نکال اور میرے لئے ایک طاقت قرار دے دے جو میری مددگار ثابت ہو۔'' (سورہ بنی اسرائیل، آیت ۸۰) پڑھو اور جب اسے دیکھو جس سے ڈر محسوس ہو رہا تھا تو اس وقت آیۃ الکرسی پڑھو۔ (۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ اے علی علیہ السلام تم جلنے سے محفوظ رہو گے اگر یہ کہو کہ: ''سبحانك ربي لا إله إلا أنت عليك توكلت وأنت رب العرش العظيم'' اے علی! ڈوبنے سے محفوظ رہنے کے لئے اس آیت کو پڑھا کرو: ''وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَسْتُورًا ۝ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا'' اور جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے درمیان حجاب قائم کردیتے ہیں۔ اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں کہ کچھ سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں کو بہرہ بنادیتے ہیں اور جب تم قرآن میں اپنے پروردگار کا تنہا ذکر کرتے ہو تو یہ الٹے پاؤں متنفر ہو کر بھاگ جاتے ہیں۔'' (۲) اے علی! اگر اس کو پڑھو گے تو ہر خوف والی شے سے محفوظ رہو گے: ''ما شاء الله كان وما لم يشأ لم يكن أشهد أن الله على كل شيء قدير وأن الله قد أحاط بكل شيء علما وأحصى كل شيء عددا ولا حول ولا قوة إلا بالله'' (۳)

اور اگر کوئی شخص ایسے آدمی کے پاس جائے جس کے شر سے اسے خوف محسوس ہوتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ پڑھے ''کٓھٰیٰعٓصٓ'' اور ''حٰمٓ عٓسٓقٓ'' اور ان دونوں کلمات کے حروف کی تعداد دس ہے، ہر حرف کے لئے ایک انگلی مخصوص کرے اور آغاز دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے کرے اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کرے اور جب یہ پڑھ چکے تو تمام انگلیوں کو ملالے اور دل ہی دل میں ''سورۂ فیل'' پڑھے اور جب ''تَرْمِيهِمْ'' پر پہنچے تو دس مرتبہ اس کی تکرار کرے اور ہر مرتبہ بند انگلیوں کو ایک ایک کر کے کھولتا چلا جائے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اس انسان کے شر سے محفوظ رہے گا اور یہ عمل عجیب اور مجرب ہے۔ (۴)

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۱، ص ۳۹۳

۲۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۴۵، ۴۶

۳۔ مکارم الاخلاق، ص ۳۶۹، علامہ طبرسیؒ، انتشارات شریف رضی قم ایران، ۱۴۱۳ھ

۴۔ حیوٰۃ الحیوان، ج ۲، ص ۱۸۷، باب الفیل

اپنے بچاؤ اور حفاظت کے لئے جو عمل کیا جائے

علامہ نراقیؒ اپنی کتاب ''الخزائن'' میں فرماتے ہیں کہ چھ آیتیں جو آیاتِ وقایہ (بچنے کی تدبیر) ہیں ان میں سے ہر آیت میں ''دس قاف'' آتے ہیں۔

پہلی آیت: ''اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآىِٕنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ کیا تم نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کی اس جماعت کو نہیں دیکھا جس نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے واسطے ایک بادشاہ مقرر کیجئے تا کہ ہم راہِ خدا میں جہاد کریں۔ نبی نے فرمایا کہ اندیشہ یہ ہے کہ تم پر جہاد واجب ہو جائے تو تم جہاد نہ کرو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم کیوں کر جہاد نہ کریں گے جب کہ ہمیں ہمارے گھروں اور بال بچوں سے الگ نکال باہر کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد جب جہاد واجب کر دیا گیا تو تھوڑے سے افراد کے علاوہ سب منحرف ہو گئے اور اللہ ظالمین کو خوب جانتا ہے۔''[۱]

دوسری آیت: ''لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ اللہ نے ان کی بات کو بھی سن لیا ہے جن کا کہنا ہے کہ خدا فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ ہم ان کی اس مہمل بات کو اور ان کے انبیاء کے ناحق قتل کرنے کو لکھ رہے ہیں اور انجام کار ان سے کہیں گے کہ اب جہنم کا مزا چکھو۔''[۲]

تیسری آیت: ''اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ كُفُّوْۤا اَیْدِیَكُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْیَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی ۫ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو (تو بے

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۴۶

۲۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۸۱

چین ہو گئے) اور جب جہاد واجب کر دیا گیا تو ایک گروہ لوگوں سے اس قدر ڈرتا تھا جیسے خدا سے ڈرتا ہو یا اس سے بھی کچھ زیادہ اور یہ کہتے ہیں کہ خدایا! اتنی جلدی کیوں جہاد واجب کر دیا؟ کاش تھوڑی مدت تک اور ٹال دیا جاتا۔ پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کا سرمایہ بہت تھوڑا ہے اور آخرت صاحبان تقویٰ کے لئے بہترین جگہ ہے اور تم پر دھاگہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (۱)

چوتھی آیت: ''وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ اور پیغمبر! آپ ان کو آدم کے دونوں فرزندوں کا سچا قصہ پڑھ کر سنایئے جب دونوں نے قربانی دی اور ایک کی قربانی قبول ہو گئی اور دوسرے کی نہ ہوئی تو اس نے کہا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا تو دوسرے نے جواب دیا کہ میرا کیا قصور ہے؟ خدا صرف صاحبان تقویٰ کے اعمال کو قبول کرتا ہے۔'' (۲)

پانچویں آیت: ''قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ پیغمبر! کہہ دیجئے کہ بتاؤ کہ زمین و آسمان کا پروردگار کون ہے اور بتا دیجئے کہ اللہ ہی ہے اور کہہ دیجئے کہ تم لوگوں نے اس کو چھوڑ کر ایسے سرپرست اختیار کئے ہیں جو خود اپنے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں اور کہئے کہ کیا نابینا اور بینا ایک جیسے ہو سکتے ہیں یا نور و ظلمت برابر ہو سکتے ہیں یا ان لوگوں نے اللہ کے لئے ایسے شریک بنائے ہیں جنہوں نے اسی کی طرح کی کائنات خلق کی ہے اور ان پر خلقت مشتبہ ہو گئی ہے کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے اور وہی یکتا اور سب پر غالب ہے۔'' (۳)

چھٹی آیت: ''اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا

۱۔ سورۂ نساء، آیت ۷۷

۲۔ سورۂ مائدہ آیت ۲۷

۳۔ سورۂ رعد آیت ۱۶

لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ آپ کا پروردگار جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب یا نصف شب یا ایک تہائی رات قیام کرتے ہیں اور آپ کے ساتھ ایک گروہ اور بھی ہے اور اللہ دن ورات کا صحیح اندازہ رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ تم لوگ اس کا صحیح احصاء نہ کرسکو گے تو اس نے تمہارے اوپر مہربانی کردی ہے اب جس قدر قرآن ممکن ہو اتنا پڑھ لو کہ وہ جانتا ہے کہ عنقریب تم میں سے بعض مریض ہو جائیں گے اور بعض رزق خدا کو تلاش کرنے کے لئے سفر میں چلے جائیں گے اور بعض راہِ خدا میں جہاد کریں گے تو جس قدر ممکن ہو تلاوت کرو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو اور پھر جو کچھ بھی اپنے نفس کے واسطے نیکی پیشگی بھیج دوگے اسے خدا کی بارگاہ میں حاضر پاؤ گے بہتر اور اجر کے اعتبار سے عظیم تر اور اللہ سے استغفار کرو کہ وہ بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔"(۱)

اور کچھ کتابوں میں ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ جب بھی حرف "قاف" آئے پڑھنے والا وہاں پر غور کرے اور وہاں سے اپنے ہاتھ کی کسی انگلی کو اس پر رکھ کر اس آیت کے آخری حصے تک لے جائے۔ پھر دوسری آیت شروع کرے اور ہر "قاف" پڑھتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک ایک کرکے کھولتا جائے، جس ترتیب سے مٹھی بند کی تھی۔ جب تمام آیتیں مکمل ہو جائیں تو پچاس مرتبہ "یَابَاقِیُ" کہے اور پانچ بار "یَاقَوِیُّ" کہہ کر چھ سمتوں (آگے، پیچھے، دائیں، بائیں، اوپر اور نیچے) کی جانب پھونک دے اور یہ عمل صبح کے وقت انجام دے تو اس روز کے شر سے محفوظ رہے گا۔

ظالم کی ہلاکت کے لئے جو عمل کیا جائے

ہزار مرتبہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" اور ایک ہزار مرتبہ "الحمد للہ" پڑھے اور "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہزار مرتبہ پڑھے۔ پھر محمد و آل محمد ﷺ پر درود بھیجے اور ہر ہزار مرتبہ پڑھنے کے بعد ظالم پر لعنت بھیجے، یقیناً ظالم ہلاک ہو جائے گا یا تباہ ہو جائے گا یا کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا اور اگر پابندی کے ساتھ اس آیت کو پڑھتا رہا تو رزق میں آسانی اور باطن کو جلا میسر آئے گی۔(۲)

۱۔ سورۂ مزمل، آیت ۲۰

۲۔ منتخب الختوم، ص ۱۶۹، بحوالہ خصوصیات وفوائد قرآن

شیاطین سے محفوظ رہنے کے لئے کیا کرنا چاہیے

اللہ تعالیٰ کا قول: ''اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ، بیشک تمہارا پروردگار وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور اس کے بعد عرش پر اپنا اقتدار قائم کیا ہے وہ رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے اور رات تیزی سے اس کے پیچھے دوڑا کرتی ہے اور آفتاب و ماہتاب اور ستارے سب اسی کے حکم کے تابع ہیں اسی کے لئے خلق بھی ہے اور امر بھی وہ نہایت ہی صاحب برکت اللہ ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے۔'' (سورۂ اعراف، آیت ۵۴) اس آیت کے پڑھنے سے شیاطین سے حفاظت ہوتی ہے۔ (۱)

وسوسۂ شیطانی سے بچنے کے لئے یہ عمل کیا جائے

اللہ تعالیٰ کا قول یعنی آیت الکرسی ''اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ...... سے وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ'' تک ہر نماز کے بعد پڑھنے والا شیطانی وسوسوں، اس کے مکر و فریب سے محفوظ رہے گا۔ اسے فقر و فاقے سے نجات ملے گی اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیا جائے گا جو اس کے خواب و خیال میں بھی نہ ہو۔ اور جو یہ آیت ہر روز صبح کے وقت گھر سے باہر جاتے ہوئے اور شام کے وقت سونے سے پہلے پڑھے گا تو فقر سے نجات ملے گی اور اس کے تمام غم و الم دور ہو جائیں گے اور سوتے وقت ڈراؤنے خواب سے محفوظ رہے گا اور اللہ تعالیٰ اسے صحت و سلامتی کے ساتھ رکھے گا۔

دل کے وسوسوں کو دور کرنے کا عمل

دل میں پیدا ہونے والے وسوسوں سے محفوظ رکھنے کے لئے مندرجہ ذیل آیت اور سوروں کا ورد کرے: ''فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ لہٰذا جب آپ قرآن پڑھیں تو شیطان رجیم کے مقابلہ کے لئے اللہ سے پناہ طلب کریں۔'' (سورۂ نحل، آیت ۹۸) اور معوذتین (سورۂ فلق اور سورۂ ناس) پڑھے۔ (۲)

۱۔ تحفۃ الرضویہ، ص ۱۳۷

۲۔ مکارم الاخلاق، ص ۳۷۷

جادو باطل کرنے کے لئے عمل

کسی بھی قسم کے جادو کو باطل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل دعا پڑھی جائے:

''اَللّٰھُمَّ رَبَّ مُوْسٰی وَ خَاصَّہٗ بِکَلَامِہٖ وَ ھَازِمَ مَنْ کَادَہٗ بِسِحْرِہٖ بِعَصَاہُ وَ مُعِیْدَھَا بَعْدَ الْعَوْدِ ثُعْبَاناً وَ مُلَقِّفَھَا اِفْکَ اَھْلِ الْاِفْکِ وَ مُفْسِدَ عَمَلِ السَّاحِرِیْنَ وَ مُبْطِلَ کَیْدِ اَھْلِ الْفَسَادِ مَنْ کَادَنِیْ بِسِحْرٍ اَوْ بِضُرٍّ عَامِداً اَوْ غَیْرَ عَامِدٍ اَعْلَمُہٗ اَوْ لَا اَعْلَمُہٗ وَ اَخَافُہٗ اَوْ لَا اَخَافُہٗ فَاقْطَعْ مِنْ اَسْبَابِ السَّمَاوَاتِ عَمَلَہٗ حَتّٰی تُرْجِعَہٗ عَنِّیْ غَیْرَ نَافِذٍ وَ لَا ضَارٍّ لِیْ وَ لَا شَامِتٍ بِیْ اِنِّیْ اَدْرَأُ بِعَظَمَتِکَ فِیْ نُحُوْرِ الْاَعْدَاءِ فَکُنْ لِیْ مِنْھُمْ مُدَافِعاً اَحْسَنَ مُدَافَعَۃٍ وَ اَتَمَّھَا یَا کَرِیْمُ وَ اکْفِنِیْ بِقُدْرَتِکَ مَا اَخَافُ وَ اَجْمَعُ'' (۱)

نظرِ بد سے حفاظت کے لئے

یہ آیتیں نظرِ بد سے محفوظ رہنے کے لئے نہایت مجرب ہیں انہیں لکھ کر اپنے پاس رکھے: ''اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ'' بیشک زمین و آسمان کی خلقت، روز و شب کی آمد و رفت، ان کشتیوں میں جو دریاؤں میں لوگوں کے فائدہ کے لئے چلتی ہیں اور اس پانی میں جسے خدا نے آسمان سے نازل کر کے اس کے ذریعہ مردہ زمینوں کو زندہ کر دیا ہے اور اس میں طرح طرح کے چوپائے پھیلا دیئے ہیں اور ہواؤں کے چلانے میں اور آسمان و زمین کے درمیان مسخر کئے جانے والے بادل میں صاحبانِ عقل کے لئے اللہ کی نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ (۲)

فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ'' پھر دوبارہ نگاہ اٹھا کر دیکھو کہیں کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ اس کے بعد بار بار نگاہ ڈالو دیکھو نگاہ تھک کر پلٹ آئے گی لیکن کوئی عیب نظر نہ آئے گا۔'' (۳)

وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

۱۔ بحار الانوار، ج ۹۲، ص ۳۱۹ و ۳۲۰

۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۶۴

۳۔ سورۂ ملک، آیت ۳، ۴

لَلْغٰفِلِیْنَ اور یہ کفار قرآن کو سنتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ عنقریب آپ کو نظروں سے پھسلا دیں گے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ تو دیوانے ہیں۔ حالانکہ یہ قرآن عالمین کے لئے نصیحت ہے اور بس۔ (۱)

معمر ابن خلاد روایت کرتے ہیں کہ میں خراسان میں امام رضا علیہ السلام کا خزانچی تھا، مولانے مجھے حکم دیا کہ میں غالیہ (مجموعۂ عطر) خریدوں جب میں نے عطر خرید لیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور اسے دیکھا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا، اے معمر! نظرِ بد ہوتی ہے، لہٰذا ایک رقعے پر سورۂ حمد اور سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ احد) معوذتین اور آیت الکرسی لکھو اور اسے شیشی کے غلاف میں رکھ دو۔ (۲)

مشکل امور کو آسان کرنے کے لئے عمل

سید جلیل سید علی خان شیرازی نے اپنی کتاب ''الکلم الطیب'' میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم وہ ہے جو لفظِ ''اللہ'' سے شروع ہوتا ہے اور لفظ ''ھو'' پر ختم ہوتا ہے اور ان میں سے کسی حرف پر نقطہ نہیں ہے اور اس کی قرأت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی خواہ حروف پر اعراب ہوں یا نہ ہوں اور ہم اس بارے میں قرآن کریم کی پانچ آیتیں جاننے میں کامیاب ہوئے ہیں اور یہ قرآن مجید کی پانچ سوروں، سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء، سورۂ طٰہٰ اور سورۂ تغابن میں ہیں۔

شیخ مغربی نے کہا کہ جو بھی ان پانچوں آیتوں کا ورد کرے اور ہر روز گیارہ مرتبہ انہیں دہرائے تو اس کے تمام اہم اور مشکل کام مکمل یا جزوی طور پر جلد ہی آسانی سے حل ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اور وہ آیتیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ...... آیت الکرسی کے آخر، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ تک۔ (۳)

۲۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ .... اللہ جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور وہ ہمیشہ زندہ ہے اور ہر شے اسی کے طفیل میں قائم ہے۔ اس نے آپ پر وہ برحق کتاب نازل کی ہے جو تمام کتابوں کی تصدیق کرنے

۱۔ سورۂ قلم، آیت ۵۱، ۵۲

۲۔ مجربات الامامیہ، ص ۱۹۷

۳۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۵

والی ہے اور توریت و انجیل بھی نازل کی ہے۔ اس سے پہلے لوگوں کے لئے ہدایت بنا کر اور حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب بھی نازل کی ہے۔(۱)

۳۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا اللہ وہ خدا ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ تم سب کو روزِ قیامت جمع کرے گا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ سے زیادہ سچی بات کون کرنے والا ہے۔(۲)

۴۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى وہ اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اس کے لئے بہترین نام ہیں۔(۳)

۵۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ، اللہ ہی وہ ہے جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور تمام صاحبانِ ایمان کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔(۴) معتبر کتابوں میں ایسا ہی موجود ہے اور مفاتیح الجنان موسسہ اعلمی کی مطبوعہ صفحہ ۱۵۴ پر بھی یہی لکھا ہے۔

جب بھی کوئی مشکل درپیش ہو تو یہ تجربہ کیا گیا ہے کہ اگر نمازِ صبح کے بعد کسی سے گفتگو کرنے سے قبل سورۂ یٰسین پڑھے پھر اس کے بعد دس مرتبہ یہ ذکر پڑھے کہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم يَا قَدِيْمُ يَا دَائِمُ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا فَرْدُ يَا وَتْرُ يَا وَاحِدُ يَا اَحَدُ يَا صَمَدُ يَا مَنْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهِ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ"(۵)

تمام ضروریات کی تکمیل کے لئے

اگر کسی کو کوئی حاجت درپیش ہو تو حاجت روائی کی نیت سے سورۂ یٰسین پڑھے اور جب لفظ "مبین" (اور وہ سات مقامات پر ہے) پر پہنچے تو ہر مبین پر اپنی انگلی کو بند کرلے اور جب سورے کے آخر میں پہنچے تو تین مرتبہ پڑھے: "سُبْحَانَ الْمُفَرِّجِ عَنْ كُلِّ مَهْمُوْمٍ سُبْحَانَ الْمُنَفِّسِ عَنْ كُلِّ مَدْيُوْنٍ سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ خَزَائِنَهُ بَيْنَ

۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۲ تا ۴

۲۔ سورۂ نساء، آیت ۸۷

۳۔ سورۂ طٰہٰ، آیت ۸

۴۔ سورۂ تغابن، آیت ۱۳

۵۔ بحار الانوار، ج ۹۵، ص ۳۲۵

الکَافِ وَالنُّونِ" اوراس کے بعد یہ آیت پڑھے: "اِنَّمَا اَمرُهُ اِذَا اَرَادَ شَيئًا اَن يَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ فَسُبحٰنَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيءٍ وَّاِلَيهِ تُرجَعُونَ يَا مُفَرِّجَ الهَمِّ فَرِّج" اس کے بعد سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھے اور ہر مرتبہ اپنی بند انگلیوں میں سے ایک ایک کو کھولتا جائے۔ پھر دوبارہ سورۂ یٰسین اسی طرح پڑھے اور جب تیسری مرتبہ اسی طرح سورۂ یٰسین کو پڑھے گا تو اللہ تعالی اس کی حاجت کو پورا کردے گا۔(۱)

اسی طرح جس شخص سے ضرورت پوری ہوتی ہے اس کے سامنے ۱۴ مرتبہ اللہ تعالی کے اس قول کا ورد کرے تو انشاء اللہ ضرورت پوری ہوگی: "وَلَمَّا دَخَلُوا مِن حَيثُ اَمَرَهُم اَبُوهُم مَا كَانَ يُغنِي عَنهُم مِّنَ اللهِ مِن شَيءٍ اِلَّا حَاجَةً فِي نَفسِ يَعقُوبَ قَضٰهَا وَاِنَّهُ لَذُو عِلمٍ لِّمَا عَلَّمنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكثَرَ النَّاسِ لَا يَعلَمُونَ ، اور جب وہ لوگ اسی طرح داخل ہوئے جس طرح ان کے والد نے کہا تھا اگرچہ وہ خدائی بلا کو ٹال نہیں سکتے تھے لیکن یہ ایک خواہش تھی جو یعقوب کے دل میں پیدا ہوئی جسے انہوں نے پورا کرلیا اور وہ ہمارے دیئے ہوئے علم کی بنا پر صاحب علم بھی تھے اگرچہ اکثر لوگ اس حقیقت سے بھی ناواقف ہیں۔(۲)" اور یہ دعا مجربات میں سے ہے۔(۳)

حاجت براری کے لئے خصوصی نماز

نیز چار رکعت نماز جس وقت چاہے پڑھ سکتا ہے لیکن شب جمعہ افضل ہے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور آیت "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنتَ سُبحٰنَكَ اِنِّي كُنتُ مِنَ الظّٰلِمِينَ فَاستَجَبنَا لَهُ وَنَجَّينٰهُ مِنَ الغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنجِي المُؤمِنِينَ پروردگار! تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔ تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کرلیا اور انہیں غم سے نجات دلا دی کہ ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں۔"(۴) سو مرتبہ پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور آیت "وَاَيُّوبَ اِذ نَادٰى رَبَّهُ اَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنتَ اَرحَمُ الرّٰحِمِينَ اور ایوب کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے بیماری نے چھو لیا ہے اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے"۔(۵)

۱۔ مجربات امامیہ، ص ۷۳، ۳

۲۔ سورۂ یوسف، آیت ۶۸

۳۔ تحفۃ الرضویہ، ص ۱۶۰

۴۔ سورۂ انبیاء، آیت ۸۷، ۸۸

۵۔ سورۂ غافر، آیت ۴۴

سو مرتبہ اور تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور آیت "وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ ، اور میں تو اپنے معاملات کو پروردگار کے حوالے کر رہا ہوں کہ بیشک وہ تمام بندوں کے حالات کا خوب دیکھنے والا ہے"۔(۱)

سو مرتبہ اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور آیت "نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ، وہ بہترین مولا و مالک اور بہترین مددگار ہے(۲)۔" سو مرتبہ، پھر سلام پڑھنے کے بعد سو مرتبہ پڑھے "رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ پروردگار میں مغلوب ہو گیا ہوں میری مدد فرما۔(۳)" قضائے حاجات کے لئے یہ نماز مجرب ہے۔

ان آیات کو جمعرات کے دن مشتری یا زہرہ کی ساعت شرف میں ہرن کی کھال پر لکھے، لکھنے والے کے لئے طہارت شرط ہے اور ایسے کپڑے کے ٹکڑے میں لپیٹے جو سعید اور صاحب جاہ و منزلت شخص کے لباس سے حاصل کیا گیا ہو، جو بھی اس تعویذ کو اپنے ساتھ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی پسند اور خوشنودی کے مطابق توفیق عطا کرے گا اور اگر اس تعویذ کو دکان کے دروازے پر لٹکا دیا جائے تو اس کے رزق میں اضافہ ہوگا اور برکت ہوگی اور بے شمار دروازے کھل جائیں گے اور اگر بے کار شخص اسے اپنے ساتھ رکھے گا تو اسے کوئی نہ کوئی کام مل جائے گا اور مشکل کاموں میں آسانی اور سہولت کے لئے بھی اسے اپنے ساتھ رکھے۔(۴)

سفر میں محفوظ رہنے کا عمل

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی بھی سواری میں سوار ہوتے وقت سورۂ "انا انزلناہ" پڑھے گا تو وہ اس سواری سے سلامتی کے ساتھ اترے گا اور اس کا پڑھنے والا چوپائے پر لوہے سے زیادہ وزنی ہو جائے گا۔

ڈوبنے اور جلنے سے محفوظ رہنے کا عمل

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جسے ڈوبنے یا جلنے سے خطرہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ یہ آیتیں پڑھیں:

پہلی آیت: اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ ۖ وَهُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ بیشک میرا مالک و مختار وہ خدا ہے جس نے کتاب

۱۔ سورۂ غافر، آیت ۴۴

۲۔ سورۂ انفال، آیت ۴۰

۳۔ سورۂ قمر، آیت ۱۰

۴۔ تحفۃ الاسرار، ص ۲۸۲

نازل کی ہے اور وہ نیک بندوں کا والی و وارث ہے۔(۱)

دوسری آیت: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ، اور ان لوگوں نے واقعاً اللہ کی قدر نہیں کی ہے جب کہ روز قیامت تمام زمین اسی کی مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان اسی کے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک و بے نیاز ہے اور جن چیزوں کو یہ اس کا شریک بناتے ہیں ان سے بلند و بالاتر ہے۔ (سورۂ زمر، آیت ۶۷)

سرکش جانور کو قابو میں رکھنے کا عمل

جو جانور مالک کے قابو میں نہ آئے اس کے داہنے کان میں یہ آیت پڑھی جائے: "وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ، جب کہ آسمان و زمین کی ساری مخلوقات بہ رضا و رغبت یا بہ جبر و کراہت اسی کی بارگاہ میں سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے اور سب کو اسی کی بارگاہ میں واپس جانا ہے۔" (سورۂ آل عمران، آیت ۸۳) (بحار الانوار، ج ۹۲ ص ۱۲۴)

مال کی حفاظت کے لئے

اسے لکھے اور اپنے ساتھ رکھے تو مال کم نہیں ہوگا: "يَا حَافِظًا لَا يَنْسٰى وَيَا مَنْ نِعَمُهٗ لَا تُحْصٰى، اَنْتَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ "

چور سے حفاظت کے لئے

روایت ہے کہ جسے چور کا ڈر ہو تو اسے چاہیے کہ دروازے کے قفل (تالہ) پر یہ پڑھے: "قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۖ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا
آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس طرح بھی پکارو گے اس کے تمام نام بہترین ہیں اور اپنی نمازوں کو نہ چلا کر پڑھو اور نہ بہت آہستہ آہستہ بلکہ دونوں کا درمیانی راستہ نکالو۔ اور کہو کہ ساری حمد اس اللہ کے لئے ہے جس نے نہ کسی کو فرزند بنایا ہے اور نہ کوئی اس کے ملک میں شریک ہے اور نہ کوئی اس کی کمزوری کی بنا پر اس

۱۔ سورۂ اعراف، آیت ۱۹۶

کا سرپرست ہے اور پھر با قاعدہ اس کی بزرگی کا اعلان کرتے رہو۔" (۱)

چور کو معلوم کرنے کا عمل

آیت مبارکہ: "فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ جب جان گلے تک پہنچ جائے۔ اور تم اس وقت دیکھتے ہی رہ جاؤ۔ (۲)" کو روٹی کے ٹکڑے پر لکھ کر اسے دے دو جس نے چوری کی نیت کی ہے جب یہ ٹکڑا اس شخص کے حلق تک پہنچے گا واضح ہو جائے گا کہ اس نے چوری کی نیت کی تھی۔ (۳)

گم یا چوری ہونے والی چیز اور مفرور غلام کی واپسی کا عمل

حدیث میں آیا ہے کہ سورۂ عبس کا ان مقاصد کے لئے پڑھنا سود مند ہوگا یعنی گم شدہ شے کو پانے اور بھاگے ہوئے غلام کی واپسی کے لئے۔ اور امام علیہ السلام سے روایت ہے کہ بھاگے ہوئے غلام کی واپسی اور چوری شدہ شے کو برآمد کرنے کے لئے مندرجہ ذیل آیات لکھی جائیں: "وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۣ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ہر ایک کے لئے ایک رخ معین ہے اور وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے۔ اب تم نیکیوں کی طرف سبقت کرو اور تم سب جہاں بھی رہو گے خدا ایک دن سب کو جمع کرے گا کہ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ پیغمبر! آپ جہاں سے باہر نکلیں اپنا رخ مسجد الحرام کی سمت ہی رکھیں کہ یہی پروردگار کی طرف سے حق ہے اور اللہ تم لوگوں کے اعمال سے غافل نہیں ہے۔ (۴)" (۵)

کفعمی نے کہا ہے کہ میں نے کتاب "لفظ الفوائد" میں لکھا ہے کہ غائب اور مفرور غلام کے لئے ایک نقش ہے جسے بروز پیر دائرے کی شکل میں لکھا جائے اور دائرے کے بیچ میں لکھا جائے: "وَّعَلَي الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اور اللہ نے ان تینوں پر بھی رحم کیا جو جہاد سے پیچھے رہ گئے یہاں تک کہ زمین

۱۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱۱۰، ۱۱۱

۲۔ سورۂ واقعہ، آیت ۸۳، ۸۴

۳۔ مجربات الامامیہ، ص ۲۱۸

۴۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۸، ۱۴۹

۵۔ طب الائمہ از شبر، ص ۳۷۳

جب اپنی وسعتوں سمیت ان پر تنگ ہو گئی۔(۱)'' اسی طرح فلاں ابن فلاں پر زمین کو تنگ کر دے گا یہاں تک کہ وہ اس جگہ واپس آجائے گا جہاں سے نکل کر گیا تھا۔

رزق کی وسعت کے لئے

جو شخص سورۂ ''اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا بیشک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی ہے۔''(۲) ماہ رمضان کا چاند دیکھتے وقت ابتدائی تین شبوں میں تین مرتبہ پڑھے گا یا اسے لکھ کر اپنی جیب میں حفاظت سے رکھ لے گا تو اللہ تعالیٰ اس سال کے لئے اس کے رزق کو وسیع کر دے گا اور اسے چاہیے کہ ابواب رزق کے کھلنے اور اسباب کی آسانی کے لئے جب انسان پر معیشت کی تنگی ہو تو سب سے پہلے اللہ سے توبہ نصوح کرے اور پوشیدہ طور سے صدقہ دے اور جب شب جمعہ کی نصف شب آجائے تو ایسی جگہ کا انتخاب کرے جہاں کوئی انسان موجود نہ ہو اس وقت سو مرتبہ ''اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ رَبِّیۡ وَ اَتُوۡبُ اِلَیۡہِ'' اور سو مرتبہ ''اللھم صل علی محمد و آل محمد'' پڑھے پھر سورۂ طلاق کی یہ آیت ''وَمَنۡ قُدِرَ عَلَیۡہِ رِزۡقُہٗ فَلۡیُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰىہُ اللّٰہُ ؕ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىہَا ؕ سَیَجۡعَلُ اللّٰہُ بَعۡدَ عُسۡرٍ یُّسۡرًا اور جس کے رزق میں تنگی ہے وہ اسی میں سے خرچ کرے جو خدا نے اسے دیا ہے کہ خدا کسی نفس کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ہے جتنا اسے عطا کیا گیا ہے عنقریب خدا تنگی کے بعد وسعت عطا کر دے گا۔''(۳) پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل اطہار علیہم السلام پر ۱۰۰ مرتبہ درود بھیجے پھر سو جائے تو اسے خواب میں نظر آئے گا کہ وہ اس تنگی سے کیسے نجات پائے گا اور اس کے لئے رزق کے دروازے کھل جائیں گے۔(۴)

اور اسی طرح کہا گیا ہے کہ جو شخص ہر مہینے کی پہلی شب ایک ہزار مرتبہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرے گا اور آیت: ''رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوۡنُ لَنَا عِیۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَۃً مِّنۡکَ ۚ وَ ارۡزُقۡنَا وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ پروردگار! ہمارے اوپر آسمان سے دسترخوان نازل کر دے کہ ہمارے اول و آخر کے لئے عید ہو جائے اور تیری

۱۔ سورۂ توبہ، آیت ۱۱۸

۲۔ سورۂ فتح، آیت ۱

۳۔ سورۂ طلاق، آیت ۷

۴۔ تحفۃ الاسرار، ص ۳۹

قدرت کی نشانی بن جائے اور ہمیں رزق دے کہ تو بہترین رزق دینے والا ہے۔(۱)'' اور آیت ''وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۚ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا اور جو بھی اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ پیدا کر دیتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جس کا خیال بھی نہیں ہوتا ہے اور جو خدا پر بھروسہ کرے گا خدا اس کے لئے کافی ہے بیشک خدا اپنے حکم کا پہنچانے والا ہے اس نے ہر شے کے لئے ایک مقدار معین کر دی ہے۔(۲)'' مذکورہ دونوں آیات کو اکیس مرتبہ پڑھے پھر ''یَا رَازِقُ یَا فَتَّاحُ یَا وَهَّابُ یَا غَنِیُّ یَا مُغْنِیُّ یَا بَاسِطُ'' دس مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں وسعت اور برکت عطا کرے گا اور کہا گیا ہے کہ یہ عمل نہایت مجرب ہے۔(۳)

ابوعمرو حذا سے مروی ہے کہ میرے حالات خراب ہو گئے تو میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھ کر دریافت کیا تو آپ علیہ السلام نے جواب مرحمت فرمایا کہ ہمیشہ ''اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ'' یعنی سورۂ نوح پڑھو۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے مسلسل ایک سال تک اس سورے کو پڑھا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا تو میں نے دوبارہ امام علیہ السلام کی خدمت میں عریضہ لکھ کر اپنی بدحالی کی اطلاع دی کہ میں نے سورۂ نوح کو ایک سال تک پڑھا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اب تم سورۂ انا انزلنا پڑھا کرو'' راوی کہتا ہے میں نے اسے پڑھنا شروع کیا ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ امام علیہ السلام نے ابوداودؒ کو میرے پاس روانہ کیا اس نے میرا قرض ادا کر دیا اور میرا اور میرے اہل و عیال کا وظیفہ شروع کر دیا اور اس نے مجھے اپنی وکالت میں بصرہ ''باب کلاہ'' بھیج دیا اور ۵۰۰ درہم کا وظیفہ میرے لئے جاری کر دیا۔(۴)

شیخ صدوقؒ نے اپنی سند سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو شخص بھی ''سورۂ الذاریات'' کو دن یا رات کے وقت پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی معیشت کو سنوار دے گا اور اسے وسیع رزق عطا کرے گا اور اس کی قبر کو ایسے چراغ سے روشن کرے گا جو قیامت تک روشن رہے گا۔(۵)

سید تبریزیؒ نے اپنے مجموعے میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر ''سورۂ الذاریات'' کو پابندی سے پڑھا جائے تو ہر روز ثروت

۱۔ سورۂ مائدہ، آیت ۱۱۴

۲۔ سورۂ طلاق، آیت ۲، ۳

۳۔ تحفۂ الرضویہ، ص ۲۱

۴۔ الکافی، ج ۵، ص ۳۱۳

۵۔ ثواب الاعمال، ص ۱۳۵

نازل کی ہے اور وہ نیک بندوں کا والی و وارث ہے۔[1]

دوسری آیت: "وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ" اور ان لوگوں نے واقعاً اللہ کی قدر نہیں کی ہے جب کہ روز قیامت تمام زمین اسی کی مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان اسی کے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک و بے نیاز ہے اور جن چیزوں کو یہ اس کا شریک بناتے ہیں ان سے بلند و بالاتر ہے۔ (سورۂ زمر، آیت ۶۷)

سرکش جانور کو قابو میں رکھنے کا عمل

جو جانور مالک کے قابو میں نہ آئے اس کے داہنے کان میں یہ آیت پڑھی جائے: "وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ، جب کہ آسمان و زمین کی ساری مخلوقات بہ رضا و رغبت یا بہ جبر و کراہت اسی کی بارگاہ میں سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے اور سب کو اسی کی بارگاہ میں واپس جانا ہے۔" (سورۂ آل عمران، آیت ۸۳) (بحار الانوار، ج ۹۲، ص ۱۲۴)

مال کی حفاظت کے لئے

اسے لکھے اور اپنے ساتھ رکھے تو مال کم نہیں ہوگا: "يَا حَافِظًا لَا يَنْسٰى وَيَا مَنْ نِعْمَةٌ لَا تُحْصٰى، اَنْتَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ"

چور سے حفاظت کے لئے

روایت ہے کہ جسے چور کا ڈر ہو تو اسے چاہیے کہ دروازے کے قفل (تالہ) پر یہ پڑھے: "قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا" آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس طرح بھی پکارو گے اس کے تمام نام بہترین ہیں اور اپنی نمازوں کو نہ چلا کر پڑھو اور نہ بہت آہستہ آہستہ بلکہ دونوں کا درمیانی راستہ نکالو۔ اور کہو کہ ساری حمد اس اللہ کے لئے ہے جس نے نہ کسی کو فرزند بنایا ہے اور نہ کوئی اس کے ملک میں شریک ہے اور نہ کوئی اس کی کمزوری کی بنا پر اس

---

[1] سورۂ اعراف، آیت ۱۹۶

"اللھم ارزقنا رزقاً واسعاً حلالاً طیباً من غیر کدر واستجب دعوتی من غیر ردّ واعوذبك من فضیحة الفقر والدین وادفع عنی ھذین بحق الامامین السبطین الحسن والحسین برحمتك یا ارحم الراحمین"(۱)

زن وشوہر میں محبت والفت بڑھانے کا عمل

زوجین میں الفت ومحبت بڑھانے کے لئے مندرجہ ذیل آیتوں کو گلاب کے پانی اور زعفران اور مشک سے لکھ کر دھویا جائے اور جس شخص کا اپنی زوجہ سے اختلاف ہو وہ اسے پیے انشاء اللہ کبھی بھی طلاق نہیں ہوگی۔:"هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا یقیناً ہم نے انسان کو ایک ملے جلے نطفہ سے پیدا کیا ہے تا کہ اس کا امتحان لیں اور پھر اسے سماعت اور بصارت والا بنا دیا ہے۔یقیناً ہم نے انسان کو ایک ملے جلے نطفہ سے پیدا کیا ہے تا کہ اس کا امتحان لیں اور پھر اسے سماعت اور بصارت والا بنا دیا ہے۔"(۲)

بچوں کو ڈر اور خوف سے محفوظ رکھنے کے لئے تعویذ

سورۂ زلزال آخر سورہ تک اور"فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا ، تو ہم نے غار میں ان کے کانوں پر چند برسوں کے لئے پردے ڈال دیئے۔پھر ہم نے انہیں دوبارہ اٹھایا تا کہ یہ دیکھیں کہ دونوں گروہوں میں اپنے ٹھہرنے کی مدت کسے زیادہ معلوم ہے؟(۳)۔"(۴)

نیز جو شخص بھی مندرجہ ذیل آیتوں کو کسی کاغذ پر مشک، زعفران اور گلاب کے پانی سے لکھے اور اسے کسی موم جامے میں رکھ دے اور اسے بچے کی گردن میں لٹکا دے تو یہ تعویذ اسے تمام آفتوں سے محفوظ رکھے گا بالخصوص جنوں اور عفریت سے اور امّ الصبیان کی بیماری سے:"الٓمّٓ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ الم۔اللہ جس کے علاوہ کوئی

۱۔تحفۃ الاسرار، ص ۳۰

۲۔سورۂ دہر، آیت ۲،۱

۳۔سورۂ کہف، آیت ۱۲،۱۱

۴۔طب الائمہ، ص ۳۶

خدا نہیں ہے اور وہ ہمیشہ زندہ ہے اور ہر شے اسی کے طفیل قائم ہے۔ اس نے آپ پر وہ برحق کتاب نازل کی ہے جو تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور توریت وانجیل بھی نازل کی ہے۔ اس سے پہلے لوگوں کے لئے ہدایت بنا کر اور حق وباطل میں فرق کرنے والی کتاب بھی نازل کی ہے۔(۱)"(۲)

حواس کی سستی اور اونگھ کو دور کرنے کے لئے

جو شخص سستی اور اونگھ کا شکار ہو وہ اس آیت کو پانی پر پڑھے اور اس پانی کو اپنے سر، چہرے اور بازوؤں پر مسح کرے۔

"وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ، تو اس کے بعد جب موسیٰ ہمارا وعدہ پورا کرنے کے لئے آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام کیا تو انہوں نے کہا کہ پروردگار! مجھے اپنا جلوہ دکھادے ارشاد ہوا تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے ہو، البتہ پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ پر قائم رہ گیا تو پھر مجھے دیکھ سکتے ہو۔ اس کے بعد جب پہاڑ پر پروردگار کی تجلی ہوئی تو پہاڑ چور چور ہو گیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے پھر جب انہیں ہوش آیا تو کہنے لگے کہ پروردگار تو پاک وپاکیزہ ہے میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں۔"(۳)

کاٹنے والے کتے کو دور کرنے کا عمل

جس شخص کو ایسے کتے سے خطرہ محسوس ہو جو کاٹ کھانے والا ہو تو وہ اسے اپنے سے دور کرنے کے لئے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کرے:

پہلی آیت: "يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ، اے گروہ جن وانس! اگر تم میں قدرت ہو کہ آسمان وزمین کے اطراف سے باہر نکل جاؤ تو نکل جاؤ مگر یاد رکھو کہ تم قوت اور غلبہ کے بغیر نہیں نکل سکتے ہو۔"(۴)

۱۔ سورۂ آل عمران، آیات ۱تا۴

۲۔ خصوصیات وفوائد قرآن، ص ۲۹۷

۳۔ سورۂ اعراف، آیت ۱۴۳

۴۔ سورۂ رحمن، آیت ۳۳

دوسری آیت: ''وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا اور ساری آوازیں رحمان کے سامنے دب جائیں گی کہ تم گھنگھناہٹ کے علاوہ کچھ نہ سنو گے۔''(۱) اور ''وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا اس دن سارے چہرے خدائے حی و قیوم کے سامنے جھکے ہوں گے اور ظلم کا بوجھ اٹھانے والا ناکام اور رسوا ہوگا۔''(۲)

تمام بیماریوں اور امراض کے علاج کے لئے

یہ وہ آیتیں ہیں کہ جو بھی انہیں پڑھے گا یا اپنے ساتھ رکھے گا یا انہیں لکھ کر ان کا پانی پی لے گا تو وہ ہر بیماری سے محفوظ رہے گا۔

پہلی آیت: ''وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ اور صاحب ایمان قوم کے دلوں کو ٹھنڈا کردے گا۔''(۳)

دوسری آیت: ''وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ اور دلوں کی شفا کا سامان (آچکا ہے)۔''(۴)

تیسری آیت: ''يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ جس کے بعد اس کے شکم سے مختلف قسم کے شروب برآمد ہوں گے۔(۵)'' اور ''وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ مومنین کے لئے رحمت ہے۔''(۶)

چوتھی آیت: ''وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی شفا بھی دیتا ہے۔''(۷)

پانچویں آیت: ''قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ تو آپ کہہ دیجئے کہ یہ کتاب صاحبان ایمان کے لئے شفا اور ہدایت ہے۔''(۸)

چھٹی آیت: ''ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ یہ پروردگار کی طرف سے تمہارے حق میں تخفیف اور رحمت ہے۔''(۹) اور ''الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ اب اللہ نے تمہارا بار ہلکا کردیا ہے۔''(۱۰)

۱۔ سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۰۸

۲۔ سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۱۱

۳۔ سورۂ توبہ، آیت ۱۴

۴۔ سورۂ یونس، آیت ۵۷

۵۔ سورۂ نحل، آیت ۶۹

۶۔ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۲

۷۔ سورۂ شعراء، آیت ۸۰

۸۔ سورۂ فصلت، آیت ۴۴

۹۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۷۸

۱۰۔ سورۂ انفال، آیت ۶۶

ساتویں آیت: "قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ تو ہم نے بھی حکم دیا کہ اے آگ! ابراہیم کے لئے سرد ہو جا اور سلامتی کا سامان بن جا۔ اور ان لوگوں نے ایک مکر کا ارادہ کیا تھا تو ہم نے بھی انہیں خسارہ والا اور ناکام قرار دے دیا۔" (۱)

آٹھویں آیت: "أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے کس طرح سایہ کو پھیلا دیا ہے اور وہ چاہتا تو ایک ہی جگہ ساکن بنا دیتا۔" (۲) اور "وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ اور اس خدا کے لئے وہ تمام چیزیں ہیں جو رات اور دن میں ثابت ہیں اور وہ سب کی سننے والا اور سب کا جاننے والا ہے۔" (۳)

رسول اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے ایسی دوا کے بارے میں بتایا ہے جس کے بعد کسی دوا کی ضرورت نہیں۔ کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ دوا کیا ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کسی برتن میں بارش کا پانی زمین پر گرنے سے پہلے جمع کر لو اسے پاک برتن میں رکھو اور سورۂ حمد ستر مرتبہ اور سورۂ قل ھو اللہ احد اور معوذتین (سورۂ فلق اور سورۂ ناس) ستر مرتبہ پڑھو پھر اس پانی میں سے ایک پیالہ صبح کے وقت پیو اور ایک پیالہ شام کے وقت۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اللہ تعالی اس کی برکت سے بیماری کو نکال پھینکے گا اس کے بدن سے، اس کی تمام ہڈیوں سے، اس کے گودوں سے اور اس کی رگوں سے۔ (۴)

تھکن دور کرنے کا عمل

اگر کسی کی پنڈلی میں کوئی تکلیف ہو یا تھکن ہو یا رنج و غم ہو تو وہ اس پر لکھے: "وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ اور ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کو چھ دن

۱۔ سورۂ انبیاء، آیت ۶۹، ۷۰

۲۔ سورۂ فرقان، آیت ۴۵

۳۔ سورۂ انعام، آیت ۱۳

۴۔ مکارم الاخلاق، ص ۳۷۳

میں پیدا کیا ہے اور ہمیں اس سلسلہ میں کوئی تھکن چھو بھی نہیں سکی ہے۔(۱)''(۲)

بخار کی کمزوری اور تھکان کی دوری کے لئے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے کسی صحابی سے کہا جب اس نے بخار کے سبب بدن میں کمزوری و نقاہت کی شکایت کی، کہ تم اپنی قمیص کے بٹن کھول لو اور اپنا سر اپنے گریباں میں ڈالو اور اذان و اقامت کہو اور سات مرتبہ سورہ حمد پڑھو، صحابی کہتا ہے کہ میں نے جب ایسا کیا تو طبیعت ہشاش بشاش ہوگئی۔(۳)

دل کے درد اور تنگی کو دور کرنے کا عمل

مندرجہ ذیل آیتوں کو پانی پڑھ کر اسے پیے اور اس وقت دل پر ہاتھ رکھے: ''لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ اگر اس مصیبت سے نجات مل گئی تو ہم یقیناً شکر گزاروں میں ہو جائیں گے۔''(۴)

''سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ عنقریب یہ جماعت شکست کھا جائے گی اور سب پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ بلکہ ان کا موعد قیامت کا ہے اور قیامت انتہائی سخت اور تلخ حقیقت ہے۔'' (سورۂ قمر، آیت ۴۵، ۴۶) (مکارم الاخلاق، ص ۳۷۷)

بخار اور دردِ سر کو رفع کرنے کا عمل

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بخار اور دردِ سر کے لئے یہ آیات لکھ کر دائیں بازو پر باندھ دو: ''سورۂ حمد مکمل، سورہ ناس، سورۂ فلق اور سورۂ اخلاص، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رَبِّ النَّاسِ اِذْهَبِ الْبَاسَ واشفه یا شافی فانه لا شفاء الا شفاؤك شفاء لایغادر سقما بیدك الخیر انك علی کل شیء قدیر، وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۲) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ (سورۂ انبیاء، آیت ۶۹) كَذٰلِكَ صَاحِبُ كِتَابِيْ هٰذَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَهٗ مَا سَكَنَ

۱۔ سورۂ ق، آیت ۳۸

۲۔ مکارم الاخلاق، ص ۳۸۳

۳۔ خصوصیات و فوائد قرآن، ص ۳۰۳

۴۔ سورۂ یونس، آیت ۲۲

فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (سورۂ انعام، آیت ۱۳) اسْكُنْ أَيُّهَا الصُّدَاعُ وَالْأَلَمُ بِعِزَّةِ اللهِ اسْكُنْ بِقُدْرَةِ اللهِ اسْكُنْ بِجَلَالِ اللهِ اسْكُنْ بِعَظَمَةِ اللهِ اسْكُنْ بِلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ. فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۳۷) وَذَا النُّونِ إِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَٰتِ أَنْ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَٰنَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّٰلِمِينَ (سورۂ انبیاء، آیت ۸۷) وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَ حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ وَ صَلَّى اللهُ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيماً۔"[1]

گنڈے دار یا نوبتی بخار سے حفاظت کا تعویذ

(وہ بخار جو ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن یا دو دن چھوڑ کر چوتھے دن آئے) اس سے حفاظت کے لئے مندرجہ ذیل ذکر کو کاغذ پر لکھ کر اپنے داہنے بازو پر باندھے: "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ ۗ بَلْ لِلّٰهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا يَا شَافِي يَا كَافِي يَا مُعَافِي وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا بِاسْمِ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَمِنَ اللهِ وَإِلَى اللهِ وَلَا غَالِبَ إِلَّا اللهُ" نیز اپنے شانے پر لکھے "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ آخر سورۃ تک اس کے بعد لکھے لَا بَأْسَ بِرَبِّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَأْسَ اشْفِ ابْتِلَائِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا"[2]

آنکھوں کے درد کی شکایت دور کرنے کے لئے عمل

امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کسی کو درد چشم کی شکایت ہو تو وہ آیت الکرسی پڑھے اور اگر دل میں تکلیف ہو تو دل میں ہاتھ کر پڑھنے سے اسے سکون ملے گا اور انشاء اللہ وہ صحت یاب ہو جائے گا۔

شب کور اور رات کو کم دکھائی دینے والے کے لئے عمل

ابو یوسف مصعب سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن اول سے کہا کہ مجھے آنکھوں میں شب کور ہو گیا

1۔ بحار الانوار، ج ۹۲، ص ۴۳

2۔ بحار الانوار، ج ۹۲، ص ۴۳

ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ علیہ السلام مجھے اس بارے میں کچھ بتائیں کہ میں کیا کروں تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت لکھو "اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" تین مرتبہ ایک ظرف میں لکھو، پھر اسے دھولو اور ایک شیشی میں رکھ کر اس کا سرمہ لگاؤ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سو مرتبہ یہ عمل کیا ہوگا کہ میری آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ بہتر ہو گئیں۔

ڈاڑھ کے درد کو دور کرنے کے لئے عمل

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر ڈاڑھ میں درد کی شکایت ہو تو اس پر انگلی رکھ کر ان دونوں آیتوں کو سات مرتبہ پڑھے: "۔(۱)" "قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ آپ کہہ دیجئے کہ خدا ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی نے تمہارے لئے کان، آنکھ اور دل قرار دیئے ہیں مگر تم بہت کم شکریہ ادا کرنے والے ہو۔" (۲) تو وہ شخص حکم خدا سے اچھا ہو جائے گا۔(۳)

نکسیر بند کرنے کے لئے عمل

"يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا (سورہ طٰہٰ، آیت ۱۰۸) وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا" (۴) اور جس کی نکسیر پھوٹی ہو اس کے خون سے یا زعفران سے اس کی پیشانی پر لکھے: "وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَاۗءَكِ وَيٰسَمَاۗءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَاۗءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَي الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" (۵) انشاء اللہ مریض ٹھیک ہو جائے گا۔

کان کے درد کی دوری کے لئے عمل

چنبیلی یا بنفشے کے تیل میں تین مرتبہ مندرجہ ذیل دو آیتیں پڑھ کر دم کرے: "كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ

۱۔ سورۂ انعام، آیت ۹۸

۲۔ سورۂ ملک، آیت ۲۳

۳۔ بحار الانوار

۴۔ سورۂ یٰسین، آیت ۹

۵۔ سورۂ ہود، آیت ۴۴

وَقْرًا "(۱) "اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُلًا" (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۳۶) اور اسے کان میں ڈال دے۔

پیٹ کے درد سے نجات کے لئے عمل

سورۂ اخلاص کو لکھا جائے اور نیز پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ (سورۂ یٰسین، آیت ۷۹) وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۭ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا (سورۂ رعد، آیت ۳۱) مریض کے گلے میں لٹکا دیا جائے۔

اور اسی طرح بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ڰ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اور سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھے نہایت مجرب ہے۔

پیٹھ کے درد کو رفع کرنے کے لئے عمل

جس شخص کی پیٹھ میں درد ہو وہ مندرجہ ذیل آیت پڑھے: "شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَاۗىِٕمًۢا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَھُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اللہ خود گواہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، ملائکہ اور صاحبان علم گواہ ہیں کہ وہ عدل کے ساتھ قائم ہے اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور وہ صاحب عزت وحکمت ہے۔ دین، اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے اور اہل کتاب نے علم کے آنے کے بعد ہی جھگڑا شروع کیا ہے صرف آپس کی شرارتوں کی بنا پر اور جو بھی آیات الٰہی کا انکار کرے گا تو خدا بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔(۲)

رحم کے درد سے شفا کے لئے عمل

جس کے رحم میں درد ہو وہ اس دعا کو خود پڑھے اور خود ہی سنے: "بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ الَّذِيْ بِاِذْنِهٖ قَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْاَرْضُ فَاِنَّ مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ لَمْ يَطْرُقْهَا وَجَعُ الْاَرْحَامِ كَذٰلِكَ يَشْفِي اللّٰهُ فُلَانَةَ بِنْتَ فُلَانَةَ مِنْ وَجَعِ

۱۔ سورۂ لقمان، آیت ۷

۲۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۹،۱۸

الْأَرْحَامِ وَمِنْ وَجَعِ عِرْقِ الْأَرْحَامِ اسْلَمْ اسْلَمْ بِسْمِ اللّٰهِ الْحَيِّ الْقَيُّومِ بِسْمِ اللّٰهِ الْمُسْتَغَاثِ بِاللّٰهِ عَلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ وَعَلٰى مَا قَدْ كَانَ وَأَشْهَدُ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْماً۔

ک ﻤ ﻤ ... (طلسمی حروف)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً إِلٰى آخِرِ السُّورَةِ أَجِيبُوا دَاعِيَ اللّٰهِ عَزَمْتُ عَلٰى سَامِعَةِ الْكَلَامِ إِلَّا أَجَابَتْ هٰذَا الْخَاتَمَ بِعَزَائِمِ اللّٰهِ الشِّدَادِ الَّتِي تُزْهِقُ الْأَرْوَاحَ وَالْأَجْسَادَ وَلَا يَبْقٰى رُوحٌ وَلَا فُؤَادٌ أَجِبْ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي قَالَ لِلسَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعاً أَوْ كَرْهاً قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّاهِرِينَ"(۱)

دردِ معدہ اور مروڑ سے نجات کے لئے عمل

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ دردِ معدہ اور مروڑ کے لئے لکھے: "بِسْمِ اللّٰهِ الْمُتَعَلِّمُونَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ يَعْلَمُونَ قَاعِدُونَ فَوْقَ عِلِّيِّينَ يَأْكُلُونَ نُوراً طَرِيّاً يَسْأَلُونَ صَاحِبَهُمْ مِنَ النُّورِ الْعَلَوِيِّ كَذٰلِكَ يَشْفِي فُلَانَ بْنَ فُلَانَةَ أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقاً" (فلاں ابن فلانہ کی جگہ اپنا اور اپنی ماں کا نام لکھے۔) اور اس دعا کو سات مرتبہ پانی پر دم کرے پھر اس پر تیل ڈالے جب تیل چکنے لگے تو اس کی مالش کرے اور دردِ معدہ والے شخص کو پلائے انشاء اللہ صحت یاب ہو جائے گا۔(۲)

بواسیر سے شفا کے لئے عمل

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ کسی شخص نے آپ علیہ السلام سے بواسیر کی شکایت کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ سورۂ یٰسین کو شہد سے لکھ کر پی جاؤ۔ (ٹھیک ہو جاؤ گے)

فالج سے شفایابی کے لئے عمل

اور فرمایا کہ فالج، قولنج خام، جاڑے کا بخار اور ریاح کے ہر قسم کے درد کے لئے پڑھو سورۂ فاتحہ، قل ھو اللہ احد اور معوذتین پھر اس کے بعد لکھو: "أَعُوذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيمِ وَبِعِزَّتِهِ الَّتِي لَا تُرَامُ وَبِقُدْرَتِهِ الَّتِي لَا يَمْتَنِعُ مِنْهَا شَيْءٌ مِنْ شَرِّ هٰذَا الْوَجَعِ وَمِنْ شَرِّ مَا فِيهِ"(۳)

۳۔ طب الائمہ، ص ۳۸، عبداللہ و حسین ابنا بسطام، انتشارات شریف رضی، قم، ۱۴۱۱ھ

خارش، پھوڑے یا داد کی بیماری کے لئے عمل

جس شخص کے جسم پر خارش ہو یا جسم کے کسی حصے میں پھوڑا نکلا ہو یا اسے داد کی بیماری لگ گئی ہو تو اس پر پڑھا اور لکھ کر اس کے گلے میں آویزاں کردیا جائے: ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ (۱) مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ (سورہ طٰہ، آیت ۵۵) اللَّهُ أَكْبَرُ وَأَنْتَ لَا تَكْبُرُ اللَّهُ مُبْقِي وَأَنْتَ لَا تَبْقَى وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ'' (۲)

جسم پر داغ اور برص وجذام سے شفا کے لئے عمل

جسم پر سفید داغ کے لئے اس جگہ لکھے: ''وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ'' (۳) وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ (۴)

برص اور جذام کے مریض پر مندرجہ ذیل دعا پڑھی جائے نیز اسی دعا کو لکھ کر اس کے گلے میں لٹکا دیا جائے انشاء اللہ مریض شفا پائے گا: ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِندَهُ أُمُّ الْكِتَابِ'' (۵) الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي أَجْنِحَةٍ مَّثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ (۶) باسم فلان ابن فلانۃ (فلان ابن فلانۃ کی جگہ پر بیمار اور اس کی والدہ کا نام لکھا جائے)

مسّا ہو جائے تو اس کو رفع کرنے کے لئے عمل

جسے مسا ہو وہ نمک کا ایک ٹکڑا لے اور اس سے مسّے کو مس کرے اور تین مرتبہ پڑھے: ''لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ'' ہم اگر اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کردیتے تو تم دیکھتے کہ پہاڑ خوف خدا سے لرزاں اور ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا ہے اور ہم

۱۔ سورۂ ابراہیم، آیت ۲۶

۲۔ مکارم الاخلاق، ص ۳۸۳

۳۔ سورۂ حجر، آیت ۲۱

۴۔ سورۂ شعراء، آیت ۷۲، ۷۳

۵۔ سورۂ رعد، آیت ۳۹

۶۔ سورۂ فاطر، آیت ۱

ان مثالوں کو انسانوں کے لئے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ شاید وہ کچھ غور و فکر کرسکیں۔"(۱) اور نمک کے اس ٹکڑے کو تندور میں ڈال دے اور جلدی وہاں سے لوٹ آئے انشاء اللہ ستا جاتا رہے گا۔

ورم (سوجن) سے نجات و شفا کے لئے عمل

ورم کی جگہ پر ہاتھ رکھے اور یہ آیات پڑھے: "لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۚ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ" ہم اگر اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کردیتے تو تم دیکھتے کہ پہاڑ خوف خدا سے لرزاں اور ٹکڑے ٹکڑے ہوا جارہا ہے اور ہم ان مثالوں کو انسانوں کے لئے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ شاید وہ کچھ غور و فکر کرسکیں۔ وہ خدا وہ ہے جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور وہ حاضر و غائب سب کا جاننے والا عظیم اور دائمی رحمتوں کا مالک ہے۔ وہ اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے وہ بادشاہ، پاکیزہ صفات، بے عیب، امان دینے والا، نگرانی کرنے والا، صاحب عزت، زبردست اور کبریائی کا مالک ہے۔ وہ ان تمام باتوں سے پاک و پاکیزہ ہے جو مشرکین کیا کرتے ہیں۔ وہ ایسا خدا ہے جو پیدا کرنے والا، ایجاد کرنے والا اور صورتیں بنانے والا ہے اس کے لئے بہترین نام ہیں زمین و آسمان کا ہر ذرہ اسی کے لئے محو تسبیح ہے اور وہ صاحب عزت و حکمت ہے۔"(۲)

نسوں میں درد (عرق النسا) سے شفا کے لئے عمل

باہر جانے سے قبل اس پر رگڑتے ہوئے یہ لکھے: "وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا" اور یہ لوگ آپ ﷺ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ قیامت میں ان کا کیا ہوگا تو کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار انہیں ریزہ ریزہ کرکے اڑا دے گا۔ پھر زمین کو چٹیل میدان بنادے گا۔ جس میں تم کسی طرح کی کجی یا ناہمواری نہ دیکھو گے"(۳) اور صبر (ایلوا) کی اس پر مالش کرے اور یہ آیت

۱۔ سورۂ حشر، آیت ۲۱

۲۔ سورۂ حشر، آیت ۲۱ تا ۲۴

۳۔ سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۰۵ تا ۱۰۷

لکھے: "اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ یا اس بندے کی مثال جس کا گذر ایک قریہ سے ہوا جس کے سارے عرش و فرش گر چکے تھے تو اس بندہ نے کہا کہ خدا ان سب کو موت کے بعد کس طرح زندہ کرے گا تو خدا نے اس بندہ کو سو سال کے لئے موت دے دی"(۱)

اگر پیشاب بند ہو جائے تو اس کے لئے عمل

حمران سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن الثالث (امام علی نقی علیہ السلام) کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ میری جان آپ علیہ السلام پر فدا ہو جائے، میرے سامنے آپ علیہ السلام کے چاہنے والوں میں سے ایک شخص ہے اس کا پیشاب بند ہو گیا ہے وہ آپ علیہ السلام سے دعا کا متمنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے عافیت عطا کر دے اور اس کا نام نفیس الخادم ہے۔ امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تمہاری تکالیف کو دور کرے اور تم سے دنیا و آخرت کی تمام ناپسندیدہ باتوں کو دور کر دے، اسے چاہیے کہ قرآن پابندی سے پڑھے یقیناً انشاء اللہ اسے شفا میسر ہو گی۔

بچھو سے حفاظت کے لئے عمل

بچھو سے روکنے کے لئے مندرجہ ذیل آیات کو تین مرتبہ پڑھے: "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ساری خدائی میں نوح پر ہمارا سلام۔" (سورۂ صافات، آیت ۷۹) "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر۔ ہم اسی طرح نیک عمل کرنے والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔"(۲)

شہد کی مکھی، بچھو کے ڈنک اور سانپ کے ڈسے ہوئے کے لئے

اگر سانپ نے ڈس لیا ہو تو سورۂ حمد اور درود پڑھے اور بائیں رخسار پر تھپڑ مارے اور حلوے کے ایک ٹکڑے پر درود پڑھ کر ڈسے ہوئے شخص کو کھلا لے۔

اور اسی طرح بچھو اور سانپ اگر ڈس لے تو یہ تعویذ رکھے: "اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا یہ لوگ اپنا مکر کر رہے ہیں۔ اور ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں۔ تو کافروں کو چھوڑ دو اور انہیں تھوڑی سی

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۹

۲۔ سورۂ صافات، آیت ۱۲۰ تا ۱۲۲

مہلت دے دو۔"(۱)

طلب اولاد کے لئے عمل

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے اولاد کے حصول کے لئے فرمایا، جب بیوی سے مباشرت کا ارادہ ہو تو تین مرتبہ پڑھو: وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ اور یونس کو یاد کرو کہ جب وہ غصہ میں آکر چلے اور یہ خیال کیا کہ ہم ان پر روزی تنگ نہ کریں گے اور پھر تاریکیوں میں جا کر آواز دی کہ پروردگارا! تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے تو پاک و بے نیاز ہے اور میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے تھا۔ تو ہم نے ان کی دعا کو قبول کر لیا اور انہیں غم سے نجات دلا دی کہ ہم اسی طرح صاحبان ایمان کو نجات دلاتے رہتے ہیں۔"(۲)

اسی طرح جس کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو وہ مندرجہ ذیل آیات کو ریشم کے سفید کپڑے پر زعفران اور گلاب کے پانی سے لکھے جب کہ وہ پاک ہو اور یہ عمل جمعہ کے دن انجام دے۔ اس کے بعد اسے سفید کپڑے میں لپیٹ کر میٹھے پانی سے دھوئے اور اس کا پانی مرد و عورت دونوں تین روز تک پئیں اور دونوں اس تعویذ کو باندھے رکھے صرف بستر پر جاتے وقت اور غسل کرتے وقت خود سے علیحدہ کریں، اللہ کے حکم سے اولاد میسر ہوگی۔ وہ آیات یہ ہیں: "هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ اس وقت زکریا علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ مجھے اپنی طرف سے ایک پاکیزہ اولاد عطا فرما کہ تو ہر ایک کی دعا کا سننے والا ہے۔ تو ملائکہ نے انہیں اس وقت آواز دی جب وہ محراب میں کھڑے مصروف عبادت تھے کہ خدا تمہیں یحییٰ کی بشارت دے رہا ہے جو اس کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا، سردار، پاکیزہ کردار اور صالحین میں سے نبی ہوگا۔ انہوں نے عرض کی کہ میرے یہاں کس طرح اولاد ہوگی جب کہ مجھ پر بڑھاپا آگیا ہے اور میری عورت بھی بانجھ ہے؟ تو

۱۔ سورۂ طارق، آیت ۱۵ تا ۱۷

۲۔ سورۂ انبیاء، آیت ۸۷، ۸۸

ارشاد ہوا کہ خدا اسی طرح جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''(۱)

اسی طرح جو شخص سورۂ نساء کی پہلی آیت کو شب جمعہ نصف شب میں زعفران سے حلوے کے ایک ٹکڑے پر لکھے پھر اسے کھالے اور اپنی بیوی سے مباشرت کرے اور یہ عمل مسلسل تین شب جمعہ تک انجام دے، حکمِ خدا سے اولاد کی نعمت اسے مل جائے گی۔: ''یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا انسانو! اس پروردگار سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے اور اس کا جوڑا بھی اسی کی جنس سے پیدا کیا ہے اور پھر دونوں سے بکثرت مرد اور عورت دنیا میں پھیلا دیئے ہیں اور اس خدا سے بھی ڈرو جس کے ذریعہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتداروں کی بے تعلقی سے بھی، اللہ تم سب کے اعمال کا نگراں ہے۔''(۲)

طلبِ اولاد کے لئے ایک اور عمل

مندرجہ ذیل آیات کا فائدہ ان افراد کو پہنچے گا جن کی کوئی اولاد نہ ہو اور وہ اس کی تمنا کر رہے ہوں۔ طریقہ یہ ہے کہ ان آیتوں کو سفید ریشم کے دو ٹکڑوں پر مشک، زعفران اور عرق گلاب سے جمعے کے دن سات بجے باطہارت تحریر کریں، پھر شیریں پانی سے دھوئے اور میاں بیوی دونوں تین دن تک اسے پئیں اور انہی آیات کا تعویذ بنا کر مرد و زن دونوں اپنے پاس رکھے اور بستر پر جاتے وقت اور غسل کے وقت تعویذ کو کھول کر دیں تو اللہ تعالیٰ اپنی قوت و طاقت سے انہیں اولاد کی نعمت عطا فرمائے گا۔ وہ آیات یہ ہیں: ''هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِیَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ؛ اس وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ مجھے اپنی طرف سے ایک پاکیزہ اولاد عطا فرما کہ تو ہر ایک کی دعا کا سننے والا ہے۔ تو ملائکہ نے انہیں اس وقت آواز دی جب وہ محراب میں کھڑے مصروفِ عبادت تھے کہ خدا تمہیں یحییٰ کی بشارت دے رہا ہے جو اس کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا، سردار، پاکیزہ کردار اور صالحین میں سے نبی ہوگا۔ انہوں نے عرض کی کہ میرے یہاں کس طرح اولاد ہوگی جب کہ مجھ پر بڑھاپا

۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۳۸ تا ۴۰

۲۔ تحفۃ الاسرار، ص ۲۶۸

آ گیا ہے اور میری عورت بھی بانجھ ہے؟ تو ارشاد ہوا کہ خدا اسی طرح جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"(۱)

اسی طرح جس شخص کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو وہ مندرجہ ذیل آیت کو شب جمعہ آدھی شب کے وقت زعفران سے حلوے کے ایک ٹکڑے پر لکھے اس کی شرط یہ ہے کہ جب وہ لکھ رہا ہو تو کوئی اسے نہ دیکھے پھر اسے کھا جائے اور اپنی زوجہ سے مقاربت کرے اور یہ عمل مسلسل تین شب جمعہ انجام دے اس کی بیوی حاملہ ہو جائے گی، انشاء اللہ۔(۲)

حاملہ عورت کی حفاظت کے لئے عمل

مندرجہ ذیل آیات کو ہرن یا بکری کی کھال پر زعفران اور عرق گلاب سے لکھ کر حاملہ عورت اپنے دائیں پہلو پر باندھے تو آفات سے محفوظ رہے گی اور سلامتی سے بچے کو جنم دے گی۔:"إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ" اس وقت کو یاد کرو جب عمران کی زوجہ نے کہا کہ پروردگار میں نے اپنے شکم کے بچے کو تیرے گھر کی خدمت کے لئے نذر کر دیا ہے اب تو قبول فرمالے کہ تو ہر ایک کی سننے والا اور نیتوں کا جاننے والا ہے۔ اس کے بعد جب ولادت ہوئی تو انہوں نے کہا پروردگار! یہ تو لڑکی ہے حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ لڑکا اس لڑکی جیسا نہیں ہو سکتا۔ اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ تو خدا نے اسے بہترین انداز سے قبول کر لیا اور اس کی بہترین نشوونما کا انتظام فرما دیا اور زکریا علیہ السلام نے اس کی کفالت کی کہ جب زکریا علیہ السلام محراب عبادت میں داخل ہوتے تو مریم کے پاس رزق دیکھتے اور پوچھتے کہ یہ کہاں سے آیا؟ اور مریم جواب دیتیں کہ یہ سب خدا کی طرف سے ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے رزق بے حساب عطا کر دیتا ہے۔"(۳)

اور اگر مندرجہ بالا آیات کو مشک اور زعفران سے لکھ کر تو مولود کا نام لکھا جائے اور اس کے گلے میں لٹکا دیا جائے تو اس

۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۳۸ تا ۴۰

۲۔ تحفۃ الاسرار، ص ۲۶۸

۳۔ سورۂ آل عمران، آیت ۳۵ تا ۳۷

کا رونا کم ہو جائے گا اور وہ خوف زدہ نہیں ہوگا اور اس کی بے خوابی ختم ہو جائے گی اور اس کی ماں کا دودھ بڑھ جائے گا۔

طلب اولادِ نرینہ کے لئے عمل

سلیمان ابن جعفر جعفی ابی جعفر اول حضرت امام محمد باقر ابن علی ابن الحسین ابن علی علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ علیہ السلام سے اولاد کی کمی کی شکایت کی اور یہ وہ چاہتا ہے کہ کنیزوں اور آزاد عورتوں سے اس کے لئے اولاد نرینہ ہو، کیونکہ اس کی کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے اور عمر ساٹھ سال ہے۔ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم تین دن تک واجب نمازوں میں سے نماز عشا اور نماز فجر کے بعد "سبحان اللہ" ستر مرتبہ اور "استغفر اللہ" ستر مرتبہ کہو اور اللہ کے اس قول پر ختم کرو کہ: اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا "اپنے پروردگار سے استغفار کرو کہ وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر موسلا دھار پانی برسائے گا۔ اور اموال و اولاد کے ذریعہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لئے باغات اور نہریں قرار دے گا۔"(۱) پھر تیسرے دن رات کے وقت اپنی بیوی سے ہم بستر ہو جائے، اللہ کے حکم سے تمہیں اولاد نرینہ میسر ہوگی، راوی کہتا ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا ایک سال گزرنے سے پہلے ہی مجھے آنکھوں کی ٹھنڈک مل گئی۔(۲)

ولادت میں آسانی کے لئے عمل

اگر حاملہ عورت وضع حمل کے وقت اس ورد کو لکھ لے: "مریم ولدت عیسیٰ سیجعل اللہ بعد عسر یسرا اللھم کما فتقت الارض بالبینات والسماء فکذالک لفلان بنت فلانۃ الوضع۔ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ذرا انسان اپنے کھانے کی طرف تو نگاہ کرے۔ بے شک ہم نے پانی برسایا ہے۔ پھر ہم نے زمین کو شگافتہ کیا ہے۔(۳)" اور عورت اس تعویذ کو باندھ لے تو ولادت میں آسانی ہو جائے گی اور اگر اس ورد کو شکم پر اور پیٹھ پر پڑھا جائے تو بچہ جلد ہی پیدا ہوگا اور یہ ورد مجرب ہے۔

ولادت میں دشواری دور کرنے کے لئے عمل

جس عورت کو ولادت میں دشواری ہو رہی ہو تو اس پر سورۂ قدر (انا انزلناہ لیلۃ القدر) پڑھا جائے اور ایک کاغذ پر لکھے:"

۱۔ سورۂ نوح، آیت ۱۰ تا ۱۲

۲۔ طب الائمہ، ص ۱۲۹

۳۔ سورۂ عبس، آیت ۲۴ تا ۲۶

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ "اور اسے اس عورت کی کمر پر لٹکا دیا جائے اور جب ولادت ہو جائے تو فوراً اس سے علیحدہ کر دیا جائے۔(۱)

عورت کے دودھ کو بڑھانے کے لئے عمل

عورت کے دودھ کو زیادہ کرنے اور اسی طرح جانوروں کے دودھ میں اضافے کے لئے ان آیتوں کو لکھے: "وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ اور تمہارے لئے حیوانات میں بھی عبرت کا سامان ہے کہ ہم ان کے شکم سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ نکالتے ہیں جو پینے والوں کے لئے انتہائی خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔" (سورۂ نحل، آیت ٦٦) وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ اور بیشک تمہارے لئے ان جانوروں میں بھی عبرت کا سامان ہے کہ ہم ان کے شکم میں سے تمہارے سیراب کرنے کا انتظام کرتے ہیں اور تمہارے لئے ان میں بہت سے فوائد ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔(۲)

۱۔ مکارم الاخلاق، ص ۳۸۱

۲۔ سورۂ مومنون، آیت ۲۱

فہرست منابع ومصادر

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
1	تفسیر احسن الحدیث	سید علی اکبر قرشی
2	مجمع البیان	فضل بن حسن الطبرسی المعروف شیخ طبرسی
3	البیان فی تفسیر القرآن	سید ابوالقاسم الخوئی
4	بحار الانوار	علامہ محمد باقر مجلسی
5	وسائل الشیعہ	شیخ حر عاملی
6	الاتقان فی علوم القرآن	علامہ جلال الدین سیوطی
7	تفسیر انوار النجف	علامہ حسین بخش جاڑا
8	الکوثر فی تفسیر القرآن	علامہ شیخ محسن علی نجفی
9	تفسیر انوار الحجت	سید نیاز حسین نقوی
10	ترجمہ قرآن مجید	ابو منصور
11	تفسیر البرہان	علامہ سید ہاشم بحرانی
12	مستدرک الوسائل	میرزا حسین نوری طبرسی
13	اصول کافی	ثقۃ الاسلام محمد ابن یعقوب کلینی
14	ترجمہ قرآن مجید	حافظ فرمان علی
15	النور المبین فی قصص الانبیاء والمرسلین	نعمت اللہ جزائری
16	ارشاد القلوب	حسن بن ابی الحسن دیلمی
17	اسلامی تاریخی مناسبتیں	شبانہ رضوی
18	تفہیم القرآن	علامہ ابوالاعلیٰ مودودی

19	انوار القرآن	علامہ ذیشان جوادی
20	مناقب علی ابن ابی طالب	ابن مغازلی
21	ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ	محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری
22	تفسیر جمل علی الجلالین	جمال الدین اجملی
23	تفسیر کبیر	فخر الدین رازی
24	تفسیر فصل الخطاب	سید العلماء علامہ سید علی نقی نقوی
25	تفسیر در منثور	علامہ جلال الدین سیوطی
26	تسکین روح	ڈاکٹر سید محمد نقوی النجفی
27	الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل	علامہ ابوالقاسم محمود ابن عمرو ابن احمد زمخشری
28	فرازہای از تاریخ پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	آیۃ اللہ جعفر سبحانی
29	معانی الاخبار	شیخ صدوقؒ
30	الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، معروف بہ تفسیر ثعلبی	احمد بن محمد ثعلبی
31	تفسیر نمونہ	آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی
32	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری
33	فضیلت سورھای قرآن، برگرفتہ از تفسیر نمونہ	مہدی دربانی شیرازی
34	جمۃ التفاسیر و بلاغ الاکسیر	سید عبد الحجت بلاغی
35	صواعق محرقہ	علامہ ابن حجر عسقلانی
36	تفسیر نور	آیۃ اللہ محسن قرائتی
37	توضیح المسائل	آیۃ اللہ سید علی حسینی سیستانی
38	تفسیر عیاشی	محمد بن مسعود سمرقندی عیاشی

39	کنز العمال	حسام الدین ہندی
40	معجم الکبیر	حافظ ابوالقاسم سلیمان ابن احمد طبرانی
41	الغدیر	آیۃ اللہ عبدالحسین امینی
42	فتح القدیر	کمال الدین محمد ابن عبدالواحد
43	سر العالمین	ابوحامد محمد غزالی
44	الامان من الاخطار الاسفار والازمان	سید رضی الدین ابوالقاسم علی ابن موسیٰ جعفر ابن طاووس
45	من لا یحضرہ الفقیہ	شیخ صدوق
46	فی ظلال القرآن	سید قطب
47	تفسیر نور الثقلین	عبد علی بن جمعۃ العروسی
48	فروغ ابدیت	آیۃ اللہ جعفر سبحانی
49	روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی	علامہ شہاب الدین محمود آلوسی
50	قاموس قرآن	علی اکبر بنابی قرشی
51	المنجد	مکتبہ قدوسیہ
52	مسند احمد ابن حنبل	امام احمد ابن حنبل
53	تاریخ یعقوبی	احمد ابن ابی یعقوب
54	اعلام الوریٰ	فضل ابن حسن طبرسی
55	الرحیق المختوم	صفی الرحمن مبارک پوری
56	تفسیر موضوعی قرآن	عبداللہ جوادی آملی
57	خواص الآیات	آیت اللہ آقای محمد تقی بن محمد باقر نجفی اصفہانی
58	تفسیر صافی	ملا محسن فیض کاشانی

59	دیوان حضرت علیؑ	ناشر ، ایچ ، ایم سعید
60	تفسیر من وحی القرآن	آیۃ اللہ سید محمد حسین فضل اللہ
61	امالی	شیخ صدوق
62	حکایات القرآن	سید محمد صحفی
63	غرر الحکم و درر الکلم	عبد الواحد تمیمی آمدی
64	دانش نامہ قرآن و قرآن پژوہی	بہاء الدین خرم شاہی
65	مروج الذہب و معادن الجواہر	ابی الحسن علی ابن الحسین المسعودی
66	تاریخ امم و الملوک معروف بہ تاریخ طبری	محمد ابن جریر طبری
67	اسلام و جاہلیت	علامہ ابو الاعلیٰ مودودی
68	حیات القلوب	علامہ محمد باقر مجلسیؒ
69	نسیم بہشت	
70	تفسیر الفرات	علامہ فرات ابن ابراہیم الکوفیؒ
71	سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد
72	تاویل الایات الظاھرۃ فی فضائل العترۃ الطاھرۃ	سید شرف الدین علی الحسینی
73	امالی	علامہ محمد بن حسن بن علی بن حسن طوسیؒ
74	ترجمہ نہج البلاغہ	مفتی جعفر حسین
75	ثواب الاعمال و عقاب الاعمال	علامہ شیخ صدوق
76	قصص الانبیاء و ائمہ	عزادار حسین نقوی
77	المناقب	ابن شہر آشوب
78	حجۃ التفاسیر و بلاغ الاکسیر	سید عبد الحجت بلاغی

79	داستانہای پیغمبران در قرآن	عفیف عبدالفتاح طبارہ
80	قرآنی داستانیں	آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی
81	تاریخ مدینۃ دمشق	حافظ ابوالقاسم علی ابن الحسن المعروف با بن عساکر
82	غرائب القرآن ورغائب الفرقان	نظام الدین حسن ابن محمد معروف بہ نظام اعرج
83	تفسیر روح البیان	شیخ اسماعیل حقی البرسوی
84	الملل والنحل	محمد ابن عبدالکریم الشہرستانی
85	روضۃ الصفا	محمد ابن خاوندشاہ
86	ارشاد	شیخ مفیدؒ
87	اعلام الدین فی صفات المومنین	حسن ابن ابی الحسن دیلمی
88	مجالس الصدوق (ترجمہ امالی الصدوق)	ذیشان حیدر جوادی
89	صحیفہ مہدیہ	سید مرتضی مجتہدی سیستانی
90	نظم الدرر فی سلک شق القمر	عبدالحلیم ابن امین اللہ حنفی لکھنوی
91	مصباح الکفعمی	ابراہیم ابن علی عاملی کفعمی
92	معراج النبوۃ	عبدالحق دہلوی
93	تہذیب الاحکام	شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد ابن حسن طوسی
94	سیرۃ النبی معروف بہ سیرۃ ابن ہشام	محمد ابن اسحاق ابن یسار
95	التوحید	شیخ صدوق

زادِ راہ کی پیشکش